COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

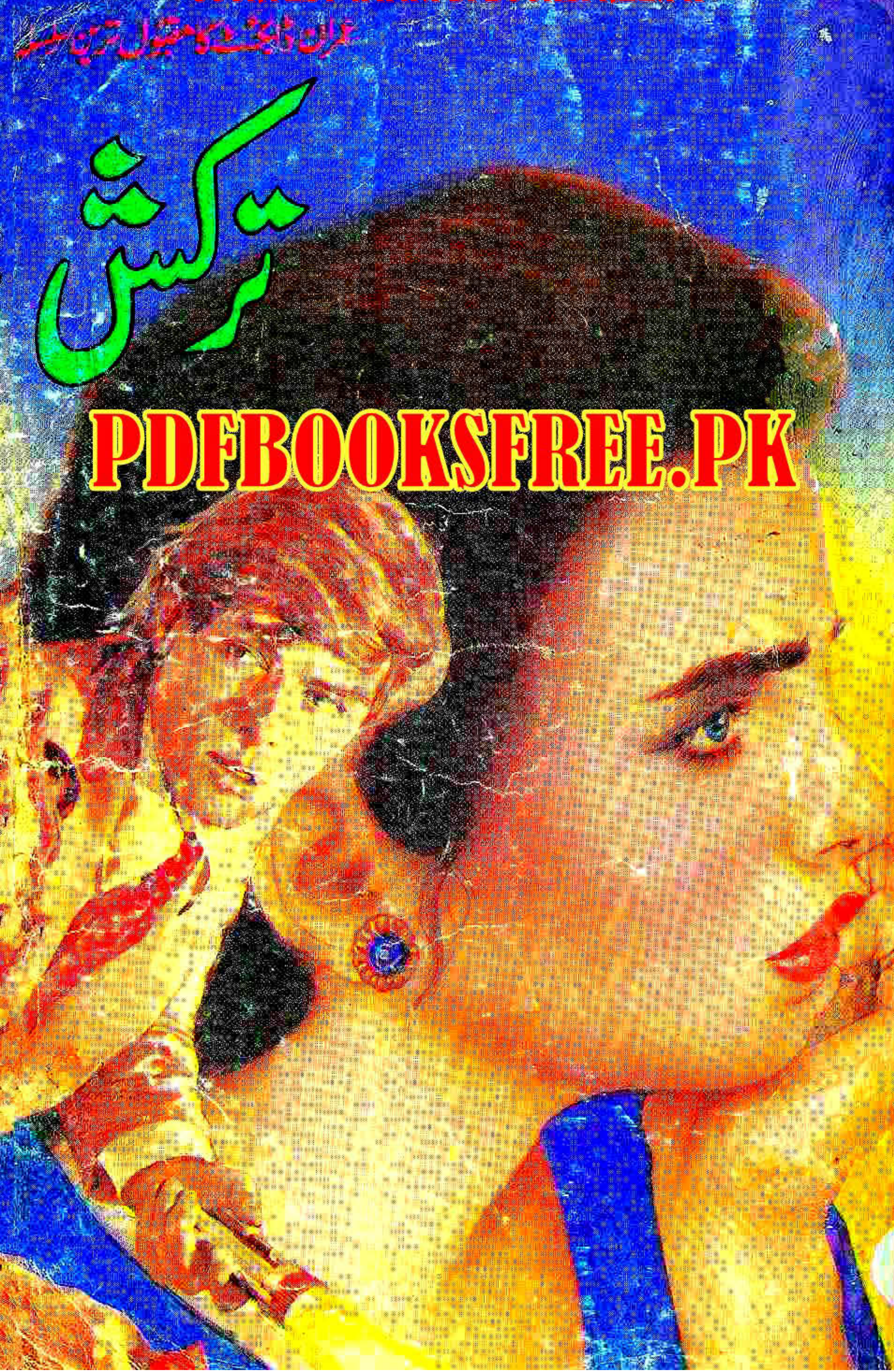

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عمران ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

ترکش

ایم، اے، راحت

حصہ

چہارم

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

۳۷ - اردو بازار - کراچی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رنگ انسان کی شخصیت پر کیا اثر ڈالتے ہیں اور وہ ان رنگوں کے زیرِ اثر کیا کیا نہ رنگ دکھاتا ہے۔ ناقابلِ فراموش واقعات سے سجی سنوری ایک ایک بہت بڑے آدمی کی سرگزشت جو بہت اچھا انسان بھی تھا۔

"**کوئی** بہت زیادہ تفصیل نہیں ہے سر۔ ہم نے وہاں جو کارروائیاں سرانجام دیں میڈم ہائی کو ان میں پیش پیش تھیں۔ میڈم ہائی کو نے اپنے طور پر وہ سارے کام مکمل کر لیے تھے جن کے تحت یہ کاغذات حاصل کیے جاسکیں اور جو نیلام گھر وہاں لگنے والا تھا وہ لگا اور اس نیلام گھر پر پوری طرح میڈم ہائی کو قابض تھیں۔ انھوں نے بہ آسانی ان تمام لوگوں کو چکر دے کر یہ کاغذات حاصل کر لیے لیکن سر...؟"

"ہاں لیکن ـ"

"لیکن آخری چکر انھوں نے ہمیں دیا۔ یہ ظاہر کر دیا انھوں نے کہ ان کا نام ہائی کو نہیں تھا۔"

تمام لوگ اچھل پڑے بریگیڈیئر جمال نے کہا۔

"پھر وہ...؟"

"وہ کسی مغربی ملک کی نمائندہ تھیں اور جاپانی لڑکی کا میک اپ کیے ہوئے تھیں۔ انھوں نے اپنے ساتھ پوری طرح ماحول کو قبضے میں لے لیا تھا۔ بس ان کا مقصد یہ تھا کہ وہاں جو کچھ بھی کارروائی ہو رہی ہے اس کے لیے ان لوگوں کو میری جانب متوجہ کر دیا جائے کیونکہ میں اس ملک کا نمائندہ تھا جس کے خلاف یہ سازش کی گئی تھی۔ چنانچہ زیادہ تر یہی سوچا گیا کہ میں نے اس سلسلے میں تمام کارروائیاں کی ہیں لیکن درپردہ وہ میڈم ہائی کو اپنے کام سرانجام دے رہی تھیں۔ اور میں صرف ایک شناختی نشان بنا ہوا تھا جس کے خلاف عمل کیا جا رہا تھا۔ لیکن آپ کی دعاؤں سے مجھے ہی کامیابی حاصل ہوئی۔ اور میں نے عین وقت پر جب میڈم ہائی کو نے اپنی تمام کارروائیاں مکمل کر لیں اور کاغذات اپنی تحویل میں لے لیے تو انھوں نے اپنا میک اپ اتار کر مجھے حقیقت سے روشناس کیا۔ لیکن دوسری حقیقت

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے وہ خود بھی آگاہ نہیں تھیں۔ یعنی ان کے جو آدمی اس سلسلے میں کامیابیاں حاصل کر کے ان کے قریب موجود تھے ان کی جگہ بھی تبدیل ہو چکی تھی اور اب وہاں میرے اپنے ساتھی موجود تھے۔ میڈم بائی کو اپنے ساتھ لا کر میں نے کوئی خطرہ مول نہیں لیا۔ چونکہ یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اس ملک کی نمائندگی کر رہی ہیں وہاں کے دوسرے افراد بھی ان کی کارکردگی سے ناواقف نہیں ہوں گے۔ اور جب انھیں اس حالت میں میرے ساتھ دیکھیں گے تو ہو سکتا ہے راستہ میرے لیے مشکل ہو جاتا۔ چنانچہ میں نے یکا یک ذات لانا ہی مناسب سمجھے اور میڈم بائی کو تم کو وہیں چھوڑ دیا۔"

میرے اس انکشاف نے جس قدر سنسنی پیدا کی تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ چند منٹ تک اس ہال میں کوئی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ سب کے سب اس طرح خاموش ہو گئے تھے کہ جیسے انھیں سانپ سونگھ گیا ہو۔ میں نے بھی انھیں غور کرنے کا پورا پورا موقع دیا تھا۔ اس کے بعد بریگیڈیئر جمال نے گہری سانس لے کر شہباز احمد صاحب کی طرف دیکھا اور شہباز احمد صاحب مسکرا دیے۔ بریگیڈیئر جمال نے کہا۔

"اس کے بعد میں کیا کہوں۔ دراصل الفاظ کی تلاش میں مکمل طور پر ناکام ہوں۔ صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ملک کو اس جیسے نوجوان کی ضرورت ہے اور یہ ہمارا قیمتی سرمایہ ہیں۔ میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کرنل جہانگیر جمال شاہ اور اپنے وطن کی جانب سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

"میں اپنے وطن کا شکریہ قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ میرا فرض تھا بریگیڈیئر جمال۔" میں نے کہا۔

یہ تقریب سادہ اور پُر وقار تھی۔ شہباز احمد صاحب تو خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے۔ ان کی واپسی میرے ساتھ ہی ہوئی تھی۔ آفتاب کمال وغیرہ الگ گاڑی میں چلے گئے تھے۔ شہباز احمد صاحب نے کہا۔

"مجھے نہیں کوئی خدمت بتاؤ تم۔ اپنے وطن کی بھاری خدمت کیے جا رہے ہو۔ ہمارا سر فخر سے اونچا کر دیا ہے تم نے لیکن ہم سے تم نے کبھی کوئی کام نہیں لیا۔"

"آج تک میری جو بھی ضرورت ہوتی ہے آپ ہی کے ذریعے تو پوری ہوتی رہی ہے مزید کیا کام لوں۔ ویسے میں ایک چھوٹی سی تبدیلی چاہتا ہوں اپنے اس محکمے میں۔ اور اس سلسلے میں میرے ذہن میں کچھ اور بھی منصوبے ہیں جو تفصیل سے آپ کے سامنے پیش کروں گا۔"

"تمھیں ہر تبدیلی کی اجازت ہے۔ کم از کم اب مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ حکومت تمھاری افادیت کو اچھی طرح سمجھتی ہے۔ نہ صرف سول حکومت بلکہ فوجی حکام بھی اب تو تمھاری ذہانت کا اعتراف کرنے لگے ہیں۔ اس کے بعد میں یہ سمجھتا ہوں کہ تمھاری طرف سے طلب کی جانے والی ہر رعایت کی ادائیگی حکومت کا فرض بن جاتی ہے۔ جو کچھ بھی ذہن میں ہو آفتاب کمال کے ذریعے اس کی ایک تفصیلی رپورٹ مجھے پیش کر دینا میں اس سلسلے میں بات چیت کر لوں گا اور میں سمجھتا ہوں کہ حکومت پورے خلوص کے ساتھ تمھاری اس ضرورت کی تکمیل کر دے گی۔"

زندگی کی یہ خوشگوار تبدیلی مجھے بہت بھلی معلوم ہوتی تھی۔ پہلی فرصت میں، میں نے آفتاب کمال کے سامنے یہ منصوبہ رکھ دیا۔ میں نے کہا۔

"دراصل ویسے تو میرے ڈپارٹمنٹ میں بہت سے لوگ کام کرتے ہیں۔ اور ان کا کام کرنے کا انداز بہت شاندار ہے لیکن آفتاب کمال! میں چند افراد پر مشتمل ایک ایسی ٹیم بنانا چاہتا ہوں جو صرف میرے لیے کام کرے گی۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی تم سے اس بارے میں کہا تھا۔"

"چیف میں تو آپ کی طرف سے ہدایات ملنے کا منتظر تھا۔ درحقیقت اب یہ ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ آپ جب کبھی کسی مہم پر جاتے ہیں تو میں ذہنی طور پر ہمیشہ الجھنوں کا شکار رہتا ہوں۔"

"کیوں؟"

"بس چیف بہر طور انسان تو انسان ہی ہوتا ہے۔"

"وضاحت کرو۔"

"میرا خیال ہے آپ میری وضاحت سمجھ گئے ہوں گے مطلب یہ ہے کہ ضرورت پیش آ ہی جاتی ہے۔ تنہا آدمی بعض اوقات بڑی مشکلات کا شکار ہو جاتا ہے۔"

"میں یہ چاہتا ہوں آفتاب کہ غیر ملکی پیمانے پر تو ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ تو کر ہی رہے ہیں ملکی پیمانے پر بھی ایسے بہت سے معاملات موجود ہیں جن کے لیے ہمیں کام کرنا چاہیے۔ شہباز احمد صاحب ہر طرح کی آسانیاں فراہم کرنے کے خواہش مند ہیں تو میں یہ سوچتا ہوں کہ اپنے اس فرض کو باقاعدگی سے کیوں نہ جاری کر دیا جائے۔"

"ہمارا ایک محکمہ تو تشکیل پا چکا ہے چیف اور ہمیں اجازت دی گئی ہے کہ ہر طرح کے کاموں میں ہاتھ ڈال سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں انتظامیہ کا یہ ایک الگ لیکن انتہائی

اہم شعبہ ہے۔"

"تو اس کے لیے تم نے کتنے آدمیوں کا انتخاب کیا ہے؟"

"ویسے تو ہمارے ڈپارٹمنٹ میں جو لوگ کام کر رہے ہیں ان سب کی اعلیٰ کارکردگی کی تفصیل آپ کے علم میں ہے اس کے باوجود میں خصوصاً چند لوگوں کی سفارش کروں گا اور یہ سفارش صرف اسی بنیاد پر ہے کہ انھیں جب کبھی کسی مسئلے میں شامل کیا یہ اعلیٰ ترین کارکردگی کے مالک ثابت ہوئے۔ بہت جلد میں ایسے کچھ نام آپ کے سامنے پیش کروں گا اور اس کے بعد آپ ان کی تفصیلی رپورٹ ملاحظہ کر لیجیے گا۔"

"دو افراد کا انتخاب تو میں نے اپنے طور پر کر لیا ہے۔ اور اس سلسلے میں میری خواہش ہے کہ انتہائی اعلیٰ کارکردگی کے مالک افراد کو منتخب کر کے ان کی تعداد بھی تم ہی طے کر لو۔"

"اور وہ دو افراد کون ہیں چیف۔"

"آفتاب کمال اور مسز آفتاب کمال۔"

"مسز؟" آفتاب کمال نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ وہ جو تم نے سنا تھا کہ لومڑی کی دُم کٹ گئی تھی تو اس نے سوچا کہ جنگل کے تمام جانوروں کی دُمیں کٹوائی جائیں۔ چنانچہ میں تمھاری دُم بھی کٹوا دینا چاہتا ہوں۔"

آفتاب کمال ہنس پڑا پھر بولا۔

"اس میں تو ذرا سا وقت لگ جائے گا چیف۔"

"کیوں؟"

"رضوانہ کی ابھی تربیت ہو رہی ہے۔"

"ٹھیک ہے وہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ میرا مطلب ہے کہ رضوانہ کو ہم اس ٹیم میں ضرور شامل کریں گے۔ کم از کم اس کی جانب سے میں بالکل مطمئن ہوں۔"

"آپ کی مہربانی چیف۔ تو میں اسے اس تقرر کی خوشخبری سنا دوں؟"

"ہاں بالکل، اور اس کے لیے اپائنٹمنٹ لیٹر جاری کر دو۔ یہ جو نئی ٹیم بنے گی اس کے انچارج تم ہو گے۔ اور تمھاری اسسٹنٹ رضوانہ ہو گی۔ باقی افراد تمھاری سفارش پر۔"

"بہت بہت شکریہ چیف۔ واقعی یہ ایک ایسی خوشخبری ہے جو فوری طور پر رضوانہ کو دی جانی چاہیے۔ اس طرح [illegible]"

"تم ہر وقت اسے اپنے پاس رکھتے ہو۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" آفتاب کمال پھر ہنسنے لگا تھا

"ویسے چیف مجھے بڑے فائدے حاصل ہوئے ہیں۔"

"کس سے؟"

"میں محترمہ فریدہ کا تذکرہ کیے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔"

"خوب بدلے لے رہے ہو۔"

"نہیں چیف آپ یقین کیجیے۔ آپ کے اندر ایک ایسی تبدیلی رونما ہوئی ہے جو میری خواہش کے عین مطابق ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"چھوٹا منہ بڑی بات ہو جائے گی۔"

"ہو جائے گی تو ہو جانے دو۔"

"آپ کی طبیعت سے میں ذرا سا الجھتا تھا۔ آپ کے اندر جو رومان پسندی تھی وہ بعض اوقات ایسے معاملات کے لیے بڑی خوفناک ثابت ہو سکتی تھی اور چیف بارہا میں نے یہ محسوس کیا کہ آپ مجھے خود اجازت دے چکے ہیں کہ جو میرے دل میں ہے آپ سے ضرور کہہ دوں۔"

"اب بار بار اجازت لینا ضروری تو نہیں ہے۔"

"ہاں چیف تو بارہا مجھے ایسا محسوس ہوا کہ آپ کام کرتے وقت بنیادی چیز کو نظر انداز کر جاتے ہیں اور بعض جگہ اپنی اس فطرت کے مطابق عمل کرتے ہیں۔"

آفتاب کمال کی اس صاف گوئی کو میں نے پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا تھا۔ میں نے کہا۔

"درحقیقت ایسا تھا آفتاب کمال۔"

"اور یقین ہے چیف اب نہیں ہو گا۔"

"ہاں اب نہیں ہے۔ بڑی انوکھی تبدیلی رونما ہوئی ہے۔"

"چیف ہم انسان ہی ہیں اور ظاہر ہے انسان کا اپنا ایک ہی انداز ہوتا ہے۔ اسے بار بار تبدیل کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ میرا مطلب یہ ہے کہ فطری طور پر وہ وہی سب کچھ کرتا ہے جو اس کے آباؤ اجداد کرتے چلے آئے ہیں۔ آپ نے جو کچھ کیا اسی کیفیت میں کیا۔ حالانکہ محترمہ فریدہ بھی ایک حادثے کے تحت آپ تک پہنچی تھیں۔ لیکن آپ نے جس انداز میں اس حادثے کو اپنی زندگی کا ایک اہم مسئلہ بنا لیا میں اس کی بات کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور جانتے ہیں چیف اس کی بنیادی [illegible]

"فطری طور پر آپ ایک اچھے انسان ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا چیف تو آپ ایک خطرناک مجرم ہوتے۔ اور مجرموں کے خلاف عمل کرنا بالکل پسند نہ کرتے۔ لیکن آپ کی فطرت کو صحیح رہنمائی مل گئی۔ اور اس طرح آپ نے وہ پہلو اپنا لیا جو درحقیقت آپ کی فطرت کا ایک حصہ تھا۔ چیف! میں نے ساری باتیں نہایت صاف گوئی سے کہہ دی ہیں۔ اس

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یقین کے ساتھ کہ آپ انھیں تنہائی میں سوچ کر اس کا بُرا نہیں مانیں گے۔" میں ہنس پڑا۔ میں نے کہا "خیر اب تم بھی ایک اچھی فطرت کے مالک انسان بن کر دکھاؤ۔ اور اس کی تصدیق صرف رضوانہ ہی سے ہو سکے گی۔"

آفتاب کمال سے یہ گفتگو ختم ہو گئی۔ میں مطمئن تھا۔ آفتاب کمال اپنی کارروائیوں میں مصروف تھا۔ دفتری معاملات پہلے بھی میں سرسری نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ ویسے ان دنوں یہ سوچ رہا تھا کہ خدا کرے کوئی ایسا کام فوری طور پر میرے سپرد نہ کیا جائے جس کے لیے مجھے ملک سے باہر جانا پڑے۔ اور ابھی تک شہباز احمد صاحب بالکل خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ یقینی طور پر کوئی ایسی بات سامنے نہ آئی ہو گی جس کے تحت مجھے ملک سے باہر بھیجنا ضروری ہوتا — غرض یہ کہ وقت گزرتا رہا۔ فریدہ کے ساتھ مشاغل انتہائی دلچسپ تھے۔ تھوڑی سی سوشل لائف بھی بنا دی تھی میں نے اور اب ایسی تقاریب میں شامل ہونے لگا تھا جو خالص گھریلو نوعیت کی ہوا کرتی تھیں۔ جبکہ اس سے پہلے مجھے ایسی تقاریب سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ نعمان آفریدی صاحب میرے تازہ شناسا تھے۔ شہر کی ایک بڑی شخصیت اور صنعت کار تصور کیے جاتے تھے۔ ایک دو تقریبات میں ان سے ملاقات ہو گئی تھی۔ اور اس طرح وہ میرے شناسا بن گئے تھے۔ یہ بات بھی جانتے تھے کہ میں ڈی۔ آئی۔ جی تیمور جمال کا بیٹا ہوں۔ ان کے ہاں ایک تقریب تھی جس میں مجھے اور میری بیوی کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ فریدہ کو اس کی حیثیت کا پورا پورا مقام دینے کے لیے میں نے اپنے ساتھ تقاریب میں لے جانا شروع کر دیا تھا۔ فریدہ نے اس طرح اپنے آپ کو ان کا اہل ثابت کیا تھا کہ مجھے خود بھی حیرت ہو جاتی تھی۔ دراصل انسان فطری طور پر تربیت یافتہ ہوتا ہے۔ لیکن بعض اوقات ماحول اسے اپنے آپ سے بھی دور کر دیتا ہے۔ یہی کیفیت فریدہ کی تھی۔ کبھی کبھی ... میں احسان مندی کے جو تاثرات نظر آتے تھے میرا دل چاہتا تھا کہ ان تاثرات کو ہمیشہ کے لیے دھو ڈالوں۔ لفظی طور پر میں نے اس سے بہت کچھ کہہ دیا تھا۔ لیکن اس کی فطرت میں بھی وہی شرافت بسی ہوئی تھی اور یہ شرافت اسے ان لمحات کو نظر انداز نہیں کرنے دیتی تھی جب وہ بالکل ہی کوڑی کی ہو کر رہ گئی تھی۔ اور میں نے اسے ایک انتہائی اعلیٰ مقام دیا تھا۔ یقینی طور پر احمق نہیں تھی۔ ایسی شخصیت اگر اس کے لیے نرم ہو جائے اور اسے ایسا مقام بخشے تو اس کی عزت تو فطری طور پر کرنا ہی پڑتی ہے۔ چنانچہ فریدہ بھی ایسا ہی کرتی تھی۔

اس تقریب میں اس نے ایک خوب صورت لباس زیب تن کیا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ نعمان آفریدی جیسی شخصیت نے ہمیں مدعو کیا تھا۔ اور اس تقریب میں شہر ہی کے نہیں بلکہ ملک کے بڑے بڑے حصوں سے وہ بہت سے لوگ شامل ہوئے تھے جنھیں اس ملک کی کریم کہا جا سکتا تھا۔ میں خود بھی ان میں سے چند کا صرف صورت آشنا تھا اور میں نے ان کی تصاویر اخبارات میں دیکھی تھیں۔ بڑے بڑے نام تھے، بڑے بڑے لوگ تھے اور اس لحاظ سے یہ تقریب ایک شاندار ترین تقریب کہی جا سکتی تھی۔ وسیع و عریض کوٹھی میں ایک انتہائی وسیع ہال تھا جو یقینی طور پر ایسی ہی تقاریب کے لیے بنایا گیا تھا۔ اندر پہنچ کر اندازہ ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہ کوئی ہوٹل وغیرہ نہیں ہے۔ بہرحال یہ کوئی ایسا اہم مسئلہ نہیں تھا۔ نعمان آفریدی صاحب نے بڑا پُرجوش استقبال کیا تھا۔ میرا اور اپنی بیگم سے تعارف کراتے ہوئے کہا تھا۔

"اس نوجوان سے ملیے بیگم۔ دراصل اس کا تعارف اتنا مختصر نہیں ہے کہ چند الفاظ میں کرایا جا سکے لیکن یہ بھی ایک بڑا سچ ہے کہ یہ ہمارے ملک کی ناک تصور کیا جاتا ہے۔"

"خوب۔ اور آپ کہتے ہیں کہ ابھی ان کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں بتائیں گے۔" بیگم آفریدی کہنے لگیں۔

"ہاں مختصر الفاظ میں ان کی تعریف کر دینا بالکل ایسے ہے جیسے کوزے میں سمندر بند کر دینا ہے۔"

"چلیے خیر پھر تفصیلی طور پر سہی۔"

"... فریدہ ... جمال شاہ۔" نعمان آفریدی نے فریدہ کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ بیگم آفریدی نے فریدہ سے ... مصافحہ کیا اور اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر آگے بڑھ ...

"خواتین کا شعبہ الگ تھا اس لیے آپ محسوس نہ کیجیے گا۔"

"بالکل نہیں۔ آپ مطمئن رہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

نعمان آفریدی نے بہت سے افراد سے میرا تعارف کرایا۔ بس سرسری سا تعارف تھا۔ میں بھی یہی چاہتا تھا کہ میرے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہی جائے جو یہاں غیر فطری ہو۔ تقریب سے کافی لطف اندوز ہوئے تھے ہم سب۔ مسز آفریدی نے فریدہ کی بہت پذیرائی کی تھی۔ اور وہ مجھے بہت زیادہ خوش نظر آ رہی تھی۔ بے شمار مہمان تھے۔ زرق برق لباس

چاروں سمت نظر آ رہے تھے۔ اگر وہ میرے چاروں بدمعاش دوست میرے ساتھ ہوتے تو حیرت سے بے ہوش ہو جانے کی کوشش کرتے۔ کیونکہ اس تقریب میں میں ایک شریف آدمی کی حیثیت سے شامل تھا جبکہ وہ جانتے تھے کہ اگر ایسی تقریب مجھے مل جاتی تو اب تک نہ جانے کتنے حسین چہروں سے میری شناسائی ہو جاتی اور اب میں ان سب کے درمیان گھرا ہوتا۔ لیکن یہ تبدیلی بہرطور میرے اندر رونما ہو گئی تھی اور میں ایک پُروقار شخص کی حیثیت سے اس تقریب میں شریک تھا۔ کافی وقت گزر گیا۔ رات کے کھانے سے فراغت ہوئی۔ مہمان ایک دوسرے سے بہ دستور خوش گپیاں کر رہے تھے کوئی ساڑھے دس بجے کا وقت تھا۔ ہر شخص اپنی ایک الگ نشست جمائے بیٹھا تھا کہ دفعتاً ہال میں ایک فائر کی آواز اُبھری۔ ساتھ ہی ایک نسوانی چیخ لہرائی اور تمام لوگ بُری طرح چونک پڑے۔ انھوں نے حیرت سے اس سمت کو دیکھا تین چار خواتین ایک جگہ مصروفِ گفتگو تھیں۔ دوسرے لمحے ان کی چیخیں بھی ہال میں گونج اٹھی تھیں۔ اور وہ بُری طرح بدحواس ہو کر دوڑ پڑی تھیں۔ ان کے ہٹ جانے پر دیکھا کہ گہرے نیلے رنگ کی ساڑھی میں ملبوس ایک خوب صورت عورت کی پیشانی سے خون کی دھار اُبل رہی ہے اس کے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ عورت اوندھے منہ زمین پر گر پڑی۔ اور اس کا جسم ساکت ہو گیا۔

چاروں طرف ایک دہشت کی فضا قائم ہو گئی تھی لیکن پھر کچھ اور آوازیں ابھریں۔ ایک داخلی دروازے کے قریب ایک نوجوان کو دیکھا گیا جو ... پتلون میں ملبوس تھا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ چند افراد نے لپک کر اسے عقب سے دبوچ لیا تھا۔ خصوصاً ایک لمبے چوڑے جسم کا مالک، چالیس بیالیس سالہ شخص اس کی بغلوں سے ہاتھ گزار کر دونوں ہاتھ اس کی گردن پر جمائے ہوئے تھا۔ دوسرے کچھ افراد نے نوجوان کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا جس میں پستول دبا ہوا صاف نظر آ رہا تھا۔ یہی نوجوان ایک عورت کا قاتل تھا لیکن اس بھری پُری تقریب میں کسی عورت کا قتل ہو جانا ایک حیران کن بات تھی۔ پتا نہیں کیا قصہ تھا؟ میں نے دُور دُور ہی سے تماشا دیکھا۔ سب ہی منتشر ہو چکے تھے۔ فریدہ سہمی سہمی سی میرے پاس آ کھڑی ہوئی۔ اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"یہ کیا ہوا؟"

"میرے خیال میں تمھارے اعزاز میں کوئی پروگرام ترتیب دیا گیا ہے۔"

"تم۔ میرے اعزاز میں؟" وہ سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

"ہاں یقیناً۔ میری زندگی میں تو ایسے ہزاروں واقعات بکھرے پڑے ہیں۔ لیکن میرے خیال میں میری بیوی کی حیثیت سے تمھیں بھی ان واقعات سے روشناس ہونا چاہیے۔"

"توبہ توبہ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔ بھلا کسی کی جان چلی گئی اور آپ کے لہجے میں ذرا سا تاسف بھی نہیں ہے۔ جو عورت قتل ہوئی ہے اس کا نام شاید سمیرا مسعود جمالی تھا کسی نے میرا اس سے تعارف کرایا تھا۔ پروفیسر مسعود جمالی کی بیوی ہے وہ۔"

"واہ، اچھی خاصی معلومات حاصل کر ڈالی ہیں تم نے تو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خدا کے لیے مسکرائیے نہیں، دوسرے لوگ ہمیں عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔" فریدہ نے میرے بازو کو زور سے اپنی گرفت میں لیتے ہوئے کہا۔

میں خاموشی سے ایک سمت کھڑا اِدھر اُدھر کی کارروائیاں دیکھ رہا تھا۔ اچھی خاصی افراتفری پھیل گئی تھی۔ پھر ایک اور ہنگامہ ہوا۔ ایک معتبر شخص جو دُبلے پتلے جسم کا مالک تھا اور جس کے چہرے پر فرنچ کٹ داڑھی تھی دل پر ہاتھ رکھے ایک میز پر اوندھا ہو گیا تھا۔ نعمان آفریدی بھاگے بھاگے پھر رہے تھے۔ اس شخص کا بھی جائزہ لیا گیا۔ پتا چلا کہ یہ پروفیسر مسعود جمالی ہے اور قتل ہونے والی اس کی بیوی۔ وہ عورت جو نیلی ساڑھی میں ملبوس تھی اس شخص سے ... آدھی عمر رکھتی تھی۔ اچھے متناسب جسم کی مالک تھی۔ گولی اس کی پیشانی پر پڑی تھی اور اسے چند لمحے بھی زندہ رہنے کا موقع نصیب نہیں ہوا تھا۔ اس کا جسم ساکت پڑا ہوا تھا۔ سب لوگ سہم کر اور سمٹ کر کونوں کھدروں میں کھڑے ہو گئے تھے۔ درمیانی حصہ بالکل خالی ہو گیا تھا۔ نوجوان کو پوری طرح قابو میں کر لیا گیا تھا۔ اور وہ دراز قامت آدمی جس نے پھرتی سے اسے دبوچا تھا آگے بڑھ کر لاش کے پاس پہنچ گیا تھا۔ میں اب بھی آگے نہ بڑھا۔ کیا فائدہ ایسی باتوں سے دلچسپی لینے کا۔ دُور سے دیکھنا ہی زیادہ مناسب تھا۔ فوراً ہی پروفیسر مسعود جمالی کو باہر لے جایا گیا اور شاید ہسپتال روانہ کر دیا گیا۔ دراز قامت آدمی نے آگے بڑھ کر لاش کے گرد گھیرا ڈال دیا تھا۔ اور شاید کچھ لوگوں نے مقامی پولیس اسٹیشن کو فون کر دیا تھا۔ اس افراتفری میں کوئی بھی کسی سے معلومات حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن کچھ دیر کے بعد نعمان آفریدی نے کسی قدر بڑی جگہ کھڑے ہو کر کہا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"خواتین وحضرات! بدقسمتی سے اس وقت یہاں ایک ڈرامائی ماحول پیدا ہوگیا ہے۔ ایک ایسے اجنبی نوجوان نے جسے ہم میں سے کوئی نہیں جانتا اندر داخل ہو کر پروفیسر مسعود جمال کی بیوی سمیرا جمال کو قتل کر دیا ہے۔ اس قتل کی وجوہات کیا ہیں اور یہ نوجوان کون ہے بظاہر ان کی تفصیل ابھی نہیں معلوم ہو سکتی۔ چونکہ تقریب کے خصوصی معاملات ختم ہو چکے ہیں اس لیے نہایت معذرت کے ساتھ مجھے یہ عرض کرنا پڑ رہا ہے کہ تقریب جاری نہیں رہ سکے گی۔ اگر پولیس آگئی تو آپ لوگوں کو خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چونکہ قاتل رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہے اس لیے میرے خیال میں آپ لوگوں کا یہاں رکنا پولیس کو بیان دینا بھی ضروری نہیں ہے۔ اگر پولیس نے کبھی کوئی تفصیل معلوم کی تو مجھے آپ کی یہاں آمد کی نشاندہی کرنا ہوگی۔ جو مہمان جانا پسند کریں وہ یقیناً چلے جائیں۔ کوئی بھی میزبان اپنے مہمانوں سے یہ الفاظ نہیں کہتا لیکن جو مشکل صورتِ حال پیش آئی ہے اس کا اندازہ آپ سب کو ہے۔"

پولیس کا سامنا کرنے سے گھبرا رہے تھے۔ اور یہ مناسب بات بھی تھی۔ خواہ مخواہ کی الجھنیں کون پالتا ہے۔ میں اور فریدہ ابھی ایک سمت کھڑے ہوئے تھے اور مہمانوں کے جانے کا منظر دیکھ رہے تھے۔ میں نے فریدہ سے کہا۔

"کیا تم مجھے کچھ دیر یہاں رُکنے کی اجازت دو گی؟"

"ہاں ہاں، کیوں نہیں۔ اور بھی چند لوگ رُکے ہوئے ہیں۔" اس نے کہا۔

بلاشبہ تین چار گھرانے اب بھی یہاں موجود تھے۔ یہ وہ تھے جو نعمان آفریدی کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔ یا تو شاید اس کے یا اس کی بیوی کے عزیز واقارب تھے سب مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ نعمان آفریدی لپکتا ہوا میرے قریب آیا اور بولا۔

"یہ اچھا ہوا آپ نہیں گئے مسٹر جہانگیر جمال شاہ۔ آپ کی وجہ سے مجھے ڈھارس رہے گی۔ خدا جانے کیا ہوا ہے۔ کیا قصہ ہے۔ ویسے فاروق حسن صاحب نے اس نوجوان کو قابو میں کر کے میرا خیال ہے کسی بہت بڑی واردات کو روک لیا ہے۔ پتا نہیں وہ جنونی شخص اور کتنے افراد کو قتل کرتا۔"

"فاروق حسن صاحب کون ہیں؟"

"ایس پی فاروق حسن۔ میرے قریبی شناسا اور دُور کے رشتے دار بھی ہیں۔ انھوں نے پھرتی سے اس نوجوان کو پکڑ لیا۔ ابھی تک ان سے تفصیلی بات چیت نہیں ہو سکی ہے۔ نوجوان کو باندھ کر رکھا گیا ہے اور فاروق حسن پولیس کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں۔"

میں نے خود بھی دیکھا تھا کہ وہ دراز قامت شخص اپنے ساتھ موجود لوگوں کی گرفت میں نوجوان کو لیے کمرے سے باہر نکل گیا ہے۔ پولیس کے آنے کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ نعمان آفریدی نے کہا۔

"آپ کی موجودگی بھی میرے لیے بڑی ڈھارس کا باعث بن جاتی ہے۔ ویسے پروفیسر مسعود جمالی میرے لیے بہت محترم شخصیت ہیں۔ ان کے ساتھ جو دردناک واقعہ یہاں پیش آیا ہے وہ میں کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔ غالباً دل کا دورہ پڑ گیا ہے ان پر۔ میں تو بڑی الجھنوں کا شکار ہو گیا ہوں۔ انھیں ہسپتال جا کر دیکھ بھی نہیں سکتا بھلا۔"

"فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ قاتل چونکہ رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہے باقی کام پولیس کا ہے۔ وہ اس سلسلے میں معلومات حاصل کر لے گی۔ جہاں تک مسعود جمال صاحب کا تعلق ہے انھیں فوری طور پر طبی امداد مل جائے گی۔ بیوی کی موت کے صدمے نے ان کا یہ حال کیا ہے۔"

"ہاں بہت نفیس انسان ہیں وہ۔ آپ کو ان کے بارے میں تفصیل بتاؤں گا تو آپ حیران رہ جائیں گے بڑا بدنصیب شخص ہے۔ زندگی میں اسے کبھی خوشیاں نصیب نہیں ہو سکیں۔ لیکن یہ موقع ان تمام باتوں کا نہیں ہے۔ اوہو شاید پولیس آگئی ہے۔"

پولیس انسپکٹر چند افراد کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ نعمان آفریدی نے اس کا استقبال کرتے ہوئے اسے بتایا کہ لاش یہاں موجود ہے اور قاتل دوسرے کمرے میں ایس پی فاروق حسن صاحب کے ساتھ ہے۔ انسپکٹر نے فوراً ہی لاش کے گرد سپاہیوں کو پھیلا دیا۔ اور اس کے بعد دوسرے کمرے میں ایس پی فاروق حسن کے پاس پہنچ گیا۔ غالباً سپرنٹنڈنٹ پولیس کا نام ہی کافی تھا۔ اور اسے احساس ہو گیا تھا کہ اس کی ذمے داریاں کیا ہیں۔ میں نے اپنے تجسس کو دبانے کی کوشش کی تھی۔ اور چونکہ معاملہ میری سطح کا نہیں تھا اس لیے ایک لمحے کو سوچا تھا کہ یہاں سے نکل جاؤں۔ لیکن صرف نعمان آفریدی کی وجہ سے کچھ دیر رکنا پڑا۔ نعمان آفریدی نے اپنی بیوی سے کہا۔

"اگر آپ مسز جہانگیر جمال شاہ کو سنبھالے رکھیں تو میں ان کے ساتھ دوسرے کمرے میں فاروق حسن کے پاس پہنچ جاؤں۔ میرا خیال ہے ان کی یہاں موجودگی کافی کارآمد ثابت ہوگی۔"

بیگم آفریدی نے اس بات کی اجازت دی لیکن جب ہم دوسرے کمرے تک پہنچے تو باہر موجود پولیس والوں نے ہمیں روک لیا۔

"ایس پی صاحب کا حکم ہے کہ کسی کو بھی اندر نہ آنے دیا جائے۔"

"مگر۔" نعمان آفریدی نے کہنا چاہا۔ میں نے اسے روک کر کہا۔

"نہیں، میرا خیال ہے پولیس کو اپنی کارروائیاں کر لینے دیجیے نعمان صاحب اور مجھے بھی اجازت دیجیے اگر آپ کو کوئی الجھن پیش آئے تو مجھے ضرور خبر کر دیجیے گا۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں۔" تھوڑی دیر کے بعد میں فریدہ کے ساتھ واپس چل پڑا۔ فریدہ اب سہمی سہمی نظر آرہی تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیسے کیسے لوگ ہوتے ہیں اس دُنیا میں۔ ہنستی کھیلتی زندگیوں کو ختم کر دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوتا ہے۔ کیا خدا کی دی ہوئی زندگی کو کسی سے چھین لینا کوئی ایسی بات ہو سکتی ہے جسے خدا کبھی معاف کر دے۔"

"ہرگز نہیں۔"

"تو لوگ ایسا کیوں کر ڈالتے ہیں؟"

"بہرطور جرم اسی کا نام ہے اور مجرم کبھی اس انداز میں نہیں سوچتا۔"

"آپ اس قتل کی تحقیق کریں گے؟"

"نہیں یہ چھوٹی سی بات ہے اور محکمہ پولیس کا کام ہے ظاہر ہے نہ تو مجھے اس کے لیے دعوت دی جائے گی اور نہ ہی مجھے اس پر کام کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔" فریدہ ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی تھی۔

دوسرے دن کے اخبارات میں تھوڑی سی تفصیل موجود تھی۔ لیکن بہت بڑی خبر کے طور پر نہیں۔ تفصیل یہی تھی کہ نعمان آفریدی کے ہاں تقریب میں پروفیسر مسعود جمالی کی بیگم سمیرا مسعود جمالی کو قتل کر دیا گیا تھا۔ قاتل حسن اقبال نامی ایک نوجوان ہے جو صرف ایک ہفتے قبل چار سال کی سزا کاٹ کر جیل سے رہا ہوا ہے۔ کوئی ایسا پُراسرار سبب ہے اس قتل کا جس کی تفصیلات ابھی سامنے نہیں آسکیں۔

پروفیسر مسعود جمالی پر دل کا ایک چھوٹا سا دورہ پڑا تھا وہ ابھی تک ہسپتال میں ڈاکٹروں کے زیرِ علاج ہیں۔ بس اسی قسم کی تفصیل تھی جس سے کوئی خاص تاثر نہیں جھلکتا تھا۔ البتہ میں نے اخلاقاً نعمان آفریدی کو فون کر کے ان کی کیفیت معلوم کرنا چاہی۔ نعمان آفریدی تو نہیں مل ان کی بیگم سے بات ہوئی۔ کہنے لگی۔

"جی جہانگیر جمال شاہ صاحب! نعمان صاحب کسی کاروباری سلسلے میں گئے ہوئے ہیں۔ دراصل فاروق حسن ہمارے عزیز ہیں اور انھوں نے ساری صورتِ حال سنبھال لی ہے۔ ہمیں اس سلسلے میں کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا کیونکہ قاتل وہیں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ لیکن ابھی تک پولیس سے کوئی ایسی تفصیل نہیں معلوم ہوئی جس سے اس قتل کی وجہ معلوم ہو سکے۔ میرا خیال ہے نعمان آفریدی صاحب ہسپتال میں پروفیسر مسعود جمال سے ملنے گئے ہوئے ہیں۔"

"ان سے کہہ دیجیے گا بھابی کہ اگر میری کوئی ضرورت پیش آئے تو مجھے ضرور اطلاع دے دی جائے۔"

"بہت بہت شکریہ۔ میں ضرور کہہ دوں گی۔ آپ کی بیگم کیسی ہیں؟"

"بالکل ٹھیک ہیں۔"

"بدقسمتی سے ایسی افراتفری کے عالم میں ان سے ملاقات ہوئی اور پھر یہ حادثہ پیش آگیا۔ کسی وقت دوبارہ ان سے ملاقات کرائیے گا۔"

"ضرور۔ آپ لوگ بھی تشریف لائیں۔ آپ کا اپنا گھر ہے۔"

"ہاں بالکل آئیں گے۔ خدا کرے یہ مسئلہ ہمارے لیے وبالِ جان نہ بننے پائے۔"

"اطمینان رکھیے آپ کے لیے بھلا کیا وبالِ جان بن سکتا ہے۔"

"سر! ایک انوکھی واردات ہوئی ہے اور اس سلسلے میں میرا خیال ہے آپ دلچسپی لیے بغیر نہیں رہ سکیں گے ہمارے ایک ساتھی ہیں۔ نفیس احمد اس کا نام ہے اور ہمارے ساتھ ریکارڈ کے شعبے میں کام کرتا ہے۔ اس نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ اگر میں اس سلسلے میں اس کی مدد کر سکوں تو ایک بے بس خاندان پر رحم ہوگا۔ میں نے تفصیلات معلوم کر لی ہیں۔ اور نفیس احمد سے وعدہ کیا ہے کہ آپ سے تذکرہ کروں گا۔ اگر آپ نے اس بارے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں کوئی دلچسپی لی تو میں اپنے طور پر کام کا آغاز کر دوں گا۔"
"بیٹھو اور بتاؤ کیا چکر ہے؟" میں نے سوال کیا اور آفتاب کمال چند لمحے سوچنے کے بعد بولا۔
"نفیس احمد کی اطلاع کے مطابق ایک ڈیڑھ ہفتے قبل لغمان آفریدی نامی شخص کے ہاں ہونے والی اس تقریب میں آپ اور فریدہ بھابی بھی شامل تھے۔ جب مسعود جمالی نامی شخص کی بیگم کو قتل کر دیا گیا تھا۔ قاتل حسن اقبال نامی ایک شخص کو قرار دیا گیا ہے اور وہ زیرِ تفتیش ہے میں اس واردات کی بات کر رہا ہوں۔"
"اوہو۔ کیا اس سلسلے میں کوئی خاص بات معلوم ہوئی ہے؟"
"سر! آپ اس تقریب میں شریک تھے؟"
"بالکل شریک تھا اور قتل میرے سامنے ہی ہوا تھا۔ ایک ایس۔ پی فاروق حسن نے اسے گرفتار کیا تھا۔ تھوڑے بہت واقعات میرے علم میں ہیں مگر نفیس احمد کا ان معاملات سے کیا تعلق ہے؟"
"یہ اچھا ہوا کہ آپ نے وہاں کی صورتِ حال کا جائزہ لیا تھا۔ اب ذرا اس موضوع پر بات کرتے ہیں آسانی ہو جائے گی۔" آفتاب کمال نے کہا پھر بولا۔ "نفیس احمد ہمارا ایک اہم اور سرگرم کارکن ہے۔ بڑے کام کا آدمی ہے۔ حسن اقبال نامی نوجوان اس کا کزن ہے اور اس کے بارے میں نفیس احمد نے جو تفصیلات بتائی ہیں وہ بڑی افسوسناک ہیں۔ صورتِ حال یہ ہے کہ حسن اقبال اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہے۔ چار بہنیں ہیں جو تقریباً جوان ہیں۔ والد اچھی خاصی ملازمت کرتے تھے کسی پرائیویٹ فرم میں۔ حالات بہت بہتر تھے۔ حسن اقبال نے اچھی خاصی تعلیم حاصل کی اور زیرِ تعلیم ہی تھا کہ اس کے والد غلط حالات کا شکار ہو گئے۔ آپ کو علم ہے جہانگیر جمال شاہ صاحب کہ غلط سوچوں نے بہت سے گھرانوں کو ان فنانس کمپنیوں کے چکر میں ڈبو دیا ہے جو فریب دہی سے لوگوں سے روپیہ وصول کر رہی تھیں۔ لوگوں نے صورتِ حال سے بے خبر بغیر سوچے سمجھے اپنا سرمایہ ان فنانس کمپنیوں کی نذر کر دیا اور اس کے بعد قلاش ہو کر بیٹھ گئے۔ حسن اقبال کے والد اقبال احمد بھی انھی لوگوں میں سے تھے۔ تقریباً پندرہ لاکھ انھوں نے تمام ذرائع سمیٹ کر فنانس کمپنیوں کی نذر کر دیا اور جب یہ کمپنیاں ڈوب گئیں تو خود بھی ذہنی توازن کھو بیٹھے۔ اور یہ

دیوانے جیسے ہو گئے۔ حسن اقبال کو تعلیم چھوڑ دینی پڑی اور وہ نوکری کی تلاش میں مصروف ہو گیا۔ یہ اس شخص کی صورتِ حال ہے۔ جہاں تک حسن اقبال کا تعلق ہے اس میں نفیس احمد کا کہنا یہ ہے کہ خاندان کا ایک فرد ہونے کی وجہ سے اس نے بھی حسن اقبال کی گرفتاری کے سلسلے میں بھاگ دوڑ کی۔ اس سے پہلے حسن اقبال چار سال کی سزا کاٹ چکا ہے اور ابھی چند روز قبل رہا ہوا تھا۔ گھر کی حالت اتنی تباہ کن ہے اس کی کہ فاقہ کشی ہوتی ہے اس وقت بھی کوئی ایسا ہی چکر تھا جب وہ زیرِ عتاب آیا مگر اس بار تو اس کی زندگی پر ہی بن کر رہ گئی ہے نفیس احمد کا کہنا ہے درحقیقت حسن اقبال بے قصور ہے اور اسے ایک غریب آدمی سمجھ کر نظر انداز نہ کر دیا جائے تو وہ یقینی طور پر بے گناہ ثابت ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کی غربت آڑے آئے گی۔ بھلا ایک بڑے آدمی کے گھر میں قتل ہوا اور قاتل کی حیثیت سے اسے رنگے ہاتھوں گرفتار کیا گیا۔ تو پھر کسے ضرورت پڑی ہے کہ اس کے بارے میں تفتیش کرے۔ مقدمہ قائم ہو گا اور اسے موت کی سزا دے دی جائے گی۔ لیکن سر نفیس احمد قسم کھا کر کہتا ہے کہ اگر اسے اس بات کا یقین نہ ہوتا کہ حسن اقبال بے گناہ ہے تو وہ کبھی ... میں ٹانگ نہ اڑاتا۔"
"مگر آفتاب کمال صورتِ حال تو واقعی میری آنکھوں کے سامنے کی ہے۔ پروفیسر مسعود جمال کی بیوی کو گولی مار کر قتل کر دیا گیا اور فاروق حسن نامی ایس پی نے اسے وہیں دبوچ لیا۔ اس کے پاس پستول موجود تھا اور ظاہر ہے مزید تفتیش نے یہ ثابت کر دیا ہو گا کہ گولی اسی پستول سے چلائی گئی۔ پھر اس میں بے گناہی کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔"
"پھر بھی چیف اگر ہم اس بارے میں کوئی کارروائی کر لیں تو کیا حرج ہے۔ کم از کم اپنے ایک کارکن ہی کی وجہ سے اور اگر سچ مچ ایسی ہی صورتِ حال نکل آئے تو میں سمجھتا ہوں کہ بہت بڑا کارنامہ ہو گا۔ ویسے چیف ایک بات بتائیے۔ کیا ایس پی فاروق صاحب نے خود اسے گولی چلاتے ہوئے دیکھا ہے؟"
"میں نے اس سلسلے میں پوری دلچسپی ہی نہیں لی، اس لیے تفصیلات بھی نہیں معلوم کیں۔"
"آپ نے اپنے طور پر کوئی اندازہ قائم کیا؟"
"بالکل نہیں۔"
"کیا اس کا چہرہ دیکھا تھا آپ نے؟"

"کس کا؟"
"قاتل کا۔"
"کب؟"
"اس دن جب اسے گرفتار کیا گیا تھا۔"
"ہاں۔"
"چیف! آپ کی نگاہوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ کیا وہ ایک قاتل کا چہرہ تھا؟"
"اتنے غور سے نہیں دیکھا میں نے۔ بہت سے لوگوں نے اسے پکڑ لیا تھا۔ میں دُور دُور ہی رہا تھا۔ تم جانتے ہو بلاوجہ ایسے معاملات میں ٹانگ اڑانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔"
"سر! اب تو آپ کو یہ ٹانگ اڑانی ہی پڑے گی میرے لیے بھی اور نفیس احمد کے لیے بھی۔"
"کرنا کیا ہے مجھے؟"
"چیف۔ بس تحقیقات کرنی ہے ذرا گہری نظروں سے اور اگر وہ سچ مچ قاتل ثابت ہو تو ظاہر ہے ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں۔"
میں نے چند لمحات آفتاب کمال کا چہرہ دیکھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فرصت تھی اور بہت زیادہ خوش بھی نہیں تھا اس فرصت سے میں۔ کام کرنے کی کچھ عادت سی پڑ گئی تھی۔ بے شک فریدہ کا ساتھ بہت دلکش ہوتا تھا لیکن تھوڑی سی دُوری کے بعد قربت ملے تو دلکشی برقرار رہتی ہے۔ مصروفیات بھی ہونی چاہئیں۔ نفیس احمد نے کہا تھا۔ آفتاب کمال سفارش کر رہا تھا۔ معلومات کر لینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ اگر واقعی کوئی پراسرار واقعہ نکل آتا ہے اور اس نوجوان لڑکے کی جان بچ سکتی ہے تو میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے آفتاب کمال سے کہا۔
"ٹھیک ہے آفتاب کمال کیا نفیس احمد یہ بات کہتا ہے کہ حسن اقبال اس جرم سے انکار کر رہا ہے؟"
"کچھ ایسی ہی بات ہے چیف۔ نفیس احمد اس سے مل نہیں سکا ہے لیکن حسن اقبال کی والدہ نے اس سے بات کی ہے۔ والد تو بے چارے ایک طرح سے ذہنی طور پر معذور ہی ہو چکے ہیں۔ لیکن اس کی والدہ کا کہنا ہے کہ حسن اقبال بے گناہ ہے اور اسے کسی جھوٹے الزام میں پھانسا گیا ہے۔"
"پھانسنے والے کون ہو سکتے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔
"وہ خاتون اس کی نشاندہی نہیں کر سکیں۔"

"ٹھیک ہے تو پھر ہم اس سلسلے میں کام کرتے ہیں۔"
"چیف میری ضرورت۔۔۔"
"نہیں تم اپنے یہ معاملات سنبھالے رکھو اور ان لوگوں کو تربیت دیتے رہو جو ہماری نئی ٹیم کے کارکن ہیں۔"
"او کے چیف جیسا آپ پسند کریں۔" آفتاب کمال نے کہا۔
وہ شام دیر تک اس بارے میں سوچتا رہا تھا۔ فریدہ ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ باقی لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہے تھے۔ فریدہ کہنے لگی۔
"خیریت؟ کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔"
"ہاں فریدہ، اسی دن کا دلچسپ واقعہ ایک بار پھر تازہ ہو گیا ہے۔"
"کس دن کا؟"
"جس دن ہم لغمان آفریدی کے ہاں شریک تھے۔"
"وہاں دلچسپ واقعات ہوئے تھے؟ ایک بے چاری نوجوان عورت کی زندگی چلی گئی۔ ہم ان واقعات کو دلچسپ کہتے ہیں۔"
"دلچسپ بات یہ ہے فریدہ کہ وہ شخص اپنے آپ کو مجرم نہیں کہتا۔"
"کون قاتل اپنے آپ کو مجرم کہتا ہے۔ کون مجرم اپنے آپ کو مجرم سمجھتا ہے۔ اگر کوئی جرم کرنے سے پہلے یہ سوچ لے کہ وہ یہ جرم کرنے کے بعد مجرم کہلائے گا تو بھلا وہ جرم کرے؟"
"بڑی اچھی بات کہی ہے تم نے۔ بعض اوقات جرم سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوتا ہے اور بعض اوقات کوئی جنونی کسی حادثے سے متاثر ہو کر اس قسم کا جرم کر بیٹھتا ہے۔ فریدہ کیا خیال ہے تم بھی کبھی کبھی ایسے معاملات میں دلچسپی لے لیا کرو۔ تو حرج کیا ہے؟"
فریدہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔
اس نے آہستہ سے کہا۔
"آپ نے میری سطح کا اندازہ غلط لگا لیا ہے۔ جہانگیر جمال شاہ صاحب۔"
"تمھاری سطح؟"
"ہاں آپ کو اندازہ ہے کہ میں ایک دیہاتی لڑکی ہوں۔ دیہاتی ماحول میں پرورش پائی اور میری ذہنی پہنچ اتنی نہیں ہے کہ میں کوئی بڑا کام کر سکوں۔ آپ نے اپنی زندگی میں شامل کر لیا ہے تو کم از کم مجھے یہ فخر کر لینے دیجیے کہ میں ایک بہت بڑے الشان کی زندگی

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں شامل ہوں۔ یہ امتحان کیوں لیتے ہیں میرا۔"

"نہیں۔ بات تم نے اپنی سطح کی کہی فریدہ۔ جو عورت میری پوری زندگی میں شامل ہے اس کی سطح معمولی نہیں ہوسکتی۔ کبھی میں تمھیں اپنی زندگی کے تمام تر واقعات بتاؤں گا۔ اگر خلوص دل سے اپنے دل کو کھول کر تمھارے سامنے رکھ دیا تو بد دلی کا شکار نہ ہو جاؤ۔"

"جمال شاہ! ایسی باتیں کریں گے آپ؟"

"کیا ہوا؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ مجھ سے وہ تمام باتیں نہ کہلوائیں جو مصنوعی محسوس ہوں۔ آپ نہیں سمجھتے کہ میرے دل میں آپ کا کیا مقام ہے۔"

"اچھا اچھا بھئی۔ ہم بہت جلد جذباتی ہو جاتے ہیں۔ محترمہ فریدہ، میں نے چونکہ آپ کو اپنی زندگی کا بیشتر حصہ سونپ دیا ہے اس لیے اب ضروری ہوگیا ہے کہ میں اس باقی کے حصے کو استعمال بھی کرتا رہوں۔ دیکھیں نہ اگر بدن کا آدھا حصہ معطل رہے اور آدھا حصہ مصروف رہے تو یہ تو اچھی بات نہیں۔ آفتاب کمال کو تو جانتی ہیں آپ۔"

"ہاں، کیوں نہیں۔"

"اس کی منگیتر ہے رضوانہ۔"

"رضوانہ کو بھی جانتی ہوں۔"

"آفتاب کمال نے اسے باقاعدہ اپنے ساتھ شامل کر لیا ہے اور رضوانہ جرائم کے خلاف کمر باندھ کر کھڑی ہوگئی ہے۔ آفتاب کمال اس کی تربیت کر رہا ہے اور اس لیے ابھی اس سے شادی نہیں کر رہا کہ اس کی تربیت مکمل ہو جائے اور دونوں مل کر کام کریں۔ جب آفتاب کمال یہ سوچ سکتا ہے اور رضوانہ اس کے ساتھ ساتھ عمل کر سکتی ہے تو محترمہ فریدہ چھوٹے موٹے معاملات کی طرف کیوں توجہ نہیں دے سکتیں؟"

فریدہ ہنسنے لگی پھر بولی۔

"دلچسپ بات ہے۔ لیکن سر اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں آپ کے کسی کام آسکتی ہوں تو آپ حکم دیا کریں مجھے۔ میں کیا اعتراض کر سکتی ہوں۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ اس سے کم از کم یہ فائدہ ہوگا کہ بہت سے معاملات میں، میں تم سے گفتگو کر سکتا ہوں۔"

"اگر آپ مجھے یہ مقام دینے پر تلے ہی ہوئے ہیں تو میں اسے خلوص دل سے قبول کرتی ہوں۔"

"تو محترمہ فریدہ صاحبہ! صورت حال یہ ہے کہ وہ نوجوان حسن اقبال اس بات سے انکار کرتا ہے کہ وہ مجرم ہے۔ ایک کھاتے پیتے گھرانے کا فرد تھا۔ لیکن والدین کی ناسمجھیوں کی بنا پر وہ گھر تباہی سے دوچار ہوگیا۔ چار جوان بہنوں کا بھائی ہے بلکہ اکلوتا بھائی ہے۔ باپ ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔ ماں بے کسی کی زندگی گزار رہی ہے۔

"سب سے پہلے ہم اس گھرانے کے افراد سے مل لیتے ہیں جس کا وہ فرد ہے۔ میرے خیال میں وہاں سے ہمیں صورت حال کا کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہو جائے گا۔ ظاہر ہے وہاں اس کی ماں ہوگی، بہنیں ہوں گی اور یہی لوگ اس کی عکاسی کر سکیں گے۔ کیا خیال ہے؟"

"بالکل درست۔ چونکہ آپ کا حکم ہے اس لیے تعمیل کرنا ضروری ہے۔" آفتاب کمال کو ٹیلی فون کر کے میں نے معلوم کیا کہ نفیس احمد نے حسن اقبال کے گھر کا پتا بھی بتایا ہے۔ آفتاب کمال نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ ہاں وہ مجھے پتا بتانا بھول گیا ہے۔

"اس کا مطلب ہے چیف آپ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوگئے ہیں۔"

"کمال کرتے ہو یار خود ہی تو یہ ذمے داری میرے سپرد کی تھی۔ اب پوری طرح اور آدھی طرح کیا معنی رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ کام کرنا ہے تو پھر کرنا ہی ہے۔"

"چیف ثواب کا کام ہے۔ آپ مل لیجیے ان لوگوں سے۔"

ہم لوگ پتا معلوم کرتے ہوئے ایک بہت معمولی سے علاقے میں پہنچ گئے۔ یہاں پرانی بلڈنگیں بنی ہوئی تھیں اور ان بلڈنگوں پر فلیٹ ایک دوسرے پر لدے ہوئے تھے۔ جو پتا ہمیں بتایا گیا تھا اس پتے پر پہنچنے کے بعد میں نے فلیٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ بیل لگی ہوئی تھی مگر ٹوٹ گئی تھی۔ ایک دبلی پتلی لڑکی نے دروازہ کھول کر ویران آنکھوں سے ہمیں دیکھا۔ نقوش خوبصورت تھے لیکن چہرہ بے بسی اور غربت کا شکار تھا۔ لباس بھی نہایت معمولی سا تھا۔ مجھے اور فریدہ کو دیکھ کر اس کے چہرے پر جھجک کے آثار پیدا ہوگئے۔

"اقبال احمد صاحب یہیں رہتے ہیں؟"

"آپ کی والدہ گھر پر موجود ہیں؟"

"جی ہاں، ہیں۔"

"میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"آپ کا کیا نام بتا دوں؟"

"جہانگیر۔" میں نے کہا۔

کچھ دیر کے بعد ایک خاتون دروازے پر آگئیں۔ میرے ساتھ فریدہ کو دیکھا تو چہرے پر کسی قدر سکون کے آثار نظر آئے۔ پیچھے ہٹ کر بولیں۔

"اندر آجائیے۔ آؤ بیٹی اندر آؤ۔"

چہرے ہی سے شریف خاتون معلوم ہوتی تھیں۔ میں اور فریدہ اندر داخل ہوگئے۔

انھوں نے ایک تخت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں اور فریدہ اس تخت پر جا بیٹھے۔ وہ کچھ حیران حیران سی نظر آرہی تھیں۔ میں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ماں جی، مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔"

"بیٹے میں آپ کو پہچانی نہیں۔"

"یوں سمجھ لیجیے ہمارا تعلق محکمۂ خفیہ سے ہے۔ آپ کے بیٹے حسن اقبال کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنے آئے ہیں۔"

معمر عورت کے چہرے پر مسرت کے نقوش پھیل گئے انھوں نے غم آلود لہجے میں کہا۔

"حسن اقبال۔ یوں لگتا ہے بیٹے جیسے اب وہ ہماری تقدیر میں نہیں رہا۔ تقدیر نہ جانے کیا کیا چھین لیتی ہے۔ بس ہم اس کے لیے کچھ کرنے سے قاصر ہیں۔ ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ اس کی یاد میں مر جائیں گے۔ جب تباہی اس گھر کا مقدر ہے اور ہمارے راستے بند ہیں تو صبر سے بیٹھ کر انتظار کرنے کے علاوہ اور کیا چارہ کار ہو سکتا ہے؟"

ایسی بے بسی، ایسی حسرت تھی ان الفاظ میں کہ میں تڑپ کر رہ گیا۔ فریدہ کی تو آنکھیں نم ہوگئی تھیں۔

"نہیں ماں جی۔ ہمارے ہاں تو یہ تصور ہی نہیں ہے کہ انسان کسی مسئلے میں مکمل طور پر مایوس ہو جائے۔"

"بیٹی بس اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور سب کچھ اسی پر چھوڑ دیا ہے۔ انسان کی حیثیت سے جو باتیں نگاہوں کے سامنے ہیں انھیں کہنا ہی پڑتا ہے خیر آپ لوگ تفتیش کے لیے آئے ہیں۔ جو کچھ مجھے معلوم ہے بتا دوں گی آپ کو۔ پوچھیے۔"

"سب سے پہلا سوال یہ ہے ماں جی کہ ایک ماں کی حیثیت سے تو آپ کا بیٹا یقیناً آپ کی نگاہوں میں دنیا کا سب سے سچا اور سب سے اچھا بیٹا ہوگا لیکن اگر آپ کو آپ کے ایمان کا واسطہ دیا جائے اور یہ پوچھا جائے کہ کیا حسن اقبال کی فطرت میں جو رخ پوشیدہ تھا تو آپ اس کا انکشاف ضرور کر سکیں گی بشرطیکہ حق و انصاف کی بات کریں۔"

"میرا بیٹا پہلے بھی مجرم نہیں تھا۔ اب بھی مجرم نہیں ہے۔ وہ کسی کے لیے زندگی دینا تو جانتا ہے کسی کی زندگی لینا اس کے لیے ایک ناممکن عمل ہے۔"

"کیا پولیس یہاں آئی تھی؟"

"ہاں۔"

"تلاشی وغیرہ لی اس نے؟"

"ہاں۔ پورے گھر کو تتر بتر کر کے رکھ دیا۔ انتہائی سخت سلوک کیا ہمارے ساتھ۔ اقبال احمد صاحب ذہنی توازن کھو بیٹھے ہیں۔ ان سے پوچھ گچھ کی تو انھوں نے بے تکی باتیں کیں جس کے نتیجے میں ایک پولیس آفیسر نے ان کے منہ پر زوردار تھپڑ مارا۔ اور لاتوں سے ان کی خاطر مدارات کی۔ میں ان کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے لے آئی ورنہ وہ شاید انھیں مار مار کر زخمی کر دیتے۔"

"اس گھر کی تلاشی لی؟"

"ہاں۔ جو پسند آیا اٹھا کر لے گئے۔" معمر عورت نے جواب دیا۔

"ظاہر ہے کچھ نہیں چھوڑا ہوگا انھوں نے۔ اچھا چھوڑیے اب یہ بتائیے کہ آپ کے خیال میں یہ سب کچھ کیا ہو سکتا ہے۔"

"اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ سازشیں ان لوگوں کے لیے ہوتی ہیں جن کے خلاف سازشیں کر کے کچھ مل جائے۔"

"حسن اقبال کو چار سال کی سزا ہوئی تھی؟"

"ہاں وہ ایک ٹرانسپورٹ کمپنی میں ملازمت کرتا تھا۔ اور ٹرانسپورٹ کمپنی کے مالک نے اس پر غبن کا الزام لگا کر اسے گرفتار کرایا تھا۔ بعد میں وہ ضمانت پر چھوٹ آیا۔ اور اس نے ٹرانسپورٹ کمپنی کے مالک کو یہ بتایا کہ وہ مجرم نہیں ہے تو جسے جمیں شاہ اس پر بگڑ گیا شاید اس نے مارا پیٹا۔ اور اس کے بعد اس کی ضمانت منسوخ کرادی۔ اور مار پیٹ کے الزام میں اسے انتہائی سختیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور انھی دونوں جرائم کے نتیجے میں اسے چار سال کی سزا ہوئی۔ ابھی دس دن پہلے ہی چھوٹ کر آیا تھا۔"

"جس شام عورت کا قتل ہوا اس نے آپ کو کچھ بتایا تھا؟"

"نوکری کے لیے کوشش کر رہا تھا۔ اکثر درد بھرے لہجے میں کہتا تھا کہ اب اسے ایک ڈگری اور مل گئی ہے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یعنی قید کی ڈگری۔ پہلے سے جو سندیں اس کے پاس تھیں، وہ ویسے ہی کسی کام نہیں آ رہی تھیں۔ لیکن اب نئی ڈگری مل جانے کے بعد ملازمت کا مسئلہ اس کے لیے اور مشکل ہو گیا ہے۔ تقدیر آزما رہا تھا۔ گھر کے حالات سے بہت پریشان تھا اور نہ جانے کہاں کہاں آتا جاتا رہتا تھا۔ اس سلسلے میں اس دن بھی کہیں گیا تھا جس کے بعد سے واپس نہیں آیا۔ اور بعد میں ہمیں یہ اطلاع مل گئی۔"

"نفیس احمد آپ کا کون ہے؟"

"نفیس احمد؟"

"ہاں، نفیس احمد نامی کسی شخص کو جانتی ہیں آپ؟"

"ایک تو میرے دُور کے رشتے دار کا بیٹا ہے۔ بڑا اچھا لڑکا ہے۔ کیوں اس کا نام کیوں پوچھا آپ نے؟"

"بس ایسے ہی۔"

فریدہ نے سامنے سے گزرتی ہوئی ایک لڑکی کو دیکھا اور اٹھتی ہوئی بولی۔

"میں ذرا آپ کے فلیٹ کا جائزہ لے لوں۔"

"ماں جی! میں آپ کو ماں جی کہہ کر مخاطب کر رہا ہوں۔ میں نے ایک بھی بات آپ سے ایسی نہیں کی جو پولیس والوں جیسی ہو۔ آپ کو تھوڑا سا اطمینان دلانا چاہتا ہوں ایک سلسلے میں۔ وہ یہ کہ اگر آپ کا بیٹا بے گناہ ہے تو پورا پورا اعتماد رکھیے خدا کی ذات پر کہ وہ بالآخر آپ تک پہنچ جائے گا۔ میں اس سلسلے میں بھرپور کوشش کروں گا۔ آپ سے وعدہ کر رہا ہوں کہ آپ کسی بھی طور بد دل نہ ہوں۔ آپ اپنا ایک بیٹا کھتی ہیں۔ میرا نام جہانگیر ہے۔ آپ مجھے اپنا دوسرا بیٹا تصور کر سکتی ہیں۔ ماں جی مجھے آپ سے کچھ لالچ نہیں ہے لیکن سب سے بڑا لالچ یہ ہے کہ ایک بے قصور بیٹے کی ماں کو ہر طرح کا اطمینان دلاؤں اور اس کی دعائیں حاصل کروں۔ آپ بالکل اطمینان رکھیں اگر حسن اقبال بالکل بے گناہ ثابت ہوا تو ایک دن میں اسے اپنے ساتھ لے کر یہاں آؤں گا۔ اور آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔" معمر عورت کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ وہ روتی رہی پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

"یہ دلاسا تم نے ہی دیا ہے بیٹے۔ خدا تمہیں اس کا اجر عطا کرے۔"

فریدہ تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گئی۔ چاروں لڑکیاں اس کے ساتھ تھیں۔ فریدہ نے کہا۔

"بھئی جہانگیر جمال شاہ صاحب یہ تو آپ نے میرا تعارف ایک بہت اچھے گھرانے سے کرا دیا۔ یہ چاروں لڑکیاں میری دوست بن گئیں۔ ماں جی آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ اب آپ کے گھرانے میں ایک اور گھر کا اضافہ ہو گیا ہے۔ وہ ہم لوگ ہیں۔ میں آپ کے ہاں آتی رہوں گی اس کے بعد جب حسن اقبال رہا ہو کر آ جائیں گے تو پھر ہم آپ کو اپنے گھر بلائیں گے۔ یہ چاروں لڑکیاں میری دوست بن گئی ہیں۔ اور اب میں بھی آپ کی بیٹی ہوں۔"

"نہیں محترمہ آپ ان کی بیٹی نہیں بہو ہیں۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ ان کا دوسرا بیٹا میں بن گیا ہوں۔"

"بھئی میرا رشتہ کیوں چھین رہے ہیں آپ۔"

"تم دونوں میاں بیوی ہو؟" معمر عورت نے کہا۔

"ہاں ماں جی۔" میں نے جواب دیا۔

"اللہ تعالیٰ خوش رکھے۔ دونوں پولیس میں ہو؟"

"یہی سمجھ لیجیے آپ۔ تفصیل پھر دوسری ملاقات میں بتائیں گے۔"

"اگر میں بہو ہوں تو یہ بات کہنے میں حق بجانب ہوں جناب جہانگیر جمال شاہ صاحب کہ آپ اپنے گھر والوں کا بالکل خیال نہیں رکھتے۔ حسن اقبال بے چارے چار سال تک قید رہے اور ان کے والد اقبال احمد صاحب ذہنی طور پر درست نہیں ہیں۔ اس گھر کے حالات کیسے چل رہے ہیں آپ کو علم ہے؟ ماں جی اب مجھے آپ کی بہو بنا لیا گیا ہے تو میں نہیں سنوں گی کہ لوگ کہیں کہ اپنی ساس کا کوئی خیال نہیں رکھا میں نے۔ اپنی نندوں کی کوئی ضرورت پوری نہیں کی۔ یہ ایک حقیر سی رقم میرے پاس موجود ہے۔ براہِ کرم آپ اسے اپنے استعمال میں لائیے۔ میں بہت جلد آپ کو اور بھی تھوڑے سے پیسے بھجواؤں گی۔"

فریدہ نے اپنے پرس سے نوٹوں کی اچھی خاصی گڈی نکال کر معمر عورت کی طرف بڑھا دی اور معمر خاتون دم بخود پیچھے ہٹ گئیں۔

"نہیں بچو! تم لوگ جانتے ہو کہ ہمارا تم سے خون کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اگر یہ رقم میں نے قبول کر لی تو یہ بھیک میں شمار ہوگی۔ میں بھیک نہیں لیتی۔ ان بچیوں سے پوچھیں ہم لوگ جیسے بھی بن پڑتا ہے محنت مزدوری کر کے گزر رہے ہیں۔ ہمارے ضمیر پر یہ داغ مت لگاؤ۔"

میں نے کسی قدر سرد لہجے میں کہا۔ "ٹھیک ہے ماں جی۔ ہمارا آپ کا واقعی خون کا کوئی رشتہ نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی رشتہ نہیں ہے۔ ٹھیک ہے فریدہ رہنے دیں۔ یہ تو ایک کوشش تھی ان لوگوں سے محبت ظاہر کرنے کی انھوں نے ہمیں قبول نہیں کیا ہے مجبور تو نہیں کر سکتے نا۔"

"ارے بُرا مان گئے۔"

"نہیں ماں جی۔ آپ نے سچ کہا ہے۔ اور سچ کا بُرا نہیں ماننا چاہیے۔ پتا نہیں لوگ الٹے سیدھے رشتے قائم کیسے کر لیتے ہیں ہم نے تو یہ پہلی ہی کوشش کی تھی۔"

"یہ کوئی ایسا موضوع نہیں تھا جس پر ہم لوگ اتنی باتیں کرتے۔ اصل موضوع جو تھا وہ تو حسن اقبال ہی کا تھا بہرحال رہنے دیجیے۔"

"لاؤ بیٹی لاؤ۔ میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ کسی کا دل توڑوں اور پھر سچی بات یہ ہے کہ ضرورت تو ہے۔ اس سے انکار کر کے مذاق نہیں کرنا چاہتی اپنے آپ سے بھی اور تم سے بھی۔"

"آپ انھیں بہ حالتِ مجبوری اپنے پاس نہ رکھیں۔ انسان ہی انسان کے کام آتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو سب کے سب بے بسی کا شکار ہو جائیں۔"

بمشکل تمام ہم نے غیور عورت کو اپنی پیشکش کی ہوئی رقم قبول کرنے پر آمادہ کیا۔ اور اس کے بعد ہم وہاں سے چل پڑے۔ میں کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ فریدہ کہنے لگی۔

"جہانگیر! بعض اوقات یوں محسوس ہوتا ہے جیسے جس غم کو ہم نے اپنے لیے شدید تر سمجھا تھا وہ دوسروں کے غموں کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔ بڑے غم زدہ لوگ آباد ہیں اس دُنیا میں۔ کیسے دُکھ کی بات ہے اور پھر بدقسمتی کی بات کا کوئی پُرسانِ حال نہیں ہوتا۔ انسان ایک دوسرے سے بہت دُور ہو چکا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ پہلے ایسا نہیں تھا۔ ویسے جہانگیر ذرا یہ تصویر دیکھو۔"

فریدہ نے ایک تصویر نکال کر میری طرف بڑھائی میں نے ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ سنبھال کر دوسرے ہاتھ میں تصویر لے کر اس پر ایک نظر ڈالی۔ سامنے راستہ صاف تھا۔ میں تصویر دیکھ کر چونک پڑا۔ تصویر بے شک پرانی تھی لیکن مسز جمال کو پہچان لینا میرے لیے مشکل ثابت نہیں ہوا۔ حالانکہ اس تقریب میں بھی میں نے انھیں غور سے نہیں دیکھا تھا لیکن ان کی لاش پر ایک نظر ضرور ڈالی تھی اور اور چونکہ یہ میرا پیشہ بن چکا تھا اس لیے انھیں پہچان لینا میرے لیے مشکل ثابت نہ ہوا۔ میں نے چونک کر کہا۔

"یہ کس کی تصویر ہے؟"

"سمیرا ہے اس لڑکی کا نام اور یہی لڑکی قتل ہوئی ہے مسز جمال کی حیثیت سے۔"

"یہ تصویر کہاں سے آئی تمھارے پاس؟" میں نے حیران لہجے میں پوچھا۔

میں کافی حیران ہو گیا تھا لیکن میں نے فوراً ہی سب کچھ بتانے کی ضد نہیں کی۔ البتہ تجسس میرے دل میں ضرور بیدار ہو گیا تھا۔ یہ تصویر فریدہ کے پاس کہاں سے آئی۔ بالآخر ہم گھر پہنچ گئے۔ گھر کے معاملات میں کوئی ایسی بات نہیں ہوا کرتی تھی جو قابلِ تذکرہ ہو۔ سب لوگوں نے میرے اس گھر کو سنبھال رکھا تھا۔ اور ہم ساری الجھنوں سے بچے ہوئے تھے۔ فریدہ کے ساتھ میں اپنے کمرے میں آ گیا اور میں نے سب سے پہلے وہی سوال کیا۔

"بیٹھو اور بتاؤ یہ تصویر تمھارے پاس کہاں سے آئی؟" میں نے سوال کیا۔

"عارفہ نے دی ہے مجھے۔"

"عارفہ؟"

"ہاں حسن اقبال کی منجھلی بہن ہے۔"

"یہ حسن اقبال کی کلاس فیلو تھی اور حسن اقبال اس سے محبت کرتا تھا اور یقیناً یہ بھی۔"

"اوہ۔" میں نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔ "اس کا مقصد ہے کہ کہانی کچھ بن رہی ہے۔"

"ہاں یقیناً کہانی بن رہی ہے۔ عارفہ نے مجھے تفصیلات بتائی تھیں اور کہا تھا کہ یہ تصویر اکثر حسن اقبال کے پاس نظر آتی تھی اور وہ اسے بیٹھ کر گھنٹوں دیکھتا رہتا تھا۔ یہ زمانۂ طالب علمی کی تصویر ہے۔ اور بعد میں حسن اقبال نے اسے بتایا تھا یعنی اپنی بہن کو کہ سمیرا کی شادی ہو گئی ہے ایک پروفیسر کے ساتھ اور پروفیسر کا نام مسعود جمال ہے۔"

"گڈ۔ پھر؟"

"پھر کچھ نہیں۔ اس نے یہی بتایا تھا مجھے کہ اسی عورت کے قتل کے الزام میں حسن اقبال کو گرفتار کیا گیا ہے۔ اور یہ ممکن نہیں تھا کہ جس عورت کی حسن اقبال نے زندگی بھر پوجا کی وہ اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دے۔"

میں سوچوں میں ڈوب گیا۔ بہت دیر تک غور کرتا رہا اور اس کے بعد مجھے واقعی اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ کیس میرے شایانِ شان ہے۔ اس کے لیے یقینی طور پر بھرپور کوششیں کرنی ہیں۔ بہت سے الجھے دھاگے سامنے آ گئے تھے اور ان دھاگوں کو سلجھانا بے حد ضروری

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوگیا تھا چنانچہ اب اس سلسلے میں کوئی مؤثر منصوبہ بندی کرنی تھی۔ فریدہ کو اس ساری کہانی میں بہت لطف آیا تھا۔ کہنے لگی۔

"اور جناب عالی قصور میرا نہیں ہے۔ آپ نے مجھے زبردستی جاسوسی کے چکر میں ڈال دیا ہے۔ لڑکیاں واقعی خوش اخلاق ہیں۔ مالی پریشانیوں نے ان پر اوس ڈال دی ہے۔ میں اگر ان سے ملتی رہوں تو کوئی حرج تو نہیں ہے جہانگیر؟"

"بالکل نہیں بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنے لیے اس قسم کے مشاغل قائم کرلو تاکہ اگر کبھی مجھے ملک سے باہر جانا پڑے تو تمھیں میری کمی محسوس نہ ہو۔"

فریدہ نے شرمائی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

"تمھاری کمی کس مشاغل میں پوری ہوسکتی ہے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے فریدہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے نزدیک گھسیٹ لیا۔ بہرحال یہ مشغلہ بھی میرے نزدیک کافی دلچسپ تھا۔ بعد میں، میں نے اس کے بارے میں سوچا اور عجیب سے احساسات میرے دل میں پیدا ہوئے۔ گردو ملکی پیمانے پر جو کچھ ہو رہا تھا وہ تو ہو ہی رہا تھا لیکن اندرونی حالات بھی بعض دفعہ ایسے ہوجاتے تھے کہ اگر ان کے سلسلے میں اپنا فرض پورا نہ کیا جائے تو ایک جرم کا سا احساس ہوتا تھا۔ اور جہانگیر جمال شاہ تو شاید لب حساس ہوگیا تھا جس کی آنکھوں میں رچ جانے والا نیلا رنگ اسے دیوانگی کی جانب مائل کردیتا تھا۔ زندگی میں ایک ٹھہراؤ جو پیدا ہوگیا تھا اس نے دنیا سے روشناس کرایا تھا۔ اور یہ احساس دلایا تھا کہ درد سے سسکتے ہوئے لوگوں کو اگر ان کے درد سے نجات دلادی جائے تو اسے سکون ملتا ہے۔ اس کا کوئی ثانی نہیں ہوتا۔ چنانچہ بہتر یہ ہوگا کہ ان معاملات میں بھی پوری طرح مداخلت کی جائے۔ راستے کی رکاوٹوں کو اچھی طرح جانتا تھا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ابتدا انہی حالات سے کی تھی۔ پہلے خود مجرم تھا اور گھر والوں سے سرکشی کرکے جرائم کرتا تھا۔ لیکن اب مجرموں کی سرکوبی کو جی چاہتا تھا اور اب اپنی ان صلاحیتوں کو اگر میں بھی استعمال نہ کرتا تو اصل مجرم یہ ہوتا۔ میں نے سب سے پہلے حسن اقبال سے ملاقات کرنے کے بارے میں سوچا۔ آفتاب کمال کو ٹیلی فون کیا

اور اس نے ٹیلی فون ریسیو کرلیا۔

"ہیلو چیف۔"

"ہیلو آفتاب! کہو کیا ہو رہا ہے؟"

"چیف سب کچھ پُرسکون ہے۔ ہم نے جو ٹیم بنائی ہے اسے تربیت دے رہا ہوں۔ بہترین افراد آپ کے سامنے پیش کروں گا۔"

"باقی معاملات؟"

"پُرسکون ہیں۔ اور کوئی ایسی اہم بات نہیں ہے۔"

"حسن اقبال کو کہاں رکھا گیا ہے؟"

"سی آئی اے سینٹر میں چیف۔"

"انچارج؟"

"فاروق حسن۔"

"ٹھیک، بس یہی معلوم کرنا تھا۔"

"آپ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوچکے ہیں چیف؟"

"ہاں بھئی کام کرنا ہے۔"

"میری ضرورت؟"

"پیش آئی تو بتادوں گا۔ بس تم بھی ان معاملات سے متعلق رہو۔ اور اپنے طور پر معلومات حاصل کرتے رہو۔"

"او کے چیف۔ اور کوئی حکم؟"

"تمھارا مشغلہ کیا ہے؟"

"میرے مشاغل تو بہت مختلف ہوا کرتے ہیں چیف مثلاً میرا دلچسپ مشغلہ تو یہی ہے کہ میں دنیا سے واقف رہوں۔ کہاں کیا ہو رہا ہے یہ میرے علم میں آنا ضروری ہے۔ میں نے اس کے لیے ایک مخصوص طریقہ کار منتخب کیا ہے اور اس پر عمل کرنے سے مجھے بہت سی کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں۔"

"مجھے یقین ہے آفتاب کمال کہ اگر تمھارے بارے میں تحقیق کی جائے تو تم انسان سے زیادہ کمپیوٹر ثابت ہوگے۔"

"نہیں چیف۔ کمپیوٹر بھی انسان ہی کی ایجاد ہے۔ کمپیوٹر انسان کے سامنے کیا حقیقت رکھتا ہے۔"

"بالکل ٹھیک کہا تم نے۔ میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔"

دوسرے دن ساڑھے گیارہ بجے میں گھر سے نکل آیا۔ کار میں بیٹھ کر سی آئی اے سینٹر چل پڑا۔ دلچسپ معاملات تھے۔ مجھے ان رکاوٹوں کا احساس تھا جو مجھے پیش آسکتی تھیں لیکن اسی میں تو کام کرنے کا مزا آتا ہے۔ سیدھے

سادے کام بہ آسانی ہو ہی جاتے ہیں۔ ابھی میں نے صرف ایک حصہ چھوا تھا یعنی حسن اقبال کا گھر۔ اس کے اہل خانہ سے اچھی خاصی معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ یعنی یہ کہ مسز سمیرا جمالی جسے ایک نگاہ دیکھنے کے بعد میں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ وہ مسعود جمالی کی عمر سے آدھی عمر کے قریب ہوگی۔ حسن اقبال کی کلاس فیلو تھی۔ اور دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اور حسن اقبال سمیرا کا قاتل قرار دیا گیا تھا۔ سی آئی اے سینٹر میں میرے شناسا تھے لیکن وہ سب مجھے ڈی آئی جی تیمور جمال خلو صاحب کے حوالے سے جانتے تھے۔ میں نے خصوصی طور پر ایس پی فاروق حسن کے بارے میں معلومات حاصل کیں ان کا تعلق سی آئی اے ہی سے تھا۔ وہ اپنے دفتر میں موجود تھے مجھے دیکھا شاید وہ مجھے پہچانتے تھے لیکن کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی انھوں نے۔ میں نے سلام کرکے ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میرا نام جہانگیر جمال شاہ ہے۔"

"میں جانتا ہوں آپ کو۔"

"آپ کے پاس ایک ضرورت سے حاضر ہوا ہوں۔"

"کہیے۔"

"اس دن ایک تقریب میں آپ مہمان کی حیثیت سے شریک تھے جب آپ نے حسن اقبال نامی ایک شخص کو گرفتار کیا تھا۔"

"جی ہاں۔ مجھے علم ہے اس دن آپ بھی وہاں موجود تھے۔"

"کیا حسن اقبال سے آپ کی تفتیش مکمل ہوگئی ہے؟ کیا اس نے اقبال جرم کرلیا؟"

"نہ بھی کرے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن ہم یہی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ جرم کا اقرار کرلے۔"

"ابھی تک آپ نے اسے عدالت میں کیوں پیش نہیں کیا؟"

"آپ کے اس سوال کا مطلب جاننا چاہتا ہوں۔"

"بس یوں سمجھ لیجیے کہ حسن اقبال کے سلسلے میں کچھ کارروائیاں کر رہا ہوں۔"

"کس حیثیت سے؟"

"اس کے دوست کی حیثیت سے۔" میں نے جواب دیا۔

"دوستی قانون کے راستے میں نہ آئے مسٹر جہانگیر جمال شاہ۔ یہ میرا دوستانہ مشورہ ہے آپ کو۔"

میں مسکرانے لگا۔ میں نے کہا۔

"نہیں میں خود بھی ایک قانون داں کا بیٹا ہوں بلکہ قانون کے محافظ کا بیٹا ہوں۔ بھلا قانون کے خلاف کوئی عمل کیسے کرسکتا ہوں؟"

"اصولی طور پر تو آپ مجھ سے اس کے بارے میں سوالات بھی نہیں کرسکتے۔ تاہم چونکہ مجھے اس بات کا علم ہے کہ آپ ڈی آئی جی جمال صاحب کے بیٹے ہیں اس لیے میں آپ سے تھوڑا بہت تعاون کر رہا ہوں۔ اس سے آپ کا کیا تعلق ہے؟"

"میں نے کہا نا ایک طرح سے یوں سمجھ لیجیے کہ دوستانہ تعلق ہے۔"

"مگر یہ چیز قانون کی ضرورت پوری نہیں کرتی۔ اگر آپ وکیل ہوتے اور اس کے وکیل کی حیثیت سے یہ سوال کرتے تو میں آپ کو جواب دے سکتا تھا۔"

"ایس پی صاحب میں اس سے ملنا چاہتا ہوں اور آپ سے دوستانہ طور پر اس لیے درخواست کرتا ہوں کہ میری اس سے ملاقات کرادی جائے۔"

"معاف کیجیے گا میں فرائض کے سلسلے میں دوستیاں نبھانے کا قائل نہیں ہوں۔"

"گویا میری اس سے ملاقات نہیں ہوسکتی۔"

"جی ہاں۔ میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے۔ ابھی وہ زیر تفتیش ہے۔ ہم کوئی ایسا عمل نہیں چاہتے جس سے تفتیش میں رکاوٹ پڑے۔"

"آپ یہ کہتے ہیں کہ اس نے اقبال جرم نہیں کیا؟"

"جی ہاں لیکن ہم اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔"

"براہ کرم میری اس سے ملاقات کرادیں ورنہ مجھے دوسرے ذرائع اختیار کرنا پڑیں گے۔"

"آپ ہر ذریعہ اختیار کرسکتے ہیں۔ اور میں آپ کو ناکام بنانے کے لیے کوشش کروں گا۔"

"میرا آپ کا کوئی اختلاف تو نہیں ہے ایس پی صاحب۔"

"ہو بھی نہیں سکتا۔ ڈی آئی جی کا بیٹا ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ جہاں چاہیں اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کرلیں۔ میں معذرت خواہ ہوں اور اب آپ جاسکتے ہیں کیونکہ میں آپ کو اس سے زیادہ وقت نہیں

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دے سکتا۔"

فاروق حسن کافی مغرور معلوم ہوتا تھا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"فاروق صاحب اختلاف آپ نے شروع کیا ہے۔ آپ ہی اس سلسلے میں مجھ سے معافی مانگیں گے۔ اور آپ یقین کیجیے۔ میں معاف کر دوں گا آپ کو۔ اس وقت چلتا ہوں۔"

"ایک منٹ۔ ایک منٹ۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ان الفاظ کو ادا کرنے کے بعد آپ بہ آسانی یہاں سے جا رہے ہیں تو اس غلط فہمی کو اس لیے دل سے نکال دیجیے کہ میں قانون کے معاملے میں کسی کا اثر قبول نہیں کرتا۔ چونکہ آپ نے پہلی بار میرے سامنے یہ گستاخانہ الفاظ ادا کیے ہیں اس لیے آپ کو اطلاعاً جانے دے رہا ہوں۔ آئندہ ذرا اس بارے میں احتیاط کیجیے گا۔" میں نے رُک کر فاروق حسن کو دیکھا اور سخت لہجے میں بولا۔

"ابتدا آپ نے کی ہے ہو سکتا ہے اس کے بعد میں آپ کے لیے ذہن سے معافی کا تصور ختم کر دوں اور ان الفاظ کا آپ کو خمیازہ بھگتنا ہوگا۔"

"جائیے۔ میں نے آپ سے کہا ہے کہ آپ جا سکتے ہیں یا اس وقت کا انتظار کر رہے ہیں کہ میں ارادہ تبدیل کر دوں۔" فاروق حسن بولا اور میں تیز قدموں سے اس کے دفتر سے باہر نکل آیا۔

یہ ہوتے ہیں وہ لوگ جو دشمنیاں خریدتے ہیں۔ بہر حال ڈی۔ آئی۔ جی تیمور جمال صاحب اس سلسلے میں ناکام رہے تھے پھر یہ ایس پی صاحب کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ میں کوئی بھی غیر قانونی کام نہیں کر رہا تھا لیکن اگر ایک شخص کی داد فریاد سننے والا کوئی نہیں تھا اور کسی کی اس سے ذاتی دشمنی بھی نہیں تھی تو کم از کم اس تعاون میں کوئی حرج نہیں تھا جو میں نے ایس پی فاروق حسن سے مانگا تھا۔ ایسے افسروں پر تھوڑا سا سبق ملنا ضروری ہوتا ہے۔ میں وہاں سے اپنے دفتر کی جانب چل پڑا۔ دماغ واقعی گرم ہو گیا تھا۔ اب ذرا یہ سوچنا تھا کہ اس سلسلے میں صحیح قدم کیا ہو سکتا ہے۔ دفتر میں اس وقت میری آمد کو سنسنی کی نگاہوں سے دیکھا گیا تھا آفتاب کمال ویسے بھی باکمال آدمی تھا اس نے دفتر کو بہت شاندار بنا رکھا تھا۔ کچھ دیر کے بعد وہ میرے پاس پہنچ گیا۔ اور میں نے اس سے تمام خیریتیں دریافت کیں۔

"بالکل ٹھیک ہے چیف۔ کوئی اطلاع نہیں کی آپ نے آنے کی۔"

"ہاں بس یوں سمجھ لو غصے سے کھولتا ہوا آیا ہوں۔"

"ارے ارے، خیریت؟" اور میں نے آفتاب کمال کو ایس پی فاروق حسن کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ آفتاب کمال عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا تھا پھر وہ بولا۔

"خیر چیف یہ تو کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن ایک بات ذرا اس وقت باعثِ الجھن بن گئی ہے۔"

"کیا؟"

"شہباز احمد صاحب آج ہی بیرونِ ملک روانہ ہوتے ہیں اور ان کا یہ دورہ تقریباً بیس دن کا ہے۔ کہیں کوئی مشکل نہ پیش آ جائے۔"

"مشکل تو واقعی ہے کیونکہ انھیں ہی اس سلسلے میں کارروائی کرنی تھی۔ ویسے میں اس اختیار نامے سے بھی کام لے سکتا ہوں جو وزارتِ داخلہ نے شہباز احمد صاحب کے کہنے سے مجھے جاری کیا ہے۔ لیکن اس مسئلے میں اس کا سامنے لانا مناسب نہیں ہے کیا کیا جائے؟"

"چیف اگر آپ اس سلسلے میں بریگیڈیئر جمال صاحب سے رابطہ قائم کریں تو کیسا رہے گا؟"

میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی اور پھر کہا۔ "بریگیڈیئر جمال صاحب کا کوئی پرائیوٹ نمبر ہے تمھارے پاس؟"

"جی ہاں۔ ایسی باتوں کے سلسلے میں آپ مجھ سے پوچھا نہ کریں۔ کیونکہ آپ کا مجھ سے رابطہ رہا ہے اس لیے میں نے ان کے بارے میں جو تفصیلات ضروری ہو سکتی تھیں حاصل کر لی ہیں۔" بریگیڈیئر جمال کے پرائیوٹ نمبروں پر ان سے رابطے کی کوشش کی گئی تو فوراً ہی ان سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے جب اپنا تعارف کرایا تو بریگیڈیئر صاحب خوش اخلاقی سے بولے۔

"اوہو۔ حیرت انگیز آدمی کہو بھئی خیریت؟ اتفاق کی بات ہے کہ میں اس وقت تمھیں مل گیا ورنہ کہیں جا رہا تھا۔"

"جب ہم ملکی مفاد کے بارے میں سوچتے ہیں سر تو ہمارے ذہن میں صرف یہ نہیں ہوتا کہ مجرم بیرونِ ملک سے آیا ہے یا اندرونِ ملک اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ وہ کوئی بھی ہو ملک میں رہنے والے کسی معصوم سے شہری کو بھی اس کے ہاتھوں سے نقصان پہنچ رہا ہو تو کیا قانون کی آنکھیں نہیں کھل جانی چاہئیں یا نقصان پہنچانے والے کو نظر انداز کر دینا ضروری ہے۔"

"ایک لمحے کے لیے نہیں۔"

"تو پھر قانون کو اس طرح پابند کیوں کر دیا گیا ہے کہ فلاں شخص یہ کام کر سکتا ہے اور فلاں شخص وہ کام کر سکتا ہے۔"

"کوئی خاص بات ہوئی ہے؟"

"جی ہاں۔ میں پولیس کے معاملات میں مداخلت کرنا چاہتا ہوں۔ اور اس کے لیے ہو سکتا ہے مجھے ڈی۔ آئی۔ جی کی سطح تک پہنچنا پڑے۔"

"اچھا۔ اچھا تو میں کیا خدمت کر سکتا ہوں اس سلسلے میں؟"

"جو کچھ میں چاہتا ہوں محکمہ پولیس سے اس کے لیے اختیارات فراہم کرا دیجیے گا۔"

"ذرا ایسا مسئلہ ہے کہ سوچ کر قدم اٹھانا پڑے گا۔ سوچنا صرف یہ ہے کہ قانون کے تحفظ کے لیے ایک فوجی آفیسر ہونے کی وجہ سے میں سول معاملات میں کہاں تک اختیارات حاصل کر سکتا ہوں۔ اوہو۔ اچھا اچھا بھئی ایک کام کرو۔ کس نمبر پر ہو اس وقت مجھے وہ نمبر بتا دو۔" میں نے بریگیڈیئر جمال کو اپنے دفتر کا نمبر لکھوا دیا۔ وہ بولے۔

"صرف پندرہ منٹ انتظار کرنا ہوگا یا بیس منٹ ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد میں تمھیں فون کروں گا۔"

"بہت بہتر۔"

"دراصل ایک خیال آ گیا تھا فوراً ذہن میں۔ بات ذرا تفصیل طلب ہے اس لیے بتاؤں گا نہیں۔ بس یوں سمجھ لو کہ ایک بہت بڑی شخصیت نے جب مجھ سے اس بارے میں سوال کیے۔ میرا مطلب ہے جو کارنامہ تم نے پچھلے دنوں سرانجام دیا ہے تو میں نے اسے تمھارا نام بتایا۔ بہت محبت کا اظہار کیا اور یہ بھی کہا کہ ایسے شخص کو ملکی پیمانے پر بہترین مراعات ملنی چاہئیں۔ میں اسی موقع سے فائدہ اٹھا رہا ہوں۔ اگر وہاں سے کام ہو گیا تو یوں سمجھ لو کہ کوئی مشکل ہی نہیں رہے گی۔"

"بہت شکریہ۔ شاید آپ کے علم میں یہ بات ہو کہ شہباز احمد صاحب ملک سے باہر ہیں ورنہ آپ کو زحمت نہ دی جاتی۔"

"اوہو، میرے علم میں نہیں ہے۔ ظاہر ہے ایسا ہی ہوگا۔ بس تم انتظار کرو۔ پندرہ سے لے کر بیس منٹ تک۔" بریگیڈیئر جمال نے کہا اور میں نے فون بند کر دیا۔ ٹھیک بیس منٹ کے بعد ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا لیا اس یقین کے ساتھ کہ بریگیڈیئر جمال ہی کا فون ہو سکتا ہے۔ دوسری طرف سے ان کی آواز سنائی دی۔

"مسٹر جہانگیر جمال شاہ۔"

"سر۔" میں نے کہا۔

"اتفاق ہے مسٹر جہانگیر جمال کہ جس شخصیت کا میں نے تم سے تذکرہ کیا تھا اس سے میرا رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ لیکن میں نے دوسرا حل نکال لیا ہے اس کا۔ اور تمھارے لیے اب کوئی مشکل نہیں ہوگی۔"

"جی سر، حکم دیجیے۔"

"کوئی ایسی جگہ منتخب کر لو جہاں میرا آدمی تم تک پہنچ سکے۔ وہ تمھیں ایک ایسا اجازت نامہ پہنچا دے گا جو ملٹری ہائی کمان کی طرف سے جاری کیا جاتا ہے اور کسی بھی سول کیس کے مجرم کو کسی بھی ملٹری کیس کے سلسلے میں اپنی تحویل میں لیا جا سکتا ہے۔ چونکہ تمھارا عہدہ خود کرنل کا ہے اور اس کے اندراجات ہمارے ہاں موجود ہیں اس لیے مزید آسانی ہو گئی۔ اس اجازت نامے کے تحت تم اگر چاہو تو فوری طور پر کسی بھی چھاؤنی سے ملٹری کے جوانوں کو بھی طلب کر سکتے ہو۔ اگر اس کی ضرورت پیش آئے تو۔ ویسے اگر معاملہ طویل ہو تو اس ملزم کی عدالت سے ضمانت بھی کرائی جا سکتی ہے۔ اور تم اسے اپنی تحویل میں لے سکتے ہو۔ سول کیسوں کے بارے میں جو تحقیقات ہوں گی وہ سول انتظامیہ کرتی رہے گی اور بھلا اس سے تعاون رہے گا۔ اب یہ اجازت نامہ تم جہاں سے چاہو وصول کر لو۔ تمھیں ملٹری کے دو جوان یہ ہدایت نامہ پہنچا دیں گے۔"

میں نے فوراً ہی ایک جگہ منتخب کی اور بریگیڈیئر جمال

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نے کہا کہ میں آدھے گھنٹے کے اندر اندر وہاں پہنچ جاؤں گا۔ اجازت نامہ میرے حوالے کر دیا جائے گا۔ مجھے مسرت ہوئی تھی، بہرحال ساری باتیں اپنی جگہ لیکن جو لطف آ رہا تھا اس کارکردگی میں اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ کام ہو تو کم از کم اسی انداز میں ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اب مجھے اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ اس معصوم نوجوان پر جو الزامات لگائے گئے ہیں وہ غلط ہیں۔ اگر کوئی کسی کو قتل بھی کرنا چاہے تو اس کے لیے دوسرا طریقہ کار بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ایک بھری پُری جگہ قتل کر کے اس سے انکار کر دینا عقل کو تسلیم نہیں ہوتا تھا۔ بہر طور سب سے پہلے تو یہ اجازت نامہ حاصل کرنا تھا۔ اس کے بعد فیصلہ کرنا تھا کہ آئندہ قدم کیا ہو۔ میں اس سلسلے میں آفتاب کمال کو بھی اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا تاکہ اس سے مشورہ کیا جا سکے۔ آفتاب کمال کو ساتھ لے کر میں اس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں ملٹری کے ان دو نوجوانوں سے ملاقات کرنا تھی۔ اور وہ ٹھیک وقت پر پہنچ گئے۔ سادہ لباس میں تھے لیکن ملٹری کار میں آئے تھے۔ انھوں نے مجھے سلوٹ کیا اور اس کے بعد ایک خاص کارڈ میرے حوالے کر دیا۔ اور پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"سر، کیا آپ کو ہماری ضرورت ہے؟"

"ابھی نہیں۔"

"تو براہِ کرم ان درج شدہ ٹیلی فون نمبروں پر جس وقت بھی آپ پسند فرمائیں ٹیلی فون کر کے ہمیں اپنی مدد کے لیے طلب کر سکتے ہیں۔"

انھوں نے دوبارہ سلوٹ کیا اور گاڑی میں بیٹھ کر واپس چلے گئے۔ آفتاب کمال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں چیف، یہ ہمیں اضافی مراعات مل رہی ہیں، اور ان کی بڑی حیثیت ہے۔"

"کیوں نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ اس کے بعد میں اور آفتاب کمال ایک ریسٹوران میں جا بیٹھے تھے۔ میں نے اس سے کہا۔

"صورتِ حال یہ ہے کہ فاروق حسن میرے خیال میں اس مسئلے میں بہت زیادہ جذباتی ہیں۔ وجہ کیا ہے یہ تو اللہ ہی جانے لیکن کوئی بھی وجہ ہو سکتی ہے۔ تم سمجھتے ہو آفتاب کمال کہ میں ڈی آئی جی صاحب کے سامنے براہِ راست آنے سے گریز کرتا ہوں، کیونکہ بہرحال وہ میرے والد ہیں۔ ایک بار ہی اتنا شرمندہ ہوا ہوں کہ میں بتا نہیں سکتا۔ اگر فاروق حسن صاحب نے اس سلسلے میں ان سے رابطہ قائم کر لیا تو مجھے تھوڑی سی شرمندگی ہوگی لیکن یہ کام تو کرنا ہی ہے۔"

"یقیناً سر۔"

"تو پھر کیا خیال ہے آج ہی یہ نہ کر ڈالا جائے۔ ویسے اگر ہم اسے ملٹری کی تحویل میں لیتے ہیں تو اسے رکھنا کہاں ہوگا؟"

"سر، اگر آپ پسند کریں تو ہمارے ہیڈ کوارٹر میں اس کی گنجائش ہے۔"

"گڈ۔ یہ ہوئی نا بات۔ میں نے اسی لیے تمھیں ساتھ لیا تھا کہ کوئی بہتر مشورے کی ضرورت ہو تو فوراً ہی تمھیں استعمال کیا جا سکے۔" آفتاب کمال مسکرانے لگا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"درحقیقت آپ نے مجھے اتنی اہمیت دے دی ہے کہ اب میں اس اہمیت کو برقرار رکھنے کے لیے بہت زیادہ مستعد رہنے لگا ہوں۔"

"نہیں بھئی۔ تم اپنی بات رہنے بھی دو۔ جو کچھ تمھارے بارے میں، میں تصورات رکھتا ہوں آفتاب کمال انھیں شاید صحیح الفاظ دے بھی نہیں سکتا۔ خیر اب تم چلو ہیڈ کوارٹر میں کیا دن اور رات ایسے انتظامات رہتے ہیں کہ اگر کسی کو وہاں رکھا جائے تو اس کی دیکھ بھال میں کوئی دقت نہ ہو۔"

"بالکل چیف۔ رات کی پوری ڈیوٹی ہوتی ہے اور تقریباً دس افراد رات کی ذمے داریاں وہاں سنبھالے رہتے ہیں۔ گو ابھی تک ہمارے لاک اپ میں کوئی ایسا قیدی نہیں پہنچا جس کی نگرانی کی جا سکے لیکن وہاں عملہ موجود ہے جو یہ کام بہ آسانی کر سکتا ہے۔"

"تو پھر آج سارے عملے کو مستعد کر دو۔ میں چاہتا ہوں کہ آج ہی اس مسئلے کو نمٹا لیا جائے۔ اور یہ بات دلچسپ ہوگی کہ فاروق حسن صاحب کو فوری طور پر ان کی سخت کلامی کا جواب دیا جا سکے۔" پھر بھی میں نے شام کو چھ بجے کا وقت مقرر کیا تھا اور وہ بھی اس خیال کے تحت کہ ڈی۔ آئی۔ جی صاحب سے رابطہ قائم نہ ہو اور ان کا میرا سامنا نہ ہو جائے۔ مگر یہ غالباً میری

بدقسمتی تھی کہ شام کو جب میں سی۔ آئی۔ اے سینٹر پہنچا تو ڈی۔ آئی۔ جی صاحب وہاں موجود تھے۔ مجھے پہلے سے اس کا علم نہیں تھا۔ میں نے فاروق حسن کے دفتر کا رخ کیا اور حسن فاروق صاحب بھی مجھے مل گئے۔ دیکھ کر چونکے پھر ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"جناب جہانگیر جمال شاہ صاحب تشریف لائیے۔ آپ کی آمد متوقع تھی۔"

میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کی اور حیرانی سے کہا۔ "سمجھا نہیں ایس پی صاحب۔"

"کچھ معلومات کر ڈالی تھیں میں نے آپ کے جانے کے بعد آپ کے بارے میں۔ اور فوراً آئی جی۔ صاحب سے رجوع کیا تھا۔ معاف کیجیے گا جہانگیر جمال شاہ صاحب محکمۂ پولیس پہلے ہی بہت سی بدنامیوں کا شکار ہے۔ اور اس پر طرح طرح کے الزامات لگائے جاتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہاں دولت پرستی تو ہوتی ہی ہے اقربا پرستی بھی ہوتی ہے۔ درحقیقت ڈی۔ آئی۔ جی تیمور جمال شاہ صاحب اتنے شاندار آدمی ہیں کہ میں ان کا ماتحت ہونے کی وجہ سے ان پر کوئی الٹا سیدھا الزام بھی قبول نہیں کر سکتا۔ آپ تشریف لائے تھے تو میں نے ڈی۔ آئی۔ جی تیمور جمال شاہ صاحب کو یہ بتایا کہ آپ کا رویہ کیسا تھا۔ کسی قدر الجھن کا اظہار کیا انھوں نے اور مجھے مشورہ دیا کہ میں اس سلسلے میں آئی جی صاحب سے رجوع کروں۔ چونکہ بعض معاملات میں آپ کہیں سے خصوصی اختیارات نکال لیتے ہیں۔ تیمور جمال صاحب کا یہ مشورہ میں نے فوراً ہی استعمال کیا اور آئی جی صاحب سے رجوع کر کے تمام صورتِ حال ان کے گوش گزار کر دی اور انھوں نے مجھے براہِ راست یہ حکم دیا کہ میں اپنی تفتیش مکمل کیے بغیر ملزم کو کسی سے نہ ملنے دوں۔ تشریف لائیے کوئی خدمت کر سکتا ہوں میں آپ کی؟"

"ہاں اتفاق ہے کہ میں اس وقت بھی اسی سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔" میں نے کہا۔

"حکم دیجیے۔" فاروق حسن کے لہجے میں طنز کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

"میں ملزم حسن اقبال کو اپنی تحویل میں لینا چاہتا ہوں۔"

"سمجھنا پڑے گا ذرا آپ کی بات کو۔ اس تمام تفصیل کے بعد جو میں نے آپ سے عرض کیا آپ کے یہ الفاظ مجھے حیران بھی کر رہے ہیں۔ اور تھوڑی سی ہنسی بھی آ رہی ہے، کس حیثیت سے آپ ایک ایسے ملزم کو اپنی تحویل میں لینا چاہتے ہیں جو ابھی زیرِ تفتیش ہے۔"

"تشریف رکھیے بیٹھ کر باتیں ہو جائیں تو کیا حرج ہے۔" میں نے فاروق حسن کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جی، کیا پینا پسند کریں گے آپ؟"

"کچھ نہیں۔ ویسے فاروق حسن صاحب اس ملزم کے بارے میں آپ نے اب تک جو تفتیش کی ہے وہ اس بات کا اظہار کرتی ہے کہ وہ درحقیقت مسز سمیرا جمال کا قاتل ہے۔"

"حیران کن بات یہ ہے کہ اس تقریب میں آپ بھی شریک تھے۔ میں بھی اور دوسرے بے شمار افراد بھی۔ کیا ہم آنکھوں دیکھی بات کو جھٹلا سکتے ہیں۔ میں نے اسے پستول سمیت گرفتار کیا تھا۔ اسی پستول سے گولی چلائی گئی تھی اور پستول کے چیمبر میں ایک کارتوس کم تھا۔ اس کی نال سے بارود کی بو آ رہی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے لیے کون سا ایسا طریقہ کار ہے جس کی بنیاد پر آپ شبہ رکھتے ہیں اور ویسے بھی میں نے آپ کو ذاتی طور پر معلومات فراہم کر دی ہیں۔ ورنہ آپ سے اس موضوع پر گفتگو نہیں کی جانی چاہیے تھی۔"

میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ براہِ کرم پندرہ منٹ کے اندر اندر ملزم حسن اقبال کو میری تحویل میں دے دیجیے گا۔ ورنہ دیر کرنے کے ذمے دار آپ ہوں گے۔"

فاروق حسن صاحب کا چہرہ بگڑ گیا انھوں نے تلخ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے میں آپ کی مزید عزت نہ کر سکوں۔ ویسے تیمور جمال صاحب بھی اس وقت سی۔ آئی۔ اے سینٹر میں آئے ہوئے ہیں۔ آپ ان سے ملاقات کر لیجیے اور ان سے اجازت لے لیجیے کہ ملزم کو میں آپ کے حوالے کر دوں۔ یہ بھی اخلاقاً کہہ رہا ہوں کیونکہ مجھے براہِ راست آئی جی سے احکامات مل چکے ہیں۔ مزید یہ کہ آئی۔ جی صاحب کے احکامات کے مطابق میں نے ملزم کا مزید دس دن کا ریمانڈ عدالت سے لے لیا ہے۔ جو میرے پاس

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

موجود ہے:"

"پندرہ منٹ میں سے ایک منٹ اور کم ہو چکا ہے مسٹر فاروق حسن۔ ملزم حسن اقبال ملٹری کو ود کار ہے اور میں کرنل جہانگیر جمال شاہ آپ سے اسے طلب کرتا ہوں۔ یہ میرا کارڈ ہے اور یہ وہ اجازت نامہ جسے ملٹری حکام نے جاری کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے اور بہتر یہ ہے کہ پندرہ منٹ پورے نہ ہونے دیجیے۔ ورنہ آپ کے لیے جواب دہی مشکل ہو جائے گی۔"

ایک لمحے کے لیے فاروق حسن کا چہرہ کچھ تبدیل ہوا۔ انھوں نے کارڈ لے کر دیکھا اور پریشان نظر آنے لگے پھر انھوں نے کہا۔

"یہ جعلی بھی تو ہو سکتا ہے۔"

"میں آپ کو ان الفاظ کی ادائیگی کے سلسلے میں گرفتار بھی کر سکتا ہوں فاروق حسن صاحب۔"

"کمال ہے لیکن مجھے یہ حق تو حاصل ہے کہ میں فوری طور پر اعلیٰ افسران سے رابطہ قائم کر سکوں۔"

"بہتر یہ ہوگا کہ فوری طور پر یہ مسئلہ پانچ منٹ کے اندر اندر ہو جائے۔ پندرھواں منٹ اس سلسلے کا آخری منٹ ہوگا۔"

"آپ تشریف رکھیے۔" فاروق حسن نے کہا اور برق رفتاری سے کمرے سے باہر نکل گئے۔ پھر فوراً ہی اندر جھانک کر بولے۔

"آپ کا یہ کارڈ میں چند لمحات کے لیے اپنی تحویل میں رکھ سکتا ہوں؟ براہِ کرم یہ مجھے دے دیجیے۔"

"آپ جائیے فاروق حسن صاحب! بہتر یہ ہے کہ مجھے سختی پر آمادہ نہ کیجیے۔"

فاروق حسن نے خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھا اور باہر نکل گئے۔ لیکن ان کی واپسی پانچ منٹ کے اندر ہی اندر ہو گئی۔ اور اس وقت ان کا چہرہ لٹکا ہوا تھا۔ انھوں نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے، میں ملزم کو یہاں لانے کی ہدایت کر کے آیا ہوں۔ لیکن ایک بات ذہن نشین کر لیجیے گا کہ یہ سب کچھ آپ کے حق میں بہتر نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے فاروق حسن صاحب آپ بھی یہ بات ذہن نشین کر لیجیے گا کہ بہت جلد آپ کو بدترین مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میں آپ کے ساتھ صرف اس لیے رعایت کر رہا ہوں کہ آپ عمر میں مجھ سے بہت بڑے ہیں۔ اور سینئر آفیسر ہیں۔ ورنہ ان الفاظ پر میں آپ کو گرفتار بھی کر سکتا ہوں۔"

فاروق حسن صاحب ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑا کر رہ گئے۔ پندرہ منٹ پورے ہونے سے پہلے ہی وہ نوجوان میرے سامنے پہنچ گیا جس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اور جس کی میں نے صرف ایک جھلک دیکھی تھی۔ اس کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہو رہا تھا۔ شکل و صورت کا اچھا خاصا تھا۔ لیکن اس قید کے دوران اس کی آنکھوں میں حلقے پڑ گئے تھے۔ میں نے فاروق حسن صاحب کو دیکھا اور سخت لہجے میں کہا۔

"ہتھکڑیاں کھلوا دیجیے۔"

"ہتھکڑیاں کھول دو۔" انھوں نے حسن اقبال کو لانے والوں سے کہا۔ حسن اقبال کی ہتھکڑیاں بھی کھل گئیں۔

"آپ براہِ کرم یہاں دستخط کر دیجیے۔" فاروق حسن صاحب نے ایک کاغذ میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

میں نے کاغذ پڑھا اور اس کے بعد دستخط کر دیے یہ ملزم کو سول انتظامیہ سے تحویل میں لینے کا فارم تھا میں نے اسے مکمل طور پر پڑھنے کے بعد ہی دستخط کیے تھے اور اپنا نام کرنل جہانگیر جمال شاہ لکھا تھا۔ اس کے بعد میں نے دوستانہ انداز میں حسن اقبال کو دیکھا اور آہستہ سے کہا۔

"تمھاری کوئی چیز پولیس کی تحویل میں تو نہیں ہے؟"

"جی نہیں سر۔"

وہ بے چارہ بُری طرح نروس نظر آ رہا تھا پھر میں اسے ساتھ لے کر چل پڑا۔ بڑی عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا تھا وہ۔ جس کا مجھے بہ خوبی اندازہ ہو رہا تھا احمق میں بھی نہیں تھا۔ بہر طور رازداری کے ساتھ ایک شخص کو اپنی تحویل میں لیا تھا۔ اس بات کے امکانات بھی تھے کہ وہ کوئی جذباتی قدم نہ اٹھا بیٹھے۔ فرار ہونے کی کوشش کرے لیکن ایسا اس لیے ممکن نہیں تھا۔ راستے میں وہ مجھ پر حملہ بھی کر سکتا تھا۔ تھوڑی بہت معلومات بھی ہو گئی تھیں انسان کے بارے میں۔ اپنے تجربے کی بنیاد پر یہ کہہ سکتا تھا کہ اس کے اندر کسی قسم کی سکت نہیں ہے۔ اسے لیے ہوئے بالآخر اس عمارت تک پہنچ گیا جو میرے ڈپارٹمنٹ کے لیے مخصوص کی گئی تھی۔ اور آفتاب کمال نے اسے کچھ سے کچھ بنا دیا تھا۔ آفتاب کمال بھی مجھے وہاں موجود ملا۔ معروف ہی رہتا تھا۔ رضوانہ بھی تھی۔ میں نے حسن اقبال سے ساتھ آنے کے لیے کہا وہ سحر زدہ سا میرے پیچھے چلتا ہوا عمارت میں داخل ہو گیا۔ میں نے آفتاب کمال سے کہا۔

"یہ حسن اقبال ہیں۔"

"تشریف رکھیے مسٹر حسن اقبال۔ سر کیا حکم ہے ان کے لیے؟"

"ہمیں ابھی کافی عرصے انھیں اپنے ساتھ رکھنا ہوگا۔ مسٹر حسن اقبال آپ کو میں مختصر طور پر کچھ معلومات فراہم کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ کہ یہ پولیس ہی کا ایک محکمہ ہے۔ آپ تفصیل میں نہ جائیے لیکن یہاں آپ اپنے آپ کو دشمنوں کے درمیان نہ محسوس کریں۔ میں نے آپ کو خصوصی طور پر اپنی تحویل میں لیا ہے۔ اور میں آپ سے جو کچھ معلومات حاصل کروں گا اس کے بارے میں اس لیے کہنا چاہتا ہوں کہ سچائی سے حقیقت بیان کر دینے سے آپ کو جو فائدہ ہوگا وہ کسی بات کو گھمانے پھرانے سے حاصل نہیں ہوگا۔ مزید میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہاں آپ اپنے والدین اور بہنوں سے مل سکیں گے میں انھیں اگر آپ پسند کریں تو یہاں بُلالوں۔ اگر کچھ قانونی دشواریاں نہ ہوتیں تو میں آپ کو فوری ضمانت دلوا کر آپ کے گھر بھی بھجوا سکتا تھا۔ آپ پر اتنا اعتماد کر رہا ہوں میں تو آپ کو بھی مجھ سے تعاون کرنا چاہیے۔"

حسن اقبال کی آنکھوں میں آنسو آ گئے پھر وہ انتہائی ضبط کرنے کے باوجود سسک پڑا کہنے لگا۔

"سر میں آپ کو نہیں جانتا۔ میں یہ نہیں جانتا کہ میں آپ کو کس نام سے مخاطب کروں۔ یہ بھی نہیں جانتا کہ آپ پولیس کے کون سے محکمے سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ کی اپنی پوزیشن کیا ہے لیکن جو ہمدردانہ رویہ آپ نے میرے ساتھ اختیار کیا ہے اس کا کوئی صلہ میرے پاس نہیں ہے۔ میں تو شکریہ بھی ادا کروں تو کیسے، انسان کی اپنی بھی تو کوئی حیثیت ہو جو احسان کرنے والوں کا شکریہ ادا کر سکے۔ میں تو اتنا حقیر انسان ہوں کہ انسانیت کا کوئی حق میرے حصے میں نہیں آتا۔ سر آپ کو دعائیں ہی دے سکتا ہوں۔ اور کیا کہوں کہ آپ مجھے انسان سمجھ رہے ہیں۔ اور انسانوں کی طرح مجھ سے گفتگو کر رہے ہیں۔ سر نہ میں آپ سے جھوٹ بولوں گا نہ اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کروں گا۔ ہاں ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں آپ اسے کچھ بھی محسوس کر لیں، آپ نے ابھی ابھی کہا ہے کہ آپ مجھے میرے ماں باپ سے ملا سکتے ہیں۔ سر ایک نگاہ دکھا دیجیے انھیں۔ میں آپ کا یہ احسان مرتے دم تک نہیں بھولوں گا اس قتل کے الزام میں مجھے موت کی سزا بھی ہو جائے تو سر میں یہی سمجھوں گا کہ یہ میری تقدیر کا حصہ تھی۔ آپ مجھے ایک بار میرے ماں باپ اور میری بہنوں سے ملا دیجیے آپ کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھول سکوں گا۔"

وہ سسک سسک کر رو پڑا۔ میں نے گردن ہلائی اور اس کے شانے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"بالکل اطمینان رکھو۔ بالکل مطمئن رہو۔ میں اس کا انتظام کرتا ہوں۔ تم سے ساری گفتگو بعد میں ہی ہوگی۔" میں خود بھی اس سلسلے میں جذباتی ہو گیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ جذباتی طور پر ہی میں نے یہ قدم اٹھایا تھا۔

آفتاب کمال نے کہا۔ "سر نفیس احمد بھی اس وقت ڈیوٹی پر موجود ہے۔ کیا میں اسے بُلا لوں؟"

"ارے ہاں، خوب یاد دلایا تم نے۔ اسے بلاؤ۔"

کچھ دیر کے بعد نفیس احمد کمرے میں داخل ہوا تو حسن اقبال کو دیکھ کر چونک پڑا۔ اس نے مجھے سلام کیا اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے حسن اقبال کو دیکھنے لگا۔ حسن اقبال کے چہرے پر بھی اسے دیکھ کر حیرت کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔ تاہم دونوں میں سے کسی نے کسی سے کچھ نہیں کہا۔ میں نے نفیس احمد سے کہا۔

"آفتاب کمال نے تمھاری خواہش مجھ تک پہنچا دی تھی نفیس اور میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم میں سے ہر شخص میرے لیے اتنی بڑی حیثیت رکھتا ہے کہ میں اس کی ہر مشکل اگر میرے کانوں تک پہنچ جائے حل کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ میں نے حسن اقبال کو پولیس کی تحویل سے نکال کر اپنی تحویل میں لے لیا ہے اور اب میں ان کے بارے میں تفتیش کروں گا۔ تم سب کو میری مدد کرنا ہوگی۔ فی الحال یہ تھا۔ ۔۔۔ ایک ۔۔۔ کرنا چاہتا ہے۔"

نفیس احمد بہت زیادہ متاثر نظر آ رہا تھا۔ اس کا اظہار اس کے چہرے سے ہو رہا تھا۔ چند لمحے تو اس کے منہ سے آواز ہی نہ نکل سکی تھی۔ پھر اس نے مدھم لہجے میں کہا۔

"یہ اعزاز میرے لیے زندگی کا سب سے بڑا اعزاز ہے چیف۔ میں اس کا صلہ اپنی زندگی دے کر بھی نہیں

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پورا کر سکتا۔"

"بہرحال اب تم ایسا کرو نفیس کہ حسن اقبال کے گھر چلے جاؤ۔ ان کی والدہ' والد اور بہنوں کو لے آؤ۔"

"سر اگر والدہ آ سکے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ بے چارے ذہنی طور پر معطل ہو چکے ہیں۔ نفیس' امی اور بہنوں کو لے آؤ۔ ایک بار ان سے ملاقات کر لوں۔ اگر یہ موقع ملا ہے تو خدا کا شکر ادا کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا۔ ورنہ میں تو یہی سوچ رہا تھا کہ اب میری لاش ہی ان کی تحویل میں جائے گی اور بالآخر ہماری مصیبت بھری زندگی کی تکمیل ہو جائے گی۔"

"میں جا رہا ہوں چیف۔"

"گاڑی لے جاؤ۔"

"اوکے چیف۔" آفتاب کمال نے کہا اور اس کے بعد میں نے وہاں سے پلٹ جانا ہی مناسب سمجھا پتا نہیں کیوں ایک روحانی سکون کا احساس ہو رہا تھا۔ میں نے دُنیا کے مختلف ملکوں میں بڑے وحشیانہ انداز میں اپنے وطن کے مفادات کے لیے کام کیا تھا اور اس سلسلے میں مجرموں کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی تھی۔ لاتعداد کردار میری زندگی میں آئے تھے کچھ مظلوم کردار ہوا کرتے تھے اور کچھ ایسے جن کے ساتھ سختی ہی ضروری ہوتی تھی۔ میں نے بے شک مظلوم کرداروں کے لیے تھوڑی بہت دل میں لچک رکھی تھی۔ لیکن جو مجرم ہوتے تھے انھیں میں نے نہایت وحشیانہ انداز میں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ لیکن یہ مسئلہ زندگی کا بالکل ہی مختلف مسئلہ محسوس ہو رہا تھا اور اس میں جو خوشی نصیب ہو رہی تھی وہ مجھے اس بات کے لیے مجبور کر رہی تھی کہ کوئی ایسا ذریعہ نکالا جائے جس سے اس قسم کے کیس میں مجھے ملیں۔ ڈی۔ آئی۔ جی تیمور جمال شاہ بھی لگا ہوں میں تھے۔ ویسے ایس پی فاروق حسن نے ان سے رابطہ قائم کیا ہوگا۔ ڈی آئی جی صاحب نے اس سلسلے میں اپنے ردِعمل کا اظہار کس طرح کیا اس کا مجھے پتا نہیں چل سکا تھا۔ لیکن اندازہ یہ ضرور ہو گیا تھا کہ انھوں نے فاروق حسن کو اس کے حال پر چھوڑ دیا ہوگا۔ اور کہہ دیا ہوگا کہ وہ اپنی ذمّے داریاں خود بہتر سمجھیں اگر اس کا آئی۔جی سے رابطہ قائم ہو چکا ہے تو وہ خود ہی ان سے رجوع کر لے اور فاروق حسن یقینی طور پر اتنی ہمت نہ کر پایا ہوگا۔ بہرطور قانون کا احترام میں بھی اتنا ہی کرتا تھا جتنے دوسرے

لیکن قانون اگر کسی بے گناہ کے لیے سخت ہو جائے تو یہ مناسب بات نہیں ہے۔ گنجائش اور لچک تو بہرطور رکھنی چاہیے۔ کسی قانون کے نمائندے کی ملزم سے براہِ راست دشمنی نہیں ہوتی۔ یہ دشمنی اس وقت پیدا ہو جاتی ہے جب اس کے فرائض اسے مجبور کریں۔ لیکن انھی فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ پوری محنت کے ساتھ تفتیش کی جائے کہ ملزم مجرم ہے یا نہیں۔ رُخ اپنے گھر ہی کی جانب تھا اور فریدہ کو بھی یہ خوشخبری سنانا چاہتا تھا کہ جس خاندان سے وہ متاثر ہوئی ہے میں اس کے لیے کس طرح کام کر رہا ہوں۔ اور کس حد تک مجھے کامیابی حاصل ہو گئی ہے۔"

انسان فطرت کے تقاضوں سے کتنا ہی دور ہٹ جائے لیکن بالآخر اسے اپنی اصل کی جانب لوٹنا پڑتا ہے اس کی زندہ مثال مجھ سے زیادہ اور کون ہو سکتا ہے۔ میں نے زندگی کا آغاز، میرا مطلب ہے اس زندگی کا آغاز جو میری اپنی تشکیل دی ہوئی تھی جس انداز میں کیا تھا آج اگر اس کا جائزہ لیتا ہوں تو یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ اصل نہیں تھا بلکہ ایک نارمل آدمی وہ سب کچھ نہیں کر سکتا تھا جو میں نے کیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میری فطرت میں کچھ خصوصیات نمایاں تھیں جیسے وہ نیلا رنگ جس کا تذکرہ میں بارہا آپ سے کر چکا ہوں۔ بات یہ نہیں کہ میری آنکھوں کی نیلاہٹ ختم ہو گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس وقت جو سرکشی میرے حواس میں بسیرا کیے رہتی تھی اب اس کا نام و نشان بھی نہ رہا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ جہاں مجھے ناگوار صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑے۔ وہاں وہ نیلاہٹ میرے منہ پر اُبھر آتی تھی اور میں اس انداز میں کام کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا جو میری فطرت کا ایک حصّہ تھا۔ لیکن اب میری ذات میں بھی ٹھہراؤ پیدا ہو گیا تھا اور یہ اصل تھی۔ میری زندگی کے بیشتر پہلو آپ کی نگاہوں کے سامنے آ چکے ہیں۔ جس انداز میں زندگی گزارنے کا عادی بن چکا تھا یہ سوچتا تھا کہ زندگی کی آخری سانس بھی اسی انداز میں بسر ہو جائے گی لیکن فریدہ کی اپنی زندگی میں شمولیت کے بعد میرا سوچنے کا انداز اس انداز میں تبدیل ہوا تھا اس پر بعض اوقات مجھے خود بھی حیرت ہوتی ہے اور اپنے آپ پر بھی غور کر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ

کرتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ شاید زندگی میں پہلی ایک لڑکی سے اس طرح متاثر ہوا تھا کہ اسے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصّہ سونپ دیا تھا لیکن اب یہ احساس ہوتا تھا کہ یہ سب کچھ تو از حد ضروری تھا اور جب تک نہیں کیا تھا اس وقت تک تو بے حد ضروری تھا۔ بہت سی ایسی باتیں پیدا ہو گئی تھیں دل و دماغ میں جن سے پہلے کوئی واسطہ نہیں رہا تھا۔ اور اب کوئی ایسا کام کر کے دلی خوشی نصیب ہوا کرتی تھی جس میں جذباتیت کا تھوڑا بہت پہلو جھلکتا ہو۔

حسن اقبال کے اہلِ خاندان کو ان تک پہنچا کر جو دلی مسرت حاصل ہو رہی تھی اس کا حصّے دار فریدہ کو بنانا چاہتا تھا۔ چنانچہ کچھ دیر کے بعد گھر پہنچ گیا۔ اس گھر کے دروازے سے داخل ہوتے ہوئے مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی ایسی سکون کی جگہ آ گیا ہوں جہاں اُلجھن یا پریشانیوں کا کوئی گزر نہیں ہے۔ فریدہ کی استقبالیہ مسکراہٹ یوں محسوس ہوتی تھی جیسے اس کے بغیر کائنات ادھوری ہے۔ اور میں اب تک اس ادھوری کائنات میں زندگی بسر کرتا رہا ہوں۔ باقی لوگ بھی تھے جو مجھ سے محبت کرتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کا ایک دوسرے سے براہِ راست واسطہ ہے۔ کوئی کسی کے کام آتا ہے اور کوئی کسی کے کام لیکن ایسا کوئی بھی نہیں ہے جو کسی کی مدد کا محتاج نہ ہو۔ یہ لوگ جو اس وقت میری کوٹھی میں رہ رہے تھے دراصل میرے دل کی ضرورت تھے اور ان کے درمیان میری زندگی بڑی پُرمسرت ہوتی تھی ایک عجیب سا اَلّو کھا پن محسوس ہوتا تھا۔ اور ان لوگوں کے درمیان آنے کے بعد بہرطور فریدہ کے ساتھ تنہائی نصیب ہوئی۔ ضروریاتِ زندگی سے فراغت حاصل کرنے کے بعد جب میں اور فریدہ تنہا رہ گئے تو میں نے مُسکراتے ہوئے اس سے کہا۔

"تم کسی بوریت کا شکار تو نہیں ہوتیں؟"

"کیوں؟"

"میری غیر موجودگی میں۔"

فریدہ گردن جھکا کر مُسکرا دی پھر اس نے کہا۔

"دیکھیے ہر انسان کا اپنا ایک مقام ہوتا ہے۔ بعض شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جن کی ضرورت زندگی کے روزمرّہ مشاغل میں محسوس ہوتی ہے اور بعض شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے لیے اپنے آپ کو صرف ایک ضرورت محسوس کرنا پڑتا ہے۔"

"فلسفہ بول گئیں' ذرا غور کرنا پڑے گا۔"

"تو غور کر لیجیے۔" فریدہ نے مُسکرا کر کہا۔

"سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

"مطلب یہ ہے کہ کبھی کبھی اپنے آپ کو کسی کی ضرورت سمجھ لینا بھی تو اپنی پسند کی معراج ہوتی ہے۔"

"توبہ توبہ۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ایک دیہات کی رہنے والی لڑکی اندر سے اس قدر گہری نکلے گی بھئی تمہاری بات سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"اچھا میں اب کچھ نہیں سمجھاؤں گی آپ کو۔" فریدہ نے مصنوعی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"توبہ' توبہ۔ یہ مزید ظلم ہوگا۔"

"مطلب یہ ہے آپ نے مجھ سے کہا نا کہ مجھے یہاں بوریت تو نہیں ہوتی۔ یہ میرا گھر ہے' میرا ماحول ہے۔ میری زندگی کا آغاز ہے۔ اور اگر اب آپ سے کچھ کہوں گی تو آپ بُرا مان جائیں گے۔"

"نہیں ہوں گا وعدہ کرتا ہوں۔"

"آپ نے مجھے میرا گھر یہاں دے دیا ہے اور ایسے لوگ معمولی نہیں ہوتے۔ میں اپنے طور پر ان کے لیے جو کچھ سوچ سکتی ہوں اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو خوشیاں تقسیم کرتے ہیں۔ آپ نے جو عزت اور جو مقام مجھے دیا ہے میرے پاس اس کا بدل اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ آپ کی وفاداری میں زندگی گزار دوں۔ وہ سب کچھ کر ڈالوں جس سے آپ کو خوشی ہو۔"

"شکریہ فریدہ۔"

"نہیں' شکریہ نہیں۔ یہ تو میری اندرونی کیفیات ہیں آپ نے مجبور کر دیا تو اس کا جواب دے رہی ہوں ورنہ یہ باتیں کہنے کی نہیں ہوتیں۔"

"اچھا بھئی ماحول بہت سنجیدہ ہو گیا ہے۔ مطلب یہ ہے حضور کا کہ آپ کو یہاں بالکل بوریت نہیں ہوتی۔"

"ہاں بالکل نہیں ہوتی اس لیے کہ یہ میرا گھر ہے اس لیے کہ یہاں سب کچھ تو مہیا کر دیا ہے آپ نے یہاں تک کہ میرے باپ بھائی اور ماں بھی یہاں موجود ہیں۔ اس کے بعد میرا گھر یعنی آپ کا گھر۔ یہ ساری چیزیں اکٹھی ہو کر مجھے مل گئی ہیں۔ تو بتائیے مجھے اور کیا درکار ہوگا؟"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اچھا اچھا بھئی اور کوئی بات ہے۔ اچھا اب ذرا اُدھر کے واقعات سُن لو۔"

"کدھر کے؟"

"میرا مطلب ہے جس کام کا آغاز آپ نے فرمایا تھا ہم اس کے سلسلے میں مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں۔"

"مثلاً؟"

"حسن اقبال۔"

"ہاں، ہاں۔ وہ میرے ذہن میں ہے۔ میں اس لڑکے کو بھولی نہیں ہوں۔ ویسے ایک بات بتائیے جہانگیر۔"

"جی، فرمائیے؟" میں نے مستعدی سے کہا۔

"دیکھیے خدا نے ہمیں بہت کچھ دے رکھا ہے۔ میں نے یہ نہیں پوچھا کہ آپ کے ذرائع آمدنی کیا ہے۔ میرا مطلب ہے تنخواہ کے علاوہ اور کون کون سے ایسے ذرائع ہیں جن سے آپ کو دولت حاصل ہو سکتی ہے۔"

"بھئی اگر رشوت وغیرہ کا معاملہ آپ کے ذہن میں ہو تو نکال دینا اس بات کو۔ ہم رشوت نہیں لیتے کیونکہ وہ مانگی جاتی ہے۔ ہمیں جو چیز درکار ہوتی ہے چھین لیتے ہیں۔ سمجھ رہی ہیں نا آپ؟"

"تو پھر میں سمجھتی ہوں کہ آپ کو ایک اچھی خاصی رقم ہر مہینے چھیننا ہوگی۔"

"چھین لیں گے۔" میں نے کہا۔ اور قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"کیوں ہنسے کیوں؟"

"کچھ نہیں، کچھ یاد آ گیا تھا۔"

"مجھے بتائیے۔"

"بتا دوں؟"

"ہاں۔"

"زندگی کا ایک بڑا حصہ چھیننے میں گزارا ہے۔"

"مطلب؟"

"ڈی۔ آئی۔ جی صاحب کے بیٹے تھے۔ ایسے کام کر لیا کرتے تھے جن سے قانون کی پشت پناہی بھی حاصل ہو جاتی تھی۔ کچھ کام غیر قانونی ہوتے تھے۔ بہت سے ایسے کام کیے ہیں جن کا تذکرہ تم سے کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ لیکن یہ رقم والی بات کیوں ذہن میں آئی؟ کچھ چاہیے؟"

"ہاں، بہت کچھ۔"

"تو بہت کچھ ہے ہمارے پاس۔ ایسی بات نہیں ہے کہ نہ ہو۔ بتائیے۔"

"دراصل میں یہ چاہتی ہوں کہ کچھ ایسا کروں جس سے لوگوں کو خوشی ہو اور ان کی خوشی سے میں اپنی خوشی حاصل کروں۔"

"بالکل۔ اس سلسلے میں جس طرح پسند کرو کام کرو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"سوچ لیجیے آپ۔ اپنی حد سے آگے بڑھ رہی ہوں۔"

"اپنی حد سے بہت آگے بڑھ جاؤ۔"

"تو میں سوشل ورک کرنا چاہتی ہوں۔"

"واہ یہ آئیڈیا ذہن میں کیسے آیا؟"

"بس خود بہ خود۔ آپ یقین کیجیے یہ کسی کی دلائی ہوئی تحریک نہیں ہے۔"

"کس انداز میں آپ سوشل ورک کریں گی؟"

"بس جس انداز میں ہم نے یہ کام شروع کیا ہے۔ میرا مطلب ہے اس کام کے شروع ہو جانے کے بعد مجھے جو دلی مسرت نصیب ہوئی ہے میں اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔"

"بھئی ذرا وضاحت ہو جائے۔"

"مطلب یہ کہ حسن اقبال کے معاملے ہی کو لے لیجیے۔ ایک طرف آپ ایک ایسے بے گناہ انسان کی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے کوشاں ہیں تو دوسری طرف وہ تھوڑی سی رقم دے کر میں نے ان لوگوں کی زندگی کو ایک سہارا مہیا کیا ہے۔ میں سمجھتی ہوں ابھی انھیں ہماری مدد کی اور بھی ضرورت ہے اور جہانگیر آپ یقین کریں جب اس دنیا میں مجھے اللہ تعالیٰ نے خوشی مہیا کی ہے اور سکون دیا ہے تو میرا فرض بنتا ہے کہ اپنی بساط بھر، جس طرح بھی ممکن ہو دوسروں کے لیے بھی خوشیاں مہیا کر دوں۔"

"بہت اچھا خیال ہے، میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔"

"اس سوشل ورک میں مجھے ایسے لوگوں کی تلاش ہوگی جو زندگی کے بدترین لمحات میں گزر بسر کر رہے ہیں۔ میں ان کی چھان بین کروں گی۔ ان کے بارے میں تحقیقات کروں گی اور اگر ان کا کوئی ایسا قانونی مسئلہ پھنسا ہوا ہے جس کی داد رسی آپ کے ذریعے ہو سکتی ہو تو یہ کام بھی کروں گی۔ بتائیے مجھے اس کی اجازت ہے؟"

"کھلی اجازت ہے اور جہاں تک اس سلسلے میں آپ کی ضروریات کا تعلق ہے تو اس کے لیے ایک فنڈ قائم کر دیا جائے گا۔ اور اگر اس ضمن میں کچھ لوگوں کی امداد کی ضرورت بھی پیش آئی تو آپ یقین کیجیے کہ اس کے بہت

سے ذرائع ہیں میرے پاس۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے یعنی میرا ایک ہی مشغلہ طے پایا۔"

"بالکل طے پایا اور کچھ؟"

"نہیں، اب حسن اقبال کے بارے میں بتائیے کیا صورتحال ہے؟"

"بھئی حسن اقبال کو پولیس کی تحویل سے نکال لیا گیا ہے۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم لوگوں نے بروقت اقدام کیا ہے ورنہ ایس پی فاروقی حسن صاحب اسے کبھی نہ چھوڑتے۔"

"میری سمجھ میں ایک بات نہیں آتی۔ لوگ جس محکمے سے تعلق رکھتے ہیں، جو ذمے داریاں ہوتی ہیں ان میں یہی کیوں سمجھتے ہیں کہ جو فیصلہ وہ کر لیں وہ حرف آخر ہو۔ آخر کسی ایسے شخص کی فریاد تو سننی چاہیے جو یہ کہتا ہو کہ اس نے یہ جرم نہیں کیا ہے۔ میں یہ سوال آپ سے کر رہی ہوں۔ دراصل میری عقل تو اس سلسلے میں زیادہ کارگر نہیں ہے۔ لیکن آپ پر مجھے پورا پورا بھروسا ہے۔ تو پھر اس بات کا جواب دیجیے۔ ایک شخص مظلوم کی حیثیت سے سامنے آتا ہے انسان ہوتا ہے۔ ایک شخص وہ جس کے خلاف کارروائی ہوتی ہے وہ بھی انسان ہوتا ہے بے شک وہ انسان جس کے خلاف کارروائی ہوتی ہے داد رسی کا طالب ہوتا ہے۔ اسے ہر طرح کی داد رسی مہیا ہونی چاہیے لیکن وہ جو ایک ملزم ہے وہ بھی تو انسان ہے۔ ہو سکتا ہے بعض اوقات حالات اس قسم کے شواہد پیدا کر دیتے ہوں کہ انسان مجرم محسوس ہو لیکن اس کے بارے میں کھلی تحقیقات کر لی جائے اور اس کی باتوں پر بھی غور کر لیا جائے تو آخر اس میں کوئی حرج ہے؟"

"نہیں فریدہ، اس میں ایک المیہ ہے غلط سوچ کا۔ پولیس اور مجرم ایک دوسرے کے دشمن نہیں ہوتے ہاں اگر مجرم کا جرم ثابت ہو جائے تو پولیس کو اپنے فرض کی ادائیگی کرنی چاہیے اور فرض کی ادائیگی کے سلسلے میں اس قدر زیادہ بے اختیار نہیں ہونا چاہیے کہ انسانیت کی حد سے تجاوز کیا جائے۔"

"بے شک، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"خیر تو میں بتا رہا تھا تمھیں کہ حسن اقبال کو میں نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ اور اب وہ میری نجی قید میں ہے۔ گویا اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ سرکاری طور پر اسے معصوم قرار دے دیا گیا ہے بلکہ ابھی اس کے بارے میں مکمل تحقیقات ہوں گی لیکن میں نے اسے ان لوگوں کے چنگل سے نکال لیا ہے جو ہر قیمت پر اسے مجرم ثابت کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اس کے پس پردہ کیا ہے یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور ابھی تھوڑی دیر قبل اس کے والدین کو میرا مطلب ہے اس کی ماں اور بہنوں کو اس کے پاس بلایا گیا ہے۔ اس نے ایک اور آرزو کا اظہار کیا تھا کہ وہ اپنی ماں اور بہنوں سے ملنا چاہتا ہے اور میں نے اس کی آرزو کی تکمیل کر دی۔"

"خدا آپ کو خوش رکھے اور ہمیشہ رکھے لیکن اب آپ مجھے یہ بتائیے کہ اب آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا حسن اقبال قاتل ہے؟"

"ابھی دعوے سے نہیں کہا جا سکتا۔ بدقسمتی کی بات یہی تو ہے کہ اسے اس وقت گرفتار کیا گیا جب قتل ہوا اور اس شکل میں گرفتار کیا گیا کہ اس کے ہاتھ میں پستول تھا اور اس پستول سے گولی چلائی گئی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ مجرم ہے لیکن کوئی ایسا ہی عمل کارفرما ہے جس کے ذریعے اسے مجرم بنانے کی کوشش کی گئی ہے تو اس میں یہ بات بھی صاف کہی جا سکتی ہے کہ جن لوگوں نے اسے مجرم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ لوگ بہت زیادہ ذہین لوگ ہیں۔ اور انھوں نے ایسا ماحول پیدا کر دیا ہے جس سے یہ احساس ہو جائے کہ یہی شخص مجرم ہے۔"

"ہوں تو حسن اقبال سے اس بارے میں اور کوئی خاص گفتگو ہوئی؟"

"ابھی نہیں، ابھی تو ابتدا کی ہے۔ یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ در پردہ کوئی اور کہانی بھی موجود ہے۔"

"یقیناً ہوگی۔ میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں اس سلسلے میں کہ اس کے پس منظر کوئی گہری کہانی ہے۔ آخر آپ یہ بتائیے کہ اس نے اسی لڑکی کو کیوں قتل کیا جو کسی زمانے میں اس کی محبوبہ تھی؟"

"ڈیر فریدہ ہم اس انداز میں نہیں سوچ سکتے۔ ہو سکتا ہے قتل کی وجہ بھی یہی ہو۔"

"بہرحال آپ تحقیقات کیجیے اور بدقسمتی اگر اسے مجرم ثابت کر دیتی ہے تو ایک بات میں آپ سے ضرور کہوں گی کہ اس نے بُرا کیا۔ اپنے لیے نہیں بلکہ اپنے اہلِ خاندان کے لیے۔"

میں خاموشی سے غور کرنے لگا تھا۔ میری فریدہ کے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ساتھ بہت ساری باتیں ہوتی رہیں۔ اور اس کے بعد میں نے اپنے لیے وہ لمحات نکال لیے جب مجھے اس کیس پر غور کرنا تھا۔ بنیادی چیز یہی تھی کہ مجھے حالات کے بارے میں پورا پورا اندازہ ہو۔ تنہائی میں بیٹھ کر میں نے اس سلسلے میں سوچا۔ مسز جمالی کو میں نے گہری نظروں سے نہیں دیکھا تھا لیکن جتنا دیکھا تھا اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ خوب صورت تھی اس کے علاوہ یہ بڑی حیران کن بات تھی کہ وہ کسی زمانے میں حسن اقبال کی کلاس فیلو رہ چکی ہے۔ اور یہ بھی حیران کن بات تھی کہ مسعود جمالی بھی اسی شعبے سے تعلق رکھتا تھا۔ یعنی پروفیسر تھا۔ اب ان کے درمیانی رابطوں کو تلاش کرنا تھا۔ لیکن کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ اس سلسلے میں حسن اقبال ہی سے تمام تفصیلات معلوم کی جائیں بلکہ یہ بہتر نہیں، انتہائی ضروری تھا۔ ابتدائی معلومات حسن اقبال ہی فراہم کرے گا۔ یقینی طور پر اس نے پولیس کے سامنے قتل کا اقرار نہیں کیا تھا۔ اور اپنی کہانی وہاں ضرور سنائی ہوگی۔ وہ تفصیل تو مجھے صحیح طور پر کبھی نہیں معلوم ہو سکی تھی لیکن حسن اقبال میرے پاس موجود تھا۔ آخری فیصلہ میں نے یہ کیا کہ دماغ سوزی اس وقت کروں گا جب حسن اقبال سے تمام تفصیلات معلوم ہو جائیں اور اس کے لیے ظاہر ہے دوسرا ہی دن موزوں تھا۔ چنانچہ باقی وقت فریدہ کے ساتھ گزارا گیا۔ دوسرے دن ناشتے وغیرہ سے فراغت ہوئی۔ اہلِ خاندان میرا مطلب ہے وہ خاندان جو اب میری اس کوٹھی میں آباد تھا اپنے اپنے مشاغل میں مصروف ہو گیا۔ آفتاب کمال کی طرف سے بھی کوئی پیغام موصول نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ میں خود ہی اس طرف چل پڑا تیاریاں کرنے کے بعد فریدہ نے مجھے روانہ کیا تھا۔

ہیڈ کوارٹر میں میرا بہترین استقبال کیا گیا۔ آفتاب کمال نے ایک ایسا خوب صورت ماحول مہیا کر دیا تھا کہ اگر کوئی اجنبی اس ماحول میں داخل ہو تو اس پر بڑے اچھے اثرات مرتب ہوں۔ بہرطور میں اپنے شاندار آفس میں جا بیٹھا جو ہمیشہ میرے لیے مخصوص رکھا گیا تھا۔ اس آفس کو بھی بڑے اعلیٰ پیمانے پر ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔ اور یہاں بہترین سجاوٹ کی گئی تھی۔ مکمل خاموشی تھی۔ آفتاب کمال تھوڑی دیر کے بعد میرے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے معمولات میں مصروف تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ آفتاب کمال نے کہا۔

"سر کیسے مزاج ہیں؟"

"بالکل ٹھیک ہوں۔ اچھا اب یہ بتاؤ کہ حسن اقبال کی کیا کیفیت رہی؟"

"وہ لوگ اپنی مرضی کے مطابق اس کے پاس رہے نفیس احمد بھی اس کے پاس موجود تھا۔ بڑے جذباتی لمحات تھے۔ آپ تو چلے گئے تھے لیکن مجھے کافی دیر تک ان کے ساتھ رہنا پڑا اور اس کے بعد میں نے ہدایت کر دی کہ جب وہ واپس جانا چاہیں تو انھیں احترام کے ساتھ واپس پہنچا دیا جائے اور پھر میں نے ایسا ہی کیا حسن اقبال زیادہ مسرور ہے۔"

"اسے میرے پاس لے آؤ۔" میں نے کہا اور آفتاب کمال نے گردن ہلا دی۔

میں نے حسن اقبال کا حلیہ ہی بدلا ہوا دیکھا۔ یہ آفتاب کمال کا کارنامہ تھا۔ حسن اقبال ایک صاف ستھرے لباس میں پہلے سے بہت مختلف نظر آ رہا تھا۔ پہلے اس کا شیو بڑھا ہوا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ اسے نہ جانے کتنے عرصے سے نہانے تک نہیں دیا گیا تھا۔ چہرہ مرجھایا ہوا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں اس وقت زندگی کی چمک پائی جاتی تھی۔ وہ اندر داخل ہوا۔ ادب سے اس نے مجھے سلام کیا اور ایک جانب کھڑا مجھے دیکھتا رہا۔ میں نے مسکرا کر اس کے سلام کا جواب دیا

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کرسی پر بیٹھ گیا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"سر! پرانی اور گھسی پٹی باتیں ہیں۔ نہ میں شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں نہ اپنے جذبات کا اظہار کروں گا چونکہ الفاظ بے قیمت ہوتے ہیں۔ دل میں کسی کے لیے جو احساسات پیدا ہوتے ہیں بس انھیں لفظوں کی شکل نہیں دی جا سکتی۔"

"تم اس پریشانی میں کیوں مبتلا ہو۔ چند الفاظ مجھ پر خرچ کر دو گے تو مجھے ان سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ویسے تم مجھے بہت اچھے انسان معلوم ہوتے ہو۔"

"نہیں سر۔ پتا نہیں لوگ کیسے اچھے انسان بن جاتے ہیں اور کس طرح انھیں اچھا انسان کہا جاتا ہے؟"

"ہمارے مذہب میں مایوسی کو کفر قرار دیا گیا ہے۔"

"اب میں مایوس نہیں ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"والدین سے ملاقات ہوئی؟"

"سر اس کے لیے میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ خدا آپ کی وہ آرزوئیں پوری کرے جو آپ کے دل میں ہوں۔ میں نے ان سے ملاقات کی اور سر مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بات یہیں تک محدود نہیں رہی ہے بلکہ آپ نے ان کی مالی مدد بھی کی ہے۔ آپ اپنی مسز کے ساتھ وہاں گئے تھے اور میری والدہ کو اچھی خاصی رقم دے کر آئے ہیں۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ اللہ نے آپ کو میرے لیے فرشتہ بنا دیا ہے۔ اور خدا کے کام ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جب انسان ہر طرف سے مایوس ہو جاتا ہے تو رحمتِ خداوندی جوش میں آتی ہے اور پھر اس کے مسائل حل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ نہ جانے کیوں میرے دل میں امید کی ایک شمع روشن ہو گئی ہے۔ او۔ اب میرا دل یہ کہتا ہے کہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے اس عذاب سے نکال لے۔ سر صحیح معنوں میں امید کی شمع تو اب میرے دل میں روشن ہوئی ہے ورنہ...؟" اس کی آواز بھرا گئی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں۔ مایوسی واقعی کفر ہوتی ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ حقیقت سامنے آئے لیکن حسن اقبال! ایک بہت بڑا مسئلہ درپیش ہے اور میں اس کے سلسلے میں جو الفاظ تم سے ادا کروں گا تم نہ اسے اپنی توہین سمجھنا نہ میری طرف سے کسی قسم کی بددیانتی بلکہ سچائی یہ ہے کہ میں تمھاری مکمل کہانی جاننا چاہتا ہوں۔ تم سے تمھارے ہی بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اس بات پر میرا یقین ہے کہ جو کچھ تم بتاؤ گے وہی تمھارے راستے ہوں گے۔ دیکھو انسان سے زندگی میں بہت سی نمایاں غلطیاں ہو جاتی ہیں بہت سے غلط اقدام کر بیٹھتا ہے وہ جذبات کے ہاتھوں مجبور ہو کر لیکن جھوٹ کو چھپانے کی کوشش بہرحال کھل جاتی ہے جھوٹ جھوٹ ہوتا ہے اور سچ سچ۔ کیا تم اس بات پر یقین رکھتے ہو؟"

"آپ کو یقین دلانے کا کیا ذریعہ ہوگا؟"

"کچھ نہیں۔ میں احمق نہیں ہوں تم نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ تمھیں ایس۔ پی صاحب کے چنگل سے نکال کر لانا کسی احمق کا کام نہیں ہو سکتا۔ جب میں یہ کام کر سکتا ہوں تو یہ بھی کر سکتا ہوں کہ تمھاری گفتگو میں سچ یا جھوٹ تلاش کر لوں۔ جھوٹ بولنے کی کوشش کرو گے تو جو الفاظ ادا کر چکے ہو اپ کی نفی ہو جائے گی لیکن سچائیوں کی پرکھ مجھے آتی ہے۔"

"جی سر جانتا ہوں۔"

"چنانچہ جو سوال کروں اس کا بالکل درست جواب دینا۔"

"جی سر۔"

"وہاں سے آغاز کرتا ہوں جہاں سے تم لقمان آفریدی کی کوٹھی میں داخل ہوئے تھے۔ بتا سکو گے کہ تم وہاں اس وقت کیوں پہنچے تھے؟ اور سنو میں یہ بھی جاننا چاہتا ہوں کہ پولیس کو تم نے اس سلسلے میں کیا جواب دیا ہے؟"

"وہی بیان جو آپ کو دینے والا ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے اس طرح یہ بات بھی طے ہو جائے گی اور مجھے معمہ حل کرنے میں آسانی ہوگی۔"

"آپ نے سوال کیا تھا کہ میں وہاں کیوں گیا تھا مختصر سی کہانی سنا دوں سر۔ بہت بدنصیب ہوں میں۔ زندگی کے بیشتر معمولات میں ناکامیوں کا سامنا ہی کرنا پڑا ہے۔ چار بہنیں ہیں، والدین، والدہ ہیں اور بھائی میں اکیلا ہی ہوں۔ میرا اور کوئی بھائی نہیں ہے۔ والد صاحب اس قسم کے لوگوں میں سے ہیں جو اپنے گھر پر اپنی برتری قائم رکھنے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ الشاہید جو کچھ بھی کریں اسے ہی جائز سمجھتے ہیں۔ میں ان کی برائی نہیں کر رہا کیونکہ وہ بہرطور میرے باپ ہیں لیکن سچ یہ ہے کہ ہم ایک بہتر زندگی گزار رہے تھے۔ وہ ملازمت کرتے تھے میں تعلیم حاصل کر رہا تھا بہنیں بھی پڑھ لکھ رہی تھیں۔ ہم چھوٹا موٹا بہتر گھر رکھتے تھے ایسا گھر جس میں کھانے پینے کے لیے کوئی پریشانی نہیں تھی جو کچھ بینک بیلنس رکھا گیا تھا کہ ان کی شادی کے کام آئے سب نکال لیا۔ ملازمت چھوڑ دی اپنا فنڈ لے لیا۔ پھر مکان بیچ دیا جو ہمارا اپنا ذاتی مکان تھا اور کرائے کے مکان میں منتقل ہو گئے۔ تمام رقم کوئی پندرہ سولہ لاکھ اکٹھا ہوئی۔ جس کو انھوں نے فنانس کمپنی کی نذر کر دیا۔ تین چار ماہ تو اس کی قسطیں وصول ہوئیں اور اس کے بعد وہی ہوا جس کی نشان دہی انھیں دبے الفاظ میں کر دی گئی تھی۔ یعنی فنانس کمپنیاں فراڈ ثابت ہوئیں اور ہماری ساری رقم ڈوب گئی۔ والد صاحب اور کچھ تو نہ کر سکے بس ذہنی توازن کھو بیٹھے۔ اور یہاں سے ہماری بدنصیبی کا آغاز ہو گیا۔ مجھے تعلیم وغیرہ ترک کر دینی پڑی اور میں ملازمت کی تلاش میں سرگرداں ہو گیا۔ برائیوں اور نحوستوں کا آغاز ہو گیا مجھے ملازمت ملی لیکن عجیب و غریب انداز میں ملی اور اس کے بعد اس شخص نے میرے اوپر غبن کا الزام لگا دیا جس کا میں ملازم تھا۔ حالانکہ مجھے ملازم ہوئے کوئی ڈیڑھ یا دو ماہ ہی ہوئے تھے کہ غبن کے الزام میں مجھے گرفتار کر لیا گیا اور پھر یہ الزام ثابت کر دیا گیا۔"

"کتنا غبن کا الزام لگایا گیا تھا؟"

"تقریباً پونے تین لاکھ سر۔"

"ہوں اور یقیناً یہ الزام جھوٹا ہوگا؟"

"بالکل جھوٹا۔"

"کیا وہ شخص تم سے کسی قسم کی دشمنی رکھتا تھا؟"

"بالکل نہیں سر! اچانک ہی یہ سب کچھ ہوا۔"

"غبن کی نوعیت کیا تھی؟"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"بس سر کچھ حسابات میں گڑبڑ ہوئی تھی کچھ واؤچر غلط سائن ہو گئے تھے اور انھی کا الزام مجھ پر عائد ہوا۔ وہ رقم واقعی نہیں مل سکی۔"

"مقدمہ چلا؟"

"ہاں سر! بہت مختصر اور اس کے بعد مجھے ضمانت پر رہائی ملی۔ میں اس شخص سے صرف یہ کہنے گیا تھا کہ اپنی غلط فہمی دور کر لے میرے حال پر رحم کھائے لیکن وہاں مجھے مار پیٹا گیا اور اس کے بعد میری ضمانت بھی منسوخ ہو گئی اور مجھے دوبارہ گرفتار کر کے دوسرے الزامات بھی لگائے گئے۔ نتیجے میں مجھے چار سال کی سزا ہو گئی۔ یہ سزا کاٹنے کے بعد میں باہر نکلا اور آپ سمجھتے ہیں کہ گھر کی کیا حالت ہو گئی ہوگی۔ تمام اشیا وبک چکی تھیں۔ بہنیں محنت مزدوری کر کے زندگی کی گاڑی گھسیٹ رہی تھیں۔ والدہ کی بُری حالت تھی۔ والد صاحب بدستور ذہنی توازن کھوئے بیٹھے تھے اور کسی قابل نہیں رہے تھے۔ مجھے ان تمام حالات کو مدِنظر رکھ کر نوکری کی تلاش تھی مختلف لوگوں سے ملتا رہا تھا۔ پھر کسی نے نعمان آفریدی صاحب کے بارے میں بتایا کہ انھیں پرائیویٹ سیکرٹری کی ضرورت ہے اور مجھے ایک سفارشی خط دے کر روانہ کیا گیا۔ وقت وہی دیا گیا تھا جس وقت میں وہاں پہنچا لیکن جب میں دروازے سے اندر داخل ہوا تو وہاں کسی تقریب کا سا گمان ہوا۔ میں نے چوکیدار سے کچھ کہنا چاہا لیکن وہ احترام سے مجھے اپنے ساتھ اندر لے چلا۔ میں نے راستے میں بھی اسے کئی بار ٹوکا۔ لیکن غالباً وہ بھی یہی سمجھا تھا کہ میں بھی اس تقریب کا کوئی معزز مہمان ہوں۔ میں بادلِ نخواستہ اس کے ساتھ اندر چلا آیا اور جونہی میں نے دروازے سے اندر قدم رکھا مجھے احساس ہوا کہ واقعی میرا اندازہ درست تھا۔ یہاں تو باقاعدہ تقریب ہو رہی تھی۔ میں ابھی دروازے ہی میں کھڑا ہوا تھا چوکیدار مجھے چھوڑ کر چلا گیا تھا کہ اچانک مجھے فائر کی آواز سنائی دی جس جگہ میں کھڑا تھا وہاں ایک پردہ بھی پڑا ہوا تھا۔ میں حیران سا کھڑا ہوا تھا کہ کسی نے میرا بازو پکڑا۔ چونک کر پلٹا تو اس شخص نے جو دبلے پتلے بدن کا بھوری آنکھوں والا آدمی تھا میرے ہاتھ میں پستول تھما دیا۔ میں کچھ سمجھ نہیں پایا تھا وہ شخص پردے کے پیچھے غائب ہو گیا۔ اور پھر جب مجھے احساس ہوا کہ میرے ہاتھ میں پستول ہے تو میں نے وہ پستول پھینکنا چاہا۔ لیکن اسی وقت ایس پی فاروقی صاحب نے لپک کر مجھے دبوچ لیا۔ سر! بس اتنی سی بات تھی اور کوئی بات نہیں۔"

میں غور سے حسن اقبال کی صورت دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

"تمھارا سامان پولیس کی تحویل میں ہوگا؟"

"جی سر!"

"یہ سفارشی خط بھی یقینی طور پر اس وقت تمھارے لباس میں موجود ہوگا؟"

"جی سر!"

"ہوں، تم نے ایس پی فاروقی صاحب کو وہ خط دکھایا تھا؟"

"سر! میری تلاشی کے دوران وہ تمام چیزیں لے لی گئی تھیں لیکن میں نے ان کی نشاندہی کر دی تھی۔ اور یہ تمام تفصیل ایس پی صاحب کو بھی بتائی تھی جسے انھوں نے حقارت سے سنا اور نظرانداز کر دیا۔ غالباً انھیں میری بات پر یقین نہیں آیا تھا۔"

"وہ خط کس نے دیا تھا تمھیں؟"

"پروفیسر شہاب نے۔ یہ بھی میرے یونیورسٹی کے زمانے ہی کے شناسا تھے۔"

"ٹھیک ٹھیک۔ بہرحال اب میں دوسری سمت آتا ہوں حسن اقبال اور مجھے یقین ہے کہ تم اس مسئلے میں بھی مجھ سے تعاون کرو گے۔"

"جی سر۔"

"مقتولہ کے بارے میں تمھیں علم ہوا کہ اس کا نام سمیرا مسعود جمالی تھا؟"

"جی سر۔"

"سمیرا کو تم کب سے جانتے ہو؟" میں نے سوال کیا اور حسن اقبال نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا پھر بولا۔

"تقریباً آٹھ سال بلکہ شاید اس سے بھی کچھ زیادہ عرصے سے۔"

"کہاں ملاقات ہوئی تھی؟"

"سر، یونیورسٹی میں، وہ میری ساتھی تھی۔"

"کیا تم اس سے محبت کرتے تھے؟"

"جی سر۔"

"اور سمیرا؟"

"وہ بھی سر۔ ہمارے درمیان مستقبل کے عہدوپیمان ہو گئے تھے۔"

"سمیرا کے بارے میں مجھے کچھ اور تفصیل بتاؤ۔"

"سر! اس کی کہانی بہت عجیب تھی۔ کافی عرصے تک تو

مجھے اس کے بارے میں معلوم ہی نہیں ہو سکا۔ آہستہ آہستہ ہمارے درمیان روابط بڑھتے گئے اور بہت عرصے کے بعد انھوں نے محبت کی شکل اختیار کی تھی۔ سمیرا بہت اچھی لڑکی تھی۔ بہت سلیقہ مند، بہت نفیس طبیعت کی مالک لیکن وہ ہمیشہ افسردہ رہا کرتی تھی طویل عرصے کے بعد اس نے مجھے اپنی افسردگی کی کہانی سنائی۔ عجیب و غریب کہانی تھی سر۔ اس کے والدین بہت اچھی حیثیت کے مالک تھے لیکن پھر یوں ہوا کہ اس کے والد کا انتقال ہو گیا۔ کوئی دو سال تک سمیرا کی والدہ تنہا زندگی گزارتی رہیں۔ پھر انھوں نے ایک اور شخص سے شادی کر لی۔ سمیرا کے کہنے کے مطابق وہ سوتیلا باپ کوئی اچھا آدمی نہیں تھا۔ اس نے ان لوگوں کی جائیداد وغیرہ اڑانا شروع کر دی۔ نتیجے میں یہ ہوا کہ وہ سب کچھ بیچ کر کھا گیا۔ سمیرا تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ اس کی ماں بیمار ہو گئی تھی۔ سمیرا کو یہ احساس تھا کہ حالات بگڑتے جا رہے ہیں۔ اس لیے وہ بہت زیادہ افسردہ نظر آ رہی تھی پھر اس کی ماں سخت بیمار پڑی اور اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ سمیرا اب اپنے لالچی باپ کے ساتھ تھی۔ اور اس کا کہنا تھا کہ اس کا باپ ایک اچھا آدمی نہیں ہے۔ اس کے باپ نے اس کے ساتھ کوئی ایسی مذموم حرکت تو نہیں کی جو قابلِ اعتراض ہو لیکن یہ اندازہ تھا سمیرا کو کہ اس کا باپ کسی نہ کسی دن اس کے لیے بہت بڑا حادثہ بن جائے گا۔ چنانچہ وہ شدت سے پریشان ہونے لگی تھی۔ اس درمیان کی بات ہے کہ یہ مسعود جمالی صاحب ہماری یونیورسٹی میں نئے نئے آئے۔ انھیں ہماری ہی کلاس ملی۔ یہ بظاہر بہت اچھے آدمی تھے۔ کوئی ایسی بات نہیں تھی ان کے اندر جو قابلِ اعتراض یا قابلِ ذکر ہوتی۔ مجھے ان کی تفصیلی کیفیات تو نہیں معلوم لیکن یہ محسوس کیا کہ وہ سمیرا میں بہت زیادہ دلچسپی لینے لگے ہیں۔ سمیرا نے خود بھی کئی بار مجھ سے اس کا اظہار کیا کہ پروفیسر صاحب اتنے عمر رسیدہ ہونے کے باوجود بھی کچھ عجیب سے آدمی ہیں۔ پھر نہ جانے کیا ہوا حالات مزید خراب ہو گئے۔ وہ واقعہ پیش آ گیا جس کا تذکرہ میں آپ سے کر چکا ہوں یعنی میرے والد کا مسئلہ۔ مجھے یونیورسٹی چھوڑنی پڑی۔ میری تعلیم نامکمل رہ گئی تھی۔ اس حادثے نے جو مشکلات پیدا کی تھیں ان کی وجہ سے سمیرا سے بھی کچھ عرصے ملاقات نہیں ہو سکی۔ سمیرا ایک دن خود ہی مجھ سے ملنے آئی اس نے بتایا کہ اس کی شادی طے کر دی گئی ہے اور صرف دو دن کے بعد سادگی سے اس کا نکاح کر دیا جائے گا۔ اس نے اپنے آپ کو بے بس اور مجبور لڑکی ظاہر کیا نہیں۔"

"اس کے بعد تمھاری سمیرا سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی؟"

"نہیں سر، بالکل نہیں۔"

"ہوں، ٹھیک۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ اس دوران، میرا مطلب ہے جب تم یونیورسٹی میں تھے اور تم دونوں نے محسوس کیا تھا کہ مسٹر مسعود جمالی سمیرا میں دلچسپی لے رہے ہیں کیا اس موضوع پر تمھاری مسعود جمالی سے کوئی بات چیت ہوئی تھی؟"

"نہیں سر، کبھی نہیں لیکن ان کا رویہ میرے ساتھ بہتر نہیں رہتا تھا۔ اور اس کی وجہ ہم دونوں ہی جانتے تھے۔"

"بعد میں بھی کبھی کوئی رابطہ نہیں ہوا ان سے؟"

"نہیں سر، بالکل نہیں۔ یونیورسٹی سے تو میرا تعلق ختم ہو ہی گیا تھا۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ مسعود جمالی صاحب رہتے کہاں ہیں۔ اور پھر حالات نے مجھے اس منزل پر لا کھڑا کیا تو میں نے تمام دروازے بند کر لیے۔ جو کچھ بھی تھا اس وقت تھا۔ اب میں اپنی پوزیشن اچھی طرح سمجھتا تھا اور جانتا تھا کہ میری ذمے داریاں کیا ہیں۔ چنانچہ ماضی کی یادوں کو میں نے اپنے دل کی قبر میں دفن کر لیا تھا۔ اور ایک طرح سے اس مسئلے کو بھولتا ہی جا رہا تھا کہ۔۔۔" حسن اقبال کی آواز بھرا گئی۔ میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا کر کہا۔

"تمھاری باتوں پر مجھے کافی حد تک یقین ہے حسن اقبال۔ دیکھو اگر اس درمیان میں اور کچھ بھی ہے تو مجھے بے تکلفی سے بتا دو۔"

"نہیں سر، اور کچھ نہیں ہے۔"

"اچھا پروفیسر شہاب کے بارے میں مجھے بتاؤ۔ جنھوں نے تمھیں وہ سفارشی خط دیا تھا۔"

"سر وہ اس زمانے میں یونیورسٹی کے پروفیسر تھے۔ میں آپ کو ان کا پتا دے سکتا ہوں۔"

"ہاں مجھے ان کا پتا نوٹ کرا دو۔"

میں نے ایک کاغذ پر اس کا بتایا ہوا پتا نوٹ کیا میرے اندازے کے مطابق پروفیسر شہاب اس سلسلے کی کوئی اہم کڑی بن سکتے تھے۔ بہرحال یہ سب کچھ معلوم کرنے کے بعد میں نے حسن اقبال کو واپس بھجوا دیا۔ آفتاب کمال کو طلب کیا اور اس سے کہا۔

"آفتاب کمال! حسن اقبال کا بیان لے لیا ہے میں نے۔ تھوڑی بہت باتیں میرے علم میں آ چکی ہیں جن سے تمھارا روشناس ہونا بھی ضروری ہے۔" میں نے مختصر الفاظ میں آفتاب کمال کو اس بارے میں تفصیل بتائی اور پھر کہا۔

"اچھا اب یہ بتاؤ کہ اس سلسلے میں ہماری قانونی پوزیشن

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کیا ہے؟"

"سر! ہم اسے بہت زیادہ عرصے تک اپنی تحویل میں نہیں رکھ سکتے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہماری ایما پر اسے جیل بھجوا دیا جائے۔ اور ان قیدیوں کے ساتھ رکھا جائے جو تفتیشی مراحل میں ہوتے ہیں۔"

"میں سمجھتا ہوں اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

"جی سر! واقعی کوئی حرج نہیں ہے۔"

"ہم براہِ راست اس کیس کو ڈیل کر سکتے ہیں۔ میرا مطلب ہے تفتیش وغیرہ؟"

"آپ کے پاس اختیار نامہ موجود ہے سر لیکن میری ایک گزارش ہے۔"

"کیا؟"

"اگر کسی پولیس افسر کے ذریعے اس سلسلے میں کوئی تحقیقات ہو اور آپ اس سے تعاون کریں تو یہ زیادہ مناسب ہوگا۔"

"ہوں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"اس کے علاوہ سر ہمیں اس کیس کو آگے بڑھانے کے لیے ایک باقاعدہ وکیل کی ضرورت ہوگی۔ یہ کام میں بھی سرانجام دے سکتا ہوں۔ چونکہ میرے پاس سب کچھ موجود ہے اور میں نے بھی وکالت کی ہوئی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کوئی اجنبی شخص اگر اس کے لیے کارآمد ہو تو زیادہ بہتر ہے اور میرے ذہن میں ایک نام موجود ہے۔"

"بس ٹھیک ہے۔ اگر تمہارے ذہن میں کوئی نام ہے آفتاب کمال تو ہم اسی سے کام لیں گے۔"

"اس کا نام غیور شاہ ہے اور بہت نفیس انسان ہے بے حد ذہین اور ہمارے ساتھ مکمل تعاون کرنے والا۔"

"تو اسے تو ہمارے ساتھ مستقل ہونا چاہیے۔"

"میں بھی اس کی سفارش کروں گا سر۔"

"سفارش کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ اختیارات تمہارے پاس موجود ہیں جسے چاہو اپنے ان مقاصد کی تکمیل کے لیے حاصل کر لو۔ اور جو ٹیم میں تشکیل دینا چاہتا ہوں اس کے مقاصد یہی ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے آفتاب کمال کہ بین الاقوامی جرائم ہوتے ہیں۔ مجھے اس کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور میں خوش اسلوبی سے یہ سارے کام سرانجام دیتا ہوں۔ لیکن اب ایک اور لگن لگی ہے مجھے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سلسلہ بھی خاصا دلچسپ ہے یعنی یہ کہ اگر میں ملکی پیمانے پر بھی یہ سارے کام کرتا رہوں تو کیا حرج ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں یہ زیادہ بہتر بات ہوگی۔ اگر کبھی کوئی بین الاقوامی کیس میرے سپرد کیا جاتا ہے اور شہباز صاحب میری ضرورت محسوس کرتے ہیں یا بریگیڈیر صاحب مجھے اس سلسلے میں استعمال کرنا چاہتے ہیں تو یہاں کے معاملات تم بھی مل جل کر سنبھال سکتے ہو۔ لیکن یہ شعبہ ہمارے پاس ہونا چاہیے۔ ہم اپنے لیے بھی تو کچھ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔"

"سر میں آپ سے بالکل اتفاق کرتا ہوں۔"

"چنانچہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں تمام انتظام کر لو۔ ہمیں جس جس شخص کی ضرورت ہو اس کا انتخاب کر لیا جائے یہ بہتر ہوگا۔"

"بہت بہتر سر۔ میں آپ کے حکم کے مطابق عمل کروں گا۔"

"تو اب اس کا مطلب ہے کہ ہمیں کام کا آغاز کر دینا چاہیے۔ میرا خیال ہے میں پروفیسر شہاب کو دیکھ لوں جنھوں نے حسن اقبال کو نعمات آفریدی کے ہاں ملازمت کے لیے بھیجا تھا۔ وہ لفافہ تو ہمارے لیے حاصل کرنا مشکل ہوگا ویسے تم کوشش کرو تو ہو سکتا ہے وہ پولیس کی تحویل سے مل جائے۔"

"جی بہت بہتر۔" آفتاب کمال نے جواب دیا۔

اس کے بعد اور کوئی ایسی بات نہیں رہی تھی جس کے لیے میں کچھ اور عمل کرتا۔ البتہ آفتاب کمال نے کچھ دیر کے بعد مجھے اطلاع دے دی تھی کہ ایس۔ پی فاروق ایسے کسی لفافے کے وجود ہی سے انکار کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ملزم جھوٹ بولتا ہے۔"

میں مسکرا کر خاموش ہو گیا تھا۔ آفتاب کمال کو اس سلسلے میں ضروری ہدایت دینے کے بعد میں حسن اقبال کے دیے ہوئے پتے پر پروفیسر شہاب کی تلاش میں چل پڑا لیکن پروفیسر شہاب کی رہائش گاہ پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ تو کوئی ایک ہفتہ قبل ملک سے باہر چلے گئے ہیں ان کا یہ ارادہ بہت پہلے سے تھا جس کی انھوں نے تکمیل کر ڈالی ہے۔

ایک اہم ثبوت ضائع ہو گیا۔ بہر طور وہاں سے مایوسی کا سامنا کر کے ہی واپس آنا پڑا تھا لیکن ابھی میرے سامنے بہت سے راستے تھے۔ جو چیز میرے ذہن پر چڑھ جائے کیا اس کے راستے کی رکاوٹیں میں دُور نہیں کر سکتا تو پھر جہانگیر جمال شاہ نام ہی کیا؟ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ ایسی ناکامیاں میرے غضب کو بھڑکاتی ہیں۔ اور میں زیادہ مستعد ہو جاتا ہوں۔ غرض یہ کہ ان کارروائیوں کے بعد گھر واپس پہنچا۔

گھر پہنچ کر ایک خوشگوار مسرت کا احساس ہوا۔ والدہ آئی ہوئی تھیں۔ مجھے دیکھ کر کھڑی ہو گئیں اور عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگیں۔ میں نے سلام کیا اور ان کے سامنے پہنچ کر سر جھکا دیا۔ والدہ صاحبہ نے فریدہ کی طرف دیکھا اور فریدہ جلدی سے آگے بڑھ گئی۔ میز پر مٹھائی کا ڈبا رکھا ہوا تھا۔ فریدہ نے مٹھائی کا ڈھکن کھول کر والدہ کے سامنے کر دیا اور والدہ نے مٹھائی کا ایک ٹکڑا اٹھا کر مجھ سے کہا۔

"منہ کھولو۔"

میں نے خاموشی سے منہ کھول دیا اور انھوں نے مٹھائی کا وہ ٹکڑا میرے منہ میں رکھ دیا۔ پھر کہنے لگیں۔

"اب یہ پوچھو کہ یہ مٹھائی کس سلسلے میں ہے؟"

"بتا دیجیے۔ ویسے ماں تو ہمیشہ منہ میٹھا کرتی ہے مختلف طریقوں سے۔" والدہ صاحبہ نے کوئی جواب نہیں دیا خاموشی سے مجھے دیکھتی رہیں پھر بولیں۔

"طاہر جمال شاہ کو ملازمت مل گئی ہے۔"

"خوب، بہت خوب۔"

"میں اس کے ساتھ یہاں آئی ہوں۔ طاہر اندر آؤ۔" والدہ صاحبہ نے کہا اور طاہر جمال شاہ اندر داخل ہوا میری آنکھیں اسے دیکھ کر حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ پولیس کی وردی پہنے ہوئے تھا اور اس کے شانوں پر جو پھول جگمگا رہے تھے وہ ڈی ایس پی کے عہدے کا اعلان کرتے تھے۔ اس نے اندر داخل ہو کر مجھے سیلوٹ کیا اور میں بھونچکا سا اسے دیکھتا رہ گیا۔ حقیقت یہ تھی کہ طاہر جمال شاہ میرا سب سے چھوٹا بھائی تھا اور یہ وہ واحد ہستی تھی جس سے مجھے بہت رغبت اور دلچسپی تھی ورنہ اکبر جمال شاہ صاحب تو ہمیشہ میری کاٹ میں لگے رہتے تھے۔ لیکن طاہر جمال شاہ کا کردار ہمیشہ دبا دبا رہا۔ ویسے بھی کم گو آدمی تھا اور جذبات کا اظہار نہیں کرتا تھا لیکن میں نے ہمیشہ محسوس کیا تھا کہ وہ میری بہت عزت کرتا ہے اور میرے اس طرح دربدر رہنے پر وہ سب سے زیادہ دُکھی رہتا تھا۔ بہرحال میری محبت جوش میں آئی اور آگے بڑھ کر میں نے اسے سینے سے لگا لیا اور خوشگوار حیرت کے ساتھ کہا۔

"ارے تم۔ یہ وردی اور نوکری۔ گڈ، ویری گڈ۔ گویا قبلہ ڈی۔ آئی۔ جی صاحب نے تمھیں بھی ڈی۔ ایس۔ پی بنوا ہی دیا۔ بھئی یہ "ڈی" راستے میں نہ آ جائے کہیں۔"

طاہر ہنسنے لگا۔ والدہ نے کہا۔

"ہاں اور حد سے زیادہ خوش ہیں۔ براہِ راست ڈی ایس پی بھرتی کرایا ہے۔ اور اس کے لیے طویل عرصے سے کوششیں کر رہے تھے۔"

"ڈیوٹی کہاں لگی ہے بھئی تمھاری؟"

"ہیڈ کوارٹر میں ہوں اور اسپیشل ڈیپارٹمنٹ دیا گیا ہے۔"

"واہ، واقعی مسرت ہوئی طاہر اور اس کے ساتھ ساتھ یہ کہنے میں کوئی دقت نہیں محسوس کرتا کہ تم ہمیشہ اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلو گے۔"

طاہر نے چونک کر میری طرف دیکھا اور میں نے والدہ صاحبہ کی طرف اور پھر میں نے طاہر سے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ اصول پرستی، دیانت داری اور فرض شناسی میں، میں اپنے باپ پر فخر کرتا ہوں۔ وہ بے مثال شخصیت کے مالک رہے ہیں اور محکمۂ پولیس میں ایسے چند ہی افراد ہوتے ہیں جو نیک نامی میں پوری زندگی گزار دیں۔ خدا کے فضل و کرم سے میرے باپ کے نام کے ساتھ ایسا کوئی مسئلہ وابستہ نہیں ہے۔ جب بھی ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے لوگوں کی زبان پُر احترام انداز میں سنبھل جاتی ہے اور وہ ان کے بارے میں کوئی ایسا لفظ نہیں کہہ پاتے جو ان کی شخصیت کو داغ دار کر دے۔ چنانچہ طاہر جمال شاہ تمھیں بھی انھی کے نقشِ قدم پر چلنا ہوگا۔"

"آپ کی رہنمائی میں کوشش کروں گا بھائی جان۔ آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ میں نے آپ کو سیلوٹ کیوں کیا ہے؟"

"بھئی ڈی ایس۔ پی ہو۔ اپنے بھائی کے سامنے ہو۔"

"جی نہیں جناب۔ اب آپ ڈی ایس پی، طاہر جمال شاہ سے چھپنے کی کوشش نہ فرمائیے گا۔ بہت سے معاملات میرے علم میں آ چکے ہیں۔"

"کیا؟" میں نے سوال کیا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ والدہ دلچسپی سے ہم دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔

"وہ یہ کہ آپ کے پاس کوئی بہت ہی خفیہ قسم کا بہت بڑا عہدہ ہے۔ میرے کانوں تک تو یہ الفاظ بھی پہنچے ہیں کہ ایک بار ڈیڈی کو بھی آپ کو سیلوٹ کرنا پڑا تھا۔"

"ارے وہ، میں۔ بس کیا بتاؤں یار طاہر ہمیشہ کا جعل ساز ہوں میں۔ چار سو بیسی کرتا رہتا ہوں۔ بس لگا دیا چکر والد صاحب قبلہ کو بھی۔ میرا مطلب ہے دھوکا دے دیا۔"

"جی نہیں جناب۔ ایسے دھوکے نہیں دے جا سکتے اور ویسے یہ میرے ساتھ زیادتی ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ اگر نہیں بھی ہوں تو کم از کم تم نے مجھے یہ عہدہ دلا دیا۔ بہرحال دلی مسرت ہوئی ہے اور میں آپ کو بھی مبارک باد دیتا ہوں امی۔"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"بس ٹھیک ہے۔ تم سے دُور رہ کر خوش نہیں ہوں۔ میری زندگی کی بہاریں میرے گھر سے دُور ہو گئی ہیں۔"

"نہیں آپ کا یہ خیال غلط ہے۔ طاہر تم امّی کو سمجھاؤ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی ہے۔ بس اتنا سا ہوا ہے کہ یہ پیارا گھر دو حصّوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ یہاں ماموں افتخار حسین ہیں۔ مختار اور اس کے بیوی بچے ہیں۔ فریدہ ہے۔ فریدہ کے والد بھائی ہیں۔ بس یوں سمجھ لیجیے امّی یہ بھی آپ کے خاندان کا ایک حصّہ ہے۔"

"ہاں، مگر مجھ سے دُور۔ مجھے یہاں آنا پڑتا ہے ان سے ملنے کے لیے۔"

"میرا خیال ہے یہ بھی کوئی عارضی مسئلہ ہے ہو سکتا ہے آنے والا وقت اس مسئلے کو خود بخود حل کر دے۔"

"کیا تم اس کے لیے مخلص ہو؟"

"کیوں نہیں بھلا اپنے گھر سے دُور کون رہنا چاہتا ہے۔"

"بہرحال یہ ساری چیزیں ایسی نہیں ہیں امّی کہ آپ ان کے لیے افسردہ ہوں۔ اور آپ کی افسردگی سے مجھے بھی افسوس ہوگا۔"

مختلف باتیں ہوتی رہیں اور فریدہ نے امّی کی کافی خاطر مدارات کی تھی۔ میں نے پوچھا کہ کیا ان کی یہاں آمد کا علم ڈی۔ آئی۔ جی صاحب کو ہے تو امّی نے صاف لہجے میں کہا کہ نہیں۔ بھلا وہ اس کی اجازت دیتے؟

"بھلا میں یہ خوشخبری بھائی جان کو بتانے سے باز رہ سکتا تھا؟ امّی سے میں نے ہی کہا تھا کہ مجھے وہاں جانا ہے اگر وہ چلنا چاہیں تو میرے ساتھ چلیں۔" طاہر نے کہا۔

"طاہر!" اچانک ہی میرے ذہن میں ایک خیال آیا تھا اور میں نے اسے مخاطب کیا تھا۔

"جی بھائی جان۔"

"امّی جلدی تو نہیں ہے آپ کو جانے کی؟"

"نہیں، وہ باہر گئے ہوئے ہیں۔"

"کہاں؟ مُلک سے باہر؟"

"نہیں شہر سے باہر اور میرا خیال ہے رات تک واپسی ہوگی اور تب تک مجھے فرصت ہے۔"

"طاہر ذرا تم میرے ساتھ آؤ۔" میں نے کہا اور طاہر کو اپنے اس کمرے میں لے گیا جسے کوٹھی میں دفتر کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ طاہر خاموشی سے میرے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ میں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ بیٹھ گیا۔

"طاہر! میں اچانک ہی ایک بات سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔"

"کیا؟"

"ایک کیس ہے میرے پاس اور اس کے سلسلے میں میں نے جو اُلجھنیں پالی ہیں۔ پہلے تمھیں اس سے روشناس کرا دوں۔"

"جی بھائی جان بتائیے۔"

میں طاہر کو حسن اقبال کے سلسلے میں تمام تفصیلات بتاتا رہا اور طاہر خاموشی سے یہ سب کچھ سنتا رہا۔ میں نے کہا۔

"اور میں نے اسے ایس۔ پی فاروق صاحب کی تحویل سے واپس لے لیا ہے اور اس وقت وہ میرے پاس موجود ہے لیکن بہت جلد اس کا جیل ریمانڈ لینا پڑے گا چونکہ تم آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی ہو اس لیے یہ کیس تمھاری تحویل

میں دیا جا سکتا ہے۔ اگر تم چاہو تو میں اس کے لیے اوپر سے احکامات بھی حاصل کر سکتا ہوں۔ اور اگر یہ ضرورت محسوس نہ کرو تو اپنے طور پر اس سلسلے میں کام کا آغاز کرو۔" طاہر دلچسپی کی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ اور پھر اس نے کہا۔

"آپ مجھے اس قابل سمجھتے ہیں بھائی جان؟"

"ہاں سمجھتا ہوں۔"

"تو بس پھر یہ ذمّے داری مجھے سونپ دیجیے۔"

"خوشی کے ساتھ اور اس سلسلے میں تمھارے ساتھ پورا پورا تعاون کروں گا۔"

"سچّی بات تو یہ ہے بھائی جان کہ ڈیڈی مجھے اس محکمے میں لے آئے ہیں لیکن میں خوفزدہ ہوں۔"

"کیوں؟"

"اس احساس کے ساتھ کہ میں ان کے معیار پر پورا اُتر بھی سکوں گا یا نہیں۔" میں ہنسنے لگا۔ میں نے کہا۔

"طاہر، تمھیں تو کم از کم ڈیڈی کی تربیت حاصل ہے مجھے تو اس سلسلے میں کہیں سے کوئی تربیت نہیں ملی بلکہ میں تو وہ شخصیت ہوں جسے ہمیشہ بُرے نام سے یاد کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن کچھ حالات تمھارے علم میں ہیں۔ بس یوں سمجھ لو میرا کام بھی چل رہا ہے۔"

"بہت کچھ سیکھنا چاہتا ہوں بھائی جان آپ سے بشرطیکہ آپ اس بات کو نظر انداز کر دیں کہ ہمارے گھر سے آپ کے کیا تعلقات ہیں۔"

مجھے پھر ہنسی آگئی۔ میں نے کہا۔

"اگر تم اسے صرف اپنا ہی گھر سمجھتے ہو تو مجھے افسوس ہوگا طاہر۔ وہاں جتنے افراد ہیں میرے ہیں ڈیڈی سمیت۔ میں ان سے الگ ہو گیا ہوں۔ یہ ڈیڈی کی خوشی کی بات ہے ورنہ ایسا کبھی نہ ہوتا۔ ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب ہم مشترکہ طور پر ساتھ رہیں گے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے جسے تم اتنا محسوس کرو۔ بلکہ تمھیں تو اس بات کی خوشی ہونی چاہیے کہ تمھارے دو دو گھر موجود ہیں۔"

"بھائی جان مجھ سے بھی کچھ غلطیاں ہوئی ہیں مثلاً یہ کہ مجھے آپ سے رابطہ رکھنا چاہیے تھا لیکن کچھ ایسی باتیں ہو گئی تھیں جن کی بنا پر مجھے بھی مجبور کر دیا گیا تھا۔"

"ماضی کے قصّے کو کریدنے سے کیا فائدہ طاہر۔ نہ مجھے اس بات پر کوئی اعتراض ہے کہ کیا ہوا تھا اور نہ تم اس سلسلے میں کوئی غور کرو۔ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے اچھا اب دیکھو تم نے اپنے منصب کا آغاز کیا ہے اور یقینی طور پر اب تم اتنے احمق بھی نہیں ہو کہ اپنے طور پر فیصلے نہ کر پاؤ گے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ محکمہ پولیس میں بعض ایسے لوگ داخل ہو گئے ہیں جو اپنا منفرد انداز رکھتے ہیں کام کے سلسلے میں انھیں کوئی لگن نہیں ہے بلکہ صرف اپنے فرائض پورے کرنا ممکن اور مناسب سمجھتے ہیں جوان پر مسلط کر دیے جائیں۔ حالانکہ قانون کا کام قانون کا تحفظ ہے اور یہ کام کہیں سے بھی اور کسی جگہ سے شروع ہو جائے کوئی حرج کی بات نہیں ہوتی۔ مثلاً جیسے میرے پاس آجکل یہ کیس ہے۔ اس کی تھوڑی بہت تفصیل میں تمھیں بتا چکا ہوں۔ اس کے سلسلے میں تم اپنے طور پر کام کرو جو میں سمجھتا ہوں ضروری ہے۔"

"جی بھائی جان ضرور بتائیے مجھے۔"

"بھئی ایک بار پھر تفصیل اس انداز میں سنو۔ میں اور فریدہ ایک تقریب میں شریک ہوئے۔ یہ تقریب نعمان آفریدی نامی ایک شخص کے ہاں تھی۔ نعمان آفریدی کی تقریب جاری تھی کہ ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ اور ساتھ ہی مہمان خواتین میں سے ایک خاتون گولی کا نشانہ بن گئیں۔ ان خاتون کا نام سمیرا مسعود جمالی تھا۔ مسٹر مسعود جمالی جو کسی زمانے میں یونیورسٹی میں پروفیسر رہ چکے ہیں ساتھ موجود تھے۔ سمیرا جمالی قتل ہو گئی اور قاتل کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا گیا۔ اس کے پاس پستول بھی موجود تھا اور اسی پستول سے گولی چلائی گئی تھی۔ بہ ظاہر معاملہ ختم ہو گیا۔ ظاہر ہے قاتل کو قتل کرتے ہوئے بہت سے افراد نے دیکھا تھا اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ تمھارے محکمے کے افسرِ اعلیٰ مسٹر فاروق حسن نے اسے رنگے ہاتھوں گرفتار کیا تھا کسی اور ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ قاتل یہ کہتا ہے کہ اس نے قتل نہیں کیا۔ مزید تفصیل بتاتے ہوئے وہ یہ کہتا ہے کہ ایک شخص پروفیسر شہاب نے اسے ملازمت کے لیے بھیجا تھا۔ اور وہ نعمان آفریدی کے گھر پر پروفیسر شہاب کے کہنے سے گیا تھا۔ پروفیسر شہاب ملک سے باہر چلا گیا ہے۔ چنانچہ یہ کردار اس طرح سے ختم ہو جاتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ سارے معاملات ایسے نہیں تھے تو پھر کیسے تھے؟ یہ ہے تمام تفصیل۔ تم اس سلسلے میں چاہو تو اپنے طور پر تفتیش کر سکتے ہو۔ میں تو کام کر ہی رہا ہوں۔ دراصل یہ مسٹر فاروق حسن بہت مغرور آدمی ہیں۔ بات انھی کے ساتھ چل سکتی تھی۔ لیکن انھوں نے مکمل طور پر عدم تعاون کیا جس کی بنا پر مجھے اس ملزم کو اپنی تحویل میں لینا پڑا۔ میرے پاس آنے کے بعد اس ملزم نے بتایا کہ اسے چار سال قید بھی ہو چکی ہے۔ ایک ٹرانسپورٹ کمپنی نے اس پر غبن کا الزام لگا دیا تھا۔ جبکہ یہ غبن اس نے نہیں کیا تھا۔ اس کے پاس ایک لفافہ بھی تھا جو پروفیسر شہاب کا دیا ہوا تھا اور اسے یہ لفافہ نعمان آفریدی کو دینا تھا لفافہ بھی فاروق حسن کی تحویل میں ہے لیکن وہ سرے سے اس بات سے انکار کر گئے ہیں کہ ملزم کے پاس سے کوئی لفافہ برآمد ہوا تھا۔ یہ اُلجھے ہوئے واقعات ہیں ان میں ایک اہم کڑی کا اضافہ یہ ہوا ہے کہ وہ نوجوان اس لڑکی سے محبت کرتا تھا جو بعد میں پروفیسر مسعود جمالی کی بیوی بن گئی۔ یعنی سمیرا جمالی۔ اور وہی لڑکی اس نوجوان کے ہاتھوں قتل ہوئی۔ یہ تمام اُلجھی ہوئی باتیں ہیں جو اس کیس کی شکل میں موجود ہیں۔ تم چاہو تو اس پر مغز زنی کر سکتے ہو۔ ویسے وہ نوجوان اس وقت میری تحویل میں ہے لیکن میں اسے جیل ریمانڈ پر بھیج رہا ہوں۔ کیونکہ اس سے زیادہ میں اسے اپنے قبضے میں نہیں رکھ سکتا۔ قانون کا بہرطور ایک مقام ہوتا ہے۔ اور کوئی بھی شخص قانون سے کھیلنے کا مجاز نہیں۔"

"جی بھائی جان اگر آپ پسند کریں تو اس معاملے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کو سرکاری طور پر میری تحویل میں دے دیں۔ میرا مطلب ہے کہ میں اسپیشل ڈیوٹی آفیسر کی حیثیت سے اس کیس کو دیکھ سکتا ہوں۔"

"دے دیا۔ یوں سمجھو کیس تمھاری تحویل میں دے دیا۔ تم اس سلسلے میں جو مناسب کارروائی کرنا چاہو کر سکتے ہو۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنے طور پر مغز زنی کرو۔ اور جس وقت یہ کیس مکمل کر لو اسے بڑے اعتماد اور اطمینان کے ساتھ اپنے نام سے منظر عام پر لے آؤ۔ مجھے خوشی ہوگی۔"

طاہر کے چہرے سے خوشی جھلکنے لگی تھی۔ اس نے چند لمحات خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"مجھے بہت پہلے آپ کے پاس آجانا چاہیے تھا۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔ تم نے اب جس کام کا آغاز کیا ہے اس کے لیے تمھارا رابطہ مجھ سے رہے گا۔ میں تمھیں اس سلسلے میں مزید تفصیلات بھی بتاؤں گا۔ کل دن میں کسی بھی وقت اس شخص سے ملو جو اس سلسلے میں قاتل گردانا گیا ہے اس کا نام حسن اقبال ہے۔ بہت اچھا نوجوان معلوم ہوتا ہے۔ خدا کرے وہ مجرم ثابت نہ ہو۔"

ہم لوگ یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ والدہ صاحبہ اور فریدہ کمرے میں آگئیں۔ والدہ صاحبہ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ کہنے لگیں۔

"دونوں بھائی بیٹھے کیا گفتگو کر رہے ہو؟ کتنا عجیب محسوس ہوتا ہے مجھے۔ فریدہ اتنی اچھی لڑکی ہے مجھے اس کے بارے میں اتنی معلومات نہیں تھیں اور میں جو اس سے اتنی قریب ہوں۔ اتنی دور ہوں۔"

"یہ آپ کا احساس ہے امی ورنہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ گھر آپ ہی کا تو ہے۔"

"خیر اس سلسلے میں، میں مزید کوئی بات نہیں کروں گی کیونکہ جانتی ہوں اس کا پس منظر کیا ہے۔ ویسے بھائی اختیار حسین کو تم نے جس طرح سنبھالا ہے وہ تمھارا میرے اوپر احسان ہے۔"

"لیجیے اب یہ موضوع کر دیا گیا۔ بہرحال آپ کو اختیار ہے۔ اس گھر کو جو شکل دینا چاہیں دیں۔ آپ اس کی مالک ہیں۔ اسی طرح جس طرح وہ گھر آپ کا اپنا ہے۔" کافی دیر تک ان لوگوں کے ساتھ نشست رہی پھر بڑے اہتمام کے ساتھ انھیں رخصت کیا گیا۔ مجھے مسرت تھی خاص طور سے یہ کہ طاہر کے مستقبل کا ایک بہترین آغاز ہوا ہے۔ اس کا تعلق اسی محکمے سے تھا جس کے سلسلے میں میرے والد ایک نیک نام انسان کی حیثیت سے منظر عام پر آئے تھے۔ طاہر کو کم از کم مقامی طور پر اس قدر اہمیت دلا دینا چاہتا تھا کہ لوگ اس کے نام کی عزت کریں اور اسے بہتر مقام حاصل ہو سکے۔ چنانچہ اب اس سلسلے میں بہت زیادہ غور کرنا پڑا تھا۔ دوسرے دن طے کر لیا گیا تھا کہ طاہر کو کس وقت میرے آفس آنا ہے۔ وہ پہلا غیر متعلق شخص تھا جسے میں نے اپنے دفتر بلایا تھا لیکن میری ذات سے غیر متعلق نہیں تھا وہ۔ اس کے آنے سے پہلے آفتاب کمال سے گفتگو ہونے لگی۔ اور میں نے مختصر الفاظ میں اس کے بارے میں تفصیل بتا دی۔ آفتاب کمال مسکرانے لگا تھا۔ اس نے کہا۔

"چیف یوں لگتا ہے جیسے کایا پلٹ ہی ہوگئی۔"

"ہاں یار واقعی شہباز احمد صاحب اگر اس طرح مجھے گھیر کر یہاں تک نہ لے آتے تو پتا نہیں اس وقت میری زندگی کا رخ ہوتا۔"

"چیف اس سلسلے میں میری کیا کارروائی ہونی چاہیے۔"

"میرا خیال ہے آفتاب کمال تم آرام سے اپنا کام کرتے رہو یعنی اس ٹیم کی تربیت جسے کچھ عرصے کے بعد تم میری تحویل میں دینے والے ہو۔ اس سلسلے کو میں ہی دیکھتا ہوں۔"

مقررہ وقت پر طاہر آگیا۔ حیران حیران سا دفتر میں داخل ہوا تھا اور ایک شخص سے اس نے میرے بارے میں پوچھا تھا۔ بڑے احترام سے اسے اندر لایا گیا۔ اور طاہر حیران نگاہوں سے اس سارے نظام کو دیکھنے لگا جسے ایک بہترین نظام کہا جا سکتا تھا۔ آفتاب کمال نے اس کا پرجوش خیر مقدم کیا تھا۔ میں نے آفتاب کمال کو اپنے اسسٹنٹ کی حیثیت سے متعارف کرایا تھا۔ آفتاب کمال نے سب سے پہلے طاہر کو یہاں کے مختلف شعبے دکھائے اس کے بعد طاہر، حسن اقبال سے ملا۔ میں نے حسن اقبال سے اس کا تعارف ڈی۔ایس۔پی طاہر جمال شاہ کہہ کر کرایا تھا اور کہا تھا کہ اب اس کا کیس ڈی۔ایس۔پی صاحب ہی کریں گے۔ حسن اقبال نے آہستہ سے کہا۔

"آپ لوگ نہ جانے کون سی دنیا کے لوگ ہیں میرے لیے اتنا سب کچھ کر رہے ہیں کہ اس سے پہلے میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ اور اب مسلسل ان سوچوں میں غرق

رہتا ہوں کہ آخر مجھ پر یہ عنایات کیوں کی جا رہی ہیں اور میں اچانک ہی کچھ لوگوں کے لیے باعثِ دلچسپی کیسے ہوگیا؟"

"حسن اقبال اگر تم بے گناہ ثابت ہو جاتے ہو تو اس کے بعد ہی ہمارے تمھارے درمیان یہ گفتگو ہوگی کہ تمھارے لیے یہ سب کچھ کیوں کیا گیا۔" میں نے کہا پھر طاہر سے مخاطب ہوا۔

"بھئی طاہر میاں اب تم جانو اور تمھارا حسن اقبال۔ میں تمھارے درمیان سے نکلا جاتا ہوں۔"

میں اپنے آفس میں آ بیٹھا۔ آفتاب کمال سے باتیں کرتا رہا۔ رضوانہ بھی تھوڑی دیر کے بعد آگئی۔ ہم لوگوں نے کافی طلب کر لی تھی۔ طاہر جب واپس آیا تو کافی پہنچ گئی اور اس کے بعد کافی دیر تک گفتگو کرنے کے بعد طاہر وہاں سے اٹھ گیا۔ میں نے اپنے طور پر کچھ فیصلے کیے تھے۔ چنانچہ اپنے پہلے فیصلے کے تحت مجھے سب سے پہلے پروفیسر مسعود جمالی سے ملاقات کرنا تھی۔ طاہر کے لیے جب کام کا آغاز کر دیا ہے تو پھر اس سلسلے میں کام ہونا ہی چاہیے۔ میں نے مسعود جمالی کے سلسلے میں پہلے سے کہیں کوئی رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ البتہ اس کا پتا مجھے معلوم ہو چکا تھا۔ میں وہاں پہنچ گیا۔ دروازے پر کھڑے ہو کر میں نے بیل بجائی اور کچھ دیر کے بعد ایک ملازمہ نے دروازہ کھول دیا۔ معمر عورت تھیں۔ میں نے اس سے مسعود جمالی کے بارے میں پوچھا تو اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں اندر موجود ہیں۔" پروفیسر مسعود جمالی کو میں نے اسی تقریب میں دیکھا تھا۔ اور اس کے بعد سے آج تک اس سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ نہ ہی وہ مجھے پہچانتا تھا۔ غمزدہ اور نڈھال نظر آ رہا تھا۔ ویسے بھی ایک لاغر سا آدمی تھا۔ اور اس کے چہرے پر زندگی کی کوئی رمق نہیں پائی تھی۔

"جی فرمائیے۔"

"پروفیسر صاحب آپ مجھے نہیں جانتے ہوں گے۔ لیکن آپ جیسی مشہور شخصیت کو ہم جیسے بے شمار افراد جانتے ہیں۔"

"تشریف لائیے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا اور میں اس کے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔ ڈرائنگ روم اچھا خاصا سجا ہوا تھا۔ مجھے بیٹھنے کی پیشکش کر کے وہ خود بھی میرے سامنے بیٹھ گیا۔

"جی اب آپ اپنا تعارف کرا دیجیے۔" اس نے کہا۔

"میرا نام جہانگیر جمال شاہ ہے اور بس یوں سمجھ لیجیے کہ تعلق محکمۂ پولیس سے ہے۔"

"اوہو پھر پولیس۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"جی نہیں، یہ پولیس آپ کے پاس کسی اہم سلسلے میں نہیں آئی ہے۔ بلکہ یوں سمجھ لیجیے کہ ایک انسان کی حیثیت سے میں آپ سے متاثر ہوا ہوں۔ اس دن میں بھی وہاں نعمان آفریدی کی تقریب میں موجود تھا۔ جب مسز جمالی کو قتل کیا گیا۔"

"ہاں وہ بہت جلد ساتھ چھوڑ گئی اس کی امید نہیں تھی۔ حالانکہ اس کا... اس کا... بس کیا بتاؤں۔" پروفیسر جمالی نے غمزدہ لہجے میں کہا۔

"جمالی صاحب اس سلسلے میں تحقیقات ہو رہی ہے اور یقینی طور پر مجرم کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا لیکن تھوڑی سی معلومات ضروری ہوتی ہیں۔"

"آ گئے آپ اسی بات پر۔ ٹھیک ہے میرا فرض ہے کہ قانون کی مدد کروں۔ پوچھیے کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔"

"پہلی بات یہ کہ میں ابتدا سے چلنا چاہتا ہوں۔"

"مطلب؟"

"آپ کی شادی کس وقت ہوئی تھی؟"

پروفیسر جمالی نے حساب لگا کر شادی کا وقت بتلایا۔

"جمالی صاحب اس سے پہلے آپ نے شادی نہیں کی؟"

"میاں کیسی باتیں کرتے ہو۔ شادی ہو چکی تھی میری بیوی کا انتقال ہوگیا اور اس کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا کہ کبھی شادی نہیں کروں گا۔ یونیورسٹی میں پڑھاتا تھا اور اپنا ایک منفرد انداز رکھتا تھا کہ مرحومہ مجھ سے متاثر ہوگئیں۔"

"یعنی مسز جمالی۔"

"ظاہر ہے اسی کی بات کر رہا ہوں۔"

"معاف کیجیے گا جمالی صاحب کچھ قابلِ اعتراض جملے ہیں لیکن ضروری ہیں۔"

"ہاں ہاں میاں یہی سوال کرو گے نا کہ میری اور اس کی عمر میں اتنا فرق تھا۔"

"جی۔"

"تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ وہ میری اسٹوڈنٹ تھی۔ مجھ سے پڑھتی تھی۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ اس کی عقیدت

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

صرف عقیدت کا درجہ رکھتی ہے۔ ہمیشہ اسی نگاہ سے دیکھا اسے لیکن ایک بار جذباتی ہو گئی اور ایسے ایسے الفاظ کہے کہ اب اسے دہرانا پسند نہیں کرتا۔ میں تو ہکا بکا رہ گیا تھا۔ بعد میں تقریباً کئی ماہ اسے سمجھانے میں صرف کیے کہ میرا اور اس کا یہ ملاپ بڑی مضحکہ خیز لگا ہوں سے دیکھا جائے گا۔ وہ اپنے لیے جو کچھ کر رہی ہے، کر بی رہی ہے لیکن مجھے اس سے بڑے نقصانات ہوں گے۔ لیکن اس کی آنسو بھری آنکھیں دیکھ کر میرا دل بھی پسیج گیا اور بالآخر میں نے یہ فیصلہ کر لیا۔"

"ہوں گویا یہ سو فیصدی محبت کا معاملہ تھا۔"

"یکطرفہ۔ مجھے اس سے محبت شادی کے بعد ہوئی۔" پروفیسر جمالی نے جواب دیا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ اور میں ان کا چہرہ بغور دیکھ رہا تھا۔

"جمالی صاحب اب انتہائی معذرت کے ساتھ ایک سوال آپ سے اور کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی فرمایئے۔"

"سنا یہ گیا ہے کہ وہ نوجوان جسے مسز جمالی کے قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا یونیورسٹی کا ہی طالب علم تھا۔"

"ہاں۔ اس ذلیل انسان کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ سمیرا کے پیچھے پڑا رہتا تھا۔ یعنی اس سے اظہارِ عشق کرتا تھا وہ۔ لیکن سمیرا اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں دیتی تھی۔ میاں سیدھی سی بات ہے کہ اس نے اپنی محبت میں ناکام ہو کر یہ عمل کیا۔"

"گویا آپ کے خیال میں اس کی محبت بھی یک طرفہ تھی۔"

"سیدھی سی بات ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو سمیرا مجھ سے شادی کی درخواست کیوں کرتی؟"

"ہاں یہ تو حقیقت ہے۔ بہرحال میں آپ کے غم میں برابر کا شریک ہوں۔"

"چھوڑو یہ رسمی باتیں ہیں۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تم میرے غم میں برابر کے شریک نہیں ہو سکتے۔ پھر ایسے احمقانہ جملے کیوں ادا کیے جاتے ہیں۔ بھلا تمھیں میرے غم سے کیا غم ہو سکتا ہے؟ میں ان رسمی باتوں سے بالکل متاثر نہیں ہوتا۔ اور کچھ خدمت کر سکتا ہوں میں تمھاری؟"

"نہیں جمالی صاحب۔ میں آپ سے صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اپنے آپ کو سنبھالیے۔ جانے والے چلے جاتے ہیں۔ لیکن بعد میں صرف اپنی یادوں کے سوا کچھ نہیں چھوڑتے۔ اگر آپ اسی طرح نڈھال رہے تو آپ کی صحت مزید گر جائے گی۔"

"ہاں جینے کے لیے کچھ سہارے درکار ہوتے ہیں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اب جینے کے لیے کون سا سہارا تلاش کروں؟"

"اجازت چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ خدا حافظ۔" پروفیسر مسعود جمالی نے کہا اور میں وہاں سے اٹھ آیا۔

راستے میں، میں اس کی شخصیت پر کافی دیر تک غور کرتا رہا تھا۔ معاملات جاری رہے۔ طاہر اس کیس میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہا تھا چنانچہ اس نے طوفانی انداز میں کام کرتے ہوئے مسٹر غیور شاہ کی مدد سے پورے کیس کا فائل تیار کر لیا۔ اور حسن اقبال کو میری تحویل سے لے کر جیل منتقل کر دیا گیا۔ فاروق حسن نے براہِ راست چونکہ اس معاملے میں کوئی اہم دلچسپی نہیں لی تھی بس نہ جانے وہ کیوں مجھ سے منحرف تھے لیکن یہ کوئی ایسا مسئلہ نہ تھا جس پر میں توجہ دیتا۔

طاہر ادھر اپنے کام میں مصروف تھا اور میں بھی اپنی دلچسپی کے تحت اس کیس پر پوری توجہ دے رہا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک خاکہ تیار کیا اور اس خاکے کے تحت میں ان تمام کرداروں پر غور کرنے لگا۔ جو اس سلسلے میں ملوث تھے۔ لقمان آفریدی کے ہاں یہ واقعہ ہوا۔ لقمان آفریدی کے ظاہر ہے پروفیسر مسعود جمالی سے تعلقات ہوں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی جن شخصیات کا نام اس سلسلے میں آتا تھا ان میں بھی چند افراد تھے۔ چار سال پہلے کا واقعہ بھی میرے ذہن میں گونجا اور دفعتاً ہی میرا ذہن کلک کر گیا۔ جمیل شاہ، شاید یہی نام تھا اس ٹرانسپورٹ کمپنی کے مالک کا۔ جس نے غبن کا الزام لگا کر حسن اقبال کو گرفتار کرایا تھا۔ جمیل شاہ کا اس سلسلے میں کیا ہاتھ ہو سکتا ہے کیونکہ یہ بات تو طے تھی کہ لاکھوں روپے کا غبن کم از کم حسن اقبال نے نہیں کیا تھا۔ ورنہ اس کے حالات یوں تباہ نہ ہوتے۔ کہیں نہ کہیں اس رقم کے اثرات نظر آتے۔ کیا جمیل شاہ بھی اس سلسلے میں کسی حد تک ملوث ہے؟ بات چونکہ ذرا منفرد سوچ کی حامل تھی اس لیے

اس بات کو ذہن میں رکھنا پڑا۔ دوسری شام میں نے اس سلسلے میں تمام معلومات حاصل کیں اور میری کار جمیل شاہ ٹرانسپورٹ کمپنی کے دفتر پہنچ گئی۔

جمیل شاہ کو میں بالکل نہیں پہچانتا تھا۔ ابھی میں نے تھوڑے فاصلے پر ایک درخت کی آڑ میں کار روکی ہی تھی کہ دفعتاً میں نے دو افراد کو جمیل شاہ کے آفس سے باہر نکل کر آتے ہوئے دیکھا۔ ان میں سے ایک کو دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ پروفیسر مسعود جمالی تھا۔ دوسرا ایک لمبے چوڑے بدن کا مالک ذرا خطرناک سی صورت کا آدمی تھا۔ ہو سکتا ہے یہی جمیل شاہ ہو لیکن پروفیسر مسعود جمالی اس کے پاس کیا کر رہا ہے؟ دوسری اہم بات جو میں نے محسوس کی تھی وہ پروفیسر جمالی کا ظاہری رنگ وروپ تھا۔ جس رنگ میں، میں نے اسے اس کی کوٹھی میں دیکھا تھا یہ روپ اس سے بالکل مختلف تھا۔ وہ بالکل چاق وچوبند نظر آ رہا تھا۔ اور کسی طرح بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا کہ وہ پچھلے دن والا پروفیسر مسعود جمالی ہے۔ گویا اس نے اپنے اوپر روپ چڑھا رکھا تھا۔ یہ بات میرے لیے خاصی دلچسپی کا باعث تھی۔ بہرطور میں نے فوری طور پر جمیل شاہ سے ملاقات کا سلسلہ ملتوی کر دیا۔ اور اپنی گاڑی میں بیٹھ کر ان لوگوں کے آئندہ عمل کا انتظار کرتا رہا۔ دونوں ایک کار میں بیٹھ کر چل پڑے اور میں نے نہایت احتیاط سے ان کا تعاقب شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک فلیٹ میں پہنچے تھے۔ میں نے فلیٹ تک ان کا پیچھا کیا۔ جمیل شاہ یا اس شخص نے جو پروفیسر مسعود جمالی کے ساتھ تھا بیل بجائی اور ایک خوب صورت سی عورت نے فلیٹ کا دروازہ کھولا۔ دونوں اندر چلے گئے۔ اور اس کے بعد تقریباً ایک یا ڈیڑھ گھنٹے تک ان کی واپسی نہیں ہوئی۔ میرے لیے اب یہ ایک دلچسپ معاملہ تھا کہ میں صورتِ حال معلوم کروں۔ چنانچہ اس وقت تو یہ پروگرام میں نے ملتوی کر دیا۔ البتہ ایک اور بات میرے ذہن میں آئی تھی۔ میں نے سوچا کہ پہلے اس سلسلے میں عمل کر ڈالوں۔ چنانچہ اپنی کار کا رخ میں نے لقمان آفریدی کی کوٹھی کی جانب کر دیا۔ لقمان آفریدی ایک اچھی شخصیت کے مالک تھے۔ میرا استقبال انھوں نے پُرجوش انداز میں کیا تھا۔

"کہیے جہانگیر جمال شاہ صاحب خیریت؟"

"جی ہاں، بالکل خیریت ہے۔"

"آپ تو باقاعدہ اس پیشے سے منسلک ہیں۔ میرا مطلب ہے جہاں تک میرے علم میں آچکا ہے وہ یہ کہ آپ باقاعدہ پولیس کے لیے کام کرتے ہیں۔"

"جی ہاں، آپ کا کہنا درست ہے۔"

"بھئی وہ فاروق حسن صاحب سے ملاقات ہوئی تھی وہی بتا رہے تھے اور شاید خوش نہیں تھے۔"

"جی ہاں لقمان صاحب۔ بعض سینیئر پولیس افسران اس کیفیت کے حامل ہوتے ہیں۔ کوئی اہم بات نہیں ہے یہ۔"

"کیا ہوا پروفیسر مسعود جمالی کی بیوی سمیرا جمالی کے سلسلے میں؟"

"کیس چل رہا ہے معاملات کچھ الجھے ہوئے ہیں۔ میں اس بارے میں سوچ رہا ہوں کہ کیا ہونا چاہیے۔ ہاں لقمان صاحب آپ سے بھی ایک کام ہے۔"

"جی فرمایئے۔"

"پروفیسر مسعود جمالی یہاں مدعو تھے اور سمیرا جمالی یہاں قتل ہو گئیں۔ پروفیسر جمالی اپنی بیوی کے قتل کے بعد ایک دم نڈھال ہو گئے تھے اور غالباً ان پر دل کا دورہ پڑا تھا جس کی تفصیلات اخبارات میں بھی آئی تھیں۔"

"جی ہاں۔"

"آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ کون سے ہسپتال میں داخل ہوئے تھے اور ان کی دیکھ بھال کس ڈاکٹر نے کی تھی؟"

"ان کے فیملی ڈاکٹر نے۔ ان کا نام احمد شمیم ہے۔"

"پتا؟"

"جی ہاں لے لیجیے مجھ سے۔" لقمان آفریدی نے کہا اور لقمان آفریدی سے میں نے احمد شمیم کا پتا لے لیا۔ تھوڑی دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ کافی پی گئی اور اس کے بعد میں نے ان سے اجازت لے لی۔

تھوڑی دیر کے بعد میرا رخ احمد شمیم کے آفس کی جانب تھا۔ ان کا کلینک پرائیویٹ تھا۔ وہ ایک سرکاری ہسپتال میں بھی کام کرتے تھے۔ پرائیویٹ کلینک میں اس وقت اچھا خاصا رش تھا۔ اس لیے مجھے یہ ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ البتہ رات کو تقریباً ساڑھے دس بجے میں نے ان کی رہائش گاہ پر ان سے ملاقات کی جس کے بارے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں تفصیلات معلوم کرائی تھیں۔ ڈاکٹر احمد شمیم مجھے نہیں پہچانتے تھے۔ میں نے ان سے اپنا تعارف کرایا تو انھوں نے رسمی سے اخلاق سے کہا۔

"جی فرمائیے، کوئی طبی مسئلہ ہے یا کوئی ذاتی؟"

"اس وقت بالکل ذاتی۔"

"ہاں یہ آپ نے اچھا کیا کہ وضاحت کر دی۔ دراصل طبی معاملات سے میں اس قدر تھک جاتا ہوں کہ پھر اس سلسلے میں کام کرنے کی ہمت نہیں رہتی۔ آئیے تشریف لائیے۔"

میں ان کے ڈرائنگ روم میں بیٹھ گیا پھر میں نے ان سے کہا۔

"دراصل کچھ عرصے پہلے کے ایک واقعے کی جانب آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں ڈاکٹر شمیم احمد صاحب!"

"جی فرمائیے۔"

"پروفیسر مسعود جمالی کو جانتے ہیں آپ؟"

"اچھی طرح۔"

"یہ بھی علم ہے آپ کو کہ ایک تقریب میں ان کی بیگم کو قتل کر دیا گیا؟"

"جی ہاں۔"

"اور اس کے بعد ان کی حالت خراب ہو گئی اور انھیں آپ کے پاس پہنچا دیا گیا۔"

"بالکل مجھے اچھی طرح یاد ہے۔"

"کیا ان پر دل کا دورہ پڑا تھا؟"

"دل کا دورہ؟" ڈاکٹر احمد شمیم نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں۔"

"نہیں، بالکل نہیں۔"

"حالانکہ آپ کو علم ہوگا کہ اخبارات نے یہی لکھا تھا۔"

"بھئی اخبارات والے اپنے مرضی کے مالک ہیں۔ جو چاہیں لکھ دیں۔"

"تو اس وقت ان کی کیا کیفیت تھی؟"

"بس کچھ نارمل تھے۔ صدمے کا حملہ ہو سکتا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد ان کی حالت بالکل بہتر ہو گئی تھی۔"

"اس کا مطلب ہے ان پر دل کا دورہ نہیں پڑا تھا؟"

"نہیں بھئی، وہ دل کے مریض ہی نہیں ہیں۔"

"ویسے ان کی اندرونی کیفیت کیا ہے؟"

"بالکل فٹ۔ حالانکہ دُبلا پتلا آدمی ہے لیکن جسمانی طور پر نہایت مناسب اور تندرست۔"

"ہوں، ٹھیک یہی معلوم کرنا تھا آپ سے۔"

"کوئی خاص بات ہے؟"

"نہیں، بہت زیادہ اہم بات نہیں ہے بس اسی سلسلے میں کام ہو رہا تھا۔ میرا مطلب ہے سمیرا جمالی کے قتل کے سلسلے میں۔"

"جی میرے لائق اور کوئی خدمت؟"

"نہیں بہت شکریہ۔ اجازت چاہتا ہوں۔"

واپس پلٹا تو ذہنی کیفیت بھی بدل چکی تھی۔ دل چاہا کہ اسی وقت دوسرے کام پر بھی عمل کر ڈالوں۔ لیکن پھر سوچا کہ اتنی جلد بازی بھی مناسب نہیں ہے۔ کل دن میں دیکھا جائے گا۔ اور دوسرے دن اپنے دفتر میں پہنچنے کے بعد میں نے سب سے پہلے آفتاب کمال سے کہا۔

"بھئی چند آدمی چاہئیں۔ ایک شخص کو اٹھا کر لانا ہے۔"

"بہتر ہے۔ انتظام ہو جاتا ہے۔ کون شخص ہے؟"

"اس کا نام جمیل شاہ ہے۔ جمیل ٹرانسپورٹ کمپنی کا مالک۔"

"کہاں ملے گا۔ آپ کو علم ہے؟"

"اس وقت شاید اپنے دفتر میں موجود ہو۔"

"بہتر ہے۔ انداز کیا ہوگا؟"

"جس طرح بھی ممکن ہو سکے۔" میں نے کہا اور آفتاب کمال نے گردن ہلا دی۔

تقریباً پینتالیس منٹ کے بعد مجھے اطلاع ملی کہ جمیل شاہ کو اٹھا کر لے آیا گیا ہے۔ آفتاب کمال سے تفصیلات معلوم ہوئیں۔

"ہاں بھئی کیا رہا؟"

"کچھ نہیں۔ اسے دفتر سے بُلایا گیا اور پھر ایک بند گاڑی میں ڈال کر لے آیا گیا۔ ظاہر ہے اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور کہا۔

"ہاں بعض معاملات کو اسی طرح ہینڈل کرنا ہوتا ہے۔"

"کہاں رکھوں اسے؟"

"میرا خیال ہے اندرونی کمرے میں پہنچا دو۔ کچھ چیزیں

حاصل کرنی ہیں۔"

آفتاب کمال چلا گیا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد اس نے آکر اطلاع دی کہ جمیل شاہ کو کمرے میں پہنچا دیا گیا ہے وہ شور مچا رہا ہے۔ اپنے تعلقات کے حوالے دے رہا ہے۔ کبھی ڈاکو کہتا ہے، کبھی پولیس والا کہتا ہے۔ اور کبھی کہتا ہے کہ اس کے آدمی یہاں آکر پوری عمارت کو تباہ و برباد کر دیں گے۔"

"یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔" میں مسکراتا ہوا اس طرف چل پڑا۔

جمیل شاہ کے سامنے آنا اب کوئی اہم مسئلہ نہیں تھا معاملات کی تہہ تک پہنچتا جا رہا تھا۔ میں کمرے میں داخل ہوا تو میں نے جمیل شاہ کو دیکھا۔ وہ صوفے پر بیٹھا ہوا دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ خونخوار نظروں سے مجھے دیکھ کر بولا۔

"دیکھو بھئی تم جو کوئی بھی ہو سب سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟"

"جمیل شاہ صاحب اطمینان سے تشریف رکھیے۔ ظاہر ہے اس سلسلے میں، میں آپ سے بات کرنے آیا ہوں۔"

"یہ جگہ کون سی ہے؟"

"ظاہر ہے آپ کو بتائی نہیں جا سکتی۔"

"کوئی اجارہ داری ہے تمھاری۔ ارے دھوکا دے کر مجھے باہر بُلایا گیا اور اٹھا کر گاڑی میں ڈال دیا۔ تم کیا سمجھتے ہو کیا میں اتنا ہی چوہا ہوں کہ آسانی سے تمھارے جال میں پھنس جاؤں گا۔ حشر کر دوں گا تمھارا تو میں۔"

"کر دیجیے گا۔ آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ جواب صحیح ملے گا۔"

"میں کہتا ہوں کہ میں تمھاری بات کا جواب کیوں دوں آخر تم ہو کون؟ کیا پولیس والے ہو، اسپیشل والے ہو، ہو کون تم؟"

"جمیل احمد شاہ صاحب جو کچھ آپ سے کہہ رہا ہوں اس کا جواب چاہیے مجھے۔ کیا فائدہ یہاں آپ کی مرمت ہو۔"

"ہاں، ہاں اکیلا ہوں جو چاہے کر لو۔ یہ جملے تم مجھ سے میرے دفتر میں آکر کہنا کبھی۔"

"اگر آپ زندہ بچے تو وعدہ کرتا ہوں کہ ایک بار یہ جملے آپ کے دفتر میں آکر ضرور کہوں گا۔"

"کیا مطلب؟ زندہ بچنے سے تمھارا کیا مطلب ہے؟"

"ہو سکتا ہے جو معلومات میں آپ سے حاصل کرنا چاہتا ہوں اس سلسلے میں آپ کی موت بھی واقع ہو جائے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور جمیل شاہ مجھے گھورنے لگا پھر بولا۔

"دیکھو بابو، یہ جو کچھ ہو رہا ہے اچھا نہیں ہو رہا۔"

"بعض اوقات بعض اہم معاملات کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہوئے بُرا ہوتا ہی ہے۔"

"آخر تم پوچھنا کیا چاہتے ہو مجھ سے؟" وہ کسی قدر نرم پڑ گیا تھا غالباً خوفزدہ ہو گیا تھا۔

"جمیل شاہ صاحب۔ بہت عرصے پہلے تقریباً ساڑھے چار سال پہلے ایک آدمی آپ کے پاس کام کرتا تھا۔"

"کون آدمی؟"

"اس کا نام حسن اقبال تھا۔"

"ہاں یاد ہے۔"

"آپ نے اسے ملازمت کس کے کہنے پر دی تھی؟"

"کیا مطلب ہے تمھارا میری کمپنی ہے جس کو چاہوں اپنی کمپنی میں رکھوں۔"

"اس کا مطلب ہے آپ شرافت سے باز نہیں آئیں گے۔"

"اوہ بھائی تمھارا مطلب کیا ہے؟"

"کس کے کہنے پر آپ نے یہ ملازمت دی تھی؟"

"بتا دوں تو تمھیں کیا فائدہ ہوگا؟"

"یہ مجھ پر چھوڑ دیجیے۔"

"اپنا ایک یار ہے پروفیسر مسعود جمالی اس کے کہنے پر ملازمت دی تھی۔"

"کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس کے پروفیسر مسعود جمالی سے کیا تعلقات تھے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"پروفیسر مسعود جمالی خود اسے لے کر آیا تھا؟"

"نہیں۔"

"پھر؟"

"بس اس نے ٹیلی فون پر کہا تھا مجھ سے۔ میں نے ایک اشتہار دیا تھا ملازمت کے لیے۔ پروفیسر جمالی نے کہا کہ ایک حسن اقبال نامی آدمی اس سروس کے لیے آئے گا یہ نوکری اسے دے دی جائے۔"

"پھر؟"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میں نے اسے نوکری دے دی۔"

"اور پھر پروفیسر مسعود جمالی ہی کے کہنے پر تم نے اس پر غبن کا الزام لگایا۔"

"ب... بکواس ہے۔ بالکل بکواس ہے۔"

"ٹھیک ہے ایسے نہیں مانو گے تم۔" میں نے کہا اور آستینیں چڑھانے لگا۔ گھڑی اتار کر جیب میں رکھی اور پھر آہستہ آہستہ اس کی جانب بڑھنے لگا۔

"دیکھو دیکھو شریف آدمیوں کی طرح باتیں کرو۔ م میں... میں بھی کم نہیں ہوں۔ بہت عرصے پہلوانی کر چکا ہوں۔"

"تو پھر آؤ آج ایک دوسرے کے گر آزما لیں۔ اس کے بعد تم زبان کھول دینا۔"

"مم... میں... مجھے پتا ہے کہ میں یہاں اکیلا ہوں۔ تمھیں مارو ں گا تو تمھارے آدمی آجائیں گے۔"

"نہیں آئیں گے۔ وعدہ کرتا ہوں۔"

"آخر تم چاہتے کیا ہو؟"

"بالکل سچ بولنا۔"

"ہاں ٹھیک ہے میں نے پروفیسر جمالی ہی کے کہنے پر اس شخص پر غبن کا الزام لگایا تھا۔"

"اس نے غبن نہیں کیا تھا؟"

"نہیں۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"بس کچھ نہیں ہوا۔ وہ آیا مجھ سے لڑائی ہوئی اور پھر اس کی ضمانت منسوخ ہو گئی۔ میں نے اسے غبن کے الزام میں گرفتار کرا دیا تھا۔"

"پروفیسر مسعود جمالی نے ایسا کام کیوں کیا تھا؟"

"وہ اس کی بیوی کا عاشق تھا۔" جمیل شاہ نے بتایا۔

"اوہو، یہ بات پروفیسر مسعود نے آپ کو بتا دی تھی جمیل شاہ صاحب۔"

"ہاں، وہ میرا یار ہے۔"

"اچھا پچھلی رات آپ دونوں کہاں گئے تھے؟"

"کک... کیا مطلب؟"

"کہاں گئے تھے۔ وہ فلیٹ کس کا ہے؟"

"تو تم ہمارا پیچھا کرتے رہے ہو۔" جمیل شاہ نے کہا۔

"ہاں۔"

"مگر تم ہو کون؟"

"پولیس۔ اسپیشل پولیس۔" یہ الفاظ سن کر جمیل شاہ کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ اس نے کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو میں تمھیں سچ سچ بتائے دیتا ہوں وہ ایک کاروباری عورت ہے جس کے پاس ہم اکثر آتے جاتے رہتے ہیں۔"

"پروفیسر جمالی بھی؟"

"ہاں۔"

"ہوں۔ تو پروفیسر جمالی کے کہنے پر آپ نے اس شخص پر غبن کا الزام لگایا تھا؟"

"ہاں بھئی ہاں۔ کتنی بار کہوں یہی بات تھی مگر میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"وہ آدمی کون تھا جس نے پروفیسر جمالی کی بیوی کو قتل کیا؟" میں نے پھنکارتی ہوئی آواز میں کہا اور جمیل شاہ کچھ نڈھال سا نظر آنے لگا۔

"م... مطلب کیا ہے تمھارا؟ وہ میرا مطلب ہے کہ... کہ..."

"جمیل شاہ! میں تمھارے جسم کے اتنے ٹکڑے کروں گا کہ گنے نہیں جا سکیں گے۔ اور پھر تمھیں دریا میں پھنکوا دوں گا۔ میں اسی قسم کا آدمی ہوں۔ جو چاہتا ہوں وہی کر لیتا ہوں۔ اور مجھ سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہو سکتی۔"

"ارے۔ مگر میرا اس معاملے سے کیا تعلق ہے؟"

"وہ آدمی کون تھا جس نے وہاں اس تقریب میں سمیرا جمالی کو قتل کیا تھا۔"

"اس کا نام الیاس ہے۔"

"کہاں رہتا ہے؟" جواب میں جمیل شاہ نے اس کا پتا بتایا۔

"تم سے کیا تعلق ہے اس کا؟"

"بالکل نہیں۔ وہ بس ایسا ہی غنڈہ ہے۔ پیسے لے کر اس قسم کے کام کر دیتا ہے۔"

"حلیہ بتاؤ اس کا۔" میں نے کہا اور جمیل شاہ نے اس شخص کا حلیہ دُہرایا پھر آہستہ سے بولا۔

"دیکھو باؤ جی۔ ہم نے جو کچھ بھی کیا یاری دوستی میں کیا۔ وہ پروفیسر جمالی دراصل ہمارا محسن بھی ہے۔ بہت سے احسانات کرتا رہا ہے ہم پر۔"

"ٹھیک ہے۔ بہت بہت شکریہ جمیل صاحب۔ آپ کو کچھ دن یہاں آرام کرنا پڑے گا۔"

"دیکھو بھئی کاروباری آدمی ہیں ہم۔ کاروبار تباہ ہو جائے گا ہمارے پیچھے۔ ارے ہم تو کچھ بھی نہیں کر کے آئے ہیں۔"

"اس کے بعد بھی آپ کو یہاں رہنا پڑے گا۔ اچھا آرام سے رہیں اگر آپ نے کوئی گڑبڑ کی کوشش کی تو آپ کے ہاتھ پاؤں توڑ دیے جائیں گے اس بات کا خیال رکھیں۔" میں شدتِ جوش سے سرخ ہو رہا تھا بہت سی معلومات مجھے اچانک ہی حاصل ہو گئی تھیں وہ بڑی عجیب تھیں۔ اور اس کے بعد طاہر نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ طاہر میرے دفتر ہی پہنچا اس کے چہرے پر دلچسپی کے آثار تھے کہنے لگا۔

"بھائی جان کچھ معلومات حاصل کر کے آیا ہوں۔"

"بیٹھو، بیٹھو۔ کہو کیا معلومات حاصل ہوئیں؟"

"میں دو افراد سے ملا تھا۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ میں سمیرا جمالی کے باپ سے ملا تھا۔ اس کے سوتیلے باپ سے۔ اس وقت ایک ہسپتال میں داخل ہے کینسر کا مریض ہے اور بُری حالت ہے اس کی۔"

"گڈ، ویری گڈ۔ کیا معلومات حاصل کیں اس سے؟"

"میں نے اس کا باقاعدہ بیان لے کر اس کے دستخط کرا لیے ہیں۔ دراصل سمیرا جمالی، پروفیسر جمالی سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ لیکن پروفیسر جمالی نے اس کے باپ کو بیس ہزار روپے دیے تھے۔ جس کے نتیجے میں سمیرا جمالی کو پروفیسر جمالی سے شادی کرنا پڑی۔ سمیرا جمالی کسی اور سے محبت کرتی تھی اور وہ شخص حسن اقبال تھا۔"

"ہوں، مجھے معلوم ہے۔"

"دوسری اہم بات جس کو سن کر آپ کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں گی۔ وہ یہ ہے کہ سمیرا جمالی بیس لاکھ روپے میں انشورڈ تھی۔"

"کیا!" میں حیرت سے اُچھل پڑا۔

"ہاں اس کا انشورنس ہوا ہے اور وہ بھی پورے بیس لاکھ روپے کا۔ ابھی تک کلیم نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن یہ کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے کسی بھی وقت یہ کلیم داخل کیا جا سکتا ہے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔ "بس تو پھر طاہر، تم یہ کیس تیار کر لو۔ اور اس کے بعد تم جانتے ہو کہ تمھیں کیا کرنا ہے۔"

"یعنی آپ کا مطلب ہے..."

"ہاں بیٹھو میں تمھیں تفصیل بتاتا ہوں۔ میں نے ایک شخص جمیل شاہ کو گرفتار کیا ہے اس وقت یہیں میری قید میں ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے چار سال پہلے حسن اقبال کو غبن کے الزام میں گرفتار کرایا تھا۔ یہ شخص بیان دیتا ہے کہ یہ سب کچھ اس نے پروفیسر مسعود جمالی کے ایما پر کیا تھا۔ کیونکہ مسعود جمالی اس کا دوست ہے۔ غبن وغیرہ نہیں ہوا۔ اور اس طرح یہ ثابت ہو گیا کہ اس شخص نے یہ عمل کیا۔ دوسری بات یہ کہ اسی شخص کے ذریعے ایک کرائے کے قاتل کو حاصل کیا گیا جس کا نام الیاس خاں ہے۔ پتا اس کا یہ موجود ہے۔ میرا خیال ہے تمھیں سب سے پہلے الیاس خاں کو اپنی تحویل میں لے لینا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے۔ بالکل ٹھیک ہے۔"

"اور باقی اطلاعات تم نے پوری کر دیں یعنی یہ کہ بیس لاکھ روپے کا انشورنس۔ اس کا مطلب ہے پروفیسر جمالی نے ڈبل گیم کھیلا یعنی اس نے اپنی اس بیوی کو قتل کر دیا جو حسن اقبال سے محبت کرتی تھی اور حسن اقبال ہی کے ہاتھوں سے قتل کرا کر اس نے حسن اقبال سے انتقام بھی لیا اور بیس لاکھ روپے کے حصول کے راستے ہموار ہو گئے۔"

"بات ہی صاف ہو گئی بھائی جان۔"

"بس تو تم اپنا کیس تیار کر لو۔"

"پہلے میں الیاس خاں کو اٹھوا لوں۔"

"مجھے اطلاع دے دینا اس بارے میں۔"

"ٹھیک ہے۔" طاہر نے جواب دیا اور اس کے بعد وہ مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا۔

میں ہلکی ہلکی سانسیں لینے لگا تھا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ معاملہ اس انداز میں حل ہو گیا۔ مگر بڑا تیز آدمی تھا یہ پروفیسر مسعود جمالی بھی۔ اس لڑکی کو اس نے اپنے جال میں پھانسا، کافی عرصے اپنے ساتھ رکھا، حسن اقبال کو مصیبتوں میں گرفتار کراتا رہا اور بالآخر اس پر قتل کا الزام لگا دیا۔ وہ شخص جو پروفیسر شہاب کے نام سے جانا جاتا تھا ظاہر ہے پروفیسر جمالی کا دوست ہی ہو گا۔ اس کے ذریعے وہ سازش تیار کی گئی۔ ظاہر

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہے شہاب تو اس مُلک میں موجود نہیں تھا لیکن وہ اتنا اہم کردار بھی نہیں تھا۔ اس کا کام تو صرف اتنا سا تھا کہ اس نے ایک خط دے کر عین اس وقت حسن اقبال کو بھیجا جب وہ تقریب ہو رہی تھی۔ اور الیاس خاں نے اپنا کام کر کے حسن اقبال کو بہ آسانی مجرم ثابت کر دیا۔ دوپہر کو تقریباً پونے تین بجے مجھے طاہر کا ٹیلی فون موصول ہوا۔

"بھائی جان! الیاس خان کو میں نے اٹھوا لیا ہے۔ اور اب اس پر تشدد کر رہا ہوں کہ وہ قتل کا اقرار کر لے۔"

"کامیابی ہوئی؟"

"ابھی نہیں۔"

"اگر تم چاہو تو میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے زیادہ سخت آدمی نہیں ہے۔ تھوڑی بہت دیر میں زبان کھول دے گا۔"

"اطلاع دینا۔"

دوسری اطلاع طاہر نے مجھے اس بارے میں دی تھی اور اس نے مجھے بتایا تھا کہ الیاس نے سمیرا کے قتل کا اقرار کر لیا ہے۔

"بس تو اب پروفیسر جمالی کو اٹھا لو۔"

"ٹھیک ہے بھائی جان میں جا رہا ہوں۔" شام کو تقریباً ساڑھے چھ بجے طاہر نے مجھے ٹیلی فون کیا۔ آج کا پورا دن یہیں دفتر میں ہی گزر رہا تھا۔ پروفیسر مسعود جمالی کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور طاہر نے اسے ہیڈ کوارٹر کے لاک اپ میں رکھا تھا۔ بیرسٹر غیور شاہ اس سلسلے میں تمام کارروائی کر رہے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد جب میں ہیڈ کوارٹر پہنچا تو میری پہلی ملاقات غیور شاہ صاحب ہی سے ہوئی۔ مسکرانے لگے اور بولے۔

"مبارک ہو جناب! اب تو آپ کے بھائی صاحب بھی بڑی شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ الیاس نامی ایک شخص کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس نے تمام تفصیلات بتا دی ہیں۔"

"اور پروفیسر جمالی کو؟"

"وہ بھی موجود ہیں۔"

میں ہیڈ کوارٹر کے لاک اپ میں پروفیسر مسعود جمالی سے ملا۔ اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ طاہر بھی وہیں موجود تھا۔ میں نے مسکرا کر مسعود جمالی سے کہا۔

"پروفیسر صاحب آپ نے بڑی اچھی چال چلی۔ مگر افسوس بیس لاکھ روپے آپ کی تقدیر میں نہیں ہیں۔"

"بکواس کرتے ہو تم۔ میں کوئی ٹٹ پونجیا نہیں ہوں میں بھی۔ میں بھی لڑوں گا اپنے لیے اور دیکھوں گا تم لوگ کہاں تک جاتے ہو۔"

"افسوس یہی ہے کہ جمیل شاہ نے بھی اقرار کیا ہے کہ اس نے آپ کے ایما پر حسن اقبال پر غبن کا الزام لگایا تھا۔ اور اس طرح آپ نے اسے چار سال کی سزا کرائی تھی۔ چار سال کے بعد جب وہ رہا ہوا تو آپ کو اس کی یہ رہائی پسند نہیں آئی۔ یقینی طور پر سمیرا جمالی اس کی محبت کا دم بھرتی ہوگی۔ اور آپ بُری طرح بددل ہو جاتے ہوں گے۔ لیکن آپ کا منصوبہ پہلے ہی سے تھا۔ ورنہ آپ بیس لاکھ روپے کا بیمہ نہ کراتے۔ کیونکہ آپ اس حیثیت کے مالک نہیں ہیں۔"

"کچھ بھی کر لو تم، یہ سب تو عدالت میں ثابت ہوگا۔"

"افسوس آپ عدالت میں اپنا صحیح دفاع نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ آپ اصل مجرم ہیں۔"

"ہوں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

"او کے پروفیسر جمالی۔ بہر طور میں آپ کو گرفتاری کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔" جواب میں پروفیسر مسعود جمالی بھی گندی گندی گالیاں بکنے لگا تھا۔ اور میں اور طاہر ہنستے ہوئے وہاں سے آگئے تھے۔

"انسان اپنی اصلیت پر کس قدر جلد آ جاتا ہے۔"

"بھائی جان اگر آپ مناسب سمجھیں تو جمیل شاہ کو بھی باقاعدہ ملوث کر کے گرفتار کر لیا جائے۔ کیونکہ میں اسے آپ کی تحویل سے لے لوں۔"

"جمیل شاہ حاضر ہے اور تم اس سلسلے میں جو مناسب سمجھو کر لو۔" میں نے جواب دیا اور طاہر نے گردن ہلا دی۔ باقی کام طاہر کا تھا۔ البتہ میں نے کیس کی تیاری میں اس کی بھرپور مدد کی تھی۔ اور تمام نکتے اسے ذہن نشین کرائے تھے۔ غیور شاہ نے فوراً ہی عدالتی کارروائیوں کا آغاز کر دیا اور بلاشبہ وہ بہترین کارکردگی کا مالک تھا۔ چنانچہ تیسرے ہی دن حسن اقبال کی ضمانت ہو گئی۔ اور پروفیسر مسعود جمالی پر سمیرا مسعود کے قتل کا الزام عائد کر کے اسے گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بعد کا تمام کام طاہر جمال شاہ اور غیور شاہ کا تھا۔

حسن اقبال اپنے گھر پہنچ چکا تھا اور ہم اس کے لیے بڑے خوش تھے۔ فریدہ نے اپنی کارروائیاں شروع کر دیں۔ اب اس کے اصل جوہر کھل کر سامنے آ گئے تھے۔ وہ ایک نیک اور نرم دل عورت تھی۔ مجھ سے اجازت لے کر اس نے حسن اقبال اور اس کے اہل خاندان کو اپنے گھر بلایا۔ کھانے پینے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ رضوانہ، آفتاب کمال، طاہر، غیور شاہ سب سب ہی کو مدعو کیا گیا تھا۔ اور یہ ماحول مجھے خاصا دلچسپ لگا تھا۔ یہ سب کچھ میرے لیے اجنبی اجنبی سا تھا میں نے تو زندگی ہی مختلف انداز میں گزاری تھی۔ اب یہ گھریلو ماحول میری زندگی میں ایک تبدیلی کا باعث بنا تھا۔ اور مجھے اس سے بڑی مدد ملتی تھی۔ ان لوگوں کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں معمول کے مطابق حسن اقبال کے والد تو نہیں آ سکے تھے لیکن چاروں بہنیں، ماں اور حسن اقبال خود آئے تھے۔ حسن اقبال کی ماں میرے پیروں میں آ گری تھی تو میں نے جلدی سے اسے سنبھالتے ہوئے کہا۔

"مائیں بیٹوں کے پیروں میں جھکتی ہیں کہیں؟ آپ ایسا کر کے مجھے گنہگار کر رہی ہیں۔"

"بیٹے اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار اور کیسے کروں؟ تم نے میرے ڈوبتے گھر کو ایک بار پھر کنارے پر لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ ہم تو حسن اقبال کے لیے مایوس ہو چکے تھے اور میرے سامنے مستقبل کے اندھیروں کے سوا اور اور کچھ نہیں تھا۔ چار چار بیٹیاں سینے پر بوجھ بنی ہوئی تھیں۔ گھر کا سہارا ہو تو حالات کیسے ہی ہوں بدل جاتے ہیں۔ ہمارا تو سہارا ہی چھن رہا تھا۔"

"اللہ پر بھروسہ کرنے کے لیے ہی تو حکم دیا گیا ہے ماں جی۔ اور وہ جو کچھ کرتا ہے ہر حالت میں بہتر ہوتا ہے۔ بہرحال آپ فکر نہ کیجیے میں نے بھی آپ کو ماں کہا ہے تو آپ یوں سمجھ لیجیے کہ نہ آپ تنہا ہیں اور نہ آپ کا بیٹا۔ سنو حسن اقبال تمہارے لیے ایک معقول ملازمت کا بندوبست کرنا میری ذمے داری ہے۔ اس کے علاوہ میری بیوی نے مجھ سے گفتگو کر کے یہ پیشکش کی ہے کہ تمہارے والد کا علاج بہترین ہسپتال میں کرایا جائے۔ اس کے تمام اخراجات فریدہ کے ذمے ہوں گے اور تمہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"نہ جانے ہماری تقدیر کے ستارے گردش سے کیسے نکل آئے کہ ہمیں آپ جیسے لوگوں کا سہارا حاصل ہو گیا۔"

جذباتی گفتگو تو ہونا ہی تھی چنانچہ ہوتی رہی لیکن لطف بہت آیا تھا۔ کسی روٹھے ہوئے شخص کو زندگی کے قریب لانے کا مزا ہی کچھ اور ہے اور اس کے بعد معمولاتِ زندگی کا آغاز وہی کا وہی۔ فریدہ سوشل ورک کے سلسلے میں مجھ سے مشورہ لیتی رہی تھی۔ میں جانتا تھا کہ کسی بھی وقت شہباز احمد صاحب کی واپسی ہو جائے گی اور مجھے کاموں میں مصروف کر دیا جائے گا۔ یہ بہت اچھی بات تھی کہ میری غیر موجودگی میں فریدہ کے لیے بھی کوئی مشغلہ موجود ہوگا چنانچہ میں نے اسے ہر طرح سے سہارا دیا تھا۔ کوٹھی وسیع و عریض تھی اس کا ایک بیرونی گوشے میں دفتر بنا لیا گیا اور محترمہ فریدہ نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ تمام کارروائی ان کی پسند کے مطابق ہو رہی تھی اور ان کے جوہر کھل رہے تھے۔ ادھر آفتاب کمال اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ میں دفتر وغیرہ بھی جاتا رہتا تھا۔ شہباز احمد صاحب ابھی واپس نہیں آئے تھے۔ اور ان کی غیر موجودگی بعض اوقات بڑی محسوس ہونے لگتی تھی۔ بالآخر آفتاب کمال نے چار افراد میرے سامنے پیش کیے۔ ان میں سے ایک کا نام شمس، دوسرے کا باقر، تیسرے کا ناصری اور چوتھے کا فیروز تھا۔ آفتاب کمال نے ان کی صفات بتاتے ہوئے کہا۔

"شمس، یوں سمجھ لیجیے چیف کہ شیطان کا شاگرد ہے ذہنی طور پر بہت اعلیٰ۔ بروقت سوچنے والا اور عمل بھی کرنے والا نہایت پھرتیلا آدمی ہے۔ الیکٹریکل انجینئر ہے۔ اور برقی آلات پر اتھارٹی ہے۔ یہ ہمارے بڑے کام آ سکتا ہے اور آپ یوں سمجھ لیجیے کہ میں نے اسے آپ کے بیرونی معاملات کے لیے تیار کیا ہے۔ اس کے بعد باری آتی ہے باقر کی۔ آپ اس کا تن و توش دیکھ رہے ہیں۔ یقینی طور پر چٹان ہے اور انتہائی طاقتور آپ اسے بیک وقت بلڈوزر اور ٹینک کہہ سکتے ہیں۔ ذہین آدمی ہے جس کام پر لگا دیں گے کیے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ ناصری، جس طرح سے کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایک نازک اندام اور خوب صورت نوجوان ہے اسے عشق کرنے کا زبردست تجربہ ہے اور کسی ایسی لڑکی کو قابو

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں کرتا اس کے لیے بائیں ہاتھ کا کام ہے جس کا تعلق مجرموں سے ہو۔ ذہین اور سمجھ دار ہے اور انھی صفات کا مالک فیروز بھی ہے۔ یہ سب بہتر طریقے پر اسلحہ چلا لیتے ہیں۔ جوڈو کراٹے میں بلیک بیلٹ ہیں۔ لیس فی الحال یہ چار آدمی میں آپ کی تحویل میں دے رہا ہوں۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ ان کے مشاغل جاری رہنے چاہئیں۔ آئندہ کسی مہم میں، میں انھیں اپنے ساتھ ہی رکھوں گا اور دوستو تم ایک بات سن لو میں تمھارا چیف ہوں لیکن تم سب مجھ سے بے تکلف رہو گے۔ عزت اور احترام اپنی جگہ لیکن زندگی کے ہر موضوع پر مجھ سے گفتگو کر سکتے ہو اپنی رائے پیش کر سکتے ہو۔ میں ذرا مختلف قسم کا باس بننا چاہتا ہوں اور اپنے ماتحتوں کو دوست دیکھنے کا خواہشمند ہوں۔ زندگی آرام سے گزارتے رہو۔ جب ضرورت پیش آئی میں تمھیں اپنے لیے حاضر کر لوں گا۔" پھر میں نے مسکرا کر آفتاب کمال کو دیکھا اور کہا۔

"تم نے واقعی اس سلسلے میں باکمال ہونے کا مظاہرہ کیا ہے آفتاب کمال۔ لیکن وہ الگ باندھ کے رکھا ہے جو مال اچھا ہے۔"

"سمجھا نہیں چیف۔"

"میرا مطلب ہے یہ محترمہ رضوانہ ان کا کیا ہوگا؟"

"چیف وہ تو آپ کی تحویل میں ہیں۔ میں بھلا ان کے لیے کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"ہوں۔ اچھا پھر ٹھیک ہے۔ دراصل یہ نیا شعبہ ہم نے کھولا ہے آفتاب کمال، میرا مطلب ہے ملکی معاملات کا۔ اور ایسے لوگوں کا جنھیں قانون کی مدد نہیں حاصل ہو سکتی اور جو بے لبی سے موت اور مصائب کی آغوش میں جا پڑتے ہیں ان کے لیے یقینی طور پر کام کرنا ہوگا۔ یوں سمجھ لو ہماری اہم ترین ذمے داریوں میں سے یہ ایک ذمے داری ہے۔ میں رضوانہ کو اس شعبے کا انچارج بنانا چاہتا ہوں۔ تم لوگ اپنے طور پر عمل کرو اور جہاں میری ضرورت پیش آئے۔ مجھ سے مدد حاصل کرو۔ ویسے بہت سے دلچسپ معاملات تمھارے سامنے آئیں گے۔ مجھے اگر فرصت ہوئی تو میں انھیں دیکھتا رہوں گا ورنہ ان کی ذمے داری آفتاب کمال تم اور رضوانہ مقامی طور پر قبول کرو۔ اور جو کچھ بھی معاملات ہوں انھیں پوری دیانت داری کے ساتھ نمٹاؤ۔"

"بہت اچھا فیصلہ ہے چیف۔ آپ یقین کیجیے کچھ دنوں سے یہ بات میرے ذہن میں گردش کرتی رہی ہے۔ ملک کی بہتری کے لیے ہم کسی بھی پیمانے پر عمل کریں۔ یہ تو ہمارا فرض ہے۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ ہمیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کر دی گئی ہیں۔"

"تو پھر یہ معاملات طے ہوئے؟"

"بالکل چیف۔ آپ کا حکم ہے سر آنکھوں پر۔" آفتاب کمال نے کہا۔

"یار یہ شہباز صاحب تو جا کر ہی بیٹھ گئے ہیں۔ میں بور ہو رہا ہوں۔"

"چیف آسانی کی زندگی گزار لیجیے۔ انھوں نے کنویں میں چھلانگ لگائی ہے۔ اور کوئی موتی نکال کر ہی لائیں گے۔ میرا مطلب ہے واپسی میں آپ کے لیے کوئی نہ کوئی کیس تیار ہوگا اور پھر ویسے بھی آپ تو اب تقسیم ہیں۔ کسی وقت بھی بریگیڈیئر جمال صاحب بھی آپ کو طلب کر سکتے ہیں۔ اور میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ آفتاب کمال کالی زبان کا مالک تھا لیکن یہی ہوا۔ جس دن اس سے گفتگو ہوئی اسی دن مجھے بریگیڈیئر جمال کا ٹیلی فون موصول ہوا۔ بریگیڈیئر جمال بہت اچھے انسان تھے۔ اور مجھ سے ان کی بہت زیادہ دوستی اور محبت ہو گئی تھی۔ کہنے لگے۔

"ہیلو کرنل کہو کیسے مزاج ہیں؟ تمھارے وہ معاملات درست ہو گئے جن کے لیے تم نے مجھ سے ملاقات کی تھی؟"

"جی بریگیڈیئر صاحب۔ آپ لوگوں کی محبتیں اس طرح مل گئی ہیں مجھے تو بھلا کوئی میرا مسئلہ، مسئلہ رہ سکتا ہے؟"

بریگیڈیئر جمال نے ہنستے ہوئے کہا۔ "دراصل مسٹر جہانگیر جمال شاہ کوئی بھی شخص لالچ کے بغیر کچھ نہیں کرتا۔ میں بھی تمھارے کام خلوصِ دل سے اس لیے آ جاتا ہوں کہ میرے اپنے بہت سے مسائل حل کیے ہیں آپ نے۔ اور بلاشبہ میں یہ کہنے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتا کہ تمھاری وجہ سے ہمیں بہت سی مشکلات سے بچت ہوئی ہے۔ اب پچھلا ہی معاملہ لے لو۔ یہ تو لین دین ہے۔"

میں نے ہنس کر کہا۔ "بس میں اسے آپ کی حد سے بڑھی ہوئی جانثاری اور ملک سے محبت کہہ سکتا ہوں۔ آپ کسی ایسے مسئلے کو بھی اپنا ذاتی مسئلہ سمجھتے ہیں جس کا تعلق صرف ملکی بقا سے ہو۔ میں خود بھی تو اسی ملک کا باشندہ ہوں یہیں کی مٹی سے میرا خمیر اٹھا ہے۔ جتنی ذمے داری آپ پر عائد ہوتی ہے ملکی معاملات میں بہتری کے لیے کسی بھی طور اس سے کم میری ذمے داری نہیں ہے۔ پھر بھی آپ اس انداز میں سوچتے ہیں؟"

"سمجھا نہیں۔"

"بھئی یہ فون بے معنی نہیں ہے۔ وقت بتاؤ کس وقت مجھ سے ملاقات کر سکتے ہو؟"

"آپ حکم دیجیے۔" میں نے کہا۔

"میرا تو خیال ہے ابھی آج ہی کیوں نہ ہو جائے رات کو گیارہ بجے میری رہائش گاہ پہ پہنچ سکتے ہو؟"

"حاضری دوں گا۔"

"ٹھیک گیارہ بجے انتظار کروں گا۔"

بریگیڈیئر جمال کی کوٹھی مجھے اچھی طرح معلوم تھی میرا اندازہ ہو گیا تھا کہ فوری طور پر کوئی مہم میرے سپرد کی جانے والی ہے۔ میرا دوہرا مسئلہ ہو گیا تھا۔ سول معاملات میں شہباز احمد صاحب سے تعلق تھا اور فوجی معاملات میں بریگیڈیئر جمال میرے سرپرست تھے۔ یہ بلاوا واقعی بے مقصد نہیں تھا۔ بریگیڈیئر جمال کی کوٹھی کے احاطے میں، میں نے آج فوجی جوانوں کو مستعد دیکھا۔ میرے استقبال کے لیے ایک شخص کو باہر چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہ غالباً میرا صورت آشنا تھا۔ میں نے اپنی کار کوٹھی کے باہر ہی پارک کی اور اتر کر اندر داخل ہو گیا۔ میرا استقبال کرنے والا آگے بڑھا۔ مجھ سے ہاتھ ملایا اور کہا کہ بریگیڈیئر جمال اندر میرا انتظار کر رہے ہیں۔

بریگیڈیئر صاحب تنہا نہیں تھے۔ ان کے ساتھ تین اور افراد تھے جو اس وقت عوامی لباس ہی میں تھے۔ لیکن چہروں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ فوجی ہیں اور اعلیٰ ترین فوجی عہدے رکھتے ہیں میرا استقبال مسکراہٹوں کے ساتھ کیا گیا۔ اور بریگیڈیئر جمال نے ان لوگوں سے میرا تعارف کرایا۔ اندازہ درست تھا۔ فوج کے اعلیٰ ترین عہدے دار تھے۔ مجھے دوستانہ ماحول میں بیٹھنے کی پیشکش کی گئی اور میں بیٹھ گیا۔ بریگیڈیئر جمال فوراً ہی موضوع پر آ گئے کہنے لگے۔

"ایک دلچسپ صورتِ حال یہ پیدا ہو گئی ہے ہمارے لیے کہ سول انتظامیہ سے ہمیں ایسا دماغ حاصل ہو گیا ہے جس پر فوجی معاملات میں مکمل بھروسا کیا جا سکتا ہے۔ بے شک آپ کو اعزازی کرنل کا عہدہ دیا گیا ہے لیکن یہ بھی ایک سچ ہے کہ آپ کو مکمل فوجی سمجھا جاتا ہے اور فوجی معاملات میں اس طرح اعتبار کر لیا جاتا ہے جس طرح ہم اپنے کسی خاص نمائندے پر کر سکتے ہیں۔ ایک مسئلہ درپیش ہے اور اس کے لیے ہائی کمان سے ہدایت ملی ہے کہ اس کی تفتیش کی جائے۔ کچھ ایسے معاملات ہیں کہ ہم فوجی پیمانے پر عمل نہیں کر سکتے۔ اور اس کے لیے سول انتظامیہ ہی سے مدد لینا پڑتی ہے ہمیں۔ میں نے تجویز پیش کی کہ اس سلسلے میں جہانگیر جمال شاہ کو استعمال کیا جائے۔ اور جب میں نے تمھارا تعارف کرایا تو سب ہی نے میری اس تجویز کو سراہا۔ اور اسی سلسلے میں تم سے میٹنگ رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ہم لوگوں نے یہ طے کیا تھا کہ اگر تم اپنے ذاتی معاملے میں مصروف ہو تو یہ کام تمھاری خواہش کے مطابق ہو جائے یعنی جب تم فرصت کا اظہار کرو۔ اور یہ پیشکش اب بھی برقرار ہے۔ لیکن اس بار تمھیں ملک سے باہر نہیں جانا پڑے گا۔ کچھ ایسے ہی سرحدی معاملات ہیں جن کے لیے تمھیں عمل کرنا ہوگا۔ تم پورے کھلے دل سے اس بات کا جواب دو کہ کیا تم اس کام کے لیے وقت نکال سکتے ہو؟"

"فرائض کی بجا آوری کے لیے تو ایک ایک لمحہ حاضر ہونا چاہیے۔ سر میں بھلا اپنی آمادگی کا اظہار کیسے کر سکتا ہوں۔ بے شک میں نے فوجی تربیت حاصل نہیں کی۔ لیکن فوجی اصولوں سے واقفیت رکھتا ہوں۔ کرنل کا عہدہ اعزازی ضرور ہے میرے لیے لیکن مجھے اس کے جو فوائد دیے جاتے ہیں وہ اتنے ہی ہیں جتنے فوجی کرنل کے لیے ہو سکتے ہیں۔ پھر بھلا انحراف کیا معنی رکھتا ہے؟" میرے ان الفاظ کو تینوں فوجی افسروں نے سراہا تھا۔

"ہمارے ملک کے جنوبی گوشے میں کچھ ایسی ہی کارروائیاں علم میں آئی ہیں جو ملک کے مفاد کے خلاف ہیں۔ تفصیل میں تمہیں بتائے بتائے دیتا ہوں وہ ایک ایسی سمت ہے جہاں سے بہت زیادہ سرحدی نگرانی نہیں ہو پاتی۔ اس کی وجہ وہاں کی جغرافیائی کیفیات ہیں۔ پہاڑوں اور چٹانوں میں گھرا ہوا یہ علاقہ

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مُلک کا خوفناک ترین علاقہ کہلاتا ہے۔ کیونکہ وہاں خشک چٹانوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ بدترین کھائیاں ہیں۔ جو حشرات الارض سے بھری پڑی ہیں۔ ہم اسے ایک پُر فضا مقام نہیں کہہ سکتے۔ اسی سمت سے یہ کارروائیاں عمل میں لائی جا رہی ہیں۔ اور ان کے تحت غیر ملکی اسلحہ اور ایسی اشیاء ہمارے وطن میں پہنچ رہی ہیں جن کا ہمارے وطن میں آنا بے حد خطرناک ہے۔ اسلحہ کے طالب ہر شخص کے ہاتھوں میں اسلحہ پہنچا رہے ہیں۔ اور یہ اسلحہ بڑے پیمانے پر اسمگل ہو کر آ رہا ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں تیار کیا ہوا یہ اسلحہ کسی ملکی سازش کے طور پر یہاں نہیں آ رہا بلکہ انفرادی مفاد کو مدِنظر رکھا جا رہا ہے اور اسلحہ فروخت کر کے دولت کمائی جا رہی ہے لیکن تم خود سوچو کرنل شاہ کہ اگر عوام کے ہاتھوں میں اتنی مقدار میں اسلحہ پہنچ جائے تو اس کے نتائج کیا ہو سکتے ہیں؟ تمھاری ذمّے داری یہ ہے کہ اس علاقے میں پہنچو اور اسلحہ کے ان تاجروں کو منظرِ عام پر لاؤ۔ فوجی حکام تمھاری ہر طرح کی امداد کے لیے وہاں حاضر ہوں گے۔ تمھیں اس کی جغرافیائی کیفیت بتا دی جائے گی۔ اور اس کے مطابق تمھیں وہاں کام کرنا ہوگا۔ لیکن سول آدمی کی حیثیت سے۔ اس سلسلے میں تمھیں مکمل بریفنگ مجھے دینا ہوگی۔ پہلے تمھاری آمادگی کا علم ہونا چاہیے۔"

"میں حاضر ہوں سر۔ حکم دیا جائے کہ کب روانگی ہوگی؟"

"پھر کل کا دن تمھیں میرے ساتھ گزارنا ہوگا۔ اور اس کے بعد تم جس وقت چاہو وہاں کا سفر کر سکتے ہو اس کے لیے تمھیں خالص اپنا طریقۂ کار استعمال کرنا ہوگا۔ اور تمھیں فوجی استعمال کے مکمل اختیارات دیے جائیں گے۔ اس وقت جب تم اسے طلب کرو۔"

"انتہائی شکریہ۔ کل کس وقت حاضری دینی ہے مجھے؟"

"دن کو گیارہ بجے میرے پاس، میرے آفس میں پہنچ جاؤ۔ تمھیں اس کا پتا بتا دیا جائے گا۔ اور وہاں تمام تفصیلات تمھیں سمجھا دی جائیں گی۔"

"بہت بہتر جناب۔" میں نے جواب دیا۔

"بس یہی بات تمھارے علم میں لانی تھی۔ احتیاط رکھی جائے۔ تفصیلات کل۔"

میں نے شکریہ ادا کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ بریگیڈیئر جمال نے اس وقت میری کوئی خاطر مدارات نہیں کی تھی البتہ چاروں فوجی افسران مجھے باہر تک چھوڑنے آئے تھے اور میں ان کو سلام کر کے رخصت ہو گیا تھا۔ راستے میں میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ فریدہ سے ایک مناسب وقت تک کے لیے پھر جدائی ہو رہی تھی۔ وہ میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے اسے تفصیلات بتائیں تو اس کے چہرے پر تردّد کے کوئی آثار پیدا نہ ہوئے اس نے کہا۔

"میں جانتی ہوں۔ یہ آپ کی ذمّے داری ہے اور میں خوش نصیب ہوں کہ کیچڑ سے اٹھ کر محمل میں آ بیٹھی۔ فخر کرتی ہوں آپ پر۔ کب روانگی ہوگی؟"

"بس یوں سمجھو فریدہ کل کے بعد کسی بھی وقت۔"

"میں تمام تر دعاؤں کے ساتھ آپ کو رخصت کروں گی۔" فریدہ نے جواب دیا۔

ذہن ایک دم تبدیل ہو گیا تھا۔ دوسرے دن صبح ہی صبح والدہ سے ملنے کے لیے گھر چل پڑا۔ ڈی۔ آئی۔ جی صاحب موجود تھے مجھے خشک نگاہوں سے دیکھا اور اٹھ کر کمرے سے چلے گئے۔ اکبر بھیا اور بھابی بھی تھے۔ دونوں نے طنزیہ انداز میں مجھے دیکھا اور بھابی کہنے لگیں۔

"کہیے جناب جہانگیر جمال شاہ صاحب! غریب خانہ کیسے یاد آ گیا؟"

"میں نے سوچا کبھی کبھی غریبوں سے بھی ملاقات لینی چاہیے۔" میں نے ہنس کر جواب دیا۔

"خدا نہ کرے۔ بہرحال میں تم سے تو اچھے ہیں۔ بیگم صاحبہ کیسی ہیں تمھاری؟ ان سے ہمارا تعارف ہے یا نہیں؟"

"ہاں غائبانہ تعارف تو ہے۔"

"بھئی یہ کیا گفتگو شروع کر دی تم لوگوں نے۔ کام کی باتیں کرو۔" والدہ نے درمیان میں دخل دیا۔

"مجھے تو گھر میں بہت سے کام ہیں۔ آپ کام کی باتیں کر لیجیے۔" بھابی نے کہا اور اٹھ کر کمرے سے نکل گئیں۔ اکبر بھیا نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"سنا ہے پرواز بہت اونچی ہو گئی ہے۔ ذرا سوچ

سمجھ کر اڑنا صاحبزادے۔ بعض اوقات تیز ہواؤں میں پَر ٹوٹ جاتے ہیں۔"

"آپ دعا کیجیے بھائی جان۔ ہو سکتا ہے آپ کی دعائیں پوری ہو ہی جائیں۔"

"میاں ہمیں کیا پڑی ہے۔ وقت تمھیں خود ہی سمجھا دے گا کہ کیا اچھا ہے، کیا برا ہے۔"

"اکبر مجھے اس سے باتیں کرنے دو اگر تم اسے برداشت نہیں کر پاتے تو فوراً باہر چلے جاؤ۔"

اکبر بھیا بھی باہر نکل گئے۔ والدہ کے چہرے پر غصے کے آثار تھے۔ کہنے لگیں۔

"میں نہیں جانتی کہ یہ گھر اس انداز میں کیسے بگڑا ہے لیکن ایک بات حقیقی ہے کہ ڈی۔ آئی۔ جی صاحب نے پورے گھر کو پولیس تھانہ بنا رکھا ہے۔ ارے کسی کا مزاج ہی نہیں ملتا۔ چھوٹے بڑے کی تمیز ہی ختم ہو گئی ہے۔ احترام ہی نہیں ہے کسی کا مگر قصور ان میں سے کسی کا نہیں ہے۔ یہ صرف ڈی۔ آئی۔ جی صاحب کی تربیت ہے۔"

"چھوڑیے امی کس چکّر میں پڑ گئیں۔ کہیے جناب ڈی۔ ایس۔ پی صاحب آپ اپنی ڈیوٹی پر نہیں گئے؟"

"رات کو چار بجے آیا تھا۔ کچھ سرکاری معاملات تھے بس دو گھنٹے سویا ہوں۔ یوں سمجھ لیجیے کہ اس کے بعد سے اب تک مصروف ہوں۔ جانے ہی والا تھا۔"

"گڈ۔ گویا کام ہو رہا ہے۔"

"اعلیٰ پیمانے پر۔" طاہر جمال شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میری دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔ امی سے ملنے آیا تھا۔ ایک ذمّے داری مجھے سونپ دی گئی ہے۔ اس کے لیے کچھ عرصے باہر رہنا ہوگا۔"

"کہاں جا رہے ہیں؟" طاہر نے پوچھا۔

"فوجی راز ہے، بتایا نہیں جا سکتا۔"

"اوہو۔ اچھا اچھا ٹھیک۔ بہرحال ہمارے لیے کوئی خدمت ہو تو بتائیے۔"

"کوئی خدمت نہیں ہے۔ اب جبکہ تم لوگوں نے مجھ سے محبت کا اظہار شروع کر دیا ہے تو میں بھی اپنا فرض پورا کرنا چاہتا ہوں۔ میرے پیچھے فریدہ کا خیال رکھنا۔ کبھی کبھی ملتے رہنا اس سے۔"

"ٹھیک ہے تم بے فکر رہو۔ ڈی۔ آئی۔ جی صاحب ہم پر دائرے کے اندر ہی پابندیاں لگا سکتے ہیں۔ اگر حد سے زیادہ بڑھے تو میں یہ گھر چھوڑ دوں گی۔" امی نے جذباتی ہو کر کہا۔ اور میں نے مسکرا کر انھیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں امی، ابّو اتنے بُرے نہیں ہیں۔ بس ذرا ضدّی ہیں ٹھیک ہو جائیں گے۔"

"تم کب جا رہے ہو؟"

"شاید کل تک۔"

"فکر مت کرنا۔ کل کس وقت جاؤ گے؟ میں تم سے ملنے آؤں گی۔"

"نہیں امی۔ کوئی تعین نہیں کیا جا سکتا وقت کا۔ بعد میں آپ ضرور پہنچ جائیے۔ جب بھی فرصت ملے۔"

"کتنا عرصہ لگے گا باہر؟"

"یہ فیصلہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"خیر خدا تمھیں تمھارے منصب میں کامیاب کرے۔"

کچھ دیر کے بعد وہاں سے چلا آیا۔ فریدہ سے کہہ آیا تھا۔ سیدھا بریگیڈیئر جمال صاحب کے پاس پہنچا تھا۔ ملٹری ہیڈ کوارٹر میں میرے بارے میں چھان بین کی گئی اور پھر مجھے بریگیڈیئر صاحب کے دفتر پہنچا دیا گیا وہ وردی میں ملبوس تھے۔ اور اپنے کاموں میں مستعد نظر آتے تھے۔ میں نے سلام کیا تو مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ انٹرکام پر کسی کو ہدایت کی کہ انھیں اس وقت تک ڈسٹرب نہ کیا جائے جب تک کہ وہ خود اس کی اجازت نہ دے دیں۔ پھر کچھ کاغذات اور فائل میرے سامنے رکھ دیے اور کہنے لگے۔

"ان کا مطالعہ کرو۔ اس کے لیے تمھیں پندرہ منٹ دیے جاتے ہیں۔"

میں نے فائل اپنے سامنے سرکا لیے اور ان کی ورق گردانی میں مصروف ہو گیا۔ بریگیڈیئر صاحب اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے تھے۔ فائلوں میں کافی تفصیلات تھیں۔ جنھیں میں پندرہ منٹ تک بغور دیکھتا رہا۔ بہت کچھ سمجھ میں آ گیا تھا۔ ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد بریگیڈیئر صاحب نے گردن اٹھائی اور میری طرف دیکھنے لگے۔ میں نے فائل سمیٹ کر ایک جانب رکھ دی۔ بریگیڈیئر جمال نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔

"شعلہ پور سے کئی شاخیں مختلف شہروں کو نکلتی ہیں اور ان پر اچھی خاصی آمدورفت ہوتی ہے۔ عموماً یہ روڈ بھی

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ملک سے آنے والا تیں انھی راستوں سے گزار کر مختلف سمتوں میں لے جایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ شعلہ پور کے قرب وجوار میں کوئلے کی بہت کانیں بکھری ہوئی ہیں۔ جن کی بنا پر نواحی علاقوں میں اچھی خاصی آبادی ہے۔ کانکن وہیں رہائش بھی رکھتے ہیں اور بہت سی جگہوں پر چھوٹی چھوٹی بستیاں آباد کر دی گئی ہیں۔ یہ علاقہ جس کا خصوصی طور پر تم سے تذکرہ کیا گیا ہے شعلہ پور کے نواحی علاقوں میں شامل ہوتا ہے۔ اور شعلہ پور وہ آخری جگہ ہے جہاں سے ہماری سرحدیں تقریباً ختم ہو جاتی ہیں۔ چونکہ اس علاقے میں کچھ کاروباری مراکز بھی پھیلے ہوئے ہیں مثلاً زہر اور سانپوں کی تجارت کرنے والے وہاں پر زہریلے سانپ پکڑتے ہیں اور تین کمپنیوں نے وہاں ان سانپوں کو پکڑنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ ایک دو لیبارٹری بھی بنائی گئی ہیں شعلہ پور میں۔ جہاں سانپوں کے زہر پہ کام ہوتا ہے۔ پھر اس علاقے میں بھوری لومڑیاں اور جنگلی سور بھی پائے جاتے ہیں۔ جن کے شکار کے شوقین لائسنس حاصل کر کے اس علاقے میں شکار کھیلتے ہیں۔ گو موسمی لحاظ سے وہ علاقہ خوشگوار موسم کا حامل نہیں ہے لیکن اس کے باوجود شکار کے رسیا ملکی اور غیر ملکی وہاں جاتے ہیں اسی بنا پر شعلہ پور میں چند بڑے بڑے ہوٹلوں نے اپنے چھوٹے چھوٹے گیسٹ ہاؤس بنا رکھے ہیں۔ اور ان گیسٹ ہاؤسوں میں بہ آسانی مسافروں کو قیام کی اجازت مل جاتی ہے چنانچہ تمھیں وہیں کسی گیسٹ ہاؤس میں قیام کرنا ہوگا۔ اور یہ انتظام تم خود کرو گے۔ ہماری مقامی چھاؤنی جس میں میجر بلال متعین ہیں تمھارے ساتھ مکمل تعاون کریں گے۔ میجر بلال کو تمھارے بارے میں ہدایت دے دی جائیں گی۔ لیکن اس وقت تک وہ تم سے کوئی رابطہ نہیں کریں گے جب تک تم خود ان سے کوئی رابطہ قائم نہ کرو۔ دراصل ہم اپنے آپ کو اس سلسلے میں مکمل طور پر الگ تھلگ رکھنا چاہتے ہیں کیونکہ جو لوگ اسلحے کی تجارت کر رہے ہیں وہ مقامی انتظامیہ پر حاوی ہیں۔ اور فوجیوں پر پوری پوری نگاہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ تمھیں کچھ مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔ لیکن میجر بلال اس سلسلے میں تمھاری بھرپور مدد کریں گے۔ اس وقت جب تمھیں ان کی مدد کی ضرورت پیش آئے ان سے رابطے کا مکمل ذریعہ میں تمھیں بتا دوں گا۔ تو بات یہ ہوئی کہ تمھیں وہاں پہنچنا ہے اور اسلحے کے ان اسمگلروں کے خلاف کام کرنا ہے۔ تم انھیں ختم بھی کر سکتے ہو۔ گرفتار کر کے فوجی حکام کے حوالے بھی کر سکتے ہو۔ اصل کام یہ ہے کہ ان لوگوں کا پتا چلانا ہے جو مقامی ہیں۔ اور ان تاجروں کی مدد کرتے ہیں یعنی خود بھی باقاعدہ اس تجارت میں ملوث ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی تمھیں یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ دوسرے علاقوں سے کون کون لوگ اسلحے کی خریداری کے لیے وہاں پہنچتے ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ کون لوگ ہیں جو پورے ملک میں یہ کاروبار کر رہے ہیں۔ بات تمھاری سمجھ میں آگئی ہوگی۔ اب ایک اور اہم نام نوٹ کر دو۔ یہ ہے راجہ سبحان۔ راجہ سبحان شعلہ پور کے انتہائی بااثر لوگوں میں سے ہے۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ راجہ سبحان خود بھی ایک جرائم پیشہ آدمی ہے۔ اس کے زیرِ اثر بہت سے لوگ ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ راجہ سبحان ایک انتہائی محبِ وطن شخص ہے۔ وہ اپنے آپ کو برا اس لیے ظاہر کرتا ہے کہ برے لوگ اس کے علم میں آجائیں اور وہ ان کی اطلاع ہم کو دے سکے۔ بہت عرصے سے وہ ہمارے لیے کام کر رہا ہے اور اس نے بلاشبہ ایسے بہت سے معاملات میں فوجی حکام کی مدد کی ہے۔ جو ہمارے لیے بڑی اہمیت کے حامل تھے۔ لیکن یوں سمجھو کہ یہ ایک فوجی راز ہے جو تمھیں اپنے سینے میں رکھنا ہے۔ کیونکہ بہت سی ایسی سازشیں ہوتی ہیں جن میں راجہ سبحان کی شخصیت کو مدِنظر رکھتے ہوئے یہ سوچا جاتا ہے کہ وہ ان سازشوں کے لیے انتہائی کارآمد انسان ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ وہ اس طرح اپنے وطن کی خدمت کر رہا ہے تم براہِ راست راجہ سبحان سے ملنے کی کوشش مت کرنا۔ اسے تمھارے وہاں پہنچنے کی اطلاع دے دی جائے گی۔ اور جب کبھی اتفاقیہ طور پر تمھیں اس کی مدد کی ضرورت پیش آئی وہ تمھاری بھرپور مدد کرے گا۔ بس یہ ہے تمام تفصیل اور اس کے بعد میں جاننا چاہوں گا کہ تم کب وہاں جا رہے ہو۔ تنہا جاؤ گے یا کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ گے؟"

"میرے ساتھ چار افراد اور ہوں گے جناب جو ان کاموں میں میرے معاون ہوں گے۔"

"میرے دل کی بات کہہ دی تم نے۔ درحقیقت میں یہ چاہتا ہوں کہ تم خود بھی اپنے آپ کو مکمل طور پر محفوظ رکھو۔ میرے لیے تمھاری شخصیت بے حد قیمتی ہے۔"

"بہت شکریہ جناب میں بھی جینا چاہتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور بریگیڈیئر جمال بھی مسکرانے لگے۔ پھر محبت سے بولے۔

"تمھاری زندگی کی دعائیں تو ہم تنہائیوں میں کرتے ہیں۔ اچھا یہ تمام تفصیل تمھارے علم میں آگئی۔ میرا خیال ہے کسی کاغذی کارروائی کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ہمیں اپنے بارے میں شبہے کا موقع نہیں دینا چاہیے ہاں اسلحہ اور شکار کا لائسنس یہیں سے تمھیں دے دیا جائے گا۔ اور متعلقہ محکمے اس سلسلے میں تمام کارروائی کریں گے۔ میں یہ کام بھی آج شام تک کر دوں گا۔ ان چار آدمیوں کے نام مجھے بتا دو۔"

میں نے شمس، باقر، نادری اور فیروز کے نام درج کرا دیے۔ اس کے بعد بریگیڈیئر جمال نے مجھے واپسی کی اجازت دے دی۔ میں نے آفتاب کمال سے رابطہ قائم کیا اور آفتاب کمال جسے میں انسائیکلوپیڈیا کہتا تھا میرے پاس پہنچ گیا۔ آفتاب کمال سے میں نے شعلہ پور کے بارے میں اس کے نواحات وغیرہ کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں جو ان تفصیلات سے مختلف نہیں تھیں جو مجھے بریگیڈیئر جمال کی جانب سے فراہم کی گئی تھیں۔

شام کو بریگیڈیئر جمال صاحب کی طرف سے کچھ لوگ میرے پاس پہنچے۔ انتہائی جدید اور شاندار قسم کا اسلحہ ہمیں شکار کے لیے فراہم کیا گیا تھا۔ جن کے لائسنس ہمارے پاس موجود تھے۔ اور اس کے ساتھ ایک غیر معمولی رقم بھی جو وہاں اخراجات کے لیے کافی تھی۔ میں نے تمام تفصیلات آفتاب کمال کو بتا دی تھیں چنانچہ وقتِ مقررہ پر میرے چاروں ساتھی بھی میرے پاس پہنچ گئے۔ چونکہ میں نے انھیں بے تکلف ہونے کی اجازت دے دی تھی چنانچہ چاروں ہی ہنستے بولتے میرے سامنے آئے تھے۔ فریدہ سے مل لیا تھا اور اب اسے ہدایتیں دینے کے بعد بالآخر ریلوے اسٹیشن پہنچ گیا۔ ہمیں یہ سفر بذریعہ ٹرین ہی کرنا تھا۔ کسی کو شبہے کا موقع نہیں دے سکتا تھا میں۔ راستے میں شمس، باقر وغیرہ بے تکلفی سے مجھ سے سوالات کرنے لگے۔ اور میں نے انھیں مختصراً یہ بتایا کہ ہمیں اسلحے کے تاجروں کے خلاف کام کرنا ہے اور شعلہ پور میں ہمیں ایسی شخصیات کے روپ میں داخل ہونا ہے کہ کوئی ہم پر شبہ نہ کر سکے۔"

"چیف ہم لوگ آپس میں آپ کے بارے میں گفتگو کرتے رہتے ہیں۔" باقر نے کہا۔

"کیا؟"

"یہ فیروز جو ہے محتاط قسم کا آدمی ہے۔ اور اسی کو سب سے زیادہ تشویش ہے۔"

"یار بیکار باتیں کیوں کر رہے ہو۔" فیروز نے جلدی سے گھبرا کر کہا۔

"نہیں، نہیں فیروز جو بات ہے میرے علم میں آنی چاہیے۔"

"بس، بس یونہی چیف۔ یہ باقر تو دراصل۔"

"کہنے دو۔ کم از کم کچھ تو پتا چلے گا۔"

"سر بات یہ ہے کہ یہ بڑا عاشق مزاج قسم کا آدمی ہے۔ سب سے زیادہ تشویش اسے اسی بات پر تھی کہ پتا نہیں چیف کے ساتھ کام کرتے ہوئے کون کون سی آزادیاں دی گئی ہیں۔ اور کون کون سی باتوں کی ہمیں پابندی کرنا ہوگی۔"

رفتہ رفتہ یہ لوگ مجھ سے بے تکلف ہوتے جا رہے تھے اور یہی مناسب تھا۔ کیونکہ خواہ مخواہ اداکاری کرنا میرے لیے بھی مشکل ہوتا۔ اور اسی طرح یہ لوگ مجھ سے دور بھی رہتے جبکہ اس قسم کے معاملات میں بے تکلفی سے کام کرنے کا زیادہ لطف آسکتا تھا۔"

"بس یہ ہے کہ کسی عورت کے فریب میں گرفتار ہو کر اپنے اصل کام سے دور نہ ہو جانا۔"

"اور کوئی ہدایت چیف؟"

"اس کے علاوہ کچھ نہیں۔"

"منظور، منظور۔"

پھر وہ درحقیقت سیر و سیاحت کے موڈ میں آگئے مجھے بھی لطف آ رہا تھا۔ ٹرین میں تاش کھیلے گئے۔ ہر طرح کی تفریحات میں حصہ لیا گیا جو سفر میں کی جا سکتی تھیں۔ اور اس طرح یہ سفر نہ صرف ان کے لیے بلکہ میرے لیے بھی خوشگوار ثابت ہوا۔ شعلہ پور تک پہنچتے پہنچتے ہم لوگ اچھے خاصے بے تکلف ہو گئے تھے۔ شعلہ پور کا

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اسٹیشن تو اسی قدیم وضع کا بنا ہوا تھا اور نہ جانے اس کی تعمیر کون سے سن میں ہوئی تھی۔ لیکن جیسا کہ مجھے بریگیڈیئر جمال نے بتایا تھا وہاں زندگی خوب روشن تھی۔ اور کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی تھی۔ جسے انوکھا کہا جا سکے۔ عمارتیں نیچی نیچی تھیں۔ زیادہ سے زیادہ تین منزلہ اور مخصوص طرز کی بنی ہوئی۔ اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اس علاقے میں زلزلے آتے رہتے تھے۔ سبزے کا نام و نشان نہیں تھا۔ کہیں کہیں اکا دکا درخت نظر آتے تو ایسے اُجاڑ کہ انھیں درخت کہتے ہوئے بھی عجیب لگتا تھا اس کے باوجود وہاں گرمی نہیں تھی۔ یہ بڑی انوکھی بات تھی۔ بہرطور چٹانی اور میدانی علاقہ تھا۔ ریلوے اسٹیشن سے گزرنے کے بعد ہمیں ان گیسٹ ہاؤسوں کی تلاش ہوئی۔ اور اس کام میں ہمیں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ ٹیکسیاں چلتی تھیں یہاں لیکن چونکہ ہم پانچ آدمی تھے اس لیے دو ٹیکسیاں کرنی پڑیں۔ ٹیکسی ڈرائیورز نے ہمیں سیاحوں کی حیثیت سے ایک گیسٹ ہاؤس میں پہنچایا تھا۔ یہ بھی بڑی دلچسپ جگہ تھی۔ تقریباً نیم دائرے سے کچھ زیادہ کی شکل میں بنا ہوا ایک گول سا احاطہ نظر آیا جو دو منزلہ عمارت پر مشتمل تھا۔ یعنی بس ایک گیٹ جو بہت وسیع و عریض تھا۔ اتنا کہ اس میں سے بیک وقت چھ سات کاریں ایک ساتھ نکل سکیں۔ دروازے بھی اسی انداز سے بنے ہوئے تھے۔ اور دائرے کی شکل میں دو منزلہ عمارت تھی جس میں تقریباً کوئی ڈیڑھ سو کمرے موجود تھے۔

ہمیں تین کمرے لینا پڑے جو ہمیں بہ آسانی مل گئے۔ دوسری منزل کے یہ کمرے ہر طرح کی آسائش اور عیش و عشرت کی چیزوں سے آراستہ کیے گئے تھے چونکہ تعلق بڑے ہوٹلوں سے تھا اس لیے تمام انتظامات بھی اسی سلیقے سے کیے گئے تھے۔ ایک طرح سے یہ ہوٹلوں کی ایک انوکھی دلچسپ قسم تھی۔

اتفاق تھا کہ کبھی شعلہ پور نہیں آنا ہوا تھا۔ بنیادی وجہ یہی ہو سکتی تھی کہ وہاں کے موسمی معاملات کبھی لوگوں کی توجہ کا باعث نہیں رہے تھے لیکن اب یہاں آ کر مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ اس سے پہلے بھی مجھے شعلہ پور آنا چاہیے تھا۔ بہرحال گیسٹ ہاؤس میں ہمارے قیام کا آغاز ہو گیا۔ اور ابھی ابتدائی وقت ذرا تفریحات میں گزارنے کے بعد مجھے اپنے کام کا آغاز کرنا تھا۔ اس سے پہلے شعلہ پور اور اس کے نواحات کا تفصیلی جائزہ یہاں کی زندگی، لوگ، ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنی تھیں۔ یہ بات بریگیڈیئر جمال نے بھی کہی تھی اور میں خود بھی جانتا تھا کہ یہ کام چند روزہ نہیں ہوگا بلکہ اس کے لیے اچھا خاصا وقت صرف کرنا پڑے گا ہمیں۔ اور اب اس وقت کا آغاز ہو چکا تھا۔

گیسٹ ہاؤس کو اگر گیسٹ ہاؤس کے بجائے ہوٹل بھی کہا جاتا تو کوئی حرج نہیں تھا کیونکہ یہاں تو تمام انتظامات ہوٹلوں جیسے ہی تھے۔ ویٹر اور باقی تمام چیزیں اسی طرح تھیں کمرے بھی اچھے خاصے تھے۔ بہرطور گیسٹ ہاؤس میں میری پہلی رات پرسکون گزری۔ دوسرے دن صبح ناشتے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ اور میں نے دستک دینے والے کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ لیکن جو خاتون اندر داخل ہوئی تھیں انھیں دیکھ کر میری فطرت ابھر آئی شکل و صورت تو بس درمیانی ہی سی تھی لیکن اس کے علاوہ قدرت نے بہت زیادہ فراغت سے کام لیا تھا۔ غالباً جسم کی موزونیت کے لیے ورزش بھی کی جاتی رہی ہوگی۔ لیکن چہرے پر کچھ ہونق پن سا تھا جو فطرت میں ایک عجیب کیفیت پیدا کر دیتا تھا۔ تاہم میں نے دلکش مسکراہٹ کے ساتھ آنے والی کا استقبال کیا۔ وہ بڑے محتاط طریقے سے اندر داخل ہوئی تھی۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور بے تکلفی سے بولا۔

"ارے ارے جھجک کیوں رہی ہو۔ آگے آ جاؤ۔ آؤ آؤ بھئی تم تو تکلف کر رہی ہو۔"

میری اس بے تکلفی پر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے بوکھلائی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا پھر بولی۔

"شاید۔۔ شاید آپ کو کوئی غلط فہمی ہو رہی ہے۔"

"یہ آپ کا نام ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کک۔۔ کیا؟"

"غلط فہمی۔"

"نن۔۔ نہیں، نہیں۔ میرا نام۔۔ میرا نام تو شہلا ہے۔"

"پھر یہ غلط فہمی کون ہیں؟"

"نہیں میرا مطلب ہے کہ میری آپ سے یہ پہلی ملاقات ہے۔"

"کیوں؟" میں نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"جی؟"

"میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ پہلی ملاقات کیوں ہے؟"

"کک۔۔ کیا مطلب ہوا اس بات کا۔ کیا جواب دوں میں؟"

"اس سے پہلے آپ مجھ تک کیوں نہیں پہنچیں مس شہلا؟"

"میں۔۔ وہ دراصل۔۔ او ہو آپ۔۔ میرا خیال ہے آپ مذاق کر رہے ہیں۔" اس نے خواہ مخواہ مسکراتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے۔ یعنی یہ میری زندگی کا اتنا اہم مسئلہ ہے اور آپ اسے مذاق تصور کر رہی ہیں۔"

"کک۔۔ کیا مسئلہ ہے؟"

"یہ کہ آپ اتنی دیر سے میرے پاس کیوں پہنچیں؟"

"جج۔۔ جناب۔ میں۔۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ۔"

"بیٹھ جائیے۔" میں نے کہا اور وہ جلدی سے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"جی۔ اب فرمائیے؟"

"کیا فرماؤں؟"

"مجھے کچھ فرمانا ہے؟" میں نے سوال کیا اور وہ گہری گہری سانس لینے لگی۔ پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ مسکرائی اور پھر ایک دم ہنس پڑی۔

"آپ مسلسل میرا مذاق اڑائے جا رہے ہیں۔"

"حالانکہ آپ الٹی بات کر رہے ہیں۔"

"کیا مطلب؟ اس میں سے الٹی بات کون سی ہے؟" میں نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔"

"چلیے ٹھیک ہے۔ اب میں خاموش ہوا جا رہا ہوں۔ آپ بات کیجیے۔"

"جناب میرا نام شہلا ہے۔"

"کتنی بار بتائیں گی آپ؟"

"آپ نے اپنا نام جو نہیں بتایا۔"

"آپ مجھے جہانگیر شاہ کہہ سکتی ہیں۔"

"یقینی طور پر۔"

"کیا؟" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"شکل و صورت سے بھی آپ جہانگیر شاہ ہی معلوم ہوتے ہیں۔" وہ بولی۔

"اچھا۔ کیا کچھ لوگ شکل و صورت سے اپنے نام کے مطابق لگتے ہیں؟"

"کم از کم آپ۔" اب اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ نے مجھے بولنے کے لیے منع کر دیا ہے چنانچہ آپ بولتی رہیے۔"

"دراصل میں ہوٹل کی نمائندہ ہوں۔ بلکہ یوں سمجھ لیجیے کہ اس ہوٹل سے مجھے میرے کام کے سلسلے میں لائسنس ملا ہوا ہے۔"

"کیا کام کرتی ہیں آپ؟" میں نے بدستور سنجیدگی سے پوچھا۔

"یہاں آنے والوں کو ہر طرح سے گائیڈ کرتی ہوں۔ شعلہ پور آنے والے عموماً سیاح یا شکاری ہوتے ہیں اور ہم لوگوں نے پرائیوٹ طور پر بھی یہ کام شروع کر رکھا ہے۔"

"یعنی؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"دیکھیے۔ میں بتاتی ہوں۔ یہ میرے پاس شعلہ پور کا نقشہ ہے جو آپ کے لیے ہے اور میں اسے مفت آپ کو فراہم کر سکتی ہوں۔"

"کیوں۔ کیا آپ نے مجھے فقیر سمجھا ہوا ہے؟" میں نے کہا اور جیب سے سو کا ایک نوٹ نکال کر اس کی جانب اچھال دیا۔

"یہ رکھیے سو روپے اور اب آپ نقشہ مجھے دے دیجیے۔"

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔" ایک بار پھر وہ نروس ہو گئی۔

"اٹھا لیجیے۔ میں کبھی کوئی چیز مفت حاصل نہیں کرتا۔"

"شکریہ۔۔ بے حد شکریہ۔" اس نے اچانک تبدیلی پیدا کر کے کہا۔ اور سو روپے کا نوٹ اٹھا کر اطمینان سے جیب میں رکھ لیا۔ پھر میرے قریب کھسک آئی اور کہنے لگی۔

"یہ شعلہ پور کا نقشہ ہے۔"

"ہوگا۔"

"او ہو۔ دراصل بنیادی غلطی ہوئی ہے مجھ سے۔"

"وہ کیا؟"

"دراصل مجھے پہلے آپ کے بارے میں تفصیل معلوم کرنا چاہیے تھی۔ میں اپنے بارے میں بتانے بیٹھ گئی۔"

"کیوں کیا آپ شعلہ پور میں؟"

"جی؟"

"جی ہاں اپنا نقشہ دکھا رہی ہیں یہ۔"

"آپ بہت پُر مذاق آدمی معلوم ہوتے ہیں اور جو لوگ سنجیدگی سے مذاق کرتے ہیں وہ بے حد خطرناک ہوتے ہیں۔"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"جی ہاں، میں ڈریکولا ہوں۔"

"جی!"

"خطرناک ہوں نا۔ شکل سے ڈریکولا لگ رہا ہوں۔"

"نہیں شکل سے تو آپ بہت اچھے لگ رہے ہیں۔ ویری ویری سو۔۔۔ن۔ کچھ جلدی بول جاتے ہیں یا ستم ظریفی کی انتہا تک پہنچے ہوئے ہیں۔"

"آپ مسلسل میرے بارے میں اندازے لگا لگا کر ان کا اظہار کر رہی ہیں۔ آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ اس سے آگے کیا ہیں؟"

"عرض تو کرنے ہی نہیں دے رہے ہیں آپ۔ میں گائیڈ ہوں یعنی میرا مطلب ہے کہ اب آپ یہاں تشریف لائے ہیں۔ اگر آپ کے آنے کا مقصد سیر و سیاحت اور شکار ہے تو میں آپ کو اس کے لیے مناسب جگہیں بتا سکتی ہوں۔ نقشے کے مطابق آپ کی نمائندگی کر سکتی ہوں۔ میرا مطلب ہے آپ کو یہ بتا سکتی ہوں کہ کہاں آپ اپنی پسند کا شکار کھیل سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کو اسلحہ بھی کرائے پر فراہم کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ آپ کے پاس لائسنس ہو۔ اور آپ اسلحہ استعمال کرنا جانتے ہوں۔"

"فرض کیجیے میرے پاس لائسنس نہیں ہے تو۔"

"اگر اسلحے کا استعمال آتا ہے آپ کو تو ہم مناسب کرائے پر آپ کو اسلحہ بھی فراہم کر سکتے ہیں اس کے علاوہ آپ کو جیپ بھی فراہم کی جا سکتی ہے۔ ان تمام چیزوں کے لیے اخراجات ہوتے ہیں۔ دراصل بعض اوقات غیر ملکی سیاح یہاں آتے ہیں وہ یہاں کے ماحول سے پوری واقفیت نہیں رکھتے لیکن جب یہاں پہنچ جاتے ہیں تو انھیں احساس ہوتا ہے کہ انھوں نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اسلحے کا لائسنس اور اسلحہ نہ حاصل کر کے۔ کیونکہ شکار یہاں کا سب سے دلچسپ مشغلہ ہے۔ ویسے تو آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ شعلہ پور بہت زیادہ بڑی جگہ نہیں ہے۔"

"جی، ٹھیک ہے۔ میں سمجھ رہا ہوں۔"

"تو پھر آپ یہ بتائیے کہ آپ کو ایک گائیڈ کی ضرورت ہے؟"

"نہیں، مجھے آپ کی ضرورت ہے۔" میں نے جواب دیا اور لڑکی ایک بار پھر اپنے حواس کھو بیٹھی۔

"م۔۔۔ میری؟"

"جی ہاں، آپ بے حد خوب صورت ہیں۔ اور آپ جیسا ساتھی پا کر انسان زندگی کی سب سے بڑی خوشی محسوس کر سکتا ہے۔" میں نے تبدیل لہجے میں کہا اور وہ گہری گہری سانسیں لینے لگی پھر اس نے کہا۔

"دیکھیے میں کوئی غلط لڑکی نہیں ہوں۔"

"تو آپ کے خیال میں، میں غلط ہوں؟"

"مجھے صرف گائیڈ کرنے والی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ایک ساتھی کی ضرورت ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ شعلہ پور میں آپ ہی کی وجہ سے آیا ہوں۔"

"د۔۔۔ دیکھیے۔ م۔۔۔ میں۔۔۔"

"کیا سمجھتی ہیں آپ مجھے۔ جتنا آپ کماتی ہیں ان تمام چیزوں سے دس گنا میں آپ کو دے سکتا ہوں۔"

"مگر جناب۔ میں کوئی پیشہ ور لڑکی نہیں ہوں۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا۔ کیا کسی پیشہ ور لڑکی کی طرف میں آنکھ اٹھا کر دیکھ سکتا ہوں۔ مجھے آپ پہلی ہی نگاہ میں ایک شریف زادی محسوس ہوئی ہیں۔ اور شریف زادیوں کا احترام ہمارا خاندانی ورثہ ہے۔ میں آپ کا انتہائی احترام کرتا ہوں۔ اگر آپ میری جانب سے کسی غلط فہمی کا شکار ہیں تو براہ کرم اس غلط فہمی کو دل سے نکال دیجیے گا۔ مجھے صرف ایک ایسے ساتھی کی ضرورت ہے جو شعلہ پور کے نواحات کی سیر کرا سکے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا سمجھیں آپ۔"

"جی۔۔۔ جی۔"

"اور یہ لیجیے۔ اگر آپ میری بات ماننے کے لیے تیار ہیں تو یہ ایک ہزار روپے ایڈوانس رکھیے۔ اور ایک ہزار روپے روزانہ کے حساب سے میں آپ کو ادائیگی کر سکتا ہوں۔"

لڑکی کا سانس پھولنے لگا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ چند لمحات وہ اپنے ذہن پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہی پھر اس نے کہا۔

"وہ میں۔۔۔ مجھے کیا کرنا ہو گا؟"

"کچھ نہیں۔ شعلہ پور کے نواح کے بارے میں میری معلومات میں اضافہ۔ اور میرا ساتھ قبول کرنا ہو گا آپ کو۔"

لڑکی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں جناب! یہ میرے پیشے کے خلاف ہے۔ آپ تو کچھ عرصے یہاں رہیں گے اور اس کے بعد چلے جائیں گے لیکن اگر لوگوں کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ میں آپ کے ساتھ شعلہ پور کے نواحات میں گھومتی پھرتی رہی ہوں تو میرا لائسنس

کینسل کر دیا جائے گا۔"

"میں آپ کو اتنا دے دوں گا کہ آپ زندگی بھر ملازمت کی حاجت نہیں محسوس کریں گی۔"

"نہیں سوری۔ میرا خاندانی پس منظر ہے اور میں اسے خراب نہیں کرنا چاہتی۔"

"تو ٹھیک ہے آپ کی مرضی۔" میں نے نوٹ اٹھا کر واپس اپنی جیب میں رکھ لیے۔ وہ چند لمحے مجھے دیکھتی رہی۔

"آپ عجیب ہیں۔"

"ہوں۔ آپ غور کیجیے اور اس کے بعد اگر آپ پسند کریں تو میرا ساتھ قبول کر لیجیے گا۔ آہ! میں آپ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔" میں نے کہا اور لڑکی نروس ہو کر اٹھ گئی۔ پھر اس کے باہر نکلنے کا انداز بڑا مضحکہ خیز تھا۔ جونہی وہ دروازے سے باہر نکلی میرے حلق سے قہقہہ آزاد ہو گیا۔

میں نے نقشے پر نگاہ ڈالی اور پھر لڑکی کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس کی آمد کسی خاص مقصد کے تحت تھی یا پھر ایسے ہی آئی تھی۔ بہر حال ہلکا سا شبہ ضرور ہو گیا تھا مجھے۔ اور اس شبے کی تصدیق کے لیے مجھے دوبارہ تلاش کرنا تھا اسے۔ نقشہ سامنے رکھنے کے بعد میں شعلہ پور کے نواحات کے بارے میں اندازہ لگانے لگا۔ ویسے جلدی چلی گئی تھی وہ۔ اس نے کہا تھا کہ یہاں جیپیں بھی کرائے پر مل سکتی ہیں۔ اور مجھے واقعی ایک جیپ کی ضرورت تھی۔ ابھی تو یہاں چند گھنٹے ہی گزرے تھے آئے ہوئے اور مجھے بہت سے معاملات میں کام کرنا تھا۔ پھر باقری نے دروازے پر دستک دی اور اندر آ گیا۔

"چیف کوئی اہم کام ہمارے سپرد کیا جائے گا؟"

"ہوں۔ میرا خیال ہے ابھی ہم پیدل ہی گشت کریں گے۔ اور اس کے بعد دیکھ لیں گے کہ ابھی ہمیں کس کس چیز کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ میرا خیال ہے شعلہ پور اچھا خاصا بڑا شہر ہے۔ یہاں ٹیکسیاں بھی چلتی ہیں۔ اور تمام چیزیں کرائے وغیرہ پر بھی حاصل ہو جاتی ہیں۔"

"تو پھر آج کا پروگرام دے دیجیے باقی تمام لوگ بھی آپ کے پاس آنا چاہتے تھے لیکن میں نے یہ سوچ کر انھیں وہیں روک دیا تھا کہ ہو سکتا ہے آپ سب سے بیک وقت ملاقات کرنا پسند نہ کریں۔ کیونکہ آپ نے الگ الگ مسئلے حل کرنے ہیں۔"

میرے ذہن میں پہلے یہ تصور نہیں تھا لیکن اب باقری کے کہنے سے یہ خیال بھی میرے ذہن میں پیدا ہو گیا تھا کہ واقعی یہ درست طریقہ کار ہے بلکہ طریقہ کار تو یہ مناسب ہو گا کہ میں ان چاروں کی دو دو ٹولیاں بنا دوں اور سب کو ایک دوسرے سے غیر متعلق رکھوں تاکہ اگر معاملہ کسی خاص انداز میں شروع ہو تو سب ایک دوسرے کی مدد کر سکیں۔ اور اس کے لیے میں نے ذہن میں ایک پروگرام ترتیب دے لیا۔ چنانچہ باقری سے میں نے اس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے بہت اچھا کیا باقری کہ تنہا ہی یہاں آ گئے یہاں کی صورت حال پر کام کرنے سے پہلے میرے خیال میں ہمیں اپنے طریقہ کار کو متعین کر لینا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے چیف۔ جیسا بھی آپ فرمائیں۔" باقری نے جواب دیا۔

"یوں کرو تم لوگ دو دو افراد کی ٹولیوں میں دو کمروں میں شفٹ ہو جاؤ۔ میرا خیال ہے ایک دوسرے سے لاتعلق رہو اور الگ الگ اپنا پروگرام جاری رکھو۔ ویسے باقری میرا خیال ہے ابھی یہاں کے حالات کا جائزہ لیے بغیر ہم کسی کام کا آغاز نہیں کر سکتے۔ چنانچہ بہتر طریقہ یہ ہو گا کہ تم لوگ دو، دو کی ٹولیوں میں شہر میں پھیل جاؤ۔ صورت حال تمھارے علم میں ہے یعنی ہمیں اسلحے کے ان تاجروں کو تلاش کرنا ہے جو غیر ملکی سرحدوں سے اسلحہ منگا کر ملک میں پھیلا رہے ہیں۔ تم اپنے طور پر ایسے مشتبہ افراد کی نگرانی کرنا جن پر تمھیں یہ شبہ ہو سکے کہ وہ جرائم پیشہ ہو سکتے ہیں۔ ویسے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمھیں ایسے بہت سے افراد کا سامنا کرنا پڑے لیکن ابھی اپنے آپ کو محدود رکھنا۔ کوئی عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمام چیزیں تمھارے پاس محفوظ ہیں۔"

"ٹھیک ہے چیف آپ کا یہ پروگرام مجھے منظور ہے اور میں باقی لوگوں کو بھی اس کی تفصیلات بتائے دیتا ہوں۔ اچھا اب اجازت چاہتا ہوں۔ یہ اور بتا دیجیے کہ کیا یہاں سے باہر نکلنے کے لیے آپ کی اجازت لینا ضروری ہے؟"

"نہیں۔ یہ اجازت یوں سمجھو تمھیں مل گئی۔ تم دو، دو کی ٹولیوں میں شہر میں بکھر جاؤ۔ رات کو یہیں ہماری ملاقات ہو گی۔ اور تم مجھے اپنے بارے میں رپورٹ دو گے میرا مطلب ہے اس بارے میں کہ تم کیا کیا معلومات حاصل کر کے آئے ہو۔"

"او کے چیف، او کے۔"

باقری دروازے سے باہر نکل گیا۔ میں نے فوری

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

طور پر یہ فیصلہ کیا تھا۔ یہاں آ کر کوئی لائحہ عمل ابھی تک منتخب کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کیونکہ آتے ہوئے دیر ہی کتنی گزری تھی لیکن مجھے یہ اندازہ تھا کہ میرا واسطہ مختلف لوگوں سے پڑے گا۔ اور پھر وہی لڑکی ذہن میں ابھر آئی جس نے اپنا نام شہلا بتایا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ لڑکی بھی کسی خاص مقصد کے تحت یہاں آئی ہو یا پھر اس کا کہنا درست بھی ہو سکتا ہے۔ ویسے وہ خاصی نروس ہو گئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ بہت زیادہ چالاک نہیں ہے لیکن چالاک بننے کی کوشش کر رہی ہے۔ اگر وہ کسی کی آلۂ کار ہے تو اس شخص کو انتہائی نقصان اٹھانا پڑے گا اس لڑکی کی وجہ سے۔ بہر طور اندازہ ہو رہا تھا کہ شعلہ پور میں میری آمد خاصی دلچسپ ثابت ہو گی۔ ویسے بھی دن کا کافی حصہ گزر چکا تھا۔ اپنے شہر میں زندگی میں بے شک دلچسپیاں باقی تھیں۔ بہت سے کردار تھے جو مجھ سے منسلک ہو گئے تھے خصوصاً فریدہ کی زندگی میں شامل ہونے کے بعد تو نظریۂ حیات ہی بدل گیا تھا اور میں بالکل ہی تبدیل شدہ محسوس کر رہا تھا اپنے آپ کو۔ میرے وہ قدیم دوست بھی اب مجھ سے ذرا کم ہی ملتے تھے۔ ویسے ظاہر ہے کہ ان کا ساتھ دینا اب میرے لیے ممکن نہیں تھا۔

میں پیدل ہی نکل پڑا اور اس کے بعد طویل ترین آوارہ گردی کرنے لگا۔ گلیاں، سڑکیں، بازار، یقینی طور پر شعلہ پور میں ایسی کوئی دلکشی نہیں تھی جو سیاحوں کو اس طرف کھینچ لائے۔ لیکن بھوری لومڑیوں کا شکار، جنگلی سؤر اور سانپوں کا زہر نکال کر انھیں فروخت کرنے والے بہر طور دلکشی رکھتے تھے۔ ویسے جگہ جگہ مجھے غیر ملکی بھی نظر آ رہے تھے۔ یہ ایک تعجب خیز بات تھی۔ ان غیر ملکیوں کی یہاں آمد کی وجوہات کیا ہیں اس کا بھی پتا لگانا پڑے گا۔ یقینی طور پر بے مقصد ہی اس طرف نہ نکل آئے ہوں گے۔ ویسے یہ گیسٹ ہاؤس مجھے بہت دلچسپ لگے تھے۔ پہلے تو خیر ٹیکسی میں بیٹھ کر یہاں پہنچ گیا تھا لیکن اب یہ احساس ہو رہا تھا کہ یہاں چھوٹے چھوٹے گیسٹ ہاؤس بھی ہیں۔ غالباً لوگوں نے اسے بھی ایک بہترین ذریعہ معاش بنا رکھا تھا۔ اس کے علاوہ وہاں مختلف قسم کی صنعتیں قائم تھیں۔ زیادہ تر خریداری سیاح کرتے تھے۔ مقامی لوگ حسبِ معمول غربت کا شکار نظر آتے تھے۔ اس کے علاوہ ایک خاص چیز جو میں نے دیکھی وہ ان کمپنیوں کے کیبن تھے۔ جن پر بڑے بڑے بورڈ لگے ہوئے تھے۔ ان کیبنوں میں اسلحہ اور دوسری تمام چیزیں بہ آسانی دستیاب ہو جاتی تھیں۔ اس جگہ رک کر میں نے یہاں سے معلومات حاصل کیں۔ اور حیران رہ گیا۔ یہ لوگ نہایت اطمینان سے یہ تمام چیزیں کرائے پر دے دیا کرتے تھے۔ غالباً کوئی ایسا انتظام قائم کیا گیا ہو گا جس کی بنا پر کوئی بدامنی یا بے ایمانی نہ ہو پاتی ہو گی۔

بالآخر میں ان راستوں پر پہنچ گیا جہاں سے آگے کا سفر کیا جاتا تھا۔ یہاں کے لوگوں کو گائیڈ کرنے کے لیے طرح طرح کے انتظامات کیے گئے تھے۔ اور مجھے سیاحوں کے لیے دلچسپی کی وجہ بھی معلوم ہو گئی تھی کیونکہ یہاں شاید منشیات وغیرہ بھی بہ آسانی دستیاب ہو جایا کرتی تھیں لیکن اتنی جلدی ساری معلومات حاصل کر لینا مشکل تھا۔ پولیس نہ ہونے کے برابر تھی یا کہیں ہوتی بھی تھی تو بالکل لاتعلق نظر آتی تھی۔ شہری انتظامی امور کے علاوہ اس کا شاید اور کوئی کام نہیں تھا۔ ایک دلچسپ جگہ تھی۔ یوں محسوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ جیسے یہ اپنے ملک ہی کا کوئی حصہ ہو۔ یہاں یہ تمام کام بہ آسانی ہو سکتے تھے جن کی نشاندہی مجھے کی گئی تھی۔ میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ آج کا دن اسی انداز میں گزرنے کے بعد شام کو یہ بتاؤں گا ان لوگوں کو کہ وہ خود بھی اپنے لیے طور پر سیاحت کا بندوبست کر لیں۔ اور دوسرے علاقوں میں نکل جائیں۔

دوپہر کا کھانا میں نے ایک ایسی جگہ کھایا جہاں بڑی عمدہ چیزیں مل رہی تھیں یعنی تازہ کٹے ہوئے دنبوں کا کڑھائیوں میں پکایا ہوا گوشت اور خمیری نان وغیرہ۔ ایسے علاقوں میں یہ کھانے بڑی دلچسپی کے حامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ میں نے دوپہر کا کھانا ایسی ہی ایک جگہ کھایا۔ بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اپنی اپنی باتوں میں مشغول تھے۔ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہوئی آج کے دن جسے قابلِ ذکر کہا جا سکے۔ البتہ شام ذرا دلچسپ تھی۔ اور یہ بھی لمحاتی دلچسپی تھی کہ جب میں اپنے کمرے میں داخل ہوا تو اچھی خاصی شام ہو چکی تھی۔ سورج چھپ چکا تھا اور فضا میں ہلکی ہلکی خنکی پھیل گئی تھی۔ ابھی میں یہ فیصلہ بھی نہ کر پایا تھا کہ اس کے بعد کیا کرنا ہے کہ دستک سنائی دی۔ پتا نہیں کون تھا۔ بہر حال آنے کی اجازت دے دی۔ اور آنے والی کو دیکھا تو ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہی لڑکی تھی۔ نئے لباس میں ملبوس تھی۔ اور نیا رنگ چہرے پر چڑھا ہوا تھا۔ یعنی میک اپ کیے ہوئے تھی۔ جب وہ دن میں نظر آئی تھی تو بغیر میک اپ کے تھی۔ اور اس وقت سے زیادہ دلکش لگ رہی تھی۔ میں نے اسے مسکراتی نظروں سے

دیکھا۔ وہ بھی مسکرا دی اور قریب پہنچ کر بولی۔

"بیٹھ سکتی ہوں؟"

"بیٹھو۔"

"دراصل میں نے آپ کی وہ پیشکش قبول کر لی ہے جو آپ نے مجھے دن میں کی تھی۔"

"یعنی؟" میں نے کسی قدر ترش لہجے میں کہا۔

"میں آپ کو ہر جگہ گائیڈ کر سکتی ہوں، دن اور رات۔"

نہ جانے کیوں ایک لمحے کے لیے میرے دل میں کراہت سی پیدا ہو گئی۔ یعنی دن اور رات کا مطلب میں اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اس وقت جب اس نے معصومیت کا اظہار کیا تھا اور مجھ سے اجتناب برتا تھا وہ مجھے اتنی بُری نہیں لگی تھی لیکن اس وقت نہ جانے کیوں میری طبیعت میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ میں نے ترش لہجے میں کہا۔

"نہیں میڈم، اب مجھے آپ کی ضرورت نہیں ہے۔"

"جی؟"

"میں نے کہا نا۔ اب مجھے آپ کی ضرورت نہیں ہے۔"

"لل۔۔۔ لیکن۔ آپ نے تو مجھے۔ مم۔۔۔ میرا مطلب ہے آپ نے۔"

"ہاں ہاں۔ اس وقت میں نے آپ سے جو کچھ کہا تھا وہ اس وقت کی بات ہے۔ اب ذرا معاملات مختلف ہو گئے ہیں۔" وہ ایک دم سے بجھ سی گئی کہنے لگی۔

"شاید آپ نے کسی اور کو اپنے لیے منتخب کر لیا ہے۔"

"گائیڈ کے طور پر؟" میں نے سوال کیا۔ اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"تو میں جاؤں؟"

"جا سکتی ہیں آپ۔"

وہ بڑی اداس سی باہر نکل گئی تھی۔ اور میں حیرانی سے یہ سوچ رہا تھا کہ اچانک اس کے اندر یہ تبدیلیاں کیوں رونما ہوئیں۔ پھر مجھے ایک دم احساس ہوا کہ میں نے غلطی کی ہے۔ حالانکہ اس کے بارے میں میرے ذہن میں شبہ موجود تھا کہ لڑکی کسی خصوصی مقصد کے تحت میرے پاس آئی ہے۔ اس وقت ذہنی طور پر اس نے کسی سے کوئی ہدایات حاصل کی ہوں گی کہ وہ میرے قریب آ سکتی ہے۔ اگر یہ بات تھی تو میں نے غلطی کی ہے لیکن پھر مجھے خود بخود ہی ہنسی آ گئی۔ خواہ مخواہ ہی اندازے قائم کر رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کوئی ایسی صورتِ حال ہی نہ ہو۔ ایک ہزار روپے روز نے اسے اس بات کے لیے مجبور کر دیا ہو کہ وہ میرے ساتھ ہر قسم کے لمحات گزار سکے۔ لیکن وہ ایسی ہے کیا؟ بہر طور میں جو کچھ کر چکا تھا اب اسے واپس نہیں لا سکتا تھا۔ یقینی طور پر وہ جا چکی ہو گی۔ ہاں اگر کبھی دوبارہ آئی تو دیکھوں گا۔ یہ میرا آخری فیصلہ تھا اور پھر رات گزر گئی۔ دوسرے دن صبح ہی صبح ناشتے کے بعد تیاریاں کیں۔ باتری اور دوسرے تمام لوگوں کو طلب کر کے انھیں ہدایات کیں کہ وہ جیپیں کرائے پر حاصل کر کے جہاں دل چاہے نکل جائیں۔ مجھے ان کی ضرورت ہوئی تو ٹرانسمیٹر پر انھیں مخاطب کر کے صورتِ حال کے بارے میں بتا دوں گا۔ ویسے باتری نے شہر کے بارے میں مجھے رپورٹ دی تھی کہ یہ ایک عام قسم کا شہر ہے سوائے اس کے کہ یہاں پر شکاریوں کے لیے بہترین انتظامات کیے گئے ہیں اور خصوصاً یہ کہ بہت سے گیسٹ ہاؤس پھیلے ہوئے ہیں اور ان میں زیادہ تر گیسٹ ہاؤس کرائے پر اٹھے ہوئے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ اچھے خاصے سیاح یہاں آ جاتے ہیں اور یہ ان لوگوں کا ایک بہترین ذریعہ معاش ہے۔ میں ان تمام ہدایات کے بعد باہر نکل آیا۔

میں نے ایک جیپ کرائے پر حاصل کی۔ اسلحہ میرے شانے سے لٹکا ہوا تھا۔ عمدہ قسم کی رائفل اور کارتوس۔ یہ یہاں عام طور پر دیکھے جاتے تھے۔ اور کوئی کسی مسلح آدمی کو دیکھ کر حیران نہیں ہوتا تھا۔ یہ ایک دلچسپ سی بات تھی کیونکہ کسی اور جگہ میں نے اس قسم کے مناظر نہیں دیکھے تھے۔ ویسے یہاں اچھی خاصی برائیاں پیدا ہو سکتی تھیں۔ لیکن شاید انھیں روکا جاتا تھا۔ اور اس کے طریقۂ کار کے بارے میں مجھے ابھی تک معلوم نہ تھا۔

میں جیپ لے کر باہر نکل گیا۔ کل دن کی روشنی میں میں نے صورتِ حال کا جائزہ لے ہی لیا تھا۔ چنانچہ اس سمت چل پڑا جہاں سے شہری آبادی چھوڑنے کے بعد جنگل اور چٹانی علاقے میں نکلا جا سکتا تھا۔ جیپ کی رفتار میں نے سست رکھی تھی۔ بہت زیادہ لوگ آس پاس نظر نہیں آ رہے تھے۔ بھوری وسیع و عریض چٹانیں دور دور تک بکھری ہوئی تھیں اور ان کے درمیان راستے بھی اچھے خاصے تھے۔ ویسے پتھریلے راستے تھے۔ اور ان پر کسی قسم کی کارروائی نہیں کی گئی تھی۔ جیپ مناسب رفتار سے دوڑتی رہی۔ مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ بھوری لومڑیوں کے شکاری کس سمت نکلتے ہیں اور سچی بات یہ کہ مجھے کوئی شکار تو کرنا ہی نہیں تھا۔ ویسے ابھی تک مجھے کوئی ایسی چیز بھی نظر نہیں آئی تھی جو شکار کی جا سکتی۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کچھ افراد بھی چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔ ظاہر ہے سیاح ہوں گے۔ اور سیاحت کے لیے اس طرف نکل آئے ہوں گے ویسے اس علاقے میں درختوں کا موجود ہونا خاصی دلکش بات تھی ورنہ عام طور سے یہاں درختوں کی کمی پائی جاتی تھی۔

جیپ آہستہ آہستہ آگے بڑھتی رہی۔ اور پھر وہاں موجود لوگ میری جانب متوجہ ہو گئے۔ میں نے سفید رنگ کی دو جیپیں وہاں کھڑی ہوئی دیکھی تھیں۔ ان کی جانب سفید سائبان بھی لگا ہوا تھا۔ اس کا مقصد یہ ہوا کہ کوئی باقاعدہ گروہ یہاں آیا ہوا ہے۔ جو لوگ کھڑے ہوئے مجھے دیکھ رہے تھے وہ متجسس نظر آتے تھے۔ میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ اور پھر جیپ سے نیچے اتر آیا۔ میں نے محسوس کیا کہ ان کے درمیان کھلبلی پیدا ہو گئی ہے۔ وہ دونوں ایک طرف دوڑ گئے تھے۔ اور چند لمحوں کے بعد دو تین عورتیں اور دو تین مرد وہاں آ گئے۔ ان میں، میں ایک سفید فام عورت کو بھی دیکھ رہا تھا۔ وہ سب حیران نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہے تھے۔ ایک قد آور آدمی جو تقریباً چالیس بیالیس سال کے قریب ہو گا آگے بڑھا اور میرے قریب پہنچ گیا۔ میں ان کے چہروں پر شدید حیرت کے آثار دیکھ رہا تھا۔ اس کے منہ سے عجیب سے انداز میں نکلا۔

"رازل شاہ!"

میں نے اپنے عقب میں دیکھا لیکن وہ مجھے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ دو قدم آگے بڑھ آیا۔ اور پھر مضطربانہ انداز میں بولا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"جی، میں سمجھا نہیں!"

"تم۔۔۔ تم۔۔۔ آہ۔۔۔ لیکن یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟"

ایک اور عورت آگے بڑھی۔ اسے عورت کے بجائے لڑکی کہنا زیادہ مناسب تھا۔ عمر چھبیس ستائیس سال سے زیادہ نہیں ہوگی لیکن جسامت خاصی تھی جس کی بنا پر وہ عمر میں خاصی لگتی تھی۔ اس کی آنکھیں بھی حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ اس نے مدھم لہجے میں کہا۔

"رازل!"

"کیا آپ لوگ مجھے رازل کہہ رہے ہیں؟"

"تم۔۔۔ تم کون ہو؟" اس لڑکی نے پوچھا۔

"میرا نام جہانگیر جمال شاہ ہے۔ خیریت۔ آپ لوگ مجھے رازل کے نام سے کیوں مخاطب کر رہے ہیں؟"

تب وہ شخص آگے بڑھا جو قد آور تھا۔ اور میرے قریب پہنچ کر بولا۔

"دوست تم جو کچھ بھی ہو، صبح کا وقت ہمارے ساتھ گزارنا پسند کرو گے؟"

"اگر آپ کا حکم ہے تو ضرور۔" میں نے نیازمندی سے کہا۔

"آؤ۔ براہِ کرم آؤ۔"

انھوں نے مجھے رازل شاہ کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ مجھے خود حیرت ہوئی تھی۔ ہو سکتا ہے میری شکل کسی رازل شاہ سے ملتی ہو۔ لیکن یہاں جتنے لوگ تھے سب متجسس نظر آ رہے تھے۔ وہ شخص آگے بڑھتا ہوا بولا۔

"میرا نام مہابت خاں ہے۔"

"جی۔ لیکن آپ یقین کریں کہ میں جہانگیر جمال شاہ ہوں۔ میں آپ کو بالکل دھوکا دینا نہیں چاہتا۔ اگر میری صورت کسی رازل شاہ سے ملتی ہے تو یہ صرف اتفاق ہو سکتا ہے۔"

"آؤ، بیٹھو۔"

تھوڑے فاصلے پر ایک بہترین قالین گھاس پر بچھا ہوا تھا۔ اطراف میں کھانے پینے کی اشیاء رکھی ہوئی تھیں۔ تقریباً تین چار خواتین، اتنے ہی مرد یہاں موجود تھے جن میں مہابت خاں بھی شامل تھا۔ لیکن سب کے سب عجیب سے اعصابی دباؤ کا شکار نظر آ رہے تھے سوائے اس سفید فام عورت کے جو بہت خوب صورت تھی۔ اس کے بال گہرے سنہری تھے۔ اور آنکھیں بالکل بالوں کی رنگت کی تھیں۔ میں نے غیر ملکیوں میں ہر رنگ کی آنکھیں دیکھی تھیں۔ لیکن سنہری آنکھیں دیکھنے کا یہ پہلا موقع تھا۔ ان آنکھوں کی وجہ سے وہ عورت انتہائی پُراسرار بلکہ کسی حد تک خوفناک نظر آتی تھی۔ اگرچہ اس کے خدوخال انتہائی خوب صورت تھے۔

ان لوگوں کی دعوت پر میں ان کے قریب بیٹھ گیا۔ حالانکہ میرے خیال میں یہ سب کچھ فضول تھا۔ لیکن کیا حرج ہے اگر کسی سے شناسائی بھی ہو جائے۔ اس اجنبی [illegible] میں ہو سکتا ہے مستقبل میں کارآمد ثابت ہو۔ ویسے سب کے سب مقامی ہی نظر آتے تھے سوائے اس عورت کے اور شاندار شخصیتوں کے مالک تھے۔ جن کا اظہار ان کے لباس سے اور اطراف میں پڑے ہوئے ساز و سامان سے ہو رہا تھا۔ مہابت خاں کہنے لگا۔

"انھیں قہوہ دو اور کھانے پینے کی کچھ اشیاء بھی لے کر آؤ۔"

"نہیں مہابت خاں صاحب، درحقیقت میں اس کی ضرورت نہیں محسوس کر رہا۔"

"ہماری روایتوں کو پامال نہ کرو۔ ہم نے تمھیں مہمان بنایا ہے۔ ویسے شکاری معلوم ہوتے ہو۔ یہ رائفل اور کارتوس وغیرہ۔ اوہو۔ رائفل تو بہت شاندار ہے۔ اتار کر رکھ دو۔ یہاں تمھیں ہر قسم کے تحفظ کی ضمانت دی جاتی ہے۔"

مہابت خاں کا لہجہ نہایت نرم تھا۔ حالانکہ شکل و صورت سے وہ خوفناک آدمی نظر آتا تھا۔ قد و قامت بھی خوفزدہ کرنے والا تھا۔ لیکن اس کی نرم آواز اور چہرے کے خدوخال جو اس وقت پیدا ہو گئے تھے اس کی شخصیت سے بالکل مختلف محسوس ہوتے تھے۔ میرے سامنے انواع و اقسام کی اشیاء کے انبار لگا دیے گئے۔ جن میں خشک میوے اور پھل وغیرہ شامل تھے۔ غیر ملکی بسکٹ بھی تھے اس کا مقصد یہ ہے کہ واقعی یہ لوگ صاحب حیثیت لوگ ہیں۔ میں نے ان کی خواہش پر تھوڑی سی چیزیں لے لیں اور اس کے بعد قہوے کے گھونٹ لینے لگا۔ مہابت خاں بولا۔

"میں نے سنا تھا بعض اوقات صورتیں اس حد تک ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں، تمھیں دیکھ کر اس بات کا یقین آیا ہے۔ نہ جانے کیوں تم ہمارے خاندان کے ایک شخص کے اس قدر ہم شکل ہو۔ حالانکہ۔۔۔"

"اب تو مجھے بھی دلچسپی پیدا ہو گئی ہے مہابت خاں صاحب۔ کون ہے وہ شخص؟"

"میرا بھائی تھا۔ رازل شاہ نام تھا اس کا۔"

"کہاں گیا؟"

"مر گیا۔" مہابت خاں نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"اوہ، مجھے بہت افسوس ہوا۔ آپ مجھے بھی اپنے بھائی کا درجہ دے سکتے ہیں۔"

"نہیں ایسا نہ کبھی ہوتا ہے اور نہ اب ہوگا۔ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ خیر لوگ اچھے اخلاق کی بنیاد پر ایسا ہی کہتے ہیں۔ تمہارا بے حد شکریہ۔"

وہ عورت کہنے لگی جسے میں نے عورت کی بجائے لڑکی کا خطاب دے دیا تھا۔

"اور وہ ہمارا نہایت چہیتا بھائی تھا۔ میرا نام گوہر جہاں ہے۔ دو بھائیوں کی بہن تھی۔ لیکن اب صرف مہابت خاں رہ گیا ہے۔ مہابت خاں مجھ سے صرف ایک سال بڑا ہے لیکن ہم دونوں بہن بھائی ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں۔ رازل شاہ بھی ہماری چاہتوں میں شریک تھا۔"

"میں کچھ اور جاننا چاہتا ہوں رازل شاہ کے بارے میں۔" میں نے کہا۔

"میں بتاتا ہوں۔" مہابت خاں کہنے لگا۔ چند لمحات سوچتا رہا پھر بولا۔

"ہم دونوں بھائیوں نے یورپ میں تعلیم حاصل کی تھی۔ ہم پندرہ پندرہ سال کی عمر کے تھے جب ہمیں ہمارے باپ شہزور خاں نے یورپ بھیج دیا تھا۔ وہیں ہم نے تعلیم حاصل کی پھر ہمارے والد کا انتقال ہو گیا۔ والدہ ابھی تک حیات ہیں۔ میں واپس آگیا اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر جبکہ رازل شاہ وہیں رک گیا۔ میں نے اسے موقع دیا تھا اس کا۔ یہ میری بیوی ریٹا ہے۔ جس سے میں نے یورپ ہی میں شادی کر لی تھی۔ میں اسے اپنے ساتھ لے آیا۔ رازل شاہ کو یہ بھی بہت چاہتی تھی۔ بہت اچھے خاندان کی عورت ہے۔ بہرحال رازل شاہ وہیں تعلیم حاصل کرتا رہا۔ اور پھر ایک رات اس کا ایک حادثے میں انتقال ہو گیا۔ سڑک کا حادثہ تھا جو اس کی کار کو پیش آیا تھا۔ ٹرک سے ٹکرا گئی تھی۔ بعد میں رازل شاہ کی میت ہمارے گھر آگئی اور ہم نے اس کی تدفین کر دی۔ رازل شاہ تم سے اس قدر ملتا جلتا ہے۔ ارے ایسا کیوں نہ کرو کہ تم ہمارے ساتھ چلو۔"

"مہابت خاں! کیا یہ مناسب ہوگا؟" گوہر جہاں نے اعتراض کیا۔

"کیوں؟"

"خانم گل چراغ انھیں دیکھ کر اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکیں گی۔"

مہابت خاں کچھ سوچنے لگا پھر اس نے کہا۔

"خانم گل چراغ سے اگر ان کا تذکرہ کر دیا جائے تو۔"

"کیا فائدہ۔ خواہ مخواہ زخم ہرے ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے، تمہاری مرضی۔"

گوہر جہاں کی بات پر مہابت خاں نے ہتھیار ڈال دیے۔ مجھے خود بھی اس سارے معاملے سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ البتہ اس بات پر حیران تھا کہ میری صورت کسی شخص سے اس انداز میں ملتی ہے۔ نہ جانے کس حیثیت کا مالک ہوگا وہ۔ اور نہ جانے اس کی زندگی کے ساتھ کیا کچھ ہے۔ میں نے کچھ دیر کے بعد ان لوگوں سے اجازت طلب کی تو مہابت خاں کہنے لگا۔

"قیام کہاں ہے تمہارا۔ اور تم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آئے کہاں سے ہو؟"
"دارالحکومت سے آیا ہوں۔ سیر و سیاحت کا شوقین ہوں اس لیے یہاں چلا آیا۔"
"شکار وغیرہ کھیلتے ہو؟"
"ہاں دلچسپی ہے۔"
"تو ٹھیک ہے۔ تمھیں دعوت دیں گے کسی دن۔ کون سے گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرے ہو؟"
"اس کا نام روہیلہ گیسٹ ہاؤس ہے۔"
"اوہ اچھا۔ ذرا مجھے اپنا پتا بتا دو۔"

میں نے روہیلہ گیسٹ ہاؤس میں اپنے کمرے کا نمبر وغیرہ بتا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں سے اٹھ گیا ان لوگوں نے مجھے نہایت محبت سے رخصت کیا تھا مہابت خان کہنے لگا۔

"اگر خانم گل چراغ نے تمھیں طلب کیا تو کیا تم ہمارے ہاں کچھ وقت مہمان بننا پسند کرو گے؟"
"کیا حرج ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"تو پھر میں کل تم سے ضرور ملاقات کروں گا۔ دن کو تقریباً ساڑھے گیارہ بجے میرا انتظار کرنا اپنے گیسٹ ہاؤس کے کمرے میں۔ براہ کرم یہ وقت کہیں اور صرف نہ کرنا۔"
"ٹھیک ہے آپ لوگوں کا بے حد شکریہ۔" میں نے جواب دیا۔

جیپ علاقوں میں دوڑتی رہی۔ کہیں کہیں اکا دکا شکاری نظر آجاتے تھے۔ پھر میں نے دو بڑی بڑی چٹانوں سے گزر کر کافی فاصلے پہ پہنچ کر دیکھا تو اچانک ہی میں نے کسی اور گاڑی کے انجن کی گڑگڑاہٹ سنی۔ میں نے دیکھا کہ وہ دو جیپیں تھیں اور بڑی برق رفتاری سے میری سمت آرہی تھیں۔ میں ایک دم سنبھل گیا۔ ان کے آنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ میری سمت آرہی ہوں۔ اور چند لمحوں کے بعد وہ میرے قریب پہنچ گئیں۔ دونوں جیپوں میں تین تین افراد سوار تھے اور یہ مقامی ہی لوگ معلوم ہوتے تھے۔ ان میں سے ایک نیچے اترا اور میرے قریب پہنچ کر بولا۔

"لائسنس۔"
"کیسا لائسنس؟"
"کیا تم نے اس علاقے میں شکار کھیلنے کا لائسنس لے لیا ہے؟"
"میرے پاس شکار کا لائسنس موجود ہے۔"
"میں علاقے کی بات کر رہا ہوں۔"
"کیسا علاقہ؟"
"تمھیں معلوم نہیں یہ نادر شاہ کا علاقہ ہے۔"
"ہوسکتا ہے۔ نادر شاہ کون ہے؟"
"اس علاقے کا ٹھیکیدار۔"
"لیکن مجھے یہ بات نہیں بتائی گئی کہ شکار کھیلنے کے لیے ٹھیکہ بھی ہوتا ہے۔"
"اوہو۔ اس کا مقصد ہے کہ تم نے لائسنس نہیں لیا تو پھر یوں کرو کہ دو سو روپے نکالو۔"
"کیا مطلب ہے تمھارا؟"
"دیکھو دوست ان علاقوں میں شکار کھیلنا کافی خطرناک ہوتا ہے۔ ہم سرکاری آدمی نہیں ہیں بلکہ ہمارے ٹھیکے آپس میں بٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ نادر شاہ کے علاقے میں شکار کھیلنے والے کو دو سو روپے ادا کرنے ہوتے ہیں اور اس کے بعد وہ محفوظ ہو جاتا ہے۔ اب دیکھو نا بہت سے حادثات پیش آسکتے ہیں۔ جیپ الٹ سکتی ہے۔ کہیں سے کسی شکاری کی گولی آکر تمھیں نشانہ بنا سکتی ہے۔ ان تمام چیزوں سے تحفظ کے لیے صرف دو سو روپے بُرے نہیں ہوتے۔ زندگی کو صرف دو سو روپے میں۔" وہ شخص ہنسا۔ میں نے کہا۔
"اور اگر یہ دو سو روپے ادا نہ کیے جائیں تو؟"
"تو تم غیر محفوظ ہو جاؤ گے۔"
"ٹھیک ہے میں اپنی حفاظت خود کرلوں گا۔"
"تمھاری مرضی ہے لیکن اچھا نہیں ہوتا۔ سمجھدار لوگ ایسی حرکتیں نہیں کرتے۔"
"جاؤ ٹھیک ہے۔ میں اپنی حفاظت خود کرلوں گا تم پیسے ادا نہیں کروں گا۔" میں نے کہا اور جیپ کو گیئر میں ڈال کر آگے بڑھا دیا۔

وہ شخص وہیں کھڑا میری جانب دیکھتا رہا اور چند ہی لمحوں کے بعد ان سے کافی دور نکل آیا۔ نادر شاہ میں نے دل ہی دل میں سوچا اور اس کے بعد میرے ذہن میں کچھ اور بھی تصورات گردش کرنے لگے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ علاقہ خطرناک ہے۔ انھوں نے جو کچھ کہا ہے ہوسکتا ہے اس کی عملی شکل بھی سامنے آجائے۔ چنانچہ میں کافی محتاط ہوگیا تھا۔ میں بہت دیر تک سفر کرتا رہا اور نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتا رہا۔ درحقیقت میں سرحدوں تک پہنچنا چاہتا تھا جن کے بارے سنا تھا کہ ان سے ہتھیاروں کی اسمگلنگ ہوتی ہے۔ لیکن کوئی کام نہیں بنا تھا۔ اس کے بعد مجھے اس بات کا افسوس ہونے لگا کہ میں نے اس لڑکی کو بلاوجہ نظر انداز کردیا۔ ہوسکتا ہے وہ اس سلسلے میں میری مددگار ثابت ہوتی۔ اگر وہ دوبارہ کہیں نظر آئی تو میں ضرور اس سے اس بارے میں بات کروں گا۔ اور اسے ساتھ رکھ لوں گا۔ ویسے بھی بے چاری نہ جانے کس معصیت کا شکار ہے۔ بڑی عجیب سی کیفیت کی مالک معلوم ہوتی تھی بشرطیکہ وہ کسی کی نمائندہ نہ ہو۔ اس کے بعد واپسی کا سفر ہی مناسب تھا۔ کیونکہ زیادہ دیر میں جانے سے خدشہ تھا کہ شام کے جھٹپٹوں میں راستہ بھول جاؤں گا۔ بالآخر میں گیسٹ ہاؤس میں داخل ہوگیا۔ یہاں بھی کوئی ایسی اہم بات نہیں ہوئی تھی۔ وہ محترمہ یاد آئیں جنھوں نے مجھے اپنے فریب میں پھانسنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ناکام ہو کر واپس چلی گئی تھیں۔ بعد میں یہی باتیں سوچنے لگا اور منصوبے بناتا رہا کہ آگے کیا کرنا ہے۔ اور کس انداز میں اپنے کام کو صحیح طور پر شروع کرنا ہے۔ مہابت خان اور ان کا خاندان بھی بڑا عجیب تھا۔ خانم گل چراغ کے بارے میں مجھے بتایا گیا تھا۔ پتا نہیں ان خاتون کی کیا کیفیت تھی۔ بہرطور بہت ساری باتیں ذہن میں آتی رہیں۔ اور میں انھی سوچوں میں گم رہا۔ پھر باقر اور فیروز وغیرہ نے رابطہ قائم کیا اور میں نے انھیں طلب کرلیا کیونکہ ماحول میرے خیال میں پُرسکون تھا اور کوئی ایسی بات نہیں تھی جو قابلِ ذکر ہو۔ کچھ دیر کے بعد یہ لوگ بھی پہنچ گئے۔

"چیف! کوئی ایسی اہم بات نہیں جس پر توجہ دی جائے۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہاں کا ماحول بڑا سنسنی خیز ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے شعلہ پور میں عام قسم کے لوگ تو رہتے ہی نہیں ہوں بس یوں سمجھ لیجیے قدم قدم پر ہمیں یہ احساس ہوا کہ لوگ ہمیں عجیب نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ میرے خیال میں یہاں ہر جگہ ایسے لوگ بکھرے ہوئے ہیں جو شعلہ پور میں آنے والے نئے افراد کی نگرانی کرتے ہیں۔ یہ مشتبہ لوگ ہر جگہ نظر آتے ہیں اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ نئے لوگوں سے واقفیت حاصل کریں۔ اور ان کا انداز اتنا مکمل نہیں ہوتا کہ کسی کو شبہ نہ ہوسکے۔ مطلب یہ کہ ہر طرح کے لوگوں کو اس کام کے لیے آمادہ کرلیا گیا ہے۔ ان میں چھوٹے چھوٹے کاروبار کرنے والے بھی ہیں، سودا وغیرہ بیچنے والے بھی اور دوسرے شعبوں کے لوگ بھی۔ اس کے علاوہ جو معلومات ہمیں حاصل ہوئی ہیں وہ بھی غور طلب ہیں۔ یہاں جگہ جگہ شکاریوں کے لیے انتظامات کیے گئے ہیں اور شاید اتنے شکاری نہ آتے ہوں جتنا ان کے لیے اسلحہ موجود ہے۔ اور گاڑیاں موجود ہیں پھر ایسی ایجنسیاں قائم ہیں جو ان شکاریوں کو تحفظ فراہم کرتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ شعلہ پور کے نواحی علاقوں میں خطرات بکھرے ہوئے ہیں۔ اور تھوڑا سا معاوضہ دے کر ان خطرات سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔ صاف پتا چل جاتا ہے کہ یہ خطرات انھی لوگوں کے پھیلائے ہوئے ہیں تاکہ شکاریوں سے قیمتیں وصول کی جائیں۔ ویسے یہ پتا نہیں چل سکا کہ ان کا تحفظ نہ کرنے والوں کو کیسے کیسے نقصانات پہنچ جاتے ہیں۔ پولیس کا تو یہاں کوئی عمل دخل ہی نہیں ہے۔ وردی میں لوگ نظر آتے ہیں لیکن ایسے جیسے سڑکوں پر آکر شرمندہ ہوں۔ جوئے خانے قائم ہیں اور شہر کے بڑے بڑے لوگوں کو ان جوئے خانوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ ہمارا تجزیہ ہے اب تک کا اور ظاہر ہے اس کے بعد جو حکم دیں گے اس سلسلے میں معلومات حاصل کی جائیں گی۔"

میں نے مسکراتی نگاہوں سے ان لوگوں کو دیکھا اور تعریفی انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"جو کچھ تم نے معلوم کرلیا ہے میرے خیال میں آج کے لیے کافی ہے۔ اس سے مجھے ایک اندازہ ہوگیا ہے کہ تم نے صحیح سمت میں قدم اٹھایا ہے۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ پہلے یہاں کے حالات کا ایک مکمل تجزیہ کرلیا جائے۔ میرا یہ سمجھنا ہوں کہ جس کام کے سلسلے میں ہم لوگ یہاں آئے ہیں اس میں یہاں کے لوگ ہی ہماری رہنمائی کریں گے۔ اور ہمیں صحیح راستوں پہ لگا دیں گے۔"

"ٹھیک ہے چیف! تو پھر میرا خیال ہے ہمیں آپ اس کی اجازت دیجیے کہ ہم اپنے طور پر جس شخص کو بھی چاہیں چیک کرسکتے ہیں۔" ناصری نے کہا۔
"میں تمھیں اس کی اجازت دے چکا ہوں ناصری۔ باقر تم بھی اور فیروز تم لوگ بھی۔ بے شک تم نے دو دو کی ٹولیاں بنالی ہیں لیکن اگر کہیں یہ محسوس کرو کہ تم میں سے ہر شخص انفرادی طور پر کام کرسکتا ہے تو مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ میرا مقصد تم سمجھ چکے ہوگے کہ میں یہاں اسلحے کے ان تاجروں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں جنھوں نے ہمارے ملک میں اسلحے کی برائی پھیلا رکھی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اور بھی چیزیں اسمگل کی جاتی ہوں۔ بس ان لوگوں تک رسائی ضروری ہے۔"
"مگر چیف ایک مسئلہ تو ہے۔"
"کیا؟"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اگر ہم اس کام کو کر بھی لیں تو ہمیں پولیس کا تعاون تو حاصل نہیں ہوگا۔" باقری کہنے لگا۔

"میں جانتا ہوں۔ لیکن دوست پولیس سے نہیں، ہمیں فوج سے مدد لینی ہوگی۔ لیکن اس وقت جب ہم یہ امداد انتہائی ضروری سمجھیں۔ تمہیں اسلحہ دیا گیا ہے اسے استعمال بھی کر سکتے ہو۔ لیکن اس جگہ جہاں اس کے لیے مجبوری پیش آجائے۔ ہمارے معاملات سنبھالنے کے لیے انتظامات موجود ہیں۔ اور ہمیں مقامی پولیس کی ضرورت نہیں ہوگی۔"

"بس اب ہم مطمئن ہوگئے چیف۔"

کافی دیر تک میں ان لوگوں سے باتیں کرتا رہا۔ دلچسپ لوگ تھے اور مجھ سے بے تکلف ہو جانے کے بعد اور دلچسپ لگنے لگے تھے۔ ویسے بھی میری فطرت میں آفیسرانہ شان نہیں تھی۔ میں تو خود بھی مست مولا قسم کا آدمی تھا۔ دوستوں سے دوستی زیادہ کارآمد ہوتی ہے بجائے اس کے کہ میں ان پر احکامات نازل کرنا شروع کر دوں۔ حالانکہ آفتاب مجھ سے بہت زیادہ پُراحترام انداز میں ملتا تھا لیکن میں اس سے بھی دوستی رکھے ہوئے تھا۔ رضوانہ کو ابھی اس سلسلے میں، میں نے مصروف نہیں کیا تھا۔ کیونکہ پہلے ہی جائزہ لے لینا چاہتا تھا کہ اس انداز میں کام کرنے کی صلاحیتیں مجھ میں ہیں یا نہیں۔ رات کو بہت دیر تک غور کرتا رہا اور منصوبے بناتا رہا کہ مجھے اپنے کام کا آغاز کس طرح کرنا چاہیے لیکن کوئی ایسا نکتہ ذہن میں نہیں آیا۔ اور جب ایسے اہم نکتے ذہن میں نہیں آتے تو بعد میں اپنے آپ کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینا زیادہ مناسب ہوتا ہے کیونکہ اس کے بعد وقت خود ہی آئندہ آنے والے لمحات کے لیے فیصلہ کر دیتا ہے۔

دوسرے دن ساڑھے گیارہ بجے حقیقتاً میرے ذہن سے وہ لوگ محو ہو چکے تھے۔ یعنی مہابت خاں وغیرہ لیکن ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے مہابت خاں نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ میں نے یونہی سرسری انداز میں کہہ دیا کہ جو کوئی بھی ہے اندر آجائے۔ لیکن مہابت خاں کو دیکھ کر ایک دم میرے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ وہ ہونٹوں پر مسکراہٹ لیے ہوئے اندر آگیا۔ شاندار شخصیت کا مالک تھا اور غالباً یہاں بڑا اچھا مقام رکھتا تھا۔ میں بے اختیار کھڑا ہوگیا اور میں نے اس کا استقبال کیا۔ وہ عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ پھر ایک سرد آہ بھر کر آگے بڑھا اور اس کے ہونٹوں پر ایک مغموم مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم نے مجھے اس طرح رُک کر کیوں دیکھا میرے دوست؟"

"بس یونہی مہابت خاں صاحب۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے آپ کے آجانے کی امید نہیں تھی۔"

"درحقیقت تم نے ہمیں بہت سی مسرتوں کا شکار کر دیا ہے۔ کیسی عجیب بات ہے، وہ حقیقتیں جو ہمیں معلوم ہیں لیکن دھوکا کھانے کو بھی جی چاہتا ہے اور آرزو دل میں ابھرتی ہے کہ کاش حقیقت وہ نہیں یہ ہو۔"

"میں سمجھتا ہوں جن کے اپنے ان سے بچھڑ جاتے ہیں ان کے دلوں پر کیا بیتتی ہے۔"

"خانم گل چراغ سے تمہارا تذکرہ کیا تھا ملنا چاہتی ہیں تم سے اور تم وعدہ کر چکے ہو کہ اپنا وعدہ نبھاؤ گے۔"

"کیوں نہیں۔ ویسے بھی اگر آپ مجھے حکم دیتے تو میں آپ کی خدمت میں ضرور حاضری دیتا۔"

"چلو گے؟" مہابت خاں نے کہا۔

"ضرور۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہارے پاس گاڑی ہے؟"

"جی ہاں، یہاں سے کرائے کی گاڑی حاصل کی ہے۔"

"بہتر یہ ہے کہ اسے راستے میں واپس کرتے چلو۔ اگر تم یہاں شکار کی نیت سے آئے ہو تو تمہیں دس جیپیں مہیا کی جا سکتی ہیں۔ گاڑی واپس کر دو۔ خواہ مخواہ اس کا معاوضہ ادا کرتے رہو گے۔"

"مہابت خاں صاحب اگر اسے رہنے ہی دیا جائے تو اچھا ہے بعد میں دیکھ لیں گے جو بھی صورتِ حال ہوگی۔"

"اوہو۔ اچھا اچھا۔ مطلب یہ ہے کہ تم ہمارا احسان نہیں لینا چاہتے۔ بھئی ہو سکتا ہے خانم گل چراغ تمہیں کچھ عرصے اپنے پاس رکھنے کی کوشش کریں۔" مہابت خاں نے کہا۔

"جی۔ وہ تو ٹھیک ہے لیکن۔۔۔"

"میرا خیال ہے لیکن کی گنجائش نہیں ہے۔ اگر تم پسند کرو تو ایسا کر لو ورنہ تمہیں مجبور کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے ہم لوگ۔"

"نہیں۔ اگر آپ یہ حکم دیتے ہیں تو کوئی بات نہیں ہے، دوبارہ بھی ہم کرائے کی گاڑی حاصل کر لیں گے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے تو پھر یوں کرو چلتے ہیں۔ تیار ہو جاؤ اور تم میرے ساتھ وہاں چلو جہاں سے تم نے یہ گاڑی حاصل کی ہے اور اس کے بعد میرے گھر۔"

میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا تھا۔ دوسرے لوگوں کو اس سلسلے میں بتانا مناسب نہیں تھا۔ اور میں نے ویسے بھی اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس وقت تو جو کچھ میں آپ سے کہہ رہا ہوں وہی سچ ہے۔ یعنی یہ کہ میں بھول ہی گیا تھا کہ میں نے مہابت نامی کسی شخص سے وعدہ کیا ہے اور ایک خاندان میرا منتظر ہوگا۔ بہرحال وہاں سے نکلا۔ جیپ کمپنی کو واپس دی اور تمام کاغذات کینسل کرائے۔ مہابت خاں اس سلسلے میں میرا ساتھی تھا اور میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ کمپنی کے دفتر میں داخل ہوا تو وہاں موجود تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور محتاط ہو گئے۔ گویا مہابت خاں ایک باعزت اور مقتدر شخصیت کی حیثیت سے یہاں مشہور تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے ذہن میں کچھ اور خیالات نے بھی جنم لیا تھا۔ ہو سکتا ہے آنے والے وقت میں مہابت خاں میرا معاون ثابت ہو۔ اس کے بعد میں مہابت خاں کی شاندار گاڑی میں بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

مہابت خاں خاموشی سے بیٹھا ہوا کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا اور میری سوچوں کا دائرہ بھی وسیع ہو گیا تھا۔ سوچوں میں ایسا الجھا کہ یہ اندازہ نہیں ہوا کہ جیپ کن کن راستوں سے گزر رہی ہے۔ البتہ جب وہ ایک شاندار اور عالی شان عمارت کے پھاٹک سے اندر داخل ہوئی تو میں چونکا۔ عمارت پرانے طرز کی بنی ہوئی تھی۔ لیکن وسیع و عریض تھی۔ اور اس کے ظاہری انداز سے شان و شوکت ٹپکتی تھی۔ اس سے کم از کم یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ مہابت خاں ایک دولت مند آدمی ہے اور یقینی طور پر ایک وسیع پس منظر رکھتا ہے۔

حویلی نما مکان کے بڑے سے برآمدے میں میرا استقبال گوہر جہاں نے کیا۔ اس کی آنکھوں سے محبت ٹپک رہی تھی۔ وہ بھائیوں کی بہن تھی اور دونوں ہی بھائیوں سے یقینی طور پر محبت کرتی تھی۔ پھر غالباً گاڑی کی آواز سن کر ریٹا بھی باہر آگئی۔ وہی انداز، وہی کیفیت۔ سنہری آنکھوں والی اس انوکھی عورت کے چہرے کی کیفیت نہایت پُراسرار تھی۔

یہ سب لوگ مجھے ساتھ لیے ہوئے ایک وسیع و عریض ہال نما کمرے میں داخل ہو گئے۔ جہاں بڑی عجیب و غریب ڈیکوریشن کی گئی تھی۔ دونوں سمت نیم دائروں کی شکل میں کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ درمیان میں ایک بڑی سی چوکی تھی جس پر قالین اور مسند بچھی ہوئی تھی۔ نیچے فرش پر بہت خوب صورت قالین بچھا ہوا تھا۔ چاروں طرف پردے لٹک رہے تھے۔ اور ان پردوں کے عقب میں نامعلوم دروازے چھپے ہوئے تھے جن کا اندازہ مجھے بعد میں ہوا۔ تخت پر ایک پُروقار عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ سفید لباس میں ملبوس۔ اس کے چہرے پر بڑا وقار چھایا ہوا تھا۔ یقینی طور پر یہی خانم گل چراغ تھی۔ مہابت خاں مجھے ساتھ لیے ہوئے اندر داخل ہوا تو خانم گل چراغ کی نگاہیں مجھ پر جم گئیں۔ میں نے اس عورت کے چہرے پر پتھریلا پن محسوس کیا۔ غم کی پرچھائیاں صاف ابھر آئی تھیں۔ میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچا۔ میں نے اسے سلام کیا تو اس نے نرم آواز میں میرے سلام کا جواب دیا۔ مہابت خاں اس کے قریب تخت پر بیٹھ گیا اور عورت نے بھی مجھ سے بیٹھنے کے لیے کہا۔ ریٹا اور گوہر جہاں بھی قریب ہی بیٹھ گئی تھیں۔ سب خاموش تھے۔ غالباً خانم گل چراغ کی ذہنی کیفیت کا اندازہ کر رہے تھے۔ تب خانم گل چراغ نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں مہابت خاں کہ تم رازل شاہ کی دوسری تصویر اپنے ساتھ لے آئے ہو لیکن اگر تم میں سے کوئی یہ سوچے کہ یہ درپردہ رازل شاہ ہو سکتا ہے تو یہ خیال اپنے دل سے نکال دو۔ کیونکہ اس وقت ایک ماں کی آنکھیں اپنی اولاد کو دیکھ رہی ہیں۔"

مہابت خاں نے نرم لہجے میں کہا۔

"مادرِ مہربان! کیا یہ سچ نہیں ہے کہ یہ شخص جس کا نام جہانگیر جمال شاہ ہے۔ ہمارے بھائی رازل کی مکمل تصویر ہے۔"

"ہاں اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں جو کچھ بنایا ہے اس کے راز وہی جانتا ہے۔ بے شک یہ رازل شاہ کا عکس ہے لیکن رازل شاہ نہیں ہے۔"

"مادرِ مہربان کیا کوئی ایسا دھوکا ہو سکتا ہے کبھی کسی انسان کو کہ وہ اپنے بیٹے میرا مطلب ہے اپنی اولاد

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں شناخت نہ کر سکے۔"

"شاید کبھی دنیا میں ایسا ہوا ہو لیکن تم پڑھے لکھے لوگ ہو۔ آنکھیں دھوکا دے سکتی ہیں۔ دماغ دھوکا دے سکتا ہے لیکن جسم میں کچھ لہریں ہوتی ہیں جو نامعلوم لہریں کہلاتی ہیں۔ اور وہ لہریں بعض اوقات ایسے انوکھے کھیل کھیلتی ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کہنے والے اسے خون کی کشش بھی کہہ لیتے ہیں۔ دل کا لگاؤ بھی کہہ لیتے ہیں۔ لیکن سائنس کی دنیا میں اس کا ذرا مختلف نام ہے۔ یہ لہریں انسانی جسم سے جدا ہو کر اگر اولاد کی شکل میں ڈھل جائیں تو کم از کم ماں جو اپنے خون کے ایک حصے سے اولاد کو جنم دیتی ہے ان لہروں کو ضرور پہچان لیتی ہے۔ اگر ماں کے اندر پہچاننے کی صلاحیتیں اور الفاظ نہ ہوں تو دل و دماغ اور وجود کا ایک ایک حصہ پکارنے لگتا ہے کہ یہ تیرا اپنا ہے۔ بے شک میرے بیٹے کا ہم شکل ہونے کی وجہ سے یہ شخص میرے لیے باعث محبت ہے۔ لیکن میری لہریں میرے ذہن کو جواب دیتی ہیں کہ یہ بہر طور رازل شاہ نہیں ہے۔ نوجوان میری باتوں کا برا نہیں ماننا۔ یقیناً تم بھی کسی ماں کے بیٹے ہو گے میں دعائیں دیتی ہوں کہ تمھاری ماں کو کبھی تمھارا غم نہ ملے جیسا کہ مجھ بدنصیب کو ملا ہے۔ یہ ایک سچ ہے جو میں بول رہی ہوں۔ تاہم اس کے باوجود میرا تم سے ایک ذہنی لگاؤ ہے کہ قدرت نے تمھیں میرے بیٹے کے خدوخال دیے ہیں۔"

ان صاف ستھرے الفاظ سے میں متاثر ہوا تھا۔ اور ساتھ ہی ساتھ سائنس کے بارے میں اس انکشاف سے مجھے یہ احساس بھی ہوا تھا کہ خانم گل چراغ ایک تعلیم یافتہ خاتون ہے۔ فوراً ہی جواب دینا تھا اس بات کا میں نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بعض اوقات قدرتی معاملات انسان کو عجیب و غریب کیفیات کا شکار کر دیتے ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو میں بھی آپ کو مادر مہربان کہہ کر مخاطب کروں جس طرح مہابت خاں صاحب نے آپ سے کہا تو حقیقت یہ ہے کہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ میرے خدوخال آپ کے بیٹے سے ملتے ہوئے ہیں لیکن آپ کا دکھ مجھے اپنا دکھ محسوس ہوتا ہے۔ اور میں اس میں آپ کا شریک ہوں۔"

"شکریہ۔ بہت اچھے انسان معلوم ہوتے ہو۔"

"نہ ہوتا تو اچھے انسانوں کی خدمت میں حاضری نہ ہوتی۔" میں نے جواب دیا اور خانم مسکرا دی۔

"کچھ عرصے ہمارا مہمان بننا پسند کرو گے؟ وہ چہرہ جو نگاہوں سے اوجھل ہو کر منوں مٹی کے نیچے جا دبا ہے پکارتا ہے کہ تمھیں دیکھا جاتا رہے۔ بطور مہمان ہماری میزبانی قبول کرو گے؟"

"خانم کا حکم۔ اور خاص طور سے مادر مہربان کہنے کے بعد ٹالنا میرے لیے ممکن تو نہیں ہے۔"

"ہم تم پر کوئی دباؤ نہیں ڈالیں گے۔ اگر شعلہ پور میں بغرض سیاحت آئے ہو تو اس سیاحت میں تمھاری خواہش کے مطابق تمھاری مدد کی جائے گی۔ شکار کھیلنے کے خواہش مند ہو تو ہر طرح کی آسانیاں فراہم کی جائیں گی۔ بس ہم تمھیں دیکھتے رہنا چاہتے ہیں۔ کچھ عرصے کے لیے اپنے آپ کو بہلانے کے لیے۔ دل یہ تو بتا ہی چکا ہے کہ جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا۔ لیکن یہ تمھاری الگ خوبی ہے کہ تم ہمارے دل سے قریب ہو گئے ہو۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ جس طرح آپ حکم دیں گی' اس پر عمل کروں گا۔"

"بے حد شکریہ۔ چلو گوہر جہاں بھائی کے لیے رہائش کا بندوبست کرو۔ اور اس کے ساتھ ہی خاطر مدارات کا بھی۔"

ایک لمحے میں' میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ کچھ لمحات یہاں گزار لینا غلط نہیں ہو گا۔ بلکہ ہو سکتا ہے کار آمد ہی ہو۔ جہاں تک اپنے ساتھیوں کا معاملہ ہے تو یہ لوگ بہر طور گیسٹ ہاؤس میں موجود تھے اور انھیں ہدایات بذریعہ ٹرانسمیٹر بھی دی جا سکتی ہیں۔ دیگر یہ کہ یہاں اپنے لیے مشاغل کا موقع نکال لینا بھی کوئی ایسا مشکل کام نہیں ہے بلکہ ایک طرح کا تحفظ حاصل ہو گیا ہے مجھے مہابت خاں کا مہمان بن کر۔ مہابت خاں بھی خوش نظر آ رہا تھا۔ گوہر جہاں تو کھلی پڑ رہی تھی۔ لیکن ریٹا کے انداز سے پتا نہیں چلتا تھا کہ اس پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ ابتدا ہی سے یہ عورت میرے لیے مشکوک ہو گئی تھی۔ حالانکہ اس کے عمل میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جو مجھے مشکوک کر دے یا تو پھر یہ چھٹی حس تھی جو اس کی جانب سے محتاط کر رہی تھی یا پھر قومیت اور کلچر کا خوف

علاقے کا فرق۔ یہ چیزیں کار آمد ہو رہی تھیں۔ یا پھر بعض اوقات کچھ انسانوں کی شخصیتیں ہی ایسی ہوتی ہیں جن سے فوراً ہی کھلنے ملنے کو جی نہیں چاہتا۔ وہ رفتہ رفتہ کھلتے ہیں اور اتنے برے نہیں لگتے جیسا کہ خانم گل چراغ نے لہروں کے کھیل کے بارے میں بتایا۔ بہر طور اتنا میں بھی جانتا تھا کہ بعض اوقات انسانی جسم سے خارج ہونے والی لہریں اس طرح کا اختلاف رکھتی ہیں آپس میں کہ اس انسان سے متفق ہوا ہی نہیں جا سکتا۔

خانم گل چراغ اب مجھ سے کھل کر باتیں کرنے لگی تھیں۔ مجھ سے میرے بارے میں پوچھنا اور ظاہر ہے مجھے جھوٹی کہانی ہی سنانی تھی۔ اور یہ جھوٹی کہانی میں نے انسانی فطرت کے مطابق سنائی تھی۔ یعنی اس طرح کہ میرا کام بن جائے۔ میں نے خانم چراغ گل سے کہا کہ میرے بہت سے بھائی ہیں۔ والد صاحب کاروباری آدمی ہیں اور دارالحکومت میں رہتے ہیں۔ میں گھر سے کسی قدر ہٹا ہوا ہوں کیونکہ بہت سی اولادیں ہونے کی وجہ سے میرے اہل خاندان مجھ پر مکمل توجہ نہیں دیتے۔ جبکہ میں فطری طور پر اس توجہ کا طالب ہوں۔

گل چراغ نے بڑی فراخدلی سے میری اس کہانی کو قبول کر لیا تھا۔ اور اس سلسلے میں مجھ سے بہت سی ہمدردیوں کا اظہار بھی کیا تھا۔ مشاغل کے سلسلے میں' میں نے یہ بھی بتایا کہ اس باغیانہ فطرت کی وجہ سے میں ایک لاابالی انسان ہوں۔ اور چونکہ دنیا گھومنے کے لیے وسائل نہیں ہیں میرے پاس اس لیے اپنے شہر کے مختلف علاقوں میں آوارہ گردی کرتا رہتا ہوں۔ اور جو کچھ بھی بن پڑتا ہے کر لیتا ہوں۔

پھر یہاں بہترین وقت گزرا۔ لنچ پر سبھی موجود تھے۔ اور یہاں میں نے ایک اور کردار کو دیکھا۔ لنچ پر اسے بلایا نہیں گیا تھا بلکہ جیسے ہی وہ اچانک اندر داخل ہوا تھا سب کے ہاتھ رک گئے تھے۔ یہ ایک خوب صورت سی لڑکی تھی اور اس کا چہرہ بھی عجیب و غریب کیفیات کا حامل تھا۔ نقش و نگار میں ایک سنگینی محسوس ہوتی تھی۔ اور یوں لگتا تھا جیسے وہ ساری دنیا سے نفرت کرتی ہو۔ نوجوان تھی عمر بیس اکیس سال سے زیادہ نہیں ہو گی۔ بہت خوب صورت تھی۔ مقامی تھی۔ مشرقی خدوخال رکھتی تھی۔ ہونٹ پتلے پتلے اور ایک دوسرے پر چپکے ہوئے تھے۔ اندر داخل ہوئی تو خانم نے جلدی سے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا۔

"تم اچانک ہی آگئیں نوشاد۔ ہمیں علم بھی نہ ہو سکا۔"

لڑکی خاموشی سے آگے بڑھی اور ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ اس نے ایک نگاہ مجھ پر ڈالی تھی۔ اور اس کے بعد اپنے سامنے رکھی ہوئی پلیٹ کھسکا لی تھی۔

"کہو تمھارا سفر کیسا رہا؟"

"خانم میں تو پچھلی رات ہی آگئی تھی۔ آپ کو اس بارے میں اطلاع مل گئی ہو گی۔"

"اوہو مجھے کسی نے بتایا نہیں۔ بھئی عجیب لوگ ہو تم۔ نوشاد آگئی اور تم نے مجھ سے تذکرہ بھی نہیں کیا۔"

"بس ہمارا خیال تھا کہ نوشاد خود آپ سے مل لی ہو گی۔" گوہر جہاں نے کہا۔

"بری بات ہے اور نوشاد تم بھی میرے پاس نہیں آئیں سیدھی۔"

"چونکہ وقت کافی گزر چکا تھا اور میں سمجھ رہی تھی کہ آپ آرام کرنے کے لیے لیٹ گئی ہوں گی۔ اس لیے میں نے آپ تک آنا مناسب نہیں سمجھا۔ صبح کو دیر تک سوتی رہی اور ناشتے کا وقت بھی گزر گیا۔ اتفاق سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو میرے بارے میں آپ کو اطلاع دینا ضروری سمجھتا۔"

"یہ بہت بری بات ہے۔ بہت ہی بری اور میں اسے ناپسند کرتی ہوں۔" خانم گل چراغ نے کہا۔ اور پھر اپنے ہاتھ سے اس لڑکی کو چیزیں پیش کرنے لگیں۔

میرا اس سے تعارف نہیں کرایا گیا تھا بس نوشاد نام لیا گیا تھا اس کا۔ چنانچہ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ اسی خاندان کی کوئی فرد ہے۔ اور کہیں گئی ہوئی تھی۔ دو تین بار اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ ان آنکھوں میں ایک پراسرار کیفیت تھی۔ ایک عجیب سی کیفیت جسے میں الفاظ کا جامہ نہیں پہنا سکا۔ یقینی طور پر یہ لڑکی ایک اور دلچسپ کردار کی حیثیت رکھتی تھی۔ نہ جانے کون ہے اور یہاں اس کا کیا مقام ہے۔ غرض یہ کہ اس خاندان میں آ کر مجھے خاصی پراسرار کیفیتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ خاتون ریٹا بھی کیا کم تھیں کہ نوشاد صاحبہ بھی درمیان میں آگئیں۔ ان کا رویہ اور ان کا انداز کچھ عجیب سا تھا

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جو بالکل سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

ناشتے کے بعد لڑکی نے خاموشی سے کرسی کھسکائی اٹھی اور دروازے کی جانب بڑھ گئی۔ نہ کسی کو خدا حافظ کہا اور نہ کسی سے اجازت لی۔ البتہ دروازے میں رُک کر اس نے ایک بار نگاہیں اٹھا کر مجھے اور صرف مجھے دیکھا اور اس کے بعد مڑ کر چلی گئی۔ سب کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ پھر خانم گل چراغ ہی نے کہا۔

"جہانگیر بیٹے محسوس نہ کرنا اس کا نام نوشاد ہے اور یہ میرے دیور کی بیٹی ہے۔ میرے دیور کا بھی انتقال ہو چکا ہے اور یہ لڑکی اپنے ماں باپ کے انتقال کے بعد سے ہمارے پاس ہی رہتی ہے۔ بہت خاموش اور کم گو ہے۔ اس سے پہلے ایسی نہیں تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ رازل شاہ کی منگیتر ہے۔ اور بچپن سے رازل شاہ کی اور اس کی نسبت طے تھی۔ رازل شاہ کی موت کے بعد اس کی یہی کیفیت ہو گئی ہے۔ ویسے خدا کا شکر ہے دماغی طور پر متاثر نہیں ہوئی ہے۔ لیکن زبان بند کر لی ہے اس نے۔ چند الفاظ بولتی ہے ضرورت کے مطابق اور بالکل خاموش رہتی ہے۔ تم سے اگر کسی قسم کی گفتگو ہو تو تم محسوس نہ کرنا۔ اور میرے بچے اسے اپنے بارے میں کسی دھوکے میں نہ رکھنا۔ معاف کرنا بہت بڑی بات کہی ہے میں نے۔ لیکن تم سمجھتے ہو۔"

خانم گل چراغ کی آواز میں ایک سسکی سی ابھر آئی۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سب اپنی اپنی کرسیاں کھسکا کر کھڑے ہو گئے۔ گوہر جہاں نے میری رہنمائی اس کمرے کی جانب کی جو میرے لیے تیار کیا گیا تھا۔ اس حویلی نما عمارت کا میں نے ایک سرسری جائزہ ہی لیا تھا لیکن اندرونی حصوں سے پتا چلتا تھا کہ انتہائی قیمتی ساز و سامان سے اسے آراستہ کیا گیا ہے۔ جو کمرا میرے لیے مخصوص کیا گیا تھا وہ بھی اپنی مثال آپ تھا۔ گوہر جہاں نے کہا۔

"یہ عجیب بات ہے کہ تم خانم گل چراغ کی بات پر تیار ہو گئے۔ حالانکہ ہمارے ذہن میں یہ بات نہیں تھی۔ جبکہ یہ آرزو سب کی تھی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ گوہر جہاں نے پھر کہا۔

"اور اب جبکہ تم یہاں میرے بھائی کی حیثیت سے مقیم ہو تو میں تم سے یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ کہیں کسی بھی جگہ کوئی تکلیف اٹھائی تم نے تو وہ تکلیف ہمارے دل کو ہو گی۔"

"شکریہ خانم۔" میں نے آہستہ سے کہا اور وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔ پھر کہنے لگی۔

"اچھا میں چلتی ہوں۔"

میں نے گردن ہلا دی وہ آگے بڑھی اور دروازے کے قریب رُک کر بولی۔

"ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم نے ہمارے دل ہلا دیے ہیں۔ میرا بھائی رازل شاہ بھی تمہارے ہی انداز میں خانم کہتا تھا۔"

غالباً اس کی آنکھوں میں آنسو اُتر آئے تھے چنانچہ وہ جلدی سے رُخ بدل کر باہر نکل گئی۔ اور میں اس دروازے کو گھورتا رہ گیا۔ حالات میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جس کی بنا پر ان لوگوں پر کوئی خاص شبہ کر سکتا۔ اور اسی بنیاد پر یہ احساس میرے دل میں بیدار ہوا تھا کہ انسانی مسائل ہر جگہ یکساں ہیں۔ اور دُکھے ہوئے دلوں کے ساتھ اگر تھوڑی سی محبت کا سلوک کر لیا جائے تو وہ بھی عبادت ہی میں تصور ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ وقت گزارنے کا فیصلہ میں نے اچانک ہی کر لیا تھا۔ ورنہ جب میں وہاں سے چلا تھا یہ بات میرے دل میں نہیں تھی۔ اور اب یہ احساس بھی تھا کہ کہیں مہابت خان وغیرہ کو میرے یہاں فروکش ہو جانے پر کوئی اعتراض نہ ہو۔ چنانچہ جب تقریباً دن کے تین بجے مہابت خان میرے کمرے میں آیا تو میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ لیکن اس کے چہرے کے تاثرات نرم تھے۔ کہنے لگا۔

"میں نے تمہارا سامان منگوانے کے لیے آدمی بھیج دیا ہے۔ یہاں آرام سے رہو اور جیسا کہ خانم گل چراغ نے کہا تم درحقیقت اب اس گھر کے ایک فرد کی حیثیت رکھتے ہو۔ ہو سکتا ہے ہمارے تمہارے یہ تعلقات وسیع سے وسیع تر ہو جائیں اور میں تمہارے مقام کو ایک مستحکم مقام قرار دیتا ہوں۔ اس میں کوئی مذاق کی بات نہ سمجھنا بعض معاملات اسی طرح شروع ہوتے ہیں اور پھر کبھی ختم نہیں ہوتے۔"

"میں آپ سے ملنا چاہتا تھا مہابت خاں صاحب۔" میں نے مدھم لہجے میں کہا۔

"بڑے خان کہو تو مجھے زیادہ خوشی ہو گی۔" مہابت

خان بولا۔

"ٹھیک ہے بڑے خان صاحب۔ میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا تھا۔"

"وہ بھی مجھے یہی کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔" مہابت خان دُکھ بھرے لہجے میں بولا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ کی محبتوں کا سہارا میرے لیے نہایت قیمتی ہے۔ انسان تو میں بھی ہوں اور دُکھوں کو سمجھتا ہوں لیکن ایک اور احساس بھی میرے دل میں ہے۔"

"کیا؟" مہابت خاں نے اپنی آواز صاف کر کے کہا۔

"آپ مجھے محبت سے پیش آئے خیر کبھی سی ملاقات تھی۔ خواتین جذباتی ہوتی ہیں اور وہ ماں بھی ہوتی ہیں۔ بہنیں بھی ہوتی ہیں۔ لیکن گھر کے مردوں کو ساری ذمے داریاں سنبھالنی پڑتی ہیں۔ اور حقیقت یہی ہے کہ اجنبی لوگوں پر ایک دم ہی اتنے سارے اعتماد نہیں کر لیے جاتے۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ خانم نے مجھے یہاں قیام کی پیشکش کی اور آپ نے خانم کے سامنے بے شک اس کی تائید کر دی۔ لیکن میرے دل میں یہ آرزو بھی کہ تنہائی میں آپ سے ایک سوال ضرور کروں گا۔"

"کیا؟" مہابت خاں نے سنجیدگی سے کہا۔

"بڑے خان! کیا میرا یہاں رہنا مناسب ہو گا؟"

"تم اسے کسی انداز میں غلط سمجھتے ہو؟"

"ہاں۔"

"وجہ بتانا پسند کرو گے؟"

"کیوں نہیں۔"

"تو بتاؤ۔"

"مہابت خان صاحب! گھر کے مردوں پر گھر کے سنبھالنے کی ذمے داری عائد ہوتی ہے۔ میں نے ابھی خواتین کی جذباتی کیفیت کا تذکرہ کیا ہے۔ بے شک وہ ماں ہیں۔ اور انھوں نے جذبات میں آ کر مجھے یہاں کچھ عرصے قیام کرنے کی پیش کش کی ہے لیکن اس بات سے بھلا کون انکار کر سکتا ہے کہ میں آپ کے لیے قطعی اجنبی انسان ہوں۔ ایک اجنبی انسان کو اپنے گھر میں اس طرح جگہ دے دینا میں سمجھتا ہوں دانش مندی نہیں ہے۔ جب تک کہ اس کے بارے میں تمام تر معلومات حاصل نہ ہوں۔ اور یقینی طور پر مرد کی حیثیت سے یہ ذمے داری آپ پر ہی عائد ہوتی ہے کیا آپ میرا یہاں کچھ عرصے قیام کرنا پسند کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں اصولی طور پر آپ کو پسند نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کے برعکس مادرِ مہربان کی دلجوئی کے لیے آپ مجھ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں یہاں آتا رہوں۔ اور مستقل آتا رہوں۔ لیکن ان کے الفاظ کو میں ٹھکرا نہیں سکا۔ کیونکہ ایک ماں کی آواز سنائی دی تھی ان کے لہجے میں۔ میں آپ کی مدد کا طالب ہوں مہابت خاں صاحب اور آپ اس سلسلے میں بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔"

مہابت خاں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے کہا۔

"دیکھو نوجوان میں تمہاری سچائی اور تمہارے خلوص کو دل سے تسلیم کرتا ہوں بے شک ایک اچھے انسان کے ذہن میں ہی یہ تصور پیدا ہو سکتا ہے لیکن تمہارا کیا خیال ہے کیا اس دنیا میں اچھے انسانوں کا وجود ختم ہو گیا ہے؟"

"بالکل نہیں۔"

"تو پھر کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں ان اچھے انسانوں میں تصور نہ کروں۔ اور خصوصاً ان حالات میں جب کہ تم اس انداز میں بھی سوچ سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے لیکن میں نے اپنے طور پر یہ معلوم کر لینا ضروری سمجھا کہ میرے یہاں قیام میں آپ کی پسند شامل ہے یا نہیں۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ ایک سچ ہے کہ میں اپنے آپ کو آپ پر مسلط کرنا پسند نہیں کروں گا۔ ہاں خانم گل چراغ کا جہاں تک معاملہ ہے تو ایک دوست کی حیثیت سے میں یہ مدد کر سکتا ہوں آپ کی کہ انھیں اپنے بارے میں کوئی ایسی کہانی سنا دوں کہ وہ میرے یہاں سے دور رہنے کو قبول کر لیں۔ اور پھر یہ ضد نہ کریں۔ البتہ میں ان سے ملتا رہوں گا۔"

"نہیں میرے بچے، میرے دوست اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خلوصِ دل سے تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں اور یہ بھی پیش کش کرتا ہوں کہ ذرا بھی کوئی الجھن درپیش ہو تم اس کا تذکرہ مجھ سے کر دینا میں اسے دور کرنے کی کوشش کروں گا۔ ویسے تمہاری اس پُرخلوص پیشکش کی میں دل و جان سے قدر کرتا ہوں۔ اور اسے ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھوں گا۔"

میں خاموش ہو گیا۔ مہابت خاں نے جن الفاظ میں مجھ سے یہ سب کچھ کہا تھا ان میں سچائی جھلکتی تھی۔ اور

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بہرطور سچائی کی پرکھ تو مجھے بھی کسی حد تک تھی۔ چنانچہ میں مطمئن ہو گیا۔ اب میرا قصور باقی نہیں رہ جاتا تھا لیکن دل میں کچھ ایسے احساسات ضرور تھے کہ غور کرنے کے قابل تھے۔

مہابت خاں کچھ دیر بیٹھنے کے بعد مجھے تسلیاں دے کر چلا گیا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ وہ میرے لیے مزید انتظامات کر دے گا۔ تاکہ میری سیاحت میں خلل اندازی نہ ہو۔ پھر شام کی چائے پر بھی تمام لوگ موجود تھے، سوائے نوشاد کے۔ اور ایسا لگا جیسے کسی کو اس کی فکر نہ ہو اور کسی نے اس کی غیر موجودگی کو محسوس نہ کیا ہو لیکن میرا اس معاملے میں بولنا مناسب نہیں تھا۔ خانم گل چراغ نے کہا۔

"کیا تم نے حویلی دیکھ لی ہماری؟"

"ہاں کافی حد تک۔ میرا مطلب ہے سامنے کا حصہ اور یہاں اپنے کمرے تک۔"

"اس سے آگے بھی بہت کچھ ہے۔ میں چاہتی ہوں تم حویلی کے ایک ایک چپّے سے روشناس ہو جاؤ۔ اور تم سے تمھارے بارے میں مزید تفصیلات بھی نہیں پوچھوں گی میں اور اس کے بعد یہ کہوں گی کہ اگر ممکن ہو سکے تو ہمیں اس کا موقع دو کہ ہم بھی تمھاری کوئی خدمت کر سکیں یہاں شعلہ پور میں جب بھی تمھارا گزر ہو تم ہم لوگوں کو یاد رکھو۔ یہ بات وقتی نہیں ہونی چاہیے۔ تمھاری ماں کا حق بے شک تم پر اتنا ہی ہے جتنا ایک ماں کا حق اپنی اولاد پر ہونا چاہیے۔ لیکن اس میں سے تھوڑا سا بچا کھچا حصہ ہمیں بھی دے دینا۔"

"میں آپ کا خادم ہوں خانم گل چراغ۔ آپ مطمئن رہیے جو کچھ بھی آپ فرمائیں گی میں اس پر عمل کروں گا۔"

"مادرِ مہربان کہنا بھول گئے۔" خانم گل چراغ نے مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اس کے لیے آخری بار معافی چاہتا ہوں آئندہ یہ غلطی نہیں ہوگی۔" میں نے کہا۔ مہابت خاں مسکرا کر بولا۔

"ظاہر ہے کچھ وقت تو لگتا ہی ہے۔ ویسے میں نے بھی ان سے درخواست کی ہے کہ مجھے بڑے خان کہہ کر مخاطب کریں۔"

خانم گل چراغ کا ہاتھ رک گیا۔ آنکھوں میں ایک بار پھر نمی آ گئی۔ پھر وہ مدھم لہجے میں بولیں۔

"اتنے زیادہ جذباتی نہ ہو مہابت خاں کہ دل رو پڑے۔"

سب خاموش ہو گئے تھے۔ پھر اس کے بعد خاموشی ہی اختیار کی گئی۔ ریٹا کے چہرے پر وہی پتھریلا پن موجود تھا۔ اور نہ جانے کیوں مجھے اس کا کردار بے حد پُراسرار لگا۔ مہابت خاں نے بعد میں کہا۔

"وہ جیپ جو سامنے کے حصے میں تمھیں کھڑی نظر آ رہی ہے۔ جس پر سفید رنگ پر کالی پٹی ڈالی گئی ہے وہ میں نے تمھارے لیے وقف کر دی ہے۔ جہاں اور جس طرح چاہو استعمال کر سکتے ہو۔"

"بہتر ہے۔"

"شام کو کہیں جانا تو پسند نہیں کرو گے؟ ویسے شعلہ پور میں شامیں زیادہ خوش گوار نہیں ہوتیں۔ یہاں قوانین ہیں اور یہ قوانین سختی سے نافذ کیے گئے ہیں۔ بے شک یہاں غیر ملکیوں کی بہتات ہے اور سیاح بہت زیادہ آتے ہیں لیکن ہم نے انھیں صرف اتنی ہی اجازت دی ہے کہ وہ یہاں صرف شکار کھیلیں باقی رنگ رلیوں کی یہاں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کئی بار بڑے بڑے ہوٹلوں نے یہاں اپنے ہوٹل بنانے کا سوچا لیکن جرگے والوں نے انھیں اس کی اجازت نہیں دی۔ ہوٹل موجود ہیں لیکن گیسٹ ہاؤس کی شکل میں۔ جہاں بے شمار پابندیاں عائد کی گئی ہیں اور ان گیسٹ ہاؤس کے مالکان مقامی ہی لوگ ہیں۔ اور وہ جانتے ہیں کہ اپنی روایتوں کو کس طرح برقرار رکھا جا سکتا ہے۔"

"بہت خوب یہ اضافی معلومات ہیں میرے لیے۔" میں نے کہا۔

"تاہم اگر تم شکار وغیرہ کا پروگرام ترتیب دینا چاہو تو جس طرح بھی پسند کرو میں تمھیں اس کے مواقع فراہم کر سکتا ہوں۔"

"دورانِ شکار میں جب ویرانوں کی جانب گیا تھا تو کچھ لوگوں نے مجھے روکا تھا۔ اور مجھ سے تحفظ کے لیے دو سو روپے طلب کیے تھے میں اس بات کے لیے قطعی تیار نہیں تھا۔ میں نے ان سے کہہ دیا کہ میں اپنا تحفظ خود کر لوں گا۔ اور اس کے لیے مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ تو انھوں نے مجھے عجیب و غریب سی دھمکیاں دیں۔ میں اس کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"جہاں ہم نے شعلہ پور میں کچھ روایات قائم کی ہیں وہیں شعلہ پور کی کچھ روایات بھی بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ بُرے لوگ ہر جگہ ہوتے ہیں' ہر علاقے میں پائے جاتے ہیں وہ اپنے لیے تاویلیں تلاش کر لیتے ہیں کہ ان کی برائیوں کی بنیاد کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم انھیں سنبھال نہیں سکتے ایسا ہوتا ہے۔ یہاں اکثر ایسا ہوتا ہے۔ اور تمھیں محتاط بے شک رہنا ہوگا۔ لیکن جہاں تک معاوضہ دینے کا تعلق ہے تو میں تمھیں ایسا اجازت نامہ دے دوں گا جس کے تحت تمھیں کسی کمپنی کو تحفظ کا معاوضہ نہیں ادا کرنا پڑے گا۔"

"مجھے معاوضہ ادا کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے بشرطیکہ اس کی کوئی قانونی حیثیت ہو۔"

"نہیں یہ مقامی قانون ہے۔ حکومت کا بنایا ہوا نہیں بلکہ ایجنسیوں کا ہے جو بہرطور اپنی ایک حیثیت رکھتی ہیں۔ تمھیں کیا بتایا گیا تھا کہ کون سی ایجنسی کے لوگوں نے تم سے معاوضہ طلب کیا تھا؟"

"غالباً انھوں نے اپنی ایجنسی کے سربراہ کا نام نادر شاہ بتایا تھا۔"

"ہوں سمجھ گیا اور یہ بھی سمجھ گیا کہ تم کون سے علاقے کی جانب گئے ہو گے۔ لیکن اب بہرطور تمھیں وہ معاوضہ نہیں ادا کرنا پڑے گا۔ میں تمھاری جیپ کے سامنے والے شیشے پر وہ اسٹیکر چپکائے دیتا ہوں۔ جس کے تحت وہ لوگ تمھاری جانب متوجہ نہیں ہوں گے۔" مہابت خاں نے کہا۔

بڑا دلچسپ اور بڑا عجیب انکشاف تھا یہ جس سے مجھے لطف حاصل ہوا۔ اپنے ساتھیوں کو میں ابھی تک کچھ نہیں بتا سکا تھا۔ اور یہ بھی جانتا تھا کہ انھیں ابھی میرے بارے میں تشویش نہیں ہوگی۔ لیکن رات کے کھانے کے بعد جب سب لوگ آرام کرنے کے لیے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تو میں نے بھی اپنے کمرے میں پہنچ کر ٹرانسمیٹر پر ان لوگوں سے رابطہ قائم کیا۔ فیروز سے بات ہوئی۔ اس نے بتایا کہ ناصری اور باقر گئے ہوئے ہیں۔ وہ خود یہاں شمس کے ساتھ موجود ہے۔ میں نے اسے ساری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"فیروز، میرا تعلق اب اس گیسٹ ہاؤس سے ختم ہو گیا ہے۔ اور میرا کمرہ خالی ہو گیا ہے؟"

"جی۔" فیروز حیرت سے بولا۔

"ہاں، غالباً جب میرا سامان وہاں سے ہٹایا گیا تھا تو تم وہاں موجود نہیں ہو گے؟"

"ہم تو ابھی تھوڑی ہی دیر پہلے واپس آئے ہیں۔"

"میں نے یہاں ایک شخص سے رابطہ قائم کیا ہے۔ تفصیلات تمھیں بعد میں بتاؤں گا۔ نام اس کا مہابت خاں ہے۔ یہ جگہ کون سی ہے اس کے بارے میں، میں ابھی تمھیں کوئی اطلاع نہیں دے سکتا۔ لیکن کل دن میں یہاں کے بارے میں معلومات حاصل کر کے میں تمھیں تفصیلات سے آگاہ کر دوں گا۔ اپنی جگہ قائم رہو اور زیادہ کوشش کرو کہ جو بتا رہا ہوں اس کے آس پاس موجود رہو۔ میرا تعاقب کرتے رہو ہاں اگر اپنے طور پر تم لوگ کوئی مصروفیت تلاش کر سکتے ہو تو میری مُراد اپنے کام کے سلسلے میں ہے تو اس کے بارے میں مجھے اطلاع دے دینا۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات۔"

"جی چیف گویا ہم آپ کا تعاقب بھی کرتے رہیں۔"

"ہاں، وہ اس لیے کہ اگر مجھے کوئی ضرورت پیش آئے تو تم الگ ایک اجنبی کی حیثیت سے میری مدد بھی کر سکو اور مجھ سے ہدایات بھی لے سکو۔"

"ٹھیک ہے چیف۔ لیکن اب ہم بے چین رہیں گے کہ آپ ہمیں اس پتے سے آگاہ کریں۔"

"ابھی میرے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن مستقبل میں پیش آ سکتا ہے۔ چنانچہ تم اس بات کا خیال رکھنا اور دوسرے لوگوں کو بھی مطمئن کر دینا۔"

"آپ اطمینان رکھیں چیف۔ ویسے کیا آپ سے ضرورت پڑنے پر ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے؟"

"اپنے طور پر کوشش کر لینا اگر فوراً ہی کوئی جواب مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ میں مخصوص انداز میں سیٹی بجا دوں گا۔ جس سے تم یہ اندازہ لگا لینا کہ میں کچھ ایسے لوگوں کے درمیان موجود ہوں جن کے سامنے ٹرانسمیٹر پر تم سے رابطہ قائم نہیں کیا جا سکتا۔ سیٹی کا انداز نوٹ کر لو۔" میں نے دوبارہ ہونٹوں سے مدھم مدھم آواز نکالی۔ اور تیسری بار ایک لمبی آواز نکالی۔ اور پھر کہا۔

"سمجھ لیا نا؟"

"بالکل چیف آپ اطمینان رکھیں۔"

"اوکے۔ آرام کرو۔ اور کوئی ایسی اہم بات نہیں ہے جس کے لیے میں تمھیں ابھی ہدایت دوں۔" اور اس

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے بعد میں نے ٹرانسمیٹر کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

میں آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا تھا۔ لیکن ابھی آنکھوں میں نیند نہیں آ رہی تھی۔ کام شروع کرنے کا جہاں تک تعلق تھا میرے خیال میں ابھی اس کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ لیکن منصوبے ذہن میں موجود تھے۔ اور میں بہت جلد ان پہ عمل کرنا چاہتا تھا۔ دو چار دن اگر یہاں گزار بھی لیے جائیں تو اس سے کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی کیونکہ مہابت خاں کے بارے میں یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ اس کے ساتھ دوستانہ رویہ میرے لیے مستقبل میں کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔ انھی سوچوں کے درمیان بالآخر نیند آ گئی۔ دوسری صبح معمول کے مطابق تھی۔ کوئی ایسی اہم بات نہیں ہوئی تھی جو قابلِ ذکر ہو۔ ناشتے کے بعد مہابت خاں نے مجھے وہ جیپ دکھائی جو میرے استعمال کے لیے تھی۔ اور اس کی چابی مجھے دیتے ہوئے کہا۔

"جہاں دل چاہے گھوم سکتے ہو۔ تمھیں اب ان پریشانیوں سے دوچار نہیں ہونا پڑے گا جو یقینی طور پر تمھارے ذہن میں ہوں گی۔"

میں خود بھی باہر نکلنا چاہتا تھا۔ جیپ لے کر نکل پڑا۔ اور اب زیادہ اعتماد پیدا ہو گیا تھا۔ کچھ فاصلے پر میں نے ایک جیپ دیکھی اور یہ یقینی طور پر میرے ساتھیوں کی تھی۔ میں نے اس میں فیروز اور شمس کو دیکھ لیا۔ گویا ان کی ڈیوٹی لگی ہوئی تھی مجھ پر۔ مخصوص انداز میں، میں نے انھیں اشارہ کیا اور جیپ آگے بڑھا دی۔ اب میرا رخ ان ویرانوں کی جانب تھا جس طرف میں پچھلے دن گیا تھا۔ کافی فاصلے پر پہنچنے کے بعد جب ہم شہری آبادیوں کو پیچھے چھوڑ آئے تو میں نے ٹرانسمیٹر پر شمس وغیرہ سے رابطہ قائم کیا۔

"ہاں چیف، ہم آپ کی ہدایت کے مطابق آپ کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔"

"دیکھو شمس! یہاں کے معاملات ذرا مختلف ہیں مجھے یقین ہے کہ تم ان کا اندازہ لگا چکے ہو گے۔ میری ہدایت ہے کہ کسی مسئلے میں براہِ راست مداخلت نہ کرنا۔ جب تک کہ میں تمھیں اشارہ نہ دے دوں۔"

"ٹھیک ہے چیف لیکن اگر کوئی مشکل مرحلہ پیش آ جائے تو؟"

"میرا اشارہ دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے اس طرح لہرانا ہو گا کہ اب پابندیاں ختم۔ میرا مطلب سمجھ رہے ہو تم؟"

"ٹھیک ہے چیف۔"

"اور اس وقت تم کسی معاملے میں مداخلت کر سکتے ہو۔ ورنہ تمھیں مجھ سے دُور ہی رہنا ہو گا۔"

یہ ہدایت میں نے احتیاطاً دے دی تھی لیکن بعد میں احساس ہوا کہ کس قدر کارآمد تھیں۔ چنانچہ میں چلتا رہا اور اب میرا ارادہ تھا کہ کم از کم سرحدوں کے اس حصے کا جائزہ لے لیا جائے جو دشوار گزار ہی نہیں بلکہ ناقابلِ عبور کہلاتے تھے۔ موسم معتدل تھا۔ نہ گرمی تھی نہ سردی۔ بس ایک پُربہار سا موسم تھا۔ اور میں جس علاقے میں نکل آیا تھا وہ واقعی بُری طرح ویران علاقہ تھا۔ اس طرف تو غالباً شکاری بھی موجود نہیں تھے۔ میں حیران تھا ایک وسیع و عریض چٹان کے عقب سے جیسے ہی میں نے جیپ آگے بڑھائی اچانک ہی زوردار دھماکا ہوا۔ اور جیپ کا ٹائر برسٹ ہو گیا۔ لیکن میرے حساس کانوں نے دھماکے سے پہلے ہونے والے دھماکے کی آواز سن لی تھی۔ جو یقینی طور پر کسی فائر کی آواز تھی۔ میری جیپ کے ٹائر کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ میں ایک دم ساکت ہو گیا۔ لیکن جہاں سے میری جیپ کے ٹائر کو نشانہ بنایا گیا تھا وہ جگہ زیادہ دُور نہیں تھی۔ میں نے فوراً ہی تین نقاب پوشوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ سادہ سے لباسوں میں ملبوس تھے۔ اور چہروں پر نقاب چڑھائے ہوئے تھے۔ ہاتھوں میں رائفلیں نظر آ رہی تھیں۔ تینوں ہی میرے قریب پہنچ گئے۔ میں ساکت جیپ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"نیچے اترو۔ فوراً نیچے اتر جاؤ۔"

میں نے ان کی ہدایت پر عمل کیا اور نیچے اتر گیا۔

"جو کچھ تمھارے پاس موجود ہے ہمارے حوالے کر دو۔"

"ڈاکو ہو تم لوگ؟" میں نے مسکراتی نگاہوں سے انھیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بکواس کی تو اتنی گولیاں بدن میں اتار دی جائیں گی کہ سوراخ تک نہیں گن پائے گا کوئی۔"

"او ہو۔ لہجہ بھی کافی خطرناک ہے۔"

"تم جیپ میں دیکھو، جیپ میں کیا کیا ہے؟"

ایک شخص نے دوسرے سے کہا اور دوسرا آدمی میری جیپ پر چڑھ گیا۔ جیپ میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں تھی جو ان کے لیے کارگر ہوتی۔ ایک شخص نے رائفل کی نال میری گردن سے لگا دی۔ اور دوسرا میری جیبوں کی تلاشی لینے لگا۔ جیبوں میں بہت کچھ تھا جو انھوں نے اپنے قبضے میں لے لیا۔ لیکن میں صورتِ حال کا جائزہ لے رہا تھا۔ اگر میں دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے لہرا دیتا تو یہ لوگ تو خیر گولیاں چلانے کی دھمکیاں ہی دے رہے تھے لیکن ان پر اتنی گولیاں برستیں کہ یہ درحقیقت اپنے بدن کے سوراخ نہ گن پاتے۔ لیکن میں خود ہی کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ جب ان لوگوں نے میری جیبیں خالی کر دیں تو میں نے آہستہ سے کہا۔

"دوستوں اب اپنا تعارف تو کرا دو۔" لیکن کسی نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر بدن کو اس طرح ڈھیلا چھوڑا جیسے ان کی اس حرکت سے مجھے کوئی خاص احساس نہ ہوا ہو لیکن حقیقت یہ تھی کہ یہ سارا منصوبہ میرے ذہن میں ترتیب پا چکا تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ بدن ڈھیلا چھوڑتے ہی اچانک میں برق جیسی تیزی سے گھوما اور میری لات ان میں سے ایک شخص کی گردن پر پڑی۔ وہ شخص اتنا اونچا اچھلا تھا کہ میں خود اسے حیرانی سے دیکھتا رہ گیا۔ کافی اونچا اچھل کر وہ زمین پر گرا۔ رائفل اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ باقی دو ایک دم سنبھلے تھے لیکن میں جانتا تھا کہ اس شخص کی جانب توجہ دینے کے بجائے مجھے ان دونوں کی جانب توجہ دینی ہے۔ چنانچہ جیسے ہی انھوں نے پیچھے ہٹ کر بہتر پوزیشن لینی چاہی میں زمین پر لیٹا اور کھردری زمین ہونے کے باوجود پھسلتا ہوا ان کے پیروں کے نزدیک پہنچ گیا۔ پھر میرے دونوں پاؤں برق رفتاری سے چلے اور میری ٹانگوں کی ضرب ان کی ٹانگوں کے جوڑوں پر لگی نتیجے میں جو کچھ ہونا تھا وہ صاف ظاہر تھا۔ وہ بُری طرح اچھل کر نیچے گرے اور میں پھرتی سے کھڑا ہو گیا۔ میں نے ان دونوں کی رائفلیں نال سے پکڑ کر اپنی مٹھیوں کی گرفت میں لیں اور اس کے بعد پوری قوت سے گھما کر رائفل ان میں سے ایک کے پاؤں پر دے ماری۔ اگر رائفل کا یہ کُندا اس کے پیروں کو نشانہ بنا لیتا تو کم از کم وہ شخص زندگی بھر کے لیے لنگڑا ہو جاتا۔ اور اس کی پنڈلیوں کی ہڈیاں چُور چُور ہو جاتیں لیکن وہ بھی پھرتیلا تھا۔ اس نے برق رفتاری سے اپنی ٹانگوں کو سکیڑ لیا۔ اور رائفل کا کُندا زمین پر پڑا۔ دوسرے آدمی پر میں اتنا اچھا تُلا وار نہیں کر سکا تھا وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اور میں نے فوراً ہی رائفل پھینک کر دوسری رائفل اس کی طرف سیدھی کر لی۔ جس شخص کو میں نے اچھال کر پھینکا تھا وہ تو شاید اٹھنے کے قابل بھی نہ رہا تھا۔ میں کئی قدم پیچھے ہٹا اور میں نے رائفل ان لوگوں کی جانب تان لی۔ پھر میں نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"دوستو! اتفاق کی بات یہ ہے کہ جو کام تمھارا ہے، وہی میرا ہے۔ اور اب تم یوں کرو کہ اپنے چہروں سے یہ نقابیں اتارو اور جیبیں میرے سامنے خالی کر دو۔ خبردار! تم لوگوں نے تو مجھے صرف دھمکی ہی دی تھی لیکن میں اس رائفل کو چلانے میں کوئی دقت محسوس نہیں کروں گا۔ میں تم لوگوں کو گولیوں کا نشانہ بناؤں گا اور اس کے بعد جیپ تمھارے اوپر سے گزار دوں گا۔"

دونوں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں ہاتھ سیدھے کیے۔ تیسرا آدمی بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا پھر وہ دونوں گھگھیائی ہوئی آواز میں بولے۔

"سنو، سنو۔ بات سنو۔ مذاق ہی مذاق میں بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ درحقیقت غلطی ہم سے ہوئی ہمیں یہ مذاق نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ہم نقابیں اتار رہے ہیں۔"

ان تینوں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اس طرح نقابیں اتار دیں جیسے انھیں موت کا شدید خوف ہو۔ میں نے ان تینوں کو حیرت سے دیکھا۔ کل والے چار افراد میں سے تین تھے۔ ان میں سے ایک نے گھگھیائی ہوئی آواز میں کہا۔

"یہ — یہ صرف ایک مذاق تھا یقین کرو یہ صرف ایک مذاق تھا۔"

"دلچسپ، بہت خوب۔ مذاق کس طرح تھا؟"

"تم نے کل ہمیں رقم دینے سے انکار کر دیا تھا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آج جب تم اس علاقے میں داخل ہوئے تو ہم نے تمھیں دیکھ لیا اور یہ وارننگ دینے کے لیے کہ ادائیگی ضروری ہے ہم نے یہ روپ دھارا اور اب تھوڑی دیر کے بعد جب تمھاری جیبیں خالی کر چکے تو ہم اپنے چہروں سے نقابیں اتار دیتے اور تم سے کہتے کہ اگر تم دو سو روپے ادا کر دیتے تو تمھیں اس وقت کے لیے تحفظ مل جاتا اور یہاں کوئی تمھیں لوٹنے والا نہ ہوتا۔"

میں گہری نگاہوں سے ان کی صورتیں دیکھتا رہا۔ تینوں کی شکلیں بگڑی ہوئی تھیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"چوتھا کہاں ہے؟"

"وہ۔۔ وہ آج دوسری سمت گیا ہوا ہے۔"

"تم لوگ کون ہو؟"

"ن۔۔ نادر شاہ کے آدمی۔ یقین کرو ہماری ایک ایجنسی ہے اور یہ کام یہاں عام ہے۔ اگر تم اس علاقے کے بجائے کسی اور علاقے میں جاؤ گے تو وہاں بھی تم سے اسی طرح تحفظ کی رقم طلب کی جائے گی۔ لیکن دیکھو یہاں کوئی ایسا کام نہ کرنا جس سے تمھاری دشمنی ہو جائے۔ ہم لوگ اپنے دشمن کو کبھی معاف نہیں کرتے۔ اگر نادر شاہ کو پتا چل جائے کہ تم نے ہمیں کوئی نقصان پہنچایا ہے تو یقین کرو اس کے بعد تمھارا شعلہ پور میں رہنا ممکن نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم یہاں سے زندہ سلامت واپس نہ جا سکو۔ اس لیے احتیاط رکھنا۔ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں۔"

مجھے بے اختیار ہنسی آگئی۔ اچھی خاصی نصیحتیں کر رہے تھے وہ۔ میں نے ہنستے ہوئے ان سے کہا۔

"دوستو! اگر میں تم تینوں کو قتل کر دوں تو نادر شاہ کو کیسے پتا چلے گا کہ تمھارا قاتل میں ہوں"

اس سوال پر ان تینوں نے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھیں پھر بولے۔

"میرے خیال میں تمھیں ہمارے ساتھ یہ سلوک نہیں کرنا چاہیے۔"

"کیوں کیا تم نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"گویا تم اپنے دل میں کوئی بُرا ارادہ رکھتے ہو۔"

"ہاں اتفاق سے ادھر کوئی نہیں ہے اور پھر یقینی طور پر تمھارے پاس اچھی خاصی رقم بھی موجود ہوگی۔ یہ تو بڑا منافع بخش کاروبار ہے۔ تم نے اس کا آغاز کیا ہے میں اس کا اختتام کر دوں۔"

"نہیں سنو۔ پلیز دیکھو ہمارے پاس جو کچھ ہے ہم تمھیں دیے دیتے ہیں۔ ہم تم سے بھی تو یہی سب کچھ کہہ رہے تھے۔ لو یہ اچھی خاصی رقم ہے اسے ہم سے لے لو۔" انھوں نے اپنی جیبوں سے خاصے نوٹ نکال کر میرے سامنے ڈال دیے تھے۔ میں ہنستا رہا پھر میں نے کہا۔

"نہیں۔ بہرطور شعلہ پور میں میں تمھارا مہمان ہوں۔ اور میں نے یہ سنا ہے کہ شعلہ پور کے لوگ بڑے مہمان نواز ہوتے ہیں۔ میزبانوں کو لوٹا نہیں جاتا۔ گو کہ تم یہ کوشش کر چکے ہو۔ اٹھاؤ اپنی اپنی رقمیں رکھ لو صرف میری رقم مجھے واپس کر دو۔"

وہ تینوں حیرت سے میری طرف دیکھنے لگے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"مذاق تو نہیں کر رہے ہو کہیں یہ نہ ہو کہ ہم لوگ اٹھانے کے لیے جھکیں اور تم ہم پر گولی چلا دو۔"

"نادر شاہ سے اگر کبھی ملاقات ہوئی تو یہ بات اس سے ضرور کہوں گا کہ ایسے بزدل لوگوں کو ایسے کاموں کے لیے نہیں رکھنا چاہیے۔ چلو اٹھاؤ اپنی رقم اور میری رقم احتیاط سے سنبھال کر مجھے واپس کر دو۔" میں نے کہا اور ان میں سے ایک نے ڈرتے ڈرتے یہ عمل کر ڈالا۔ میری رقم مجھے دے دی گئی۔ اور انھوں نے اپنے نوٹ نکال کر اپنی اپنی جیبوں میں ٹھونس لیے

"اچھا اب تم میری جیپ کا ٹائر بھی تبدیل کر دو۔ کیونکہ یہ کام تم نے کیا ہے۔"

"ہاں۔ ہاں۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ہم تمھارا ٹائر بنوا نہیں سکیں گے۔"

"یہ کام میں خود کر لوں گا۔ اطمینان رکھو۔" میں نے کہا اور اس کے بعد وہ دلچسپ مشغلہ میری نگاہوں کے سامنے آگیا۔ ان لوگوں نے بڑی پھرتی سے میری جیپ کا اسپیئر ٹائر نکال کر اسے تبدیل کر دیا۔ پرانا ٹائر بڑی احتیاط سے اس کی جگہ لگا دیا گیا۔ میں نے ان سے کہا۔

"اب ان رائفلوں کے بارے میں کیا خیال ہے تمھارا؟"

"ایک رائفل تو تم نے ناکارہ کر ہی دی ہے۔ دوسری جیسا تم پسند کرو۔"

"ظاہر ہے میں یہاں سے آگے بڑھوں گا تو تم رائفلوں سے فائر کر دو گے۔"

"نہیں اب بھلا اس کی کیا گنجائش باقی رہ گئی ہے؟"

"اس کے باوجود میں تمھاری رائفلوں کے یہ سارے کارتوس اور فالتو کارتوس اپنے ساتھ لیے جا رہا ہوں۔ یہ صرف احتیاط کے طور پر ہے۔ یہاں سے کچھ فاصلے پر پہنچنے کے بعد تم یہ چیزیں اس چٹان کے پاس سے حاصل کر سکتے ہو۔" میں نے ایک چٹان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اور وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئے۔ بڑا دلچسپ مرحلہ تھا یہ۔

ان سب کے کارتوس میں نے اپنے قبضے میں کر لیے۔ اس کے بعد جیپ میں بیٹھ کر جیپ اسٹارٹ کر دی۔۔۔ کچھ دور تقریباً کوئی نصف فرلانگ کے فاصلے پر وہ جیپ موجود تھی جس میں شمس اور فیروز سفر کر رہے تھے لیکن شکر تھا کہ انھیں استعمال کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ کارتوس وغیرہ اس جگہ رکھنے کے بعد میں نے آگے کا رُخ اختیار کیا۔ گو میری یہ بے پرواہی کسی بھی شکل میں خطرناک ثابت ہو سکتی تھی لیکن بہرحال اب لوگوں کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا جا سکتا تھا۔ ہو سکتا ہے بات اتنی سی ہو اور لگ رہا تھا کہ وہ لوگ صرف رقم وصول کرنے والوں میں سے تھے اور اس طرح مجھے ڈرا دھمکا کر لوٹنا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ اور کوئی ارادہ نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن یہ ایک دلچسپ واقعہ ہوا تھا جسے میں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ حالانکہ واپسی کا مرحلہ بھی تھا۔ اس وقت ہو سکتا ہے یہ لوگ زیادہ انتظامات کرنے کے بعد میرے سامنے آئیں۔ لیکن اب جو کچھ ہوگا بعد میں دیکھا جائے گا۔ اس وقت تو میں اس دلچسپ واقعے کا لطف لے رہا تھا۔ سیر کرتا ہوا میں کافی دُور نکل آیا۔ اب مجھے اکا دکا شکاری نظر آنے لگے تھے۔ رائفلیں چلنے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ گویا اتنے فاصلے پر نکل آنے کے بعد شکاری شکار کرتے ہیں۔

کچھ دیر کے بعد میں نے شمس اور فیروز کی جیپ بھی اپنے قریب آتے ہوئے دیکھی۔ ماحول چونکہ صاف ستھرا تھا اس لیے مجھے اس کی فکر نہ ہوئی۔ لیکن اس کے باوجود انھوں نے احتیاط قائم رکھی تھی اور شمس نے مجھے ٹرانسمیٹر پر مخاطب کیا تھا۔

"چیف سارے واقعے کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ ان لوگوں کو ہم نے اپنے نشانے پر لیا ہوا تھا۔ اور اگر آپ کہیں بھی ان سے ہلکے پڑتے تو ہم انھیں گولیوں کا شکار بنا دیتے۔ ہمارے لیے کوئی حکم تو نہیں ہے۔" جواب میں میں نے قہقہہ لگایا اور کہا۔

"نہیں بس تماشا دیکھتے رہو۔"

"فاصلہ قائم رکھا جائے؟"

"ہاں بہتر ہوگا۔ کہیں سے بھی کوئی آنکھ ہمیں دیکھ سکتی ہے اس لیے ہوشیار رہنا ضروری ہے۔"

"اوکے چیف۔" شمس نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

اب ماحول میں دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ اکا دکا شکاری نظر آنے لگے تھے۔ پھر میں نے جیپ جس راستے سے گزری وہاں ایک چٹان کی آڑ میں مجھے دو افراد نظر آئے۔ قریب ہی ان کی جیپ بھی کھڑی ہوئی تھی۔ دونوں نے بوسیدہ سے کپڑے کی ایک پناہ گاہ بنا رکھی تھی۔ اور اس کے نیچے ایک کپڑا بچھائے بیٹھے تھے۔ غالباً جیپ کی آواز سن کر دونوں کھڑے ہو گئے تھے۔ ان میں سے ایک نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے روکا۔ اور میں نے جیپ روک دی۔ کوئی غیر ملکی معلوم ہوتا تھا مست مولا قسم کا آدمی۔ نیکر پہنے ہوئے اور بہت ڈھیلی قمیص جو اس کے نیکر کو ڈھکے ہوئے تھی۔ دوسرا ایک داڑھی والا آدمی تھا اور اس نوجوان کی نسبت کافی عمر رسیدہ معلوم ہوتا تھا۔ دونوں کے لباس بوسیدہ تھے۔ جس نوجوان نے مجھے اشارہ کیا تھا وہ میرے قریب پہنچ گیا۔ اور اس نے خوش اخلاق لہجے میں کہا۔

"معافی چاہتا ہوں جناب اس طرح آپ کو روکنا بد اخلاقی ہے۔ لیکن کیا کیا جائے بعض اوقات مجبوریاں اس قسم کے اقدامات پر مائل کر دیتی ہیں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا اور کہا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"کہیے مائی ڈیئر! نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ انسان ہی سے انسان کی ضروریات وابستہ ہوتی ہیں۔ کہو خیریت کیا بات ہے؟"

"یہ نہ سمجھنا کہ ہم تم سے کچھ مانگنا چاہتے ہیں بس ایسی ہی بوریت ہو رہی تھی۔ تمہاری گاڑی ادھر سے گزری تو میں نے فیصلہ کیا کہ تم سے بات کر لوں۔ ویسے یہ بہت اچھی بات ہے کہ تم مقامی آدمی معلوم ہوتے ہو یا پھر میرا خیال غلط ہے۔"

"نہیں تمہارا خیال بالکل درست ہے۔"

"تو پھر آؤ۔ ہم نے کافی تیار کی ہے۔ برازیل کی بہترین کافی۔ اور تمہیں یقیناً یہ کافی پی کر لطف آئے گا۔"

میزبان نے ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ سیدھا سادہ آدمی معلوم ہوتا تھا۔ کوئی حرج نہیں تھا۔ اگر اس کی پیش کش مسترد کر دیتا تو وہ مقامی لوگوں کے بارے میں کوئی اچھا تصور قائم نہ کرتا۔ چنانچہ جیپ کا انجن بند کر کے نیچے اتر آیا۔ اس نے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"میرا نام ڈیل ہے۔ تم مجھے ڈیل کے نام سے مخاطب کر سکتے ہو۔"

"اور مجھے شاہ کہتے ہیں۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ وہ میرے دوست مسٹر مارٹن ہیں میرے معزز اور بزرگ دوست۔ ہم دونوں کا تعلق نیوزی لینڈ سے ہے اور ہم یہاں سیاحت کے لیے آئے ہوئے ہیں۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ لوگوں سے مل کر۔" مسٹر مارٹن سنجیدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ پھر انھوں نے کہا۔

"مقامی؟"

"ہاں مسٹر مارٹن۔"

"بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر۔ آؤ بیٹھو۔ ویسے میں نے اس لڑکے کو منع کیا تھا کہ کسی گزرتے ہوئے شخص کو پریشان نہ کرے لیکن یہ میری سنتا کب ہے۔"

"نہیں کوئی بات نہیں ہے۔ ویسے اصولی طور پر تو غیر ملکی مہمان کی حیثیت سے مجھے آپ کی خاطر کرنی چاہیے تھی لیکن مسٹر ڈیل نے مجھے کافی کی پیشکش کر دی۔"

"کسی بھی چیز میں اگر کسی کی شمولیت ہو جائے تو لطف آتا ہے۔ آؤ بیٹھو ویسے ہم تمھیں بیٹھنے کے لیے عمدہ جگہ پیش نہیں کر سکتے۔ لیکن اچھا بھی نہیں لگتا اس قسم کی تفریحات میں جب تک بے اصول نہ ہو زندگی کا مزا جاتا رہتا ہے۔"

"میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور بے تکلفی سے وہیں اس کپڑے پر بیٹھ گیا۔ اندازہ لگا رہا تھا ان لوگوں کی مالی حالت کے بارے میں لیکن کوئی اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ ذہن میں یہی خیال تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی کسی ضرورت کا اظہار کریں گے۔ مسٹر ڈیل مجھ سے باتیں کرنے لگے کہا۔

"تمہارا وطن بہت خوب صورت ہے، بہت شان دار، بہت اعلیٰ حیثیت کا مالک۔ میں یہاں آ کر بہت متاثر ہوا ہوں۔ لوگ بھی بہت اچھے ہیں۔"

"آپ کا شکریہ مسٹر ڈیل۔ کہیے آپ کا شوق کیا ہے؟"

"بھوری لومڑیاں۔ ہم نے یہاں تقریباً ایک درجن لومڑیاں شکار کی ہیں۔ بھوری لومڑیوں کی کھال بہت خوب صورت ہوتی ہے اور ہم اسے اپنے وطن لے جائیں گے۔"

"بہت خوب۔ مگر مجھے کوئی تازہ لومڑی شکار کی ہوئی نظر نہیں آتی۔"

"نہیں آج اتفاق سے ہماری تقدیر نے ساتھ نہیں دیا۔ حالانکہ ہم بہت دیر تک پہاڑوں میں بھٹکتے رہے ہیں۔" مسٹر مارٹن نے جواب دیا۔

"غلط۔ بالکل غلط۔" ڈیل بولا۔ اور مسٹر مارٹن اسے گھورنے لگے۔

"گویا تم اپنی حرکت سے باز نہیں آؤ گے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مسٹر ڈیل ٹھیک ہے ہمارا اس ملک سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن انسانوں سے تو تعلق ہے۔ اگر میں کسی برائی کی نشاندہی کروں تو کوئی بری بات نہیں ہے بلکہ یہ میرا فرض ہے۔ ہم اس ملک میں آئے ہیں یہاں کی غذائیں کھا رہے ہیں تو اگر تھوڑا سا فرض پورا کرتے چلیں تو کیا حرج ہے بھئی۔"

"مسٹر ڈیل میں تم سے اختلاف کرتا ہوں۔" مارٹن نے کہا۔

"سوری مسٹر مارٹن۔ یہ بات میں نے آپ کو کل ہی بتا دی تھی کہ اگر کہیں بھی مجھے موقع ملا تو میں اس بات کا انکشاف ضرور کروں گا۔"

ان دونوں کی گفتگو پر مجھے حیرت ہوئی تھی لیکن میں خاموش رہا تھا۔ ڈیل مجھ سے کہنے لگا۔

"مسٹر شاہ درحقیقت میں کسی الجھن کا شکار ہوں۔ آج یہ بات نہیں ہے کہ ہمیں لومڑیاں نہیں ملیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مسٹر مارٹن نے مجھے اس طرف جانے کے لیے منع کر دیا ہے۔ وہ ایک محتاط آدمی ہیں اور درحقیقت عمر احتیاط دیتی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مجھے اس معاملے میں نہیں پڑنا چاہیے۔ میں نے سوچا کہ چلو ٹھیک ہے۔ میں براہ راست اس معاملے میں نہیں پڑتا لیکن اگر کوئی مقامی باشندہ مل جائے جو اس معاملے میں دلچسپی لے تو میں اس پر یہ انکشاف ضرور کر دوں گا۔ دراصل مسٹر شاہ میں نے یہاں کچھ ایسے واقعات دیکھے ہیں جن کے بارے میں میری اور مسٹر مارٹن کی رائے ہے کہ وہ مجرمانہ کارروائیاں ہیں۔ اگر آپ بالکل برا نہ مانیں تو میں آپ سے ایک بات کہنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"

"ہاں، ہاں ضرور۔"

"مغربی دنیا میں منشیات کا جو جنون پھیلا ہوا ہے اس میں بہت بڑا ہاتھ ان مشرقی ممالک کا ہے۔ جہاں منشیات کی کاشت ہوتی ہے۔ اور پھر انھیں مغربی ملکوں کو سپلائی کر دیا جاتا ہے۔ یہ بات نہ کسی کو بتانے کی ہے اور نہ کوئی اس سے ناواقف ہے کہ حقیقتاً ان ممالک سے منشیات کی زبردست تجارت ہوتی ہے اور اس مشغل نے مغرب کو مصیبت میں ڈال دیا ہے۔"

"جی!" میں نے حیران نظروں سے ڈیل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہم اس معاملے سے بالکل غیر متعلق ہیں۔ ظاہر ہے نہ ہی یہ ہمارا شعبہ ہے اور نہ ہم دونوں میں سے کوئی منشیات کا عادی۔ یہاں بھوری لومڑیوں کا شکار کھیلنے کے لیے ہم مختلف لوگوں کی ہدایت پر آئے اور بلاشبہ ایک دلچسپ مشغلہ ہے جس سے مسٹر مارٹن بھی بہت زیادہ لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ہمارا خیال ہے کہ کم از کم ایک بڑی مقدار لومڑیوں کی کھال کی یہاں سے لے کر جائیں۔ لیکن ہمیں دو دن پہلے جو واقعہ پیش آیا اس نے ہمیں خوفزدہ کر دیا۔ بہرحال یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم اپنا ٹارگٹ پورا کر لیں لیکن کم از کم میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسی مناسب آدمی کو اس بارے میں بتا دیا جائے۔ پہلی بات تو یہ کہ جب ہم یہاں آئے تو مختلف لوگوں نے ہمارا تعاقب کیا جب ہم اس علاقے میں شکار کھیلنے آئے تو سرکاری افسروں کے علاوہ کچھ ایسے لوگ بھی ہمیں ملے جنھوں نے ہم سے کہا کہ اگر ہم ان علاقوں میں بہ حفاظت شکار کھیلنا چاہتے ہیں تو انھیں خراج ادا کریں۔ ورنہ ہم کسی مشکل کا شکار بھی ہو سکتے ہیں۔ بہرحال تھوڑی سی رقم دینا ہمارے لیے کوئی ایسا عمل نہیں تھا جس سے ہمیں تکلیف ہوتی۔ لیکن تکلیف اس بات کی ہوئی کہ یہاں سرکاری احکامات کے علاوہ بھی کچھ احکامات چلتے ہیں۔"

"اوہ یہ کوئی بات نہیں ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں ایسا ہوتا ہے۔" مارٹن نے کہا۔

"ہاں بے شک جرم دنیا کے ہر خطے میں ہوتا ہے اور کوئی بھی ملک یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ جرائم سے پاک ہے۔ بہرحال یہ ایک الگ چیز ہے لیکن اس کے علاوہ مسٹر مارٹن جو کچھ ہم نے دیکھا ہے کیا وہ ایسا ہے کہ اسے نظر انداز کر دیا جائے۔" مسٹر مارٹن عجیب سی نگاہوں سے ڈیل کو گھورتے رہے لیکن میرے ذہن میں دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے ڈیل سے کہا۔

"مائی ڈیئر مسٹر ڈیل! میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ آپ ایک مخلص اور پُرخلوص انسان ہیں۔ جوانی کی اس عمر میں درحقیقت فراخدلی بھی ہونی چاہیے۔ اور اگر آپ کے ذہن میں ایسا کوئی مسئلہ ہے جس کو آپ بیان کرنا چاہتے ہیں تو میں آپ سے صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ یہ مجھ پر احسان ہوگا۔ کیا اس کے علاوہ بھی کوئی اور ایسی بات ہے جو آپ نے یہاں دیکھی؟"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ہاں۔ لیکن ٹھہرو۔ پہلے میں کافی کا بندوبست کرلوں۔"

"میرے خیال میں اس تکلف کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش۔"

"نہیں کافی تیار ہے۔ تھرماس میں موجود ہے بس اسے پیالیوں میں ڈالنا ہے۔" ڈیل نے کہا۔ یہ ایک کھلنڈرا سا نوجوان تھا۔ مسٹر مارٹن محتاط آدمی تھے اور وہ غالباً ڈیل کو اس عمل سے روکنا چاہتے تھے۔ لیکن ڈیل مجھے بہت کچھ بتانے پر تلا ہوا تھا۔ اس نے تین مگ نکال کر ان میں کافی انڈیلی اور ایک مسٹر مارٹن کو پیش کیا ایک مجھے اور تیسرا خود لے کر میرے قریب بیٹھ گیا۔

"پرسوں رات کی بات ہے۔ ہم لوگ کھوری لومڑیوں کا شکار کھیلنے کے لیے اس علاقے کی جانب نکل گئے تھے۔" اس نے انگلی سے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ جو ایک بلند و بالا پہاڑی دیکھ رہے ہو نا۔ اس کے عقب میں ہم لومڑیوں کا شکار کھیل رہے تھے اور یہ حیران کن بات تھی کہ اتفاق سے اس وقت کوئی اور شکاری وہاں موجود نہ تھا۔ شام کے جھٹپٹے ہو چکے تھے اور مسٹر مارٹن کا کہنا تھا کہ اب ہمیں واپس چلنا چاہیے۔ ہم نے چار لومڑیاں شکار کرلی تھیں۔ اور یہ ایک بڑی تعداد ہوتی ہے۔ کیونکہ عام طور سے ہم نے یہاں شکاریوں کو خالی ہاتھ بھی واپس جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ چنانچہ مسٹر مارٹن کا کہنا درست ہی تھا اور میں نے اسے تسلیم کرلیا۔ ہم واپسی کی تیاریاں کر رہے تھے کہ دفعتاً ہمیں فضا میں ایک عجیب سی چیز نظر آئی۔ غالباً آتش بازی تھی جو چلائی گئی تھی۔ اور اس سے سرخ روشنی پھوٹ رہی تھی۔ حالانکہ بہت زیادہ تاریکی نہیں ہوئی تھی لیکن پھر بھی یہ سرخ روشنی اچھی خاصی واضح اور روشن تھی۔ ہم لوگ صرف یہ دیکھنے کے لیے رک گئے کہ اس سرخ روشنی کا مقصد کیا ہے کوئی خاص بات ظاہر نہیں ہوئی لیکن تھوڑی دیر کے بعد ہمیں ایک بار پھر فضا میں سبز رنگ کی روشنی نظر آئی۔ گویا یہ کوئی اشارہ تھا کسی کا کسی کے لیے۔ میں نے اس کا اظہار مسٹر مارٹن سے کیا تو مسٹر مارٹن کہنے لگے کہ یہ ہمارا معاملہ نہیں ہے اور اگر کوئی ایسی بات ہے تو ہمیں اس سے گریز کرنا چاہیے لیکن میں مسٹر مارٹن کی بات ماننے کے لیے تیار نہ ہوا۔ اور ہم لوگ اپنے مشاغل ترک کر کے خاموشی سے ایک ایسی جگہ پوشیدہ ہو گئے جہاں سے ہم اس سلسلے کی مزید کارروائیاں دیکھ سکیں۔ میرا ہی اندازہ درست نکلا۔ کچھ دیر کے بعد ہم نے دس بارہ خچروں کی ایک قطار دیکھی جو ایک درّے میں رینگتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ ان خچروں کی نگرانی کرنے والے چار آدمی تھے خچروں کی یہ قطار چلتی رہی اور وہ چاروں آدمی جو جو بہترین قسم کی اسٹین گنوں سے مسلح تھے آگے بڑھتے رہے۔ پھر وہ ایک بڑی اور بھورے رنگ کی چٹان کے قریب پہنچ گئے۔ جو اسی علاقے کے ایک حصے میں واقع تھی۔ چٹان کے قریب پہنچ کر وہ سب رک گئے چٹان میں ایک دروازہ سا کھلا اور خچروں پر جو سامان لدا ہوا تھا چٹان کے اس دروازے سے اندر داخل کیا جانے لگا۔ وہ چاروں آدمی بڑی تیزی سے اپنا کام سر انجام دے رہے تھے اور کچھ دیر کے بعد وہ اس کام سے فارغ ہو گئے۔ اور ان خچروں کو اسی طرح ہانکتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

درّے میں آگے جا کر خچر غائب ہو گئے تھے لیکن وہ چٹان میری نگاہوں کا مرکز بن گئی۔ میں نے مسٹر ڈیل سے کہا کہ اگر وہ اجازت دیں تو میں اس چٹان کے قریب جا کر دیکھوں۔ جواب میں مسٹر ڈیل ناراض ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ میں نوجوان آدمی ہوں خود اس قسم کی حرکتیں کر سکتا ہوں لیکن یوں لگتا ہے جیسے میں انھیں کسی مصیبت میں مبتلا کر دوں گا میں نے مسٹر ڈیل سے اتفاق کرلیا اور اس چٹان کے قریب جانے کی کوشش نہیں کی۔ صاف ظاہر تھا کہ کوئی ایسی چیز اس چٹان میں پوشیدہ کی گئی ہے جو غیر قانونی طریقے سے چھپا کر یہاں لائی گئی ہے۔

ہم لوگ واپس چلے گئے لیکن میں اس سلسلے میں متجسس تھا۔ دوسرے دن میں نے مسٹر مارٹن کو نہیں بتایا اور اس سمت نکل آیا۔ میرے ذہن میں تجسس تھا اور میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہاں

مزید کیا کارروائیاں ہوتی ہیں جو وقت دہی رکھا تھا میں نے یعنی شام کو۔ میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ اب وہاں سے وہ مال کس طرح منتقل کیا جاتا ہے لیکن کیا آپ یقین کریں گے مسٹر شاہ کہ جب ہم وہاں پہنچے تو ہم نے وہ چٹان غائب دیکھی۔" میں حیرانی سے ڈیل کی صورت دیکھتا رہا اور ڈیل خاموش ہو کر اپنے الفاظ کا ردِ عمل میرے چہرے پر تلاش کرنے لگا۔ میں نے خود ہی کہا۔

"چٹان غائب ہو گئی؟"

"ہاں پوری چٹان اور اس کی جگہ صرف صاف ستھری زمین نظر آ رہی تھی۔" میں یقین نہ کرنے کے انداز میں ڈیل کو دیکھنے لگا تو مسٹر مارٹن نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں۔ یہ ایک حقیقت ہے۔"

"لیکن مسٹر ڈیل! آپ کے خیال میں وہ چٹان کیسے غائب ہو گئی؟"

"آہ اگر میں نشے میں ہوتا تو یقینی طور پر یہی سوچتا کہ میں نے نشے کی حالت میں وہ وسیع و عریض چٹان دیکھی تھی۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ میں ہوش و حواس میں تھا۔ اس کی گواہی مسٹر مارٹن بھی دیں گے۔ خود مسٹر مارٹن کی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی اور انھوں نے حیرانی سے کہا تھا کہ یہ عظیم الشان چٹان کہاں غائب ہو گئی؟" میں یقین نہ کرنے والے انداز میں انھیں دیکھتا رہا تو ڈیل ہنس کر بولا۔

"شاید اب آپ ہم دونوں کو نشے میں سمجھ رہے ہیں مسٹر شاہ؟"

"اس بات پر یقین کیا جا سکتا ہے آسانی سے؟"

"کبھی نہیں بالکل نہیں۔"

"تو پھر آپ یہ انوکھی کہانی مجھے کیوں سنا رہے ہیں؟"

"میں قسم کھانے کو تیار ہوں کہ میں نے جس جگہ چٹان دیکھی تھی۔ وہاں وہ چٹان موجود نہیں تھی۔"

"آپ کے خیال میں اس چٹان کا حجم کیا ہو گا؟"

"بہت بڑی، بہت وسیع۔ اس طرح کہ اگر اسے توڑ کر بھی وہاں سے ہٹایا جائے تو اس میں کئی دن لگ جائیں گے۔ لیکن سالم کی سالم چٹان غائب تھی۔

"کافی بہت عمدہ ہے۔" میں نے کہا۔ اور ڈیل جھینپے ہوئے انداز میں ہنسنے لگا۔ مسٹر مارٹن نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا اور کہا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ کسی سے کہو گے تو وہ تمھاری اس بات پر یقین نہیں کرے گا۔"

"اس کا کوئی حل میرے پاس نہیں ہے" مسٹر مارٹن کہنے لگے۔

"یہ حقیقت ہے مسٹر شاہ کہ ڈیل جو کچھ کہہ رہا ہے وہ سچ ہے۔"

"کیا آپ مجھے وہ علاقہ دکھا سکتے ہیں؟"

"اگر تم چاہو تو۔" ڈیل نے کہا۔

مسٹر مارٹن نے فوراً ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"ہم نے تمھیں اطلاع دے دی۔ وہ جو سامنے کا پہاڑی علاقہ نظر آ رہا ہے۔ یہ واقعہ اس کے بالکل عقب میں پیش آیا تھا۔ اگر تم وہاں جاؤ گے تو تمھیں ایک درّہ نظر آئے گا۔ اسی درّے میں یہ کارروائی ہوئی تھی۔"

"مسٹر ڈیل کیا آپ میرے ساتھ پسند کریں گے؟"

"مسٹر مارٹن پلیز۔ مجھے اجازت دے دیجیے۔" ڈیل نے کہا۔

"او کے تم جا سکتے ہو۔ لیکن ہر قسم کے نتائج کے ذمے دار تم خود ہو گے۔"

"وعدہ۔" ڈیل نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور اس کے بعد وہ کافی کا آخری گھونٹ لے کر کھڑا ہو گیا۔

"آیئے مسٹر شاہ آپ ہی کی گاڑی میں چلتے ہیں۔" میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا اور ڈیل میرے ساتھ جیپ میں آ بیٹھا۔ میں نے جیپ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ راستے میں وہ مجھے پُرجوش انداز میں اپنے بیان کی تصدیق کراتا رہا۔ اور میں خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔ جو معلومات مجھے حاصل ہوئی تھیں ان کے تحت یہ بات تو قابلِ تسلیم تھی کہ وہاں اسی قسم کا مال خچروں کے ذریعے لایا گیا ہو گا لیکن چٹان کی گمشدگی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

ہم پہاڑی چٹانوں میں پہنچ گئے اور اس کے بعد خاصا وقت اوپر چڑھنے میں لگا اور پھر ڈیل نے چوٹی پر پہنچنے کے بعد ایک درّہ مجھے دکھایا جو خاصا

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

وسیع تھا. اور بیچ در بیچ پہاڑوں کے درمیان سے گزرتا ہوا دور سے آرہا تھا۔ مسٹر ڈیل نے کہا۔

" اگر ہم نیچے اتر کر اس درّے میں جائیں گے تو یقینی طور پر خچروں کے قدموں کے نشانات نظر آجائیں گے۔ کیا آپ اس کے لیے تیار ہیں؟"

" نہیں۔ مجھے وہ جگہ بتایئے مسٹر ڈیل جہاں آپ نے اس چٹان کو دیکھا۔"

" ہاں دیکھیے وہ جو تین چٹانیں ایک قطار میں نظر آرہی ہیں۔ اور جن کے درمیان تھوڑا تھوڑا فاصلہ ہے۔ بس یہ چٹان ان چٹانوں کے بالکل سامنے تھی۔"

" اور اس کی بلندی کیا تھی؟"

" اور آپ یقین کریں ان تین چٹانوں کے برابر بالکل برابر۔"

" اتنی بڑی۔"

" ہاں۔"

اور اب جو صاف زمین نظر آرہی ہے۔ وہاں تو ایسے آثار بھی نہیں جس سے یہ اندازہ ہو کہ ان چٹانوں کو توڑ کر یہاں سے ہٹا دیا گیا ہے۔"

" بالکل میں خود جائزہ لے چکا ہوں۔"

" بات واقعی عجیب ہے بہرحال۔"

" کیا خیال ہے واپس چلیں۔ میں سمجھ رہا ہوں کہ مسٹر مارٹن کا آدھا دم نکل چکا ہوگا۔ وہ بہت محتاط قسم کے امن پسند آدمی ہیں۔ لیکن آپ خود غور کیجیے مسٹر شاہ کہ اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ اس میں کچھ راز ضرور ہیں۔ السانوں کی کارروائیاں میرا مطلب ہے اگر وہ خچر وہاں نہ آتے اور میں ان پرسے سامان اترتا ہوا نہ دیکھتا تو اسے کوئی جادوئی کارنامہ ہی سمجھتا۔ لیکن اب دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ السانوں کا کیا ہوا جادو ہے۔"

" آیئے واپس چلیں۔" میں نے کہا۔

راستے میں مسٹر ڈیل سے میری بہت سی باتیں ہوئیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ ان کا قیام کہاں ہے تو انھوں نے بتایا کہ وہ گیسٹ ہاؤس نمبر آٹھ میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور ان کا کمرہ نمبر چھ ہے۔"

" میں آپ سے ضرور ملاقات کروں گا مسٹر ڈیل۔"

" اور براہِ کرم یہاں سے واپس جاتے ہوئے یہ نہ سوچیں کہ میں نے آپ سے کوئی دلچسپ مذاق کیا ہے۔"

" نہیں جب آپ اس قدر پُرجوش الفاظ میں یہ بات کہہ رہے ہیں تو یقینی طور پر اس کی کوئی نہ کوئی حقیقت ہوگی۔"

ڈیل کو میں نے اس کی جگہ اتارا اور پھر وہاں سے واپس چل پڑا۔ دونوں نے مجھے خدا حافظ کہا تھا۔ لیکن واپسی پر میرا ذہن بہت سی سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ یہ انوکھی کہانی کیا حیثیت رکھتی ہے۔ میں ڈیل کی اس بات سے اتفاق کرتا تھا کہ اسمگلنگ کا سامان لایا گیا۔ چٹان میں پوشیدہ کیا گیا۔ لیکن چٹان بھی غائب ہوگئی یہ ذرا اوپر کی بات لگتی تھی جو کسی طور سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ وہ علاقہ دیکھ آیا تھا اور ڈیل کی بات کو بالکل نظر انداز بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ویسے ان دونوں افراد کے بارے میں' میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ سیدھے سادے آدمی ہیں۔ بلکہ اگر میں ڈیل کو یہ پیشکش کروں کہ وہ میرے ساتھ اس واقعے کی چھان بین کرے تو وہ خوشی سے تیار ہو جائے گا۔ نوجوان آدمی تھا اور ایسی باتوں میں تجسّس رکھتا تھا۔ انھی سوچوں میں ڈوبا ہوا واپس اس جگہ آگیا جہاں مہابت خاں کی رہائش گاہ تھی۔ مہابت خاں نے میرا استقبال کیا تھا۔ وہ مسکراتا ہوا بولا۔

" ایسے لوگ بہت اچھے لگتے ہیں جو اپنی مدد آپ کریں۔ یعنی تم نے اچھی خاصی سیاحت کر ڈالی میرے دوست۔"

" ہاں بہت دُور نکل گیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

" آؤ خانم گل چراغ تمھارا انتظار کر رہی ہیں۔"

ہم اندر پہنچ گئے۔ خانم گل چراغ نے اٹھ کر میری پیشانی کو بوسہ دیا تھا۔ وہ جب بھی مجھے دیکھتی تھیں ان کی آنکھوں میں عجیب سی اداسی تیرنے لگتی تھی۔ اور میں یہ بات جانتا تھا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ گوہر جہاں کا انداز بھی میرے ساتھ بہت محبت آمیز تھا اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا تھا کہ اس خاندان کے ایک فرد کا ہمشکل ہونے کی وجہ سے اس خاندان

کی ساری محبتیں مجھے مل گئی ہیں۔ لیکن جواب میں انھیں میں کیا دے سکتا ہوں۔ میں نے اس کا اظہار رات کے کھانے پر کر دیا۔ نوشاد بھی اس وقت موجود تھی۔ اور بالکل خاموش نظر آرہی تھی۔ یہ کردار میرے لیے واقعی انتہائی پر اسرار تھا۔ نہ سمجھ میں آنے والا اور عجیب و غریب۔ ان لوگوں کا رویّہ بھی اس کے ساتھ بہت ہی سرد تھا۔ حالانکہ یہ گھرانہ بے حد پُرجوش اور ایک دوسرے سے محبت کرنے والا تھا۔ میڈم ریٹا بھی تھیں جو اپنی سنہری آنکھوں سے جب بھی میری جانب دیکھتیں میرے بدن میں چنگاریاں سی دوڑنے لگتیں۔ نہ جانے کیوں اس عورت کی آنکھوں میں یہ سنسنی خیز کیفیت تھی۔ بہرطور سارا گھرانہ ہی عجیب و غریب تھا۔ سوائے ان دو خواتین یعنی خانم گل چراغ اور گوہر جہاں کے۔ وہ بالکل نارمل تھیں اور ان میں کوئی اہم بات نہیں تھی جبکہ مہابت خاں بھی مجھے بعض اوقات ایک عجیب و غریب سی کیفیت کا شکار نظر آتا تھا۔ شاندار صحت کے باوجود اس کی آنکھوں میں سیاہ حلقے پڑے ہوتے تھے۔ اور گالوں میں گڑھے بھی۔ اس کے چہرے پر پیلاہٹیں لپی ہوئی نظر آتی تھیں۔ لیکن وہ بدلتی ہوئی کیفیات کا حامل تھا یعنی کبھی اس کا چہرہ اس انداز کا لگتا اور کبھی وہ ایک صحت مند آدمی نظر آتا۔ کھانے کے بعد میں نے کہا۔

" میں آپ لوگوں کی محبتوں کا محور بن گیا ہوں لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے صلے میں آپ کو کیا دے سکوں گا۔"

" نہیں بیٹے تمھاری دُنیا الگ ہے اور جب ہم حقیقتوں کو قبول کر چکے ہیں تو پھر ان میں کوئی ترمیم تو ہمارے بس کی چیز نہیں ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ تم ہماری محبتوں کا مرکز ایک نام کے حوالے سے ہو۔ اس بات کا بُرا نہ ماننا۔ کبھی کبھی واقعات اس قسم کا رُخ بھی اختیار کر لیتے ہیں۔ ویسے تمھارا کتنے دن یہاں قیام کرنے کا ارادہ ہے؟ میرا مطلب ہے اس علاقے میں۔"

" کوئی خاص وقت مقرر نہیں کیا ہے جب تک دلچسپیاں رہیں گی میں یہاں قیام کروں گا لیکن آپ لوگوں سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

" ہاں کہو۔"

" آپ کی محبت کے سائے میں طویل عرصہ رہنے کو دل چاہتا ہے۔ لیکن ہر گھر کے کچھ مسائل ہوتے ہیں۔ کچھ ایسے ذاتی معاملات ہوتے ہیں جو کسی اجنبی کی آمد سے متاثر ہو سکتے ہیں۔ اس لیے اگر مجھے اس کی اجازت مل جائے تو۔"

" دیکھو ہم تم پر کوئی جبر نہیں کر سکتے۔ لیکن جہاں تک ہمارے مسائل کا تعلق ہے تو ہمارے ہاں کوئی ایسے مسائل نہیں ہیں جن میں کوئی الجھن ہو۔ سیدھے سادے لوگ ہیں' سیدھی سادی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ذرائع آمدنی ہیں' کھاتے پیتے ہیں اور خدا کا شکر ہے کوئی مشکل نہیں ہے۔ ہاں اگر تم کچھ دن ہمارے ساتھ قیام کر لیتے تو ہمیں خوشی ہوتی۔ لیکن اگر جانا ضروری سمجھتے ہو تو ہم تمھیں تمھارے مشاغل سے نہیں روکیں گے۔"

" یہاں شکار کا موسم ہے۔ شکاری دُور دُور سے آئے ہوئے ہیں۔ مجھے احساس ہے کہ میں تمھیں وقت نہیں دے سکا۔ لیکن دو تین دن کی مصروفیت ہے اور اس کے بعد مجھے فرصت ہو جائے گی۔ پھر میں تمھارے ساتھ بھوری لومڑیوں اور جنگلی سؤروں کے شکار کے لیے چلوں گا۔ ارے ہاں یہاں ایک وادی ایسی بھی ہے جہاں سانپوں کی کثرت ہے اور سانپوں کا زہر نکال کر فروخت کرنے والے عموماً اس وادی میں خطرناک سانپوں کی تلاش میں بھٹکتے رہتے ہیں۔ یہ ایک دلچسپ مشغلہ ہے۔ میں تمھیں دکھاؤں گا کہ لوگ سانپ کس طرح پکڑتے ہیں۔ میرے خیال میں تمھیں اگر یہاں شعلہ پور میں کچھ عرصے قیام کرنا ہے تو ہم سے زیادہ اچھا دوست تمھیں اور کوئی نہیں ملے گا۔ بس تین دن کی مہلت دے دو۔ اس کے بعد تمھارا ساتھی بن جاؤں گا۔"

" نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں آپ کی مصروفیت میں خلل اندازی نہیں چاہتا۔ اپنے طور پر میں نے جس قدر سیاحت کی ہے وہ بھی میرے لیے دلچسپ ہے۔ تاہم جب آپ کو فرصت ہوگی تو میں آپ کا ساتھ حاصل کر لوں گا۔"

" تو پھر چھوڑو کہاں جانے کے چکر میں پڑے ہوئے ہو کچھ وقت ہمارے ساتھ ہی گزارو۔ آخر گیسٹ

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہاؤس میں بھی تم رہ ہی رہے تھے اور خواہ مخواہ جب ایک گھر موجود ہے تو ایسی جگہوں پر کیوں قیام کیا جائے؟"

میں نے مسکراتے ہوئے شانے ہلا دیے تھے۔ مخلصانہ پیشکش تھی کیسے ٹال سکتا تھا۔ ویسے بھی مہابت خان کا ساتھ میرے لیے باعثِ دلچسپی ہو سکتا تھا۔ ہو سکتا ہے آنے والے وقت میں وہ میرا بہترین مددگار ثابت ہو۔ چنانچہ خاموش ہو گیا۔ رات کو کافی دیر تک باتیں کرتے رہے تھے ہم لوگ۔ پھر ریٹا نے مہابت خان سے نیند آنے کی شکایت کی اور مہابت خان مسکراتا ہوا اٹھ گیا۔

"ہاں ہم لوگ چلتے ہیں۔"

وہ لوگ چلے گئے۔ میں بھی اپنے کمرے میں آگیا میرا ذہن سوچوں میں ڈوبا رہا۔ دن بھر آوارہ گردی کی تھی۔ ہلکی سی تھکن بھی طاری تھی لیکن نیند نہیں آ رہی تھی خاصی دیر گزر گئی۔ میں سوچوں میں ڈوبا رہا دفعتاً مجھے اپنے کمرے کے دروازے کے قریب قدموں کی چاپ سنائی دی۔ یہ چاپ میرے کمرے کے دروازے پر رک گئی تھی۔ میں چونک پڑا اور دوسرے لمحے سنبھل گیا۔ کوئی بھی عمل ہو سکتا تھا۔ محتاط رہنا ضروری تھا۔ دروازے کو ہلکا سا دھکا دیا گیا۔ چونکہ دروازہ میں نے اندر سے بند نہیں کیا تھا اس لیے کھل گیا۔ اور میں جلدی سے اٹھ کر اپنے بستر پر بیٹھ گیا۔ آنے والی نوشاد تھی، شب خوابی کے لباس میں ملبوس اور کچھ ایسی کیفیات کی حامل جنھیں دیکھ کر میں چونک پڑا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اندر آ گئی۔ اس کے چہرے پر ایک سنگین سی خاموشی طاری تھی۔ مجھ سے کہنے لگی۔

"ناوقت آنے کی معافی چاہتی ہوں۔ اور یہ بھی اظہار کرنا چاہتی ہوں کہ میری آمد کو کوئی غلط رنگ نہ دینا۔"

"آئیے نوشاد، آپ سے تو ابھی بات چیت ہی نہیں ہوئی میری۔"

"ہاں اس وقت تم سے بات کرنے ہی آئی ہوں اور شکر ہے کہ تم جاگ رہے ہو۔"

"ہاں نیند نہیں آ رہی تھی۔ آئیے بیٹھیے۔ کیا باقی لوگ سو گئے؟"

"میں نہیں جانتی۔" اس نے بے نیازی سے جواب دیا اور ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ میں بستر پر بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔ نوشاد کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں اور چہرے پر غور کے آثار تھے۔ پھر اس نے گردن اٹھائی اور کہنے لگی۔

"تمھیں یہ بتا دیا گیا ہے کہ رازل شاہ سے میری بچپن کی منگنی طے ہے۔"

"ہاں۔ یہ بات میرے علم میں تھی۔"

"لیکن اب وہ لوگ کہتے ہیں رازل شاہ مر گیا۔"

"وہ لوگ کہتے ہیں؟"

"ہاں۔ کیا تم نے نہیں سنا؟"

"تو آپ کا کیا خیال ہے اس بارے میں؟"

"میری باتوں کو بے وقوفی تو نہیں سمجھو گے؟"

"نہیں مس نوشاد کہیے کیا کہنا چاہتی ہیں آپ؟"

"میں کہنا چاہتی ہوں کہ رازل شاہ زندہ ہے۔" نوشاد نے کہا اور میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔ میں حیران نگاہوں سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

عمران ڈائجسٹ کا تہلکہ خیز سلسلہ

کوبرا

بمبئی کے فٹ پاتھ سے اٹھنے والے طوفان
داور کی داستانِ حیات
وہ طاقت کے بل پر زندہ رہنے کا ہنر جانتا تھا
غضب ڈھا دینے والا ایک پُراسرار سلسلہ
جسے آپ مکمل پڑھنا چاہتے تھے، لیجیے
اب مکمل تین حصوں میں شائع ہو گیا ہے
مکتبہ عمران ڈائجسٹ اردو بازار کراچی

"مگر میں نے تو یہ سنا ہے کہ ان کی لاش یورپ سے واپس لائی گئی تھی۔" کچھ دیر کے بعد میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"ہاں جو کچھ بھی ہے ایک کہانی ہے اور میں اس کہانی پر یقین نہیں رکھتی۔"

"اس کی کوئی وجہ؟"

"کیا سینہ کھول کر دکھایا جا سکتا ہے کسی کو؟"

"جی؟"

"میرا مطلب ہے جو کچھ میرے دل میں ہے اس کا یقین میں تمھیں کیسے دلا سکتی ہوں؟"

"لیکن آپ کا کیا مطلب ہے آپ سے غلط بیانی کی گئی ہے؟"

"غلط بیانی نہیں بلکہ سازش ہے پوری پوری سازش۔"

"کون کر رہا ہے یہ سازش؟"

"آہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا تو میں سازشیوں کو ہمیشہ کے لئے فنا کر دیتی۔ رازل شاہ میری بچپن کی پسند ہے' میری زندگی کا محور ہے' تم خود بتاؤ ایک ایسا آدمی جس کے نام پر کوئی لڑکی جی رہی ہو اتنی خاموشی سے کیسے مر سکتا ہے؟" میں نے محسوس کیا کہ نوشاد کے لہجے میں دیوانگی کی کچھ جھلکیاں پائی جا رہی ہیں میں نے ایک لمحے میں اپنے آپ کو سنبھال لیا اور پھر آہستہ سے کہا۔

"آپ بہت دکھی ہیں۔ رازل شاہ کے لئے؟" جواب میں اس نے کچھ نہ کہا بس مجھے گھورتی رہی پھر اس نے کہا۔

"نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"دکھی ان کے لئے ہوا جاتا ہے جو اس دنیا میں نہ ہوں۔"

"مگر آپ کس بنیاد پر یہ بات کہہ رہی ہیں کہ رازل شاہ زندہ ہے؟"

"اپنے دل کی آواز پر۔"

"صرف دل کی آواز پر؟"

"صرف" سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میرا مطلب ہے کہ ہم جن لوگوں کو چاہتے ہیں انھیں اپنے سینوں میں زندہ کر لیتے ہیں آپ کے دل میں بھی یہ احساس ہے یا اس کے کچھ ثبوت بھی ملے ہیں؟"

"مجھے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا دل سب سے بڑا ثبوت ہے۔"

"اور وہ جس کی تدفین کی گئی وہ کون ہو سکتا ہے؟"

"کچھ نہیں جانتی' میں کچھ نہیں جانتی۔ صرف اس بات کے کہ رازل شاہ زندہ ہے اور سنو اگر تم نے یہ روپ کسی سازش کے تحت دھارا ہے تو ایک بات کا یقین کر لو کہ میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ سمجھے! میں تمہارے اتنے ٹکڑے کروں گی کہ تم تصور بھی نہیں کر سکو گے رازل شاہ کی شکل میں کسی اور کو نہیں دے سکتی تمھیں یہاں سے فوراً چلے جانا چاہئے ورنہ مجھ سے بدترین دشمن تمہارا اور کوئی نہیں ہو گا۔"

میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا یہ لڑکی واقعی دیوانی معلوم ہوتی تھی اور عالمِ دیوانگی میں بول رہی تھی۔ میں نے چند لمحات خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"میں صبح کو خانم گل چراغ سے یہ بات کہہ دوں گا کہ مس نوشاد مجھے یہاں نہیں دیکھنا چاہتیں۔"

"تمہارا دل چاہے جس سے کہہ دینا میں نے اپنے دل کی بات تمھیں بتا دی اور اگر تمھیں کوئی نقصان پہنچا میرے ہاتھوں سے' تو اس کی ذمہ دار میں نہیں ہوں گی۔ جو بات میں نے تم سے کہہ دی وہ سمجھ لو پتھر کی لکیر ہے۔"

"نہیں مس نوشاد۔ زبردستی تو کوئی کسی کے گھر میں نہیں رہ سکتا' یہ آپ کا گھر ہے یہ آپ کے اپنے لوگ ہیں' آپ نے مجھے یہ اجازت دی ہے کہ میں خانم گل چراغ سے یہ بات کہہ دوں تو میں ان سے یہ کہہ کر اجازت لے لوں گا کہ مس نوشاد مجھے یہاں نہیں دیکھنا چاہتیں۔"

"دراصل' دراصل یہ بات نہیں ہے میں بہکنے لگتی ہوں میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہارے پاس آؤں' تمہارے پاس بیٹھوں۔ تم سے باتیں کروں اس لئے کہ تم رازل شاہ کے ہمشکل ہو' تم اگر اپنے آپ کو رازل شاہ کہتے تو میں کبھی تسلیم نہ کرتی۔ خانم نے بھی تسلیم نہیں کیا۔ لیکن لیکن تمہارا چہرہ دیکھ کر میرے دل کو عجیب سی اداسی کا احساس ہوتا ہے میں نہیں چاہتی کہ تم یہاں رکو۔ تمھیں چلے جانا چاہئے سمجھے! تمھیں چلے جانا چاہئے میں تمھیں وارننگ دے چکی ہوں اس کے بعد یہ نہ کہنا کہ میں نے خاموشی سے پشت پر سے تم پر وار کیا ہے۔ پٹھان کی بیٹی ہوں' کبھی پیچھے سے وار نہیں کر سکتی' اس لئے میں نے تمھیں آگاہ کر دیا ہے۔" وہ اٹھی اور

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تیز تیز قدموں سے باہر نکل گئی۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا اور پھر میں سر کھجاتا رہا۔ یہ عجیب دلچسپ مشغلہ ہے۔ لیکن یہ دیوانی لڑکی کیا بچ کہہ رہی ہے رازل شاہ کی زندگی کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے اور ابھی اس کے ذہن میں کسی سازش کا تصور ہے تو سازش کرنے والے کون ہو سکتے ہیں؟ بے شمار سوالات تھے میرے ذہن میں' بے شمار خیالات تھے جو میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے لیکن میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا تاہم یہ ایک دلچسپ مشغلہ تھا اور آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر جہانگیر جمال شاہ کے ذہن میں کسی چیز کے بارے میں تجسس جاگ اٹھے تو پھر بھلا کون ہو سکتا ہے جو اسے اس تجسس کو رفع کرنے سے روک سکے؟ بہت سے فیصلے کئے تھے میں نے۔ ظاہر ہے یہاں سے جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا' ذرا دیکھنا یہ تھا کہ مس نوشاد کیا کہہ رہی ہیں اور ان کے ان الفاظ کا مقصد کیا ہے؟ عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی ذہن میں' میں یہ سوچ رہا تھا کہ نوشاد کے یہ الفاظ مہابت خان اور خانم گل چراغ کو بتاؤں یا نہیں پھر میں نے یہ بھی سوچا کہ میں نے خاموشی اختیار کی تو وہ لوگ بے خبر رہیں گے' ہو سکتا ہے وہ اس سلسلے میں کوئی نیا انکشاف کر سکیں' مہابت خان کی قربت سے بہرطور بہت سے مسئلے حل ہو سکتے تھے اس وقت کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی ذہن پر کہ نیند بالکل ہی اڑ گئی' بے خیالی کے انداز میں اپنی جگہ سے اٹھا اور چپلیں پہن کر باہر نکل آیا۔ حویلی سناٹے میں ڈوبی ہوئی تھی دیکھنا چاہتا تھا کہ نوشاد کیا کر رہی ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ ان لوگوں کے کمرے کہاں کہاں ہیں وہاں سے آگے بڑھا' دبے قدم اختیار کئے تھے تاکہ کوئی میرے قدموں کی چاپ سے ہوشیار نہ ہو جائے بس ایک عجیب سا عالم ذہن پر طاری تھا میں نے مہابت خان اور ریٹا کے کمرے میں روشنی دیکھی۔ تیز روشنی تھی اس کا مقصد ہے کہ وہ لوگ جاگ رہے ہیں۔ یہ سوچ کر آگے بڑھا کہ اگر وہ جاگ رہے ہیں تو ابھی انہیں نوشاد کے بارے میں بتا دوں تاکہ ان کا رد عمل بھی معلوم ہو جائے اس خیال کے تحت باآہستگی اس کمرے کی جانب بڑھ گیا حالانکہ یہ ایک غلط بات تھی کہ کسی کی خلوت میں جھانکا جائے لیکن نہ جانے کیوں کمرے کے کھلے ہوئے دروازے کی سے میں نے اندر جھانکا اور اندر جو... میں نے

دیکھا اسے دیکھ کر میرا دل ہل گیا۔ بڑا عجیب و غریب تھا۔ مہابت خان ایک صوفے پر عجیب سی کیفیت میں ... ہوا تھا اس کا اوپری جسم برہنہ تھا لیکن نچلے جسم ... نے لباس پہنا ہوا تھا اور اس سے چند قدم کے فاصلے ... ریٹا موجود تھی لیکن جس عالم میں وہ تھی اسے دیکھ ... میری آنکھیں خوف و حیرت سے پھیل گئیں ریٹا ... ہاتھ میں سانپ تھا ایک لمبا کالا خوفناک سانپ۔ ... پھن اس نے اپنی مٹھی میں دبایا ہوا تھا اور سانپ ... غالباً" اس کی کلائی پر اپنی گرفت قائم کر لی تھی مہابت ... خان کی آنکھیں نیم وا تھیں اور ریٹا آہستہ آہستہ ... کا پھن آگے بڑھا رہی تھی اور چند ہی لمحات جاتے ... کہ سانپ' مہابت خان کے جسم کے کھلے ہوئے ... حصے پر کاٹ لے' یہ خوفناک منظر مجھے عمل کرنے ... روک سکا میں نے بے اختیار ہو کر دروازے پر ... زوردار لات ماری اور دروازے بھڑاک کی آواز ... ساتھ کھل گیا۔ ریٹا چونک پڑی اور اس کے حلق ... چیخ نکل گئی۔ مہابت خان بھی چونک کر سیدھا ہو گیا ... ریٹا نے مضبوطی سے سانپ کا پھن اپنے ہاتھ میں ... ہوا تھا اور اس دہشت بھرے انداز میں چیخ رہی ... میں خود بھی حیران ہو گیا۔ مہابت خان فوراً سنبھل ... بیٹھ گیا۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھا ... پھر ایک دم کھڑا ہو گیا۔

"تم تم یہاں اس طرح۔" اس نے متحیرانہ انداز ... کہا۔ مہابت خان کے اس طرح ہوش میں آجانے کو ... میں نے حیرت کی نگاہوں سے دیکھا تھا کیونکہ اس ... پہلے وہ نیم بے ہوشی کی حالت نظر آیا تھا پھر اس ... آہستہ سے کہا۔

"اوہ افوہ۔ اوہ اوہ کیا کہوں میں تم سے؟ تمہیں ... تمہیں اس وقت یہاں نہیں آنا چاہئے تھا جہانگیر ... شاہ۔"

"یہ۔ یہ سانپ سانپ۔" میں نے ریٹا کے ہاتھ ... جانب اشارہ کیا اور مہابت خان جلدی سے بولا۔

"ریٹا اسے مار دو۔ اسے مار دو اسے ختم کر دو۔ ... یہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔" جواب میں ... نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"لیکن' لیکن یہ۔ یہ سب کچھ یہ سب کچھ آخر ... سب کچھ۔"

"پہلے اس سے چھٹکارا حاصل کرو اس کے بعد با...

کریں گے۔" مہابت خان نے کہا اور ریٹا نے غصیلے انداز میں مجھے دیکھا۔ پھر ایک جانب بڑھ گئی۔ مٹی کی ایک بڑی سی ہانڈی سامنے رکھی ہوئی تھی جس کا منہ اوپر سے بند تھا اور اس میں ایک سوراخ تھا۔ ریٹا نے بڑی مہارت سے سانپ کا پھن اس سوراخ میں داخل کیا اور اس کے بعد اسے آہستہ آہستہ چھوڑنے لگی سانپ اپنے بل کھول کر سوراخ میں داخل ہونے لگا اور جیسے ہی وہ سوراخ میں مکمل طور پر داخل ہوا ریٹا نے ایک طرف رکھا ہوا ایک عجیب سا ڈھکن جو شاید کارک کا بنا ہوا تھا اس ہانڈی کے سوراخ پر لگا دیا سانپ اس سوراخ میں بند ہوا اور ریٹا اپنے ہاتھ کی کلائی مسلنے لگی۔ اس کے چہرے پر تھکن اور تھکے کے ملے جلے آثار تھے۔ مہابت خان عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اس نے کہا۔

"میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کس مقصد کے تحت یہاں آئے ہو گے لیکن لیکن یہ بہت غلط ہوا بہت برا۔ بہت ہی برا۔"

"یہ سب' یہ سب مہابت خان صاحب یہ سب کیا تھا؟ آپ... آپ... ابھی چند لمحات گزر رہے تھے کہ یہ سانپ آپ کو کاٹ لیتا۔" مہابت خان کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ نظر آئی اور اس نے کہا۔

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ریٹا مجھے ہلاک کرنا چاہتی تھی؟" میں نے ریٹا کی طرف دیکھا۔ وہ دیوانگی کے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ غصے کے آثار اب بھی اس کے چہرے پر تھے پھر اس نے کہا۔

"ایک تو یہاں تم مشرقی لوگوں میں کسی روایت کا پاس نہیں کیا جاتا۔ ہمارے ہاں یورپ میں تہذیب ہے اگر کسی کے کمرے کے دروازے تک بھی پہنچا جاتا ہے تو پہلے دستک دے دی جاتی ہے کہ کمرے کے مکین اس آواز کو سن لیں لیکن تم چوروں کی طرح یہاں آئے اور سیدھا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ میں کہتی ہوں کہ ایسا کیوں کیا گیا؟ کیا تمہیں اس کا احساس نہیں ہے؟ کیا تم بالکل جاہل آدمی ہو؟"

"ریٹا پلیز۔ پلیز۔ اپنے لہجے کو خراب مت کرو۔" میں نے ریٹا کو دیکھ کر آہستہ سے کہا۔

"میڈم ہمارے ہاں مشرقی روایات میں یہ سب کچھ بھی نہیں ہے جو اس وقت میری نگاہوں کے سامنے آیا۔ کیا آپ مہابت خان کو' اپنے شوہر کو سانپ سے ڈسوانا چاہتی تھیں۔"

"جی ہاں' میں ایسا کر رہی تھی۔"

"ٹھہرو' ٹھہرو تم لوگوں کے درمیان تلخ گفتگو مجھے ناپسند ہے۔ میں بتاتا ہوں میرے دوست میں بتاتا ہوں اور براہ کرم مجھے معاف کر دینا۔ یہ بعد میں پوچھوں گا تم سے کہ تمہارا آنا اس وقت کیسے ہوا؟"

"یعنی' یعنی آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ میڈم ریٹا آپ کو سانپ سے ڈسوا رہی تھیں؟"

"ہاں بھئی یہ سب کچھ میرے ہی کہنے پر ہو رہا تھا۔"

"کیوں؟"

"اس کی وجہ یہ ہے کہ میں بدترین نشے کا عادی ہوں' یورپ میں رہ کر میں نے دنیا کا ہر نشہ کیا تم کسی بھی نشہ آور چیز کا نام لے لو' وہ میں استعمال کر چکا ہوں اور اب" مہابت خان نے گہری سانس لی "اور اب کوئی نشہ مجھ پر کارگر نہیں ہوتا۔ دنیا کی سب سے نشہ آور چیز مجھے دے دو' وہ میرے جسم پر بے اثر ہے بس یہ زہریلے سانپ مجھے کاٹ لیتے ہیں تو تھوڑا سا سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ میری ضرورت ہے اور ریٹا' بیچاری ریٹا کو زندگی کا خطرہ مول لے کر میری یہ ضروریات پوری کرنی پڑتی ہے وہ اس کام میں ماہر ہو گئی ہے ہم لوگ سپیروں سے زہریلے سانپ خریدتے ہیں اور اس کے بعد ان سانپوں سے میرے جسم پر ڈسوا کر ریٹا مجھے سکون مہیا کرتی ہے۔ تم خود سوچو جس طرح تم نے دروازے پر لات ماری اس سے ریٹا بدحواس ہو کر سانپ کا پھن چھوڑ سکتی تھی اور پھر یہ سانپ خود اسے بھی ڈس سکتا تھا اس طرح اس کی زندگی چلی جاتی' اس کا غصہ اپنی جگہ بجا ہے لیکن ڈیئر ریٹا یہ ساری باتیں سب ہی کو تو معلوم نہیں ہیں اس لئے تم جہانگیر شاہ کو معاف کر دو۔"

"اپنی زندگی خطرے میں ڈال کر میں لوگوں کو معاف کرتی رہوں' آخر میں کب تک کروں گی یہ تمہارے لئے مہابت خان" ریٹا کہنے لگی۔

"میں جانتا ہوں تم بھی عاجز آ چکی ہو گی مجھ سے۔ لیکن لیکن ڈارلنگ ٹھیک ہے کوئی بھی دن ایسا متعین کر لو جب اسے میری موت کا دن قرار دے دو' میں خود بھی مر جانا چاہتا ہوں اس زندگی سے تو موت بدرجہا بہتر ہے۔" ریٹا کے چہرے کے خدوخال میں تبدیلیاں پیدا ہونے لگیں اس نے آہستہ سے کہا۔

"مگر مسٹر جہانگیر جمال شاہ! آخر اس وقت رات کے اس حصے میں آپ یہاں کیسے آ گئے سوری میں آپ سے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تلخ ہو گئی تھی لیکن آپ خود سوچ لیجئے میں ایک ایسا عمل کر رہی تھی جو میرے شوہر کے لئے ضروری ہے اور اگر اس عمل کے دوران آپ کی اس مداخلت سے یہ سانپ میری گرفت سے آزاد ہو جاتا تو آپ یقین کیجئے میری زندگی ناممکن ہو جاتی۔ میں نے اپنے شوہر کے لئے یہ مہارت حاصل کی ہے۔ بڑی مشکل سے' بڑے اخراجات کرنے کے بعد۔ کیا کروں؟ کیا کروں' آپ خود سوچئے کیا کر سکتی ہوں میں؟" میں بری طرح چکرا رہا تھا۔ یہ جادو نگری بڑی عجیب تھی۔ جتنے تھے اس لنکا میں سب باون گز کے تھے اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کس کس کے کردار پر غور کروں۔ مہابت خان کی آنکھوں کے حلقے اور پچکے ہوئے گالوں کی وجہ میری سمجھ میں آگئی تھی۔ لیکن یہ میڈم ریٹا۔ یہ بھی کم پراسرار نہیں تھیں اور ان سے پہلے جو معزز خاتون مجھے زندگی سے محروم کرنے کی دھمکیاں دے چکی تھیں خدا کی پناہ۔ خدا کی پناہ۔ یہاں اس گھر میں رہ کر ان تماشے کو دیکھوں یا فوجی حکام کی جانب سے اپنے سپرد کی ہوئی اس ذمہ داری کو' جو انتہائی اہم تھی اور اس کے بارے میں آہستہ آہستہ انکشافات ہوتے جا رہے تھے۔ عجب گھن چکر بنا ہوا تھا میں۔ لیکن پھر میرے اندر آہستہ آہستہ ایک لہر سی اٹھنے لگی۔ یہ تمام عوامل کس کے سامنے سے گزر رہے ہیں؟ جہانگیر جمال شاہ کے سامنے سے' جو خود بھی انہیں پراسرار کہانیوں کا رسیا ہے۔ نہیں یہ لوگ اس طرح چھوڑنے کے قابل نہیں ہیں۔ یہ تو بڑے دلچسپ کردار ہیں جو میرے سامنے آکر بکھر گئے ہیں۔ ایک جانب مس نوشاد ہیں جو میری زندگی کو ختم کرنے کی دھمکیاں دے چکی ہیں اور دوسری طرف یہ عجیب و غریب جوڑا مہابت خان۔ خانم گل چراغ اور شعلہ پور میں پھیلی ہوئی وہ آبادیاں جن کے بارے میں فوجی حکام تشویش کا شکار ہیں۔ خصوصاً ڈلی کی بیان کردہ گمشدہ چٹان۔ یہ ساری دلچسپیاں ایسی تھیں جو میری آنکھوں میں نیلاہٹیں لا رہی تھیں اور جب نیلاہٹیں آنکھوں میں اتر آئیں تو اس کے بعد ہر خطرہ پس پشت رہ جاتا ہے اور یہ نیلاہٹیں آہستہ آہستہ میری آنکھوں میں اتر رہی تھیں۔ یہ نیلاہٹیں ذہن کے پردے بھی کھولتی تھیں اور فوری طور پر میں نے بہت سے فیصلے کر ڈالے تھے۔ مثلاً یہ کہ مس نوشاد کے بارے میں ان لوگوں کو نہ بتاؤں۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے میں نے معذرت آمیز انداز میں گردن ہلا کر کہا۔

"درحقیقت اس وقت میری یہ ہمدردی اور احساس آپ لوگوں کے لئے تکلیف کا باعث بن گیا۔ لیکن اس کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں کہ میری جگہ کوئی اور ہوتا اور یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا تو اس کی کیفیت بعد سے مختلف نہیں ہوتی۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ہم تمہیں مورد الزام نہیں ٹھہرا رہے کیوں ڈیئر' مہابت خان نے ریٹا کی طرف دیکھا۔ ریٹا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن پھر فوراً ہی سنبھل کر بولی۔"

"انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ اس وقت یہ عمارت میں گردش کیوں کر رہے ہیں؟"

"رات میں بھی ریٹا کا لہجہ زہریلا تھا۔ مہابت خان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔۔۔

"میں اسے اپنا وہم قرار دے چکا ہوں اس لئے آپ کو اس کے بارے میں کیا حقیقتیں بتاؤں؟"

"کیا مطلب؟" مہابت خان نے پوچھا۔

"اپنے کمرے میں تھا اور تقریباً نیم غنودگی کی کیفیت میں تھا کہ اچانک ہی احساس ہوا جیسے میرے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی ہے' اسی دستک سے ہوش میں آگیا۔ لائٹ جلائی باہر نکل کر دیکھا تو سامنے کوئی نہیں۔ البتہ آخری ستون کے پاس مجھے ایک سایہ سا نظر آیا۔ تجسس تو انسان کی فطرت میں ہوتا ہے بڑے خان۔ چنانچہ میں اس تجسس سے مجبور ہو کر آگے بڑھتا چلا گیا۔ بعد میں یہ مجھے اپنا وہم نہیں محسوس ہوا۔ سایہ مجھے آپ کے کمرے کے سامنے سے گزرتا ہوا محسوس ہوا اور میں اس کا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک آگیا۔ پوری عمارت میں صرف اس کمرہ میں روشنی نظر آئی۔ میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے یہ میرا وہم ہو۔ آپ یا میڈم ریٹا کسی کام سے نکلی ہوں اور دروازے کے سامنے سے گزری ہوں۔ ممکن ہے کہ دروازے کو کسی کا دھکا لگ گیا ہو۔ چنانچہ غیر اختیاری طور پر آپ کے کمرے میں جھانک لیا اور پھر یہ منظر دیکھ کر خود پر قابو نہیں پا سکا۔ مہابت خان کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے ریٹا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب تمہیں اطمینان ہو گیا ہو گا۔ سوری ڈیئر تمہیں تکلیف ہوئی۔ لیکن سائے کا معاملہ سمجھ میں نہیں آیا۔ کیا میں تمہارے ساتھ باہر چل کر دیکھوں؟"

"کچھ نہیں ہے۔ آرام کرو۔ اور پلیز تم بھی اپنے کمرے میں جاؤ۔ یہاں باہر نہایت مناسب پہرے کا بندوبست رہتا ہے۔ اس لئے کسی کے آنے کا سوال نہیں پیدا ہو سکتا ہے نیم غنودگی کے عالم میں تمہیں کوئی خواب آیا ہو اور تم نے سمجھا ہو کہ یہ حقیقت ہے۔ جاؤ پلیز اپنے کمرے میں آرام کرو۔" ریٹا نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔ میں نے اس کے چہرے کی جانب دیکھا اس کی پراسرار آنکھیں میری جانب نگراں تھیں۔ جب میری نگاہیں اس سے ملیں تو اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے بھی مسکرا کر اس کی مسکراہٹ کا جواب دیا۔ میری مسکراہٹ میں ایک چیلنج تھا۔ جسے اس نے غالباً محسوس کر لیا اور فوراً ہی اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ سکڑ گئی۔ میں نے گردن جھٹکی اور واپسی کے لئے قدم اٹھا دیئے۔ پھر اپنے کمرے ہی میں آگیا تھا۔ حالانکہ پہلے میں نے سوچا تھا کہ نوشاد کی اس دھمکی کے بارے میں ان لوگوں کو بتا کر آئندہ کی صورتحال کے لئے کوئی فیصلہ کر لوں۔ لیکن اب یہ سب میرا اپنا مسئلہ بن چکا تھا۔ چنانچہ میں نے کسی کو نہ بتانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ بستر پر لیٹ کر میں اس عجیب و غریب کہانی کے بارے میں سوچنے لگا اس کا مطلب ہے کہ مہابت خان نشے کی لعنت میں مبتلا ہے اور ریٹا اس طرح اس کی مدد کرتی ہے۔ میرے خدا۔ نشے کی انتہا یہ ہے کہ اب اس پر کوئی زہریلی چیز اثر انداز نہیں ہوتی حالانکہ مہابت خان چوڑے چکلے جسم کا' ایک خطرناک صورت کا آدمی تھا اور اس کو دیکھ کر کسی کے بھی دل میں دہشت پیدا ہو سکتی تھی لیکن نشے نے اس کی حالت اس قدر بگاڑ دی تھی۔ ہو سکتا ہے اس کی یہ جسامت ڈھول کا پول ہو۔ بہرحال اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ گھرانہ نہایت پراسرار تھا۔ ہر شخص اپنی جگہ ایک خطرناک کیفیت کا حامل تھا۔ رات کے آخری حصہ میں نیند آئی تھی اور صبح کو خوب دیر سے جاگا تھا۔ گوہر جہاں کی صورت سب سے پہلے نظر آئی۔ یہ محبت کرنے والی عورت بلاشبہ قابل احترام تھی۔ میں نے اس کو سلام کیا تو اس نے نہایت محبت سے دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر میری پیشانی کو بوسہ دیا اور پھر کہنے لگی۔۔۔۔

"میری آنکھوں کے دو چراغوں میں سے ایک چراغ گل ہو چکا ہے۔ صبر تو خیر نہیں کیا جا سکا تھا اس کے بارے میں لیکن لوگ کہتے ہیں کہ صبر ایک مجبوری کا نام ہے۔ جب کوئی چیز ہمیں کسی بھی مشکل میں قابل حصول نظر نہیں آتی تو ہم اس کے لئے صبر کر لیتے ہیں۔ یہی کیفیت میری ہے۔ میرا ازل شاہ' میرا ازل شاہ۔ اب اس کائنات میں نہیں لیکن نجانے کیوں قدرت نے تمہیں یہ شکل بخش دی اور ہمارے دل ایک بار پھر ازل شاہ کے لئے تڑپنے لگے۔ میں یہ سوچتی ہوں کہ تم یہاں سے چلے جاؤ گے۔"

"نہیں خانم آپ مجھ پر بھروسہ رکھیں۔ آپ کے دل کی دوا تو نہیں کر سکتا میں۔ لیکن جب آپ حکم دیں گی جہاں بھی ہوں گا آپ کی خدمت میں پہنچ جاؤں گا۔"

"خدا تمہیں سلامت رکھے۔ دیر تک سوئے' رات کو نیند نہیں آئی تھی کیا؟"

"ہاں بہت دیر تک جاگتا رہا۔ اور یہاں کے بارے میں سوچتا رہا۔"

"چلو ناشتا کر لو۔ بہت دیر تک ناشتے پر تمہارا انتظار کیا گیا۔ بس خانم گل چراغ نے ناشتا نہیں کیا' باقی سب لوگ کر چکے ہیں۔"

"ارے انہوں نے نہیں کیا؟"

"کہنے لگیں کہ تمہارے ساتھ کریں گی۔ چاہے کتنی ہی دیر ہو جائے۔" فوراً تیار ہوا' شیو وغیرہ بنایا' بال سنوارے اور پھر خانم گل چراغ کے کمرے میں پہنچ گیا۔ مادر مہربان کہہ کر میں نے انہیں مخاطب کیا تو وہ مسکراتی ہوئی اٹھیں اور میرا سر اپنے سینے سے لگائے دیر تک کھڑی رہیں پھر بولیں۔

"چلو ناشتا کر لو۔ ان کی آواز بھاری بھاری تھی۔ ایک ماں کی کیفیت میری سمجھ میں آ رہی تھی لیکن مجبوریاں' بہرحال مجبوریاں تھیں۔ ناشتے سے فارغ ہوا۔ کوئی خاص بات کرنے کے لئے نہیں تھی۔ مہابت خان کو دیکھا۔ مسکراتا ہوا میرے پاس پہنچا تھا۔

"کیسے جناب کیسے جہانگیر جمال شاہ صاحب آج کے لئے کیا ارادے ہیں؟"

"کوئی خاص نہیں۔ بس شکار کھیلنے جاؤں گا۔"

"ضرور جاؤ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟"

"نہیں بالکل نہیں۔ میں نے جواب دیا۔ ریٹا نظر آئی تھی۔ مہابت خان کو دیکھا تھا۔ گوہر جہاں سے تو خیر پہلے ہی ملاقات ہوئی تھی۔ خانم گل چراغ سے ملاقات ہوئی لیکن نوشاد شاید کم ہی اپنے کمرے سے نکلتی تھی۔ یہاں جو مقام میرے لئے پیدا ہو گیا تھا وہ بڑی بے تکلفی

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کا تھا۔ میں اگر چاہتا تو باآسانی نوشاد کے کمرے میں جاسکتا تھا۔ لیکن میں نے اس وقت بھڑوں کے چھتے کو چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا اور اپنی جیپ کے پاس پہنچ گیا۔ جیپ کا پیٹرول ٹینک پورا بھرا ہوا تھا۔ غالباً اس خیال سے اسے پورا بھرا گیا تھا کہ کہیں مجھے کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس کے علاوہ فالتو پیٹرول کا ایک بیرل جیپ کے پچھلے حصے سے بندھا ہوا تھا۔ میں نے تیاریاں کیں تو ایک شخص نے میرے قریب آکر کہا یہ ان کا ملازم تھا۔

"خان اگر آپ پسند کریں تو کھانے پینے کا انتظام بھی کردیا جائے۔ کافی یا چائے وغیرہ کا بھی۔ اگر آپ لمبے سفر پر جانے کا ارادہ رکھتے ہوں تو؟"

"نہیں دوست۔ بہت شکریہ۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ باقی کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ پہلے بھی یہی ہوتا رہا تھا چنانچہ جیپ اسٹارٹ کی اور باہر نکل آیا۔ البتہ اسلحہ میں نے ساتھ لے لیا تھا۔ باہر نکلنے کے بعد کافی دور تک تو یونہی چلتا رہا۔ پھر ٹرانسمیٹر پر اپنے دوستوں کی خیریت معلوم کرنے کا فیصلہ کیا اور جیپ کو ایک گوشے میں روک دیا۔ سنسان سی جگہ تھی اور کوئی میری جانب متوجہ نہیں تھا۔ میں نے بڑی احتیاط سے ٹرانسمیٹر پر باقری' فیروز وغیرہ کو کال کیا۔ اس وقت میرا پیغام محسن نے موصول کیا تھا۔

"ہیلو محسن۔"

"ہیلو چیف..."

"کہو کیسی گزر رہی ہے؟"

"چیف بہت عمدہ۔ یہاں کے یہ گیسٹ ہاؤس تو بے مثال ہیں۔ مگر بڑی دلچسپ باتیں ہیں۔ چیف ان میں..."

"کیا!"

"شرم آتی ہے بتاتے ہوئے۔"

"شرمائے بغیر بتادو۔" میں نے کہا۔

"چیف دراصل یہاں بڑی پابندیاں ہیں۔ اگر کوئی ایسا ویسا کام ہوجاتا ہے تو جرگے کی جانب سے اس کے لئے بہت سی سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے چیف کوئی پابندی نہیں ہے۔ بس یہ کام بڑی ایجنسی کے سائے تلے ہونا چاہئے۔ رقم کی ادائیگی کردو اور جو دل چاہے کرو۔"

"تو تم جو دل چاہے کر رہے ہو۔" میں نے غصے میں کہا۔

"ارے نہیں توبہ توبہ چیف۔ ہم لوگ آپ کے نافرمان نہیں ہیں۔"

"بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ دوسرے لوگ کہاں ہیں؟"

"میری جوڑی ناصری کے ساتھ لگائی گئی ہے اور ناصری' بس کیا کہوں چیف دنیا کا بور ترین آدمی ہے۔ باقی لوگ اس وقت شہر کے ایک بارونق حصے میں ہیں۔ کوئی ایسی اہم بات نہیں ہے۔ باقری اور فیروز غالباً کہیں کی جانب نکلے ہوئے ہیں۔ آپ چاہیں تو انہیں کال کرلیں یا آپ کا کوئی پیغام ہو تو میں انہیں پہنچادوں۔"

"نہیں۔ بس ٹھیک ہے۔ اوکے۔" میں نے ٹرانسمیٹر بند کردیا۔ ان لوگوں کی خیریت معلوم ہوگئی تھی۔ وہ اپنے طور پر مصروف عمل تھے۔ اس بار میں نے یہ طریقہ کار اختیار کیا تھا کہ کسی کیس کے سلسلے میں اپنے کسی ساتھی کو ساتھ لے لیا تھا۔ میرا مطلب ہے اس چھوٹے سے گروپ کو۔ کام کے لوگ تھے۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ ابھی تک ان کے لئے کوئی مصروفیت نہیں نکال سکا تھا۔ البتہ یہ سوچ رہا تھا کہ کوئی مکمل بات ہوجائے اس کے بعد ان کے لئے مصروفیت تلاش کروں۔ پھر اس گیسٹ ہاؤس کا رخ کیا جس میں مارٹن اور ڈیل قیام پذیر تھے۔ ڈیل اور مارٹن سے ملاقات کرنے کے لئے اس وقت گیسٹ ہاؤس جانا ہی ضروری تھا۔ وہیں سے پتا چل سکتا تھا کہ وہ لوگ کہاں ہیں۔ بالآخر گیسٹ ہاؤس پہنچ گیا۔ کمرہ نمبر انہوں نے بتایا تھا وہاں پہنچا۔ کمرے کے دروازے پر تالا لگا ہوا دیکھا۔ اس کا مقصد ہے کہ وہ لوگ باہر گئے ہیں۔ بہرحال یہاں بھی مایوسی ہوئی تھی۔ وادیاں' وہ ویرانے میرے لئے باعث دلچسپی تھے۔ جب بھی جاتا کسی نہ کسی دلچسپ واقعہ کا سامنا کرنا پڑتا۔ چنانچہ جیپ کا رخ اس جانب کردیا۔ بہترین ہینڈ رائفل میرے پاس موجود تھی جو میرے لئے انتہائی کار آمد ثابت ہوسکتی تھی۔ بس یہ سوچ رہا تھا کہ کسی بڑے آدمی کا سہارا لئے بغیر اگر کسی کو میری وجہ سے نقصان پہنچا تو پولیس کے چنگل میں پھنسنا پڑے گا۔ مقامی پولیس کے بارے میں یہ بات مجھے معلوم ہو چکی تھی کہ جرائم پیشہ افراد کی معاون ہے۔ بہت کم

ایسے ہوں گے جو دیانت داری سے اپنا فرض سرانجام دے رہے ہوں گے۔ بعض اوقات کسی علاقے میں اگر ایسی بدامنی پھیلی ہے تو پولیس اس کی پوری پوری ذمہ دار ہوتی ہے۔ بہرحال مجھے محتاط رہنا تھا۔ میجر بلال اور راجہ سبحان ابھی تک ویٹنگ لسٹ پر تھے اور میں نے ان سے ملاقات نہیں کی تھی۔ درحقیقت جو حالات میرے ساتھ پیش آگئے تھے ان کی بنیاد پر ابھی یہ فیصلہ ہی نہیں کرسکا تھا کہ کام کا آغاز کہاں سے کروں؟ ویسے مہابت خان کے گھر کا معاملہ اپنی جگہ ایک الگ کیس کی حیثیت اختیار کرگیا تھا۔ نوشاد کے ذہن میں دیوانگی بے شک پیدا ہوگئی تھی اور اس دیوانگی کی وجوہات رازل شاہ کی موت بھی ہوسکتی تھی۔ جیسا کہ اس نے بتایا کہ بچپن سے وہ اس کی منگیتر تھی اور اس کے خواب دیکھتی چلی آئی تھی ظاہر ہے کہ یہ خواب ٹوٹ جانے کے بعد دیوانگی کا آغاز نہ ہو تو کیا ہو؟ لیکن اس نے کسی سازش کا حوالہ بھی دیا تھا۔ نیم دیوانہ ضرور کہا جاسکتا تھا' اسے لیکن سازش کے کچھ نہ کچھ نشانات تو مل رہے تھے۔ پھر وہ خطرناک عورت ریتا۔ میں اب اتنا کمزور بھی نہیں تھا کہ ریتا کو نہ کھول سکوں لیکن اس پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرلینا ضروری تھا۔ بہت سے منصوبے بناتا تھا اور اس کے بعد جب اپنے آپ کو ان ویرانوں میں محسوس کیا جہاں خطرناک لوگ بکھرے ہوا کرتے تھے تو محتاط ہوگیا۔ نادر شاہ کی ایجنسی نے مجھے چیلنج کیا ہوا تھا۔ حالانکہ میری جیپ پر وہ اسٹیکر لگایا گیا تھا جس کے بارے میں مہابت خان نے کہا تھا کہ یہ اسٹیکر اس کی جیپ پر لگا دیکھ کر کوئی بھی مجھ سے بازپرس نہیں کرے گا لیکن اس کے بعد بھی واقعات ہوچکے تھے چنانچہ اس وقت بھی احتیاط ضروری تھی۔ میں آگے بڑھتا رہا اور اچانک ہی مجھے ڈیل اور مارٹن کا خیال آیا۔ انہوں نے جس علاقے کی نشاندہی کی تھی اور جو جگہ مجھے دکھائی تھی وہی میرے لئے باعث دلچسپی تھی چنانچہ میں نے جیپ کا رخ برق رفتاری سے اسی جانب کردیا اور تیزی سے سفر کرتا ہوا بالآخر وہاں پہنچ گیا جہاں تین چٹانیں ایک قطار میں کھڑی ہوئی صاف نظر آرہی تھیں۔ ڈیل اور مارٹن کی کہانی مجھے یاد تھی اور یہ بات درحقیقت میرے لئے باعث دلچسپی تھی کہ ایک پوری چٹان ہی غائب ہوگئی۔ کیا یہ چٹانیں بھی اپنی جگہ سے غائب ہوسکتی ہیں؟ میں نے دل میں سوچا اس وقت تو ان کے قریب نہیں آسکا تھا کیونکہ ڈیل اور مارٹن اس کے خلاف تھے لیکن اب میں بالکل قریب موجود تھا۔ میں گاڑی بند کرکے نیچے اتر آیا اور زمین پر نشانات دیکھنے لگا۔ پتھریلی زمین تھی اور مٹی نہ ہونے کے برابر چنانچہ خچروں کے قدموں کے نشانات بالکل نظر نہیں آئے تھے۔ پھر یہ سارا قصہ کیا تھا؟ کہیں ان دونوں کی یہ کہانی غلط تو نہیں ہے۔ خوامخواہ ایک احمقانہ کہانی میں الجھانے کی کوشش تو نہیں کی گئی۔ لیکن دونوں ہی سنجیدہ نظر آتے تھے۔ بہرحال دیکھتا رہا اور پھر ان چٹانوں کی جانب متوجہ ہوگیا۔ میں نے انہیں قریب سے دیکھنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ ابھی میں نے دو تین ہی قدم آگے بڑھائے تھے کہ دفعتاً فضا میں فائرنگ کی آواز گونج اٹھی۔ اور میں ایک دم ٹھٹک گیا۔ یہ فائرنگ یقینی طور پر بھوری لومڑیوں پر نشانہ بازی کے لئے نہیں کی گئی تھی بلکہ یہ اسٹین گن چلنے کی آواز تھی۔ البتہ گولیوں کا رخ میری جانب نہیں تھا۔ میں ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ اندازہ نہیں ہوپایا تھا کہ آواز کدھر سے آئی ہے۔ لیکن ایک بار پھر اسٹین گن کی آواز ابھری اور اس بار میں نے گولیوں کا سفر بھی دیکھا تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میری نظر اس جیپ پر بھی اٹھ گئی تھی جو بہت ہی بدنما اور کھلی ہوئی تھی اس کے عقبی حصے میں خاصی بلندی تک کوئی چیز بار کی ہوئی تھی۔ غالباً سوکھی لکڑیوں کا گٹھر تھا اور جیپ میں تین آدمی نظر آرہے تھے۔ انہی میں سے ایک کے ہاتھ میں اسٹین گن دبی ہوئی تھی۔ دور سے ان کی صورتوں کا تو اندازہ نہیں ہوسکا لیکن یہ اندازہ ضرور ہوگیا کہ وہ اسی سمت میں آرہے ہیں۔ میں تیار ہوگیا۔ پستول میرے لباس میں موجود تھا۔ رائفل جیپ میں رکھی ہوئی تھی۔ لیکن دوڑ کر رائفل اٹھانا ان لوگوں سے خوفزدہ ہونے کا اظہار تھا۔ چنانچہ میں بے خوفی سے ان کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ جیپ بالآخر میرے قریب پہنچ گئی اور وہ تینوں نیچے اتر آئے۔ چمڑے کے بہترین اور قیمتی لباسوں میں ملبوس تھے۔ لیکن ان کے چہرے جھاڑ جھنکار بنے ہوئے تھے۔ لمبی لمبی داڑھیاں' بکھرے ہوئے بال بہت مضبوط جسامت کے آدمی معلوم ہوتے تھے۔ تینوں کے چہروں پر شیطانیت برس رہی تھی۔ یہ اندازہ فوراً ہی ہوگیا تھا کہ ہیں وہ مقامی۔ تینوں جیپ سے کود کر نیچے اتر آئے۔ جیپ کا

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

انجن بند کردیا گیا تھا۔ وہ تینوں مجھے دیکھنے لگے۔ ان کے چہروں پر تمسخرانہ مسکراہٹ تھی۔ پھر ان تینوں نے میرے گرد دائرے کی شکل میں چکر لگانا شروع کردیئے۔ میں ساکت نگاہوں سے ہاتھ باندھ کر انہیں دیکھنے لگا۔ لیکن اس پوزیشن میں تھا کہ اگر ان کی طرف سے ذرا بھی کوئی حرکت ہو تو پستول نکال کر اس کا جواب دیا جاسکے۔ تینوں نے میری گرد دائرے کی شکل میں چکر لگائے۔ پھر میری جیپ کی جانب دیکھا۔ ان میں سے ایک جیپ کے قریب پہنچا اور اس کا جائزہ لینے لگا۔ میں اب بھی سرد نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ باقی دو پلٹے اور انہوں نے جیپ سے پشت لگادی۔ یعنی اپنی جیپ سے۔ تیسرا آدمی پھر پلٹ کر ان کے قریب پہنچ گیا اور اس کے بعد ان میں سے ایک نے قہقہہ لگا کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا کر رہے ہوں شہزادے یہاں؟"

"تم لوگ بہت بدتمیز اور جاہل معلوم ہوتے ہو، جو حرکت تم نے کی ہے کیا تمہیں اس کا اندازہ نہیں ہے کہ اس کی سزا تمہیں دی جاسکتی ہے۔"

"سزا؟" ان میں سے ایک نے اسی طرح حقارت آمیز لہجے میں کہا۔ دوسرے نے فوراً ہی میری جانب ہاتھ کرکے کوئی چیز میری طرف اچھال دی اس کا ہاتھ چونکہ اپنی جیب سے لگا ہوا تھا اس لئے میں یہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ اس نے کیا چیز اٹھائی تھی۔ لیکن جیسے ہی اس کی پھینکی ہوئی چیز میری جانب لپکی میں نے برق کی طرح کوند کر اپنا پستول نکال لیا اور یہ جانے بوجھے بغیر کہ وہ چیز کیا ہے اس پر فائر کردیا۔ میرا فائر نشانے پر پڑا تھا وہ لمبی سی شے اچھل کر نیچے گری اور میں نے انتہائی حیرت سے دیکھا کہ وہ ایک لمبا سیاہ کوبرا تھا جو اس نے میرے اوپر پھینکا تھا لیکن زندہ سانپ اب مردہ شکل اختیار کرچکا تھا میری گولی نے اس کے چیتھڑے اڑا دیئے تھے۔ انہوں نے سنبھل کر اور چونک کر مجھے دیکھا دوسرے آدمی نے پھر وہی عمل کیا ایک اور سانپ جیب سے نکال کر میری جانب پھینکا لیکن اس سانپ کے بھی فضا ہی میں چیتھڑے اڑ گئے۔ تینوں پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ تیسرے آدمی نے سانپ نکالا اور میں نے اس کے ہاتھ میں لٹکتے ہوئے سانپ کو دیکھا اور انتظار کرنے لگا کہ وہ میری جانب اچھالے تو میں سانپ پر فائر کروں اس نے ہاتھ اوپر کیا میں نے دیکھ لیا تھا کہ وہ

سانپ کا پھن اس مخصوص انداز میں پکڑے۔۔۔ جس طرح سپیرے سانپ کو پکڑتے ہیں اور۔۔۔ ڈس نہیں سکتا لیکن اس شخص نے چالاکی یہ کی۔۔۔ سانپ کو اوپر پھینکنے کے بجائے اچانک ہی جھک۔۔۔ میرے پیروں پر پھینکا لیکن میں اچھلا اور میں نے۔۔۔ فائر اس سانپ پر بھی کردیا۔ اس سانپ کا بھی حشر۔۔۔ ہوا تھا۔ تینوں حیرت زدہ انداز میں تالیاں بجانے۔۔۔ اور پھر ان میں سے ایک نے تعریفی لہجے میں کہا۔

"بہترین۔ بہترین بہترین نشانہ بازی ہے تمہاری۔"

"اور اس کے بعد اگر تم نے یہ بدتمیزی کی تو اس۔۔۔ میرا نشانہ سانپ ہی نہیں ہو گا بلکہ تمہاری کھوپڑیاں ہوں گی۔"

"نہیں ماسٹر نہیں۔ نہیں تم تو دوستی کے قابل ہو۔۔۔ تو تم تو دوستی کے قابل ہو اور ہم تم سے دوستی کرنا چاہتے ہیں ان میں سے دو ہاتھ سیدھے کئے ہوئے میری جانب بڑھے تیسرا جیپ کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ میں پستول ہاتھ میں لئے انہیں دیکھتا رہا ان میں سے ایک نے کہا۔

"نہیں اب اس کی ضرورت نہیں۔ تم نے دنیا کا۔۔۔ کھیل دکھایا ہے جو ہم نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔۔۔ ہم ہی کیا کوئی بھی ہوتا اس کھیل میں حیران ہو جاتا۔۔۔ نشانے کے بادشاہ ہو۔ پستول جیب میں رکھ لو اس کی ضرورت نہیں ہے اور اگر یقین کرو ہماری بات پر تو۔۔۔ صرف ایک کھیل تھا یہ سب تو بالکل بے ضرر ہیں ان کا زہر نکالا جاچکا ہے اور اب یہ کیچوے ہیں بالکل کیچوے۔۔۔ کیچوے سمجھتے ہو نا۔" وہ دونوں میرے بالکل قریب پہنچ گئے میں انہیں اب بھی انہی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"نہیں سمجھ میں آئی۔ بات نہیں سمجھ میں آئی ماسٹر اب یہ بتاؤ پھر کیا طریقہ کار اختیار کریں؟ اصل میں ہم تو سانپوں کے شکاری ہیں، سانپوں کا کھیل کھیلتے ہیں اور یہ صرف ایک کھیل تھا تمہیں دہشت زدہ کرنے کے لئے لیکن تم نے جواب میں دوسرا ہی کھیل دکھا دیا۔۔۔ ہاتھ ملا لو ہم سے، ہاتھ ملالو۔ ان دونوں کے ہاتھ بڑھے ہوئے تھے پھر اچانک ہی وہ نیچے بیٹھ گئے اور اسی وقت ایک دہشت ناک چیخ میرے کانوں میں ابھری کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا نہ ان کے بیٹھنے کی وجہ، نہ اس چیخ کی وجہ۔ لیکن دوسرے لمحے میں نے جو کچھ دیکھا وہ میرے لئے شدید حیران کن تھا ان کا تیسرا ساتھی جو جیپ

قریب کھڑا ہوا تھا اور جس کے پاس اسٹین گن موجود تھی چیخ مار کر اوندھے منہ زمین پر آرہا تھا اور چٹان پر اس کے سر سے بہتا ہوا خون پھیل رہا تھا اس نے دو تین بار ایڑیاں رگڑیں اور ساکت ہو گیا یقیناً کسی بے آواز رائفل سے اس پر گولی چلائی گئی تھی وہ دونوں صورتحال کو سمجھ نہیں سکے اور ادھر ادھر دیکھنے لگے لیکن پھر اچانک ہی انہوں نے لوٹیں لگائیں اور ان میں سے ایک نے میرے پیروں کو اپنی لپیٹ میں لینا چاہا لیکن میں نے اچھل کر اس کی ٹھوڑی پر لات رسید کردی۔ وہ اچھل کر دور گرا لیکن غالباً میری لات سے اتنا اونچا نہیں اچھلا تھا وہ بلکہ اس میں اس کی اپنی کوشش بھی شامل تھی کیونکہ دوسرے لمحے وہ اس اسٹین گن پر جاکر گرا تھا جو اس کے ساتھی کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی اس نے فوراً ہی اسٹین گن لے کر سیدھی کی لیکن دفعتاً ہی اس کے حلق سے بھی ویسی ہی آواز نکلی اور اسٹین گن اس کے ہاتھ سے بھی نیچے گر گئی اس کے سینے کے سوراخ سے خون ابل رہا تھا اور اب میرے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ یہ گولی کہاں سے چلائی جارہی ہے، میں نے اس جیپ کو ٹیلے کی آڑ سے نکل کر آتے ہوئے دیکھ لیا جو باقری اور فیروز کے پاس تھی۔ فیروز نے ان دونوں کو نشانہ بنایا تھا تیسرے نے پلٹ کر بھاگنے کی کوشش کی تو فیروز نے اس پر بھی فائر کردیا۔ نہ جانے اس نے اس تیسرے آدمی کو کیوں شکار بنایا تھا وہ کئی فٹ اونچا اچھلا گولی اس کی ریڑھ کی ہڈی میں گھس گئی تھی وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا جب کہ پہلے دو آدمیوں کو تڑپنے کا موقع بھی نہیں مل سکا تھا کیونکہ ایک گولی ایک کی پیشانی میں لگی تھی اور بھیجہ پھاڑتی ہوئی دوسری جانب نکل گئی تھی، دوسری سینے میں عین دل کے مقام پر لگی تھی، البتہ تیسری گولی ایسی تھی کہ اس کا شکار کچھ دیر جی سکے لیکن اس کی بھی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ باقری اور فیروز جیپ دوڑاتے ہوئے میرے قریب آگئے۔ باقری نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"چیف وہ جیپ کے پاس سے آپ کو اسٹین گن کا نشانہ بنا رہا تھا اور یہ دونوں اسی لئے بیٹھ گئے تھے کہ گولیاں آپ کو لگ جائیں، بحالت مجبوری فیروز نے یہ عمل کر ڈالا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن اس تیسرے کو ہلاک کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"بس چیف نہ جانے کیوں ہمارے ذہن میں یہ خیال آگیا تھا کہ یہ آپ کو کوئی نقصان پہنچادے گا مگر یہ کون ہیں چیف؟"

"اوہو تین آدمی قتل ہو گئے۔ میرا خیال ہے یہ معلومات حاصل کرنے کے بجائے کہ یہ کون ہیں ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہئے۔ کیا تم نے رائفل پر سائلنسر لگا رکھا ہے؟"

"ہاں چیف کیونکہ تھوڑے ہی فاصلے پر کچھ شکاری وغیرہ موجود ہیں، وہ ہماری جانب متوجہ ہو سکتے تھے۔"

"لیکن اسٹین گن کی آوازیں تو انہوں نے سن لی ہوں گی انہوں نے گولیاں چلائی تھیں۔"

"بالکل چلائی تھیں چیف اور انہی گولیوں کی آوازوں نے ہمیں بھی ان کی جانب متوجہ کیا تھا پھر یہ اندازہ بھی ہو گیا تھا ہمیں کہ یہ آپ ہی کی سمت آرہے ہیں۔"

"ناصری اور شمس کہاں ہیں؟"

"وہ اس سمت نہیں ہیں چیف۔ آج آپ کے اوپر ہماری ہی ڈیوٹی تھی۔"

"ہوں ٹھیک ہے، انہیں اسی طرح پڑا رہنے دو۔ چلو یہاں سے نکل چلو۔ آؤ میرے پیچھے پیچھے آجاؤ۔" میں نے کہا اور دوڑ کر اپنی جیپ پر پہنچ گیا۔ اس سے قبل کہ لوگ اس طرف آجاتے اور ہم کسی مصیبت کا شکار ہو جاتے ہمیں یہ جگہ چھوڑ دینی چاہئے تھی پھر میں کافی تیز رفتاری سے جیپ دوڑاتا ہوا وہاں سے کافی فاصلے پر نکل گیا۔ باقری اور فیروز بھی میرے ساتھ ہی تھے جب ہمیں یہ اندازہ ہو گیا کہ ہم ان مقتولوں سے بہت دور نکل آئے ہیں تو میں نے جیپ روک دی۔ باقری اور فیروز بھی میرے قریب آگئے تھے انہوں نے کہا۔

"عجیب ماحول ہے چیف! اسٹین گن کی آوازیں سنی گئیں لیکن ہمارے علاوہ اور کوئی اس جانب متوجہ نہیں ہوا۔ عجیب بیزار، بیزار سے لوگ ہیں ویسے یقین کریں آپ چیف کہ مجھے تو یہ پورا ماحول ہی بھوت خانہ معلوم ہوتا ہے۔"

"اب بھوت خانے کے بچاؤں یہ بتاؤ کہ کرنا کیا چاہئے؟"

"ہم تو کافی دور نکل آئے ہیں چیف اب کیا آپ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ ہم ان کے قاتل ہیں؟"

"اگر تم اس تیسرے آدمی کو بھی ہلاک نہ کردیتے تو

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں اس سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا کہ انہوں نے یہ حرکت کیوں کی ہے۔"

باقری پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

"چیف ہم آپ کے ایسے باڈی گارڈ ہیں جو صرف آپ کی باڈی کی حفاظت کرتے ہیں۔ برین کی نہیں۔" باقری کی بات پر مجھے ہنسی آگئی تھی۔

"آئندہ خیال رکھنا۔"

"یعنی کس قسم کا خیال؟" باقری نے پوچھا۔

"یہ خیال کہ عقل بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔"

"بہت بہتر چیف۔" باقری نے زور زور سے گردن ہلائی۔

"میں پستول کا دستہ تمہاری کھوپڑی پر رسید کردوں گا۔"

"کیوں چیف؟"

"مذاق کی بھی ایک انتہا ہوتی ہے۔"

"یعنی، یعنی آپ کے خیال میں ہمیں ان تینوں کے ساتھ یہ مذاق نہیں کرنا چاہئے تھا؟" باقری نے پوچھا۔

"بکواس مت کرو۔ میں اچانک ہی ایک فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔"

"اچھا۔" فیروز نے آنکھیں پھاڑیں۔

"کیسا فیصلہ چیف؟" باقری بولا۔

"سنو فیروز تم میری جیپ میں آجاؤ اور چھپے بیٹھے رہو' باقری تم اپنی گاڑی لے کر واپس چلے جاؤ۔"

"یہ کیا بات ہوئی کچھ سمجھ میں نہیں آئی چیف۔"

"جو کچھ تم سے کہا جا رہا ہے وہ کرو۔ لمبا فاصلہ طے کر کے گیسٹ ہاؤس واپس پہنچ جاؤ اب اس علاقے میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے پتا نہیں ان لوگوں کے قتل کی اطلاع دوسرے لوگوں کو مل سکے گی یا نہیں اور ملے گی تو کب ملے گی؟"

"جب ملنا ہو گی مل جائے گی چیف۔ اس سلسلے میں پریشانی کی کیا ضرورت ہے؟ مگر میں اکیلا جانے کی وجہ نہیں سمجھ سکا۔"

"میں تمہیں ابھی وجہ سمجھاؤں؟" میں نے کہا۔

"نہیں اب اتنی جلدی بھی نہیں ہے۔" باقری اپنی جیپ کی جانب بڑھ گیا اور جیپ اسٹارٹ کر کے چل پڑا۔ فیروز میرے قریب کھڑا سر کھجا رہا تھا۔ اطراف میں اور کوئی موجود نہیں تھا' پتا نہیں یہ شکاری چھپے چھپے شکار

کیوں کرتے تھے؟ جب کہ یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہ باقاعدہ شکار کیا جاتا ہے۔ فیروز کو میں نے اپنی جیپ پچھلے حصے میں بٹھا دیا اور اس کے بعد جیپ اسٹارٹ کے وہاں سے بھی آگے بڑھا دی۔ باقری کی جیپ نگا سے اوجھل ہو چکی تھی اور وہ تیزی سے جا رہا تھا۔ جیپ ڈرائیو کرتا رہا پھر ایک ایسے میدان میں پہنچ کر نے جیپ کو روکا جہاں کچھ اور شکاری بھی نظر آر تھے کچھ لوگوں نے قیام بھی کیا ہوا تھا وہاں اور جیپوں کے ساتھ بیٹھنے کا انتظام کئے ہوئے بیٹھے تھ ان میں کہیں کہیں عورتیں بھی نظر آرہی تھیں۔

"خیریت چیف۔" فیروز نے پوچھا۔

"ہوں" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"کچھ آوازیں سن رہا ہوں۔"

"ہوں"

"کوئی خطرہ ہے۔"

"نہیں"

"میں پیدا ہو جاؤں۔" فیروز نے پوچھا۔

"کیا مطلب۔"

"سیٹوں کے نیچے پڑے پڑے میرا بدن اکڑ گیا۔ اور آپ نے بڑی بے دردی سے جیپ دوڑائی ہے۔ یقین کریں شکم مادر میں بھی نو مہینے میں اتنی تکلیف نہیں ہوئی ہو گی جتنی اس مختصر سفر میں۔ اسی لئے پیدا ہونے کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔"

"ہو جاؤ۔" میں ہنس پڑا اور فیروز سیدھا ہو کر کرانے لگا۔ پھر بولا۔

"یہ کون لوگ ہیں؟"

"شکاری"

"انوکھے شکاری ہیں۔" فیروز بولا۔

"کیوں؟"

"شکار کو یہ ساتھ لئے پھر رہے ہیں پہلے اسے پروان چڑھائیں گے پھر شکار کریں گے۔"

"شکار؟" نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"تو اور کیا؟"

"نہ جانے کیا کہہ رہے ہو۔"

"یہ بھوری لومڑیوں کے شکاری ہیں نا؟"

"ہاں"

"لومڑیاں ان کے ساتھ نہیں ہیں؟"

"کہاں؟"

"وہ دیکھئے لومڑی ہنس رہی ہے۔" فیروز نے ایک شکاری کے ساتھ موجود لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

"شیطان ہو پورے۔"

"عجیب قصہ ہے چیف یقین کریں وہ لومڑی سے زیادہ چالاک ہو گی اور یہ شکاری کے ہاتھوں شکار ہو جائے گی۔"

"یہ کیسے کہہ رہے ہو؟"

"عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں۔"

"اچھا اب بکواس بند کرو۔"

"یہاں رکیں گے چیف؟"

"ہاں"

"شکریہ اچھی جگہ ہے مگر یہ لوگ یہاں کیوں قیام پذیر ہیں؟"

"شاید یہ کوئی پوائنٹ ہے۔"

"پوائنٹ!"

"ہاں شکاری یہاں سے آگے جانے یا واپسی کا پروگرام بناتے ہیں۔ ویسے میں بھی اس جگہ کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔"

"میں جانتا ہوں۔" فیروز گہری سانس لے کر بولا۔

"کیا مطلب۔ تم کیا جانتے ہو؟"

"یہی کہ اچھی جگہ ہے کم از کم کچھ اچھے چہرے تو نظر آرہے ہیں۔" فیروز نے کہا۔

آہستہ آہستہ شام جھکتی چلی آئی اور لوگوں نے واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ میں بھی جیپ اسٹارٹ کر کے وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ یہ اندازہ بخوبی ہو گیا تھا کہ کوئی میری تاک میں نہیں ہے' فیروز کو ایک بار پھر میں نے سیٹوں کے نیچے کر دیا تھا اور میری نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں' ماحول کے دھندلکوں میں کہیں کہیں گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دے جاتی تھیں۔ یہ اندازہ بخوبی ہو گیا تھا کہ شکاری اپنے رسک پر راتیں بھی ان علاقوں میں گزار سکتے تھے۔ عجیب ملا جلا ماحول تھا۔ پتا نہیں وہ لوگ جو باقاعدہ بھوری لومڑیوں کے شکاری اور سانپ پکڑنے والے ہوتے تھے یہاں کے ماحول کے بارے میں کیا تاثرات لے کر جاتے تھے؟ اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ لٹ کر ہی جاتے ہوں گے بیچارے کیونکہ یہاں ایک عجیب سی لاقانونیت پھیلی ہوئی تھی۔ اب میں اپنے وطن کے ان معاملات سے اس قدر متعلق ہو گیا تھا کہ لاقانونیت کا کوئی بھی پہلو مجھ سے برداشت نہیں

ہوتا تھا' اپنی ذمہ داری پوری طرح محسوس کرنے لگا تھا اور یہ میری فطرت میں ایک خوشگوار تبدیلی تھی۔ شاید ہی کسی کو اس بات پر یقین آتا۔ دل میں بہت سے خیالات لئے سفر کرتا رہا' رخ اسی جانب تھا جہاں یہ تمام کارروائیاں دیکھی تھیں۔ پتا نہیں ان لاشوں کا کیا ہوا' کسی کو پتا چل گیا یا ابھی تک اسی طرح پڑی ہوئی سڑ رہی ہیں؟ بہرحال اب اتنا پکا ہو گیا تھا اس معاملے میں کہ ایسے واقعات زیادہ متاثر نہیں کرتے تھے۔ غرض یہ کہ اپنی اس مطلوبہ جگہ پہنچ گیا جہاں تک جانے کا ارادہ تھا۔ فیروز کو ابھی تک یہ نہیں معلوم تھا کہ میں نے اسے اپنے ساتھ کیوں روکا ہے؟ لیکن جب ایک جگہ مناسب دیکھ کر میں نے جیپ روکی اور فیروز سے اپنی جگہ سے اٹھ آنے کے لئے کہا تو وہ اٹھ گیا۔

"اب تم میرا نیا حکم سنو فیروز۔ یہ جیپ لے کر چلے جاؤ اور اطمینان سے آرام کرو' میرا تم سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ رہے گا۔"

"جی؟" فیروز کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہاں"

"اور آپ یہاں؟"

"ہاں مجھے یہاں رکنا ہے۔"

"چیف میرا خیال ہے ناصری اور شمس وغیرہ کو بھی یہ بات نہیں معلوم کہ آپ یہاں رکیں گے۔"

"تو پھر؟"

"میرا مطلب ہے باقری بھی جا چکا ہے۔"

"ارے بھائی' آگے بولو۔"

"میرا مطلب ہے چیف یہاں آپ کی نگرانی کے لئے کون رہے گا؟"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے آہستہ سے کہا "کوئی نہیں۔"

"مم... مگر آپ یہاں تنہا اور یہ ماحول اور اور پھر۔"

"شکریہ فیروز' فکر مت کرو۔"

"چیف ہم ساری رات سو نہیں سکیں گے۔" وہ بولا اور میں ہنس پڑا۔

"نہیں مائی ڈیئر۔ یہ پہلا موقع ہے کہ تم لوگ ایسے حالات میں میرے ساتھ موجود ہو ورنہ اس سے پہلے ہمیشہ ہی تنہا ہوتا تھا۔"

"مگر چیف۔" اس نے اپنی تشویش کا اظہار کرنا چاہا اور میں نے مسکرا کر اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"بس اب جاؤ دیر ہو رہی ہے۔"

"او کے چیف۔ کیا ہم آپ سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کر سکتے ہیں؟"

"اب کے بعد بالکل نہیں جب تک کہ میں خود تم سے رابطہ قائم نہ کروں۔" میں نے کہا اور فیروز نے آنکھیں بند کر کے گردن جھٹک دی۔ پھر جیپ کے اسٹیئرنگ پر آبیٹھا اور جیپ اسٹارٹ کر کے واپس چل پڑا۔ میں نے اسے یہ بھی نہیں کہا تھا کہ اسے کب واپس آنا ہے یا مجھ سے رابطے کا کیا طریقہ ہوگا۔ بہرحال یہ خطرہ تو مول لینا ہی پڑا تھا اب ذرا ان علاقوں کا بھرپور طریقے سے جائزہ لے لوں تاکہ کوئی کام شروع ہو سکے۔ غیر محسوس طریقے سے میں ان تینوں افراد کی موت سے متاثر تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے میری زندگی لینے کی کوشش کی تھی لیکن پھر بھی یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کون ہیں اور یہ عمل کیوں کرنا چاہتے ہیں۔"

دھندلکے رات کی سیاہی میں تبدیل ہو چکے تھے اور میں پہاڑی ٹیلوں کے پاس موجود تھا تاحد نگاہ ویرانی اور سناٹے کا راج تھا۔ میں نے اپنے سفر کا آغاز کر دیا اس پہاڑی سلسلے کو نچلے حصوں سے عبور کرنا میرے لئے زیادہ مشکل نہیں ثابت ہوا اور میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا پہاڑ کے دامن میں پہنچ گیا۔ بڑی چھوٹی چٹانیں دور دور تک بکھری ہوئی تھیں۔ مجھے نہ جانے کیوں یہ اندازہ تھا کہ یہی حصہ اس سلسلے میں سب سے زیادہ کارآمد ہو سکتا ہے۔ مارٹن اور ڈیل نے جو کارروائیاں بتائی تھیں وہ میری توقع کے عین مطابق تھیں اور نہ جانے کیوں مجھے یقین تھا کہ یہیں سے مجھے معلومات حاصل ہوں گی ویسے یہاں کا نقشہ میرے علم میں لے آیا گیا تھا۔ آفتاب کمال نے تقریباً پوری تفصیلات بتا دی تھیں اور میں یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ یہاں کون کون سی جگہیں بیرونی لوگوں کے لئے کارآمد ہو سکتی ہیں بہت سے خیالات ذہن میں تھے اور میرے حساس کان ہر آہٹ پر لگے ہوئے تھے لامتناہی سناٹا، خاموشی۔ پھر میں نے اپنی یہ جگہ تبدیل کر دی اور دوسری جگہوں کے بارے میں اندازے قائم کرنے لگا۔ وہی علاقہ تھا جہاں دن میں یہ واردات ہو چکی تھی۔ میں اس سمت نہیں جانا چاہتا تھا جہاں میں نے ان تینوں افراد کو موت کے گھاٹ اترتے ہوئے دیکھا تھا لیکن جب بہت دیر ہو گئی اور کوئی ایسا اہم واقعہ رونما نہ ہوا تو میں نے اپنا یہ ارادہ بدل دیا۔ تجسس دل میں بیدار ہو گیا کہ جا کر دیکھوں لاشیں اسی جگہ پر پڑی ہوئی ہیں یا ان کی دریافت ہو گئی، اندازہ مشکل کام نہیں تھا چنانچہ آگے بڑھتا ہوا اس جگہ پہنچ جہاں دن میں یہ واردات رونما ہوئی تھی اور پھر یہ دیکھ ٹھنڈی سانس لی کہ وہاں لاش تو لاش کوئی ایسا دھبہ موجود نہیں تھا جس سے اس جگہ کسی واردات کا شبہ سکے۔ اب یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ان لاشوں کو وہاں سے کس نے غائب کیا؟ پولیس نے یا کچھ ایسے افراد جن کا تعلق ان سے تھا۔ سانپ پکڑنے والے یا بجو لومڑیوں کے شکاری اتنی خاموشی سے یہ کام کیسے سرانجام دیتے؟ کہیں اور ہی سے یہ ہوا تھا۔ کاش میں سے ایک ہی بچ جاتا تو شاید میں اس سے معلومات حاصل کر سکتا۔ لیکن فیروز نے یہ خطرہ مول نہیں لیا تھا۔ خاص طور سے اس لئے کہ اسٹین معاملہ تھا۔ بہرحال وہ سب کچھ غائب ہو چکا تھا وہاں سے۔

رات کا تقریباً ڈیڑھ بجا ہوگا۔ میں ایک چھوٹی چٹان سے پشت لگائے بیٹھا ہوا، ماضی کی سوچوں میں تھا کہ دفعتاً ایک سرسراہٹ سی سنائی دی اور اس بعد فضا میں کچھ روشن چنگاریاں بکھر گئیں۔ اس لکیر نے مجھے اپنی جانب متوجہ کر لیا تھا جو فوراً ہی معدوم ہو گئی تھی۔ ڈین اور مارٹن کے الفاظ مجھے یاد گئے اور میں سنبھل گیا۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں، کوئی آواز یا کوئی تحریک ابھی تک نہیں ہوئی تھی میں اپنی جگہ سے اٹھا اور چٹانوں کی لے کر کسی ایسی جگہ جانے کی کوشش کرنے لگا جہاں بلندیوں پر پہنچ کر میں دور دور کے ماحول کا جائزہ سکوں۔ وہ تین چٹانیں بھی تھوڑے ہی فاصلے پر تھیں جن کی بلندیوں سے دیکھا جا سکتا تھا یا پھر واپس پہاڑ کے دامن میں پہنچنا چاہئے کیونکہ وہ جگہ ان چٹانوں سے بھی بلند تھی۔

آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا، پھر ایک بڑی سی چٹان کے عقب میں پہنچا ہی تھا کہ دفعتاً ہی ایک سایہ محسوس ہوا یہ صرف چھٹی حس ہی کا کرشمہ تھا کہ کسی شے کا احساس ہوا لیکن دیر ہو چکی تھی پلٹنا بھی تھا کہ سر کے عقبی حصے میں سورج طلوع ہو گیا۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر گرنے سے بچنے کے لئے، کوئی غیر مرئی شے

تلاش کی، شکر تھا کہ پتھروں پر ہاتھ جا ٹکے، لیکن سر پر جو کچھ ہو چکا تھا وہ اتنا تھا کہ سنبھلنا مشکل ہو رہا تھا اوپر سے دوسری ضرب اور اس دوسری ضرب نے بہت سی مشکلیں آسان کر دیں، تاریکی ایک دم گہری ہو گئی اور پھر آنکھوں یا ذہن کے سامنے کچھ نہیں رہا جو ہونا تھا وہ ہو گیا تھا۔

جاگا اور سر کی تکلیف کا احساس ہوا تو ہاتھ سر کی پشت پر جا پڑا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس بندش کا احساس بھی ہوا تھا جو پیشانی پر محسوس ہو رہی تھی، ہلکی ہلکی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں، میں نے چند لمحے ادھر ادھر دیکھا۔ حلق سے خود بخود دو تین کراہیں نکل گئی تھیں پھر مدہم سی روشنی کا احساس ہوا اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔

ایک آٹو چارجر سامنے ہی رکھا ہوا تھا۔ اس سے روشنی پھیلی ہوئی تھی اور یہ جگہ۔ یہ جگہ ایک چوکور سا کمرہ محسوس ہوتی تھی۔ عجیب و غریب کمرہ جس کی دیواریں سپاٹ اور صاف ستھری تھیں لیکن ان پر کوئی روغن کر دیا گیا تھا۔ ماحول میں ایک مدہم سی دھندلاہٹ بھی تھی اور اس دھندلاہٹ میں وہ شخص بھی نظر آ رہا تھا جو مجھ سے کچھ فاصلے پر گھٹنوں میں سر دیئے ہوئے لیٹا ہوا تھا۔ اس مختصر سے کمرے میں اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔ سادہ سی زمین بس ایک عجیب سی جگہ تھی البتہ دیواروں پر کچھ تصویریں وغیرہ لگی ہوئی تھیں۔ یہ تصویریں بھی آرٹ کے نوادرات میں سے تھیں یا پھر ایسے ہی احمق قسم کے مصوروں نے خواہ مخواہ کی رنگ آمیزی کر ڈالی تھی۔ آنکھوں کے سامنے ابھی تک بہت سی چیزیں واضح نہیں تھیں چھت بہت نیچی تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ابھی سر پر آ پڑے گی۔ دوسری کراہ کے ساتھ میں نے ہاتھ زمین پر ٹکائے اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ لمحہ لمحہ گزرے ہوئے واقعات یاد آ رہے تھے۔ لیکن جو شخص زمین پر گھٹنوں میں سر دیئے پڑا ہوا تھا وہ کون ہے اور اس قدر بے فکری سے کیسے سو رہا ہے۔ کیا اسے اس بات کا خوف نہیں ہے کہ ہوش میں آنے کے بعد میں اسے نقصان پہنچا سکتا ہوں۔ پھر ذہن میں دوسرا خیال ابھر آیا۔ ممکن ہے وہ بھی میری ہی طرح اس چھوٹے سے کمرے میں قیدی ہو۔ قیدی۔

گزرے ہوئے لمحات اور واقعات مجھے یاد آ گئے اور اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ یقینی طور پر اسمگلنگ ہوتی تھی اور میری وہاں موجودگی کو محسوس کر لیا گیا تھا۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا سوا پانچ بج رہے تھے نہ جانے یہ سوا پانچ شام کے ہیں یا صبح کے۔ لیکن گزرے ہوئے لمحات ماحول میں پھیلا ہوا سکوت اور عقل کی پہنچ یہ ظاہر کرتے تھے کہ صبح ہی کے سوا پانچ بجے ہیں۔ شام کا بھلا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ میں نے اس کمرے میں دروازہ تلاش کیا اور یہ دیکھ کر طبیعت خوش ہو گئی کہ کمرے کا کوئی دروازہ نہیں تھا بس ایک صندوق نما کمرہ تھا جس میں تین باریک باریک سوراخ بنے ہوئے تھے اتنے باریک کہ انگلی بھی داخل نہ ہو سکے لیکن ان سے ہوا آ رہی تھی غالباً کسی مشینی عمل کے تحت۔ گہری گہری کئی سانسیں لیں اور اس کے بعد اس شخص کے قریب پہنچ گیا جو سو رہا تھا۔ لیکن مجھے اسے جگانے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ وہ نیم غنودگی کی کیفیت میں تھا اور فوراً ہی اس نے میری چاپ محسوس کر لی تھی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ گیا اور عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ لیکن میں نے اسے فوراً ہی پہچان لیا تھا اور اسے پہچان کر میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا تھا یہ انہی دونوں غیر ملکیوں میں سے ایک تھا یعنی وہ جو مجھے چٹانوں میں نظر آئے تھے اور جنہوں نے اس ساری کہانی کا انکشاف کیا تھا انہی دونوں یعنی ڈیل اور مارٹن میں سے، یہ شخص بوڑھا مارٹن تھا۔

وہ مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگا چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"آخر تم اس طرف کیوں نکل آئے! اور وہ بھی رات میں؟"

میں نے سرد نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا "اور آپ یہاں کیا کر رہے ہیں مسٹر مارٹن؟"

"تو تمہیں میرا نام یاد ہے؟"

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے مسٹر مارٹن۔"

"تمہارے خیال میں میں یہاں کیا کر رہا ہوں؟"

"میں خیال ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ سوال کر رہا ہوں آپ سے۔"

"احمق شخص میں قیدی ہوں۔"

"قیدی؟"

"تو کیا تمہیں آزاد نظر آتا ہوں؟"

"میرا مطلب ہے کہ آپ۔"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ہاں جس طرح تم یہاں قیدی ہو اسی طرح میں بھی یہاں قیدی ہوں۔ مگر تم، تم آخر یہاں کیوں آ گئے؟"

میں نے ایک لمحے میں دوسرا جواب سوچ لیا اور ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"اس کی وجہ بھی آپ ہی ہیں مسٹر مارٹن۔"

"میں؟" اس نے کہا۔

"یقیناً اس کی وجہ آپ ہی ہیں۔"

"میں جانتا تھا، میں جانتا ہوں اور میں نے یہی سوچا تھا۔" وہ بھاری لہجے میں بولا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میں جانتا ہوں جوانی کی عمر ایسی ہی ہوتی ہے حماقت آمیز۔ بالکل احمق۔ تمہیں اس خطرناک ماحول میں نہیں آنا چاہئے تھا۔ مجھے یہ خوف تھا کہ کہیں تم ہماری کہانی کی کھوج میں نہ لگ جاؤ۔"

"کیا وہ کہانی ایسی تھی کہ اسے نظرانداز کر دیا جاتا؟"

"زندگی خطرے میں ڈالنا بھی تو مناسب نہیں ہوتا۔" وہ نرم لہجے میں بولا۔

"میرے سر پر پٹی شاید آپ ہی نے باندھی ہے مسٹر مارٹن۔"

"ہاں سر کا پچھلا حصہ خون میں ڈوبا ہوا تھا جب ان لوگوں نے تمہیں یہاں لا کر ڈالا۔"

"کون لوگ تھے وہ۔" میں نے سوال کیا اور مارٹن کے چہرے پر جھنجلاہٹ کے آثار نظر آنے لگے۔

"تمہارا کیا خیال ہے کیا میں انہیں جانتا ہوں؟"

"نہیں میرا مطلب ہے کہ۔ کہ" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"وہی اسمگلر سو فیصد وہی اسمگلر۔"

"مگر مسٹر مارٹن آپ، آپ کو کب قید کیا گیا؟"

"پچھلی ہی رات تو ہم دونوں کو بے ہوش کر کے ہمارے گیسٹ ہاؤس سے اٹھا لایا گیا۔ نہ جانے ڈیل کہاں ہے، مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"اوہ کوئی جھگڑا وغیرہ تو نہیں ہوا۔ میرا مطلب ہے کہیں مسٹر ڈیل کی زندگی خطرے میں تو نہیں پڑ گئی۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے، کون کیا کہہ سکتا ہے۔" مارٹن نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور میں اس کی صورت دیکھتا رہا۔ وہ بولا۔

"یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، پتا نہیں کیسی جگہ ہے، کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔"

میں پرخیال نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا "ان لوگوں نے آپ سے کوئی گفتگو نہیں کی اس بارے میں؟"

"ابھی تک نہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ انہوں نے اس لئے ہمیں اغوا کر کے قید کیا ہے کہ ہم نے اسمگلنگ کا وہ منظر دیکھ لیا تھا بلکہ یقین کرو کچھ دیر کے لئے میں نے بالکل ہی مختلف انداز میں سوچا تھا۔"

"کیا؟"

"میرا خیال تھا مجھے وہ کہانی تمہیں نہیں سنانی چاہئے تھی۔ مجھے یہ خدشہ ہوا تھا کہ تم انہی کے ساتھ ہو اور چونکہ میں نے تمہیں یہ کہانی سنا دی اور تمہیں اپنا پتا بھی بتا دیا اسی لئے ہم لوگ مصیبت میں پڑے۔"

"آپ یہ سوچنے میں حق بجانب ہیں مسٹر مارٹن! لیکن میرے خیال میں آپ نے اس وقت بھی اس کا انکشاف کر کے عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا۔"

"کیا مطلب؟"

"ہو سکتا ہے آپ کو قید کرنے کے بعد آپ کی زبان کھلوانے کے لئے مجھے زخمی بنا کر یہاں بھیجا گیا ہو اور اب میں آپ سے یہ معلومات حاصل کروں کہ آپ اس بارے میں کہاں تک جانتے ہیں تاکہ مجھے یا میرے ساتھیوں کو یہ اندازہ ہو جائے کہ آپ ہمارے لئے کس قدر خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔"

مارٹن چونک پڑا اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ دیکھتا رہا اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ تعریفی لہجے میں بولا۔

"تمہارا ذہن بہت برق رفتاری سے کام کرتا ہے یقیناً یہ بات عام آدمیوں کی سوچ میں نہیں آ سکتی تم مجھے ضرورت سے زیادہ ذہین معلوم ہوتے ہو اور نا ہی اب میں تم سے یہ سوال کروں گا کہ کیا تم واقعی ان کے ساتھی ہو... اگر ایسا ہوتا تو تم مجھ سے اس بات کا اظہار نہ کرتے۔"

"ہاں مسٹر مارٹن میں درحقیقت کسی کا ساتھی نہیں ہوں، آپ نے جو کہانی مجھے سنائی تھی اس کی کھوج مجھے یہاں تک لے آئی۔"

"آہ تمہاری زندگی خطرے میں ہے، میری بھی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے، ہمیں کچھ کرنا چاہئے۔ میں تنہا ہوں، بوڑھا آدمی ہوں، کچھ کرنے کی

ہمت نہیں کر سکتا۔ یہ عجیب سی جگہ ہے کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی، راستہ تلاش کرنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن دیواریں سپاٹ ہیں اگر یہ تین سوراخ نہ ہوتے تو شاید ہم دم گھٹنے سے ہی مر جاتے، کچھ سوچو، کچھ کرو، پتا نہیں وہ لوگ کب آ جائیں اور ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں؟

چند لمحات تک تو میں یہی سوچتا رہا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ یہ رسک بھی لیا جا سکتا تھا کہ ان لوگوں کا انتظار کیا جائے کم از کم نگاہوں میں تو آئیں گے لیکن اگر زیادہ ہی خطرناک ہوئے اور انہوں نے خطرے کی گھاس کاٹنے کا فیصلہ کر لیا تو پھر اس عالم میں ان سے مقابلہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہاں کب تک رکنا پڑے، دفعتاً ہی میں نے اپنے لباس میں ٹرانسیٹر تلاش کیا اور یہ دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی کہ انہوں نے میری تلاشی نہیں لی ہے۔ بس یوں ہی زخمی کر کے یہاں ڈال گئے ہیں۔

ٹرانسیٹر میرے لباس میں موجود تھا۔ مگر اسے مسٹر مارٹن کے سامنے استعمال نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پتا نہیں ادھر سے کوئی ایسی کوشش کی گئی یا نہیں۔ حالانکہ فیرز بے بسی کا اظہار کر کے گیا تھا لیکن میں نے اس سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ وہ میرے چکر میں نہ رہے اور خواہ مخواہ کی مصیبتیں مول نہ لے" بہرحال میں چند لمحات خاموش بیٹھا مسٹر مارٹن کا چہرہ دیکھتا رہا تھا، کچھ دیر تک خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔

"مسٹر مارٹن، ڈیل کے بارے میں آپ یقیناً فکر مند ہوں گے؟"

"ظاہر ہے خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کس حال میں ہے، ویسے۔ ویسے میں سمجھتا ہوں کہ اب صورت حال بدل رہی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سوال کیا۔ لیکن مسٹر مارٹن نے میرے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا تھا۔ ان کی طرف سے مایوس ہو کر میں اٹھ کھڑا ہوا مجھے خود بھی اس بات کا احساس تھا کہ مجھے زیادہ عرصے یہاں نہیں رکنا چاہئے۔ پتا نہیں کیا صورت حال پیش آئے ساری ہی کہانی خراب ہو جائے گی۔ یقینی طور پر اس کمرے تک داخلے کا کوئی دروازہ ہو تو ہو گا یہ دوسری بات ہے کہ وہ کسی میکنزم سے کھلتا ہو... میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور میں نے دیواریں ٹٹولنا شروع کر دیں۔ ایک سادہ سی اور عام سی بات تھی کہ اگر دروازہ کہیں چھپا ہوا ہے تو ایسی جگہوں کے پیچھے جو کورڈ ہیں جو تصاویر یہاں لگی ہوئی تھیں وہ میرے خیال میں بے مقصد نہیں تھیں چنانچہ میں نے سب سے پہلے ان کے عقب میں تلاشی لینا شروع کر دی اور اس وقت مسٹر مارٹن احمقانہ انداز میں کھڑے ہو گئے جب ایک بڑی سی تصویر کے پیچھے میں نے گول شیشہ دیکھا بڑا سا گول شیشہ جس کے دوسری جانب مدہم مدہم اجالا ابھر رہا تھا۔ مسٹر مارٹن برق رفتاری سے میرے قریب آ گئے اور میرے عقب میں کھڑے ہو کر بولے۔

"تم نے مجھے دو کوڑی کا انسان بنا دیا میرے دوست۔ نہ جانے تم نے اپنا نام کیا بتایا تھا مجھے؟"

"شاہ کہہ سکتے ہیں آپ مجھے۔"

"میں نے درحقیقت اس پر غور نہیں کیا بس کھلی دیواروں میں دروازہ تلاش کرتا رہا... اور تم نے ایک لمحے میں۔"

"مگر یہ دروازہ تو نہیں ہے مسٹر مارٹن۔"

"باہر نکلنے کا رستہ ضرور ہے۔ ہٹو، پیچھے ہٹ جاؤ ہم کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتے جو کچھ بھی صورت حال ہے اس سے نمٹنا پڑے گا۔" مسٹر مارٹن کی نگاہوں میں شاید پہلے سے وہ ٹھوس چیز تھی جسے میں نے نہیں دیکھا تھا۔ یہ ایک عجیب و غریب ڈیکوریشن پیس تھا جو ایک دیوار میں نصب تھا۔ خاصا وزنی اور شاید کانسی کا بنا ہوا۔ مسٹر مارٹن نے اسے اس کیل سے نکال لیا جس میں وہ سجا ہوا تھا۔ غالباً "تصویروں کی وہاں موجودگی کا جواز پیدا کرنے کے لئے یہ ڈیکوریشن پیس بھی لگایا گیا تھا۔ مسٹر مارٹن نے مجھے پیچھے ہٹا دیا اور اس کے بعد وزنی ڈیکوریشن پیس کو انہوں نے شیشے پر استعمال کیا۔ پہلی ہی ضرب نے شیشہ چھناکے سے توڑ دیا تھا مجھے ہنسی آ گئی۔ مسٹر مارٹن نے اپنی دانست میں بڑی ذہانت کا کام کیا تھا۔ لیکن اگر اس قید خانے کے دوسرے حصے میں کوئی موجود ہے یا آس پاس کوئی ہے تو شیشہ توڑنے کی آواز نے اس کے چودہ طبق روشن کر دیئے ہوں گے اور یقینی طور پر اس کا ردعمل ظاہر ہو گا۔ یہ پتا نہیں مسٹر مارٹن کی خوش نصیبی تھی یا میری یا ہم دونوں کی کہ اس وقت وہاں کوئی موجود نہیں تھا اور شیشے کا چھناکا گونجنے کے باوجود کوئی اس طرف نہیں آیا تھا لیکن اس بات کے امکانات کو مدنگاہ رکھا جا سکتا تھا کہ وہ لوگ ہمارے باہر نکلنے کا انتظار

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کر رہے ہوں اور جونہی ہم باہر نکلیں وہ ہماری ضیافت شروع کر دیں۔ میں نے مسٹر مارٹن کو شیشے کی کرچیاں صاف کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ گول دائرہ اتنا وسیع تھا کہ ہم با آسانی اس میں سے باہر نکل جائیں۔ میں نے مسٹر مارٹن کو آگے بڑھایا اور وہ گول دروازے سے باہر نکل گئے۔ باہر کھڑے ہو کر انہوں نے غالباً" اطراف کا جائزہ لیا اور مجھ سے بولے۔

"ہری اپ۔ ہری اپ۔" میں نے شانے ہلائے اور گول سوراخ کے باہر آ گیا۔ مسٹر مارٹن نے مجھے سہارا دیا تھا۔

"حیرانی کی بات ہے۔" میرے منہ سے نکلا۔

"کیا؟"

"یہاں آس پاس کوئی نہیں ہے۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ لوگ مطمئن ہوں مگر ایسی شکل میں ... ایسی شکل میں ..." وہ رکے پھر بولے۔ "اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

"آپ کو گیسٹ ہاؤس کسی قیمت پر نہیں جانا چاہئے۔"

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔"

"کوئی اور جگہ ہے آپ کے پاس؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں ہے۔ آؤ۔" وہ بولے اور میں نے قدم آگے بڑھا دیئے۔

صبح کے جھٹپٹے اجالوں میں تبدیل ہونے لگے تھے اور روشنی آہستہ آہستہ پھیلتی جا رہی تھی ہمیں تعجب تھا کہ انہوں نے ہمارے تحفظ کا کوئی بندوبست نہیں کیا تھا۔ بس ہمیں بند کر کے چلے گئے تھے۔ باہر سے پلٹ کر دیکھا تو آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں یہ ایک چٹان تھی انہی تینوں چٹانوں میں سے ایک جو قطار کی شکل میں نظر آ رہی تھیں اور اسی چٹان میں ہمیں قید کیا گیا تھا گویا انہوں نے ان چٹانوں میں اپنا مسکن بنا رکھا ہے بڑی دلچسپ، پراسرار اور تعجب خیز بات تھی لیکن اس سے زیادہ حیران کن یہ بات تھی جو مسٹر مارٹن اور ڈیل نے مجھے بتائی تھی۔ یعنی یہ چٹانیں اپنی جگہ سے غائب بھی ہو سکتی ہیں بظاہر تو ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی تھی جس سے یہ سوچا جا سکتا تھا کہ چٹانیں اپنی جگہ سے ہل سکتی ہیں لیکن جو تراش خراش اندر سے تھی ان کی وہ درحقیقت حیران کن تھی پتا نہیں کیا سائنسی چکر چلایا ہوا ہے انہوں نے۔ بہرحال یہ سب اس وقت سوچنے کی باتیں نہیں تھیں۔ ہم لوگ حتی الامکان ایسے راستے اختیار کرتے رہے جہاں کسی سے ہمارا سامنا نہ ہو سکے حالانکہ آس پاس کوئی نظر نہیں آ رہا تھا لیکن پھر بھی ہم احتیاط برت رہے تھے۔ مسٹر مارٹن جو کچھ نظر آتے تھے اس سے ذرا مختلف ثابت ہوئے کسی بھی جگہ انہوں نے اپنی عمر کے مطابق کمزوری نہیں دکھائی تھی بلکہ میرے شانہ بشانہ ہی سفر کرتے رہے تھے حالانکہ راستے طویل تھے اور ان پر سفر اتنا آسان نہیں تھا لیکن اب اس کے سوا چارہ کار بھی نہیں تھا کہ ہم لوگ پیدل سفر کریں۔ جب آبادی میں پہنچے تو سورج اچھا خاصا بلند ہو گیا تھا اور کافی تھکن ہو گئی تھی۔ میں نے پیشانی کی وہ پٹی کھول کر پھینک دی تھی جو مسٹر مارٹن نے میرے سر پر باندھی تھی تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو سکے۔ پھر مسٹر مارٹن مجھے لئے ہوئے جس عمارت پر پہنچے وہ پہاڑی پتھروں سے بنی ہوئی تھی۔ وسیع و عریض اور انتہائی خوبصورت اور کشادہ عمارت، نہ جانے مسٹر مارٹن کا کیا راز تھا اور اس عمارت میں کون رہتا تھا لیکن جس طرح وہ دروازے سے اندر داخل ہوئے اسے دیکھ کر مجھے کسی قدر حیرت ہوئی تھی۔ چوکیدار نے مسٹر مارٹن کو دیکھ کر احترام سے گردن جھکائی تھی اور مسٹر مارٹن اندر داخل ہو گئے تھے۔ بڑے سے صدر دروازے سے ایک شخص برآمد ہوا تو مسٹر مارٹن نے اس سے کہا۔

"کیا راجہ سبحان موجود ہیں؟"

"جی اندر تشریف رکھتے ہیں وہ۔" اس شخص نے جواب دیا اور میں شدت حیرت سے چونک پڑا۔ راجہ سبحان۔ یہ نام مجھے بڑے خاص انداز میں بتایا گیا تھا اور ابھی تک میں نے راجہ سبحان سے رابطہ نہیں قائم کیا تھا لیکن مسٹر مارٹن کا اس شخص سے کیا تعلق ہے؟ سوچنے کا موقع نہیں مل سکا میں مسٹر مارٹن کے ساتھ اس طرف بڑھ گیا جدھر وہ جا رہے تھے پھر ایک کمرے کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوئے تو وہاں میں نے ڈیل کو دیکھا جو ایک چوڑے چکلے جسم کے آدمی کے ساتھ بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"اوہ مائی گاڈ مسٹر مارٹن۔" ڈیل کو دیکھ کر مسٹر مارٹن بھی اتنا ہی حیران ہوئے تھے لیکن میری نگاہیں اس شاندار آدمی کا جائزہ لے رہی تھیں جس کے سر اور داڑھی کے بال بالکل سفید تھے لیکن مصنوعی معلوم

ہوتے تھے کیونکہ اس کا چہرہ صحت کی سرخی لئے ہوئے تھا اور اس پر عمر کے مطابق کوئی شکن نہیں تھی۔ آنکھیں باریک باریک اور لکیروں کی شکل میں تھیں۔ رخسار پر رخسار چڑھے ہوئے تھے جو اس کی شاندار صحت کا پتا دیتے تھے۔ وہ شخص بھی آنکھوں کی کھنچی ہوئی لکیر سے ان سب کا جائزہ لے رہا تھا اور اس میں میں بھی شامل تھا۔ مسٹر ڈیل اور مارٹن ایک دوسرے کی خیریت پوچھ رہے تھے اور وہ شخص پتلے پتلے ہونٹ بھینچے خاموش بیٹھا ہوا تھا اور اب اس کی نگاہیں مجھ پر آ جمی تھیں۔ تب ڈیل نے ہی چونک کر کہا۔

"اور یہ۔ کیا وہ وہ صاحب نہیں ہیں جو ہمیں...؟"

"ہاں یہ مسٹر شاہ ہے۔ انتہائی بہادر نوجوان، انتہائی شاندار بے مثال شخصیت کا مالک اور ذہین اور یہ صرف اتفاق ہے کہ یہ ہم میں شامل ہو گیا ہے۔"

"اس کے شانوں پر خون کے دھبے ہیں۔ کیا یہ زخمی ہے؟" پہلی بار راجہ سبحان کی آواز ابھری۔

"ہاں یقیناً لیکن بہت معمولی سا زخم ہے سر پر ضرب لگی تھی۔"

"اس کی ڈریسنگ کرا دو۔" راجہ سبحان نے کہا اور جس کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اس کے ہتھے پر لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ فوراً ہی وہ شخص اندر داخل ہو گیا جو صدر دروازے میں نظر آیا تھا اور جس سے مسٹر مارٹن نے راجہ سبحان کے بارے میں پوچھا تھا۔

"یہ نوجوان زخمی ہے اس کی ڈریسنگ کرا کر اسے میرے پاس واپس پہنچا دو۔"

"زخم اتنا خراب نہیں ہے راجہ صاحب اگر آپ اسے ایسے ہی رہنے دیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

"جاؤ" راجہ سبحان غراتی ہوئی سی آواز میں بولا اور سامنے کھڑے ہوئے شخص نے آنکھ سے مجھے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں باہر نکل آؤں چنانچہ میں خاموشی سے اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ دروازے سے باہر نکلتے ہی اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"راجہ صاحب کے سامنے پہلی بار آئے ہو؟"

"ہاں مسٹر مارٹن کے ساتھ۔"

"براہ کرم ایک بات کا خاص خیال رکھنا۔"

"کون سی بات کا؟"

"راجہ صاحب کے منہ سے جو الفاظ نکلیں سمجھ لو وہ حرف آخر ہوتے ہیں۔ ان پر اعتراض نہ کرنا ورنہ راجہ صاحب ناراض ہو جاتے ہیں اور ان کی ناراضگی" وہ شخص صرف ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی، بالآخر وہ مجھے لئے ہوئے ایک کمرے میں پہنچ گیا۔ پھر اس نے ایک الماری سے فرسٹ ایڈ بکس نکالا۔ میں نے اس سے کہا۔

"میں سر پر پٹی نہیں باندھوں گا۔"

"زخم دیکھ لوں اس کے بعد اندازہ ہو جائے گا۔" اس نے کہا اور مجھے بٹھا کر میرے سر کی پشت کے زخم کو دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"نہیں پٹی کی ضرورت نہیں پیش آئے گی میں ایک چھوٹا سا ٹیپ لگائے دیتا ہوں زخم واقعی بڑا نہیں ہے۔"

"راجہ صاحب کے بارے میں مجھے کچھ اور بتاؤ؟" میں نے کہا۔

"بیکار باتیں مت کرو مجھے کیا پڑی ہے کہ میں تم سے فضول باتیں کروں؟" اس شخص نے کھردرے لہجے میں کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ میں نے اس سے اتفاق کر لیا تھا پھر وہ مجھے فارغ کر کے واپس اسی کمرے میں لے گیا۔ راجہ سبحان نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا تھا پھر اس نے کہا۔

"بیٹھ جاؤ کون ہو تم کیا کرتے ہو؟"

"شہر میں رہتا ہوں۔ سیاحت کا شوقین ہوں، بھوری لومڑیوں کے شکار کے چکر میں آیا تھا۔"

"کہاں قیام ہے؟"

"گیسٹ ہاؤس میں۔" میں نے فوراً کہا۔

"ان چکروں میں کیوں پڑ گئے؟"

"مسٹر مارٹن جانتے ہیں۔"

"تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں میں۔"

"فرمایئے۔"

"یہاں سے واپسی کے لئے جو بھی گاڑی مل جائے اس سے واپس چلے جاؤ اپنے سازوسامان کے ساتھ۔ شدید مشکلات کا شکار ہو جاؤ گے۔ بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنا اچھا نہیں ہوتا۔"

"میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا راجہ صاحب، مسٹر مارٹن اور مسٹر ڈیل نے مجھے ایک ایسی انوکھی کہانی سنائی تھی جس پر مجھے یقین نہ آیا بس اس کہانی کی تلاش میں نکل آیا تھا۔"

"بعض کہانیاں جان لیوا ہوتی ہیں اور کسی احمقانہ

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

…ں سے زندگی کھونا عقل کی بات نہیں۔"

"راجہ صاحب آپ مجھے بزدل کہنا چاہتے ہیں شاید میں بزدل نہیں ہوں اور کسی سے نہیں ڈرتا۔" راجہ سجان کے پتلے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔

"جوانی کی عمر یہی تقاضے رکھتی ہے میرے بچے لیکن معاملہ ایسے لوگوں کا ہے جن کی نگاہوں میں انسانی زندگی کی کوئی قیمت نہیں ہے تم چونکہ ان کے ایک عمل سے واقف ہو گئے ہو اس لئے وہ تمہاری زندگی ختم کر دیں گے اور تم اس سے زیادہ کچھ نہیں جان سکو گے جتنا جان چکے ہو۔"

"اور اگر میں ان کی زندگی کے لئے مصیبت بن جاؤں تو؟"

"احمق ہو' بے وقوف ہو۔ کرتے کیا ہو شہر میں؟"

"کچھ نہیں کرتا گھر کا آسودہ حال ہوں بس سیر و سیاحت کرتا ہوں۔"

"جو گھر کے آسودہ حال ہوتے ہیں وہ زندگی میں واقعی کچھ نہیں کر پاتے' آغاز تو اس وقت ہو جاتا ہے جب انسان ہوش سنبھال لے۔ تمہارا چلے جانا ضروری ہے۔"

"سوری راجہ صاحب میں آپ کی بات نہیں مان سکتا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور راجہ سجان کے پتلے ہونٹ سکڑ گئے۔ آنکھیں بڑی ہو گئیں۔ وہ مجھے گھورنے لگا پھر اس نے کہا۔

"مارٹن! تمہیں یہ حماقت نہیں کرنی چاہئے تھی۔"

"میرا نظریہ کچھ اور تھا راجہ صاحب۔"

"کیا احمقانہ نظریہ تھا؟"

"بس مجھے یہ شک ہوا تھا کہ یہ شخص کسی نہ کسی طرح ان معاملات سے متعلق ہے میں نے اس کا تجزیہ کرنے کے لئے یہ الفاظ کہے تھے اور اس کی صورت کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیا تھا پھر اپنے خیال کی خود ہی تردید کر لی تھی۔ یہ شخص غلط نہیں ہے لیکن بہادر ہے۔"

"یہ ایک توانا نوجوان ہے راجہ صاحب اگر اپنی اس گفتگو سے یہ ہمارے لئے کار آمد ثابت ہو سکے تو کیا حرج ہے ہم اسے استعمال کر سکتے ہیں اگر یہ پسند کرے کیوں مسٹر شاہ کیا تم ان معاملات میں دلچسپی لینے کے لئے تیار ہو؟"

"کسی کا آلہ کار بن کر نہیں۔ میں اپنے طور پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اسی وقت [illegible] آدمی بھرا مار کر اندر گھس آئے۔ یہ دونوں خاص لباس پہنے ہوئے تھے اور چہروں سے خونخوار نظر آ رہے تھے۔ راجہ سجان نے شاید کسی غیر محسوس طریقے سے کوئی بٹن دبا کر انہیں طلب کیا تھا اور یہ بٹن بھی غالباً مخصوص ہی تھا کیونکہ کسی نے اندر آ کر کوئی بات نہیں پوچھی تھی آنے والے اندر گھسے اور دفعتاً ہی مجھ پر ٹوٹ پڑے انہوں نے دونوں طرف سے مجھ پر حملہ کیا لیکن نہ جانے کیوں ایک لمحے میں میرے ذہن میں نیلاہٹیں آ گئی تھیں اور ان نیلاہٹوں نے مجھے یہ احساس دلایا تھا کہ دونوں آنے والوں کے ارادے نیک نہیں ہیں۔ انہوں نے مجھ پر گھونسے چلائے تھے لیکن ان کے گھونسے میرے چہرے کے قریب سے نکل گئے تھے پھر میں نے ان کی دونوں کلائیوں پر ہاتھ ڈال دیئے ایک مخصوص انداز میں میں نے یہ ہاتھ ڈال کر اپنے آپ کو پیچھے کیا اور وہ دونوں میرے سر پر اچھلتے ہوئے دھائیں دھائیں کر کے زمین پر گرے لیکن میں نے ان کی کلائیاں نہیں چھوڑی تھیں ان کے گرنے کے ساتھ میں جھکا اور پھر میں نے اپنا بدن فضا میں بلند کر کے دونوں پاؤں ان کی ٹھوڑیوں پر مارے' سیدھا ہوا اور اچانک ہی میں نے ان کی گردنیں دبوچ لیں پھر وہ جدوجہد ہی کرتے رہے تھے مگر میں نے انہیں اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ ان کے ہوش و حواس نہ ہو گئے۔ میں نے مخصوص انداز میں ان کی گردنوں [illegible] دباؤ ڈال کر انہیں بے ہوش کر دیا تھا اور اس کام میں چالیس سیکنڈ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔ ایک طرف ڈل اور مارٹن سہم کر کھڑے ہو گئے تھے تو دوسری طرف راجہ سجان اپنی کرسی سے تھوڑا سا اچک کر یہ منظر [illegible] رہا تھا۔ جس برق رفتاری سے میں نے یہ عمل کیا تھا [illegible] نے ان سب کی زبانیں بند کر دی تھیں میں اطمینان سے کھڑا ہو گیا اور میں نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں راجہ صاحب! بہت معمولی لوگوں کو بلایا آپ نے' میرے لئے کوئی بڑا کام دکھائیے کیا سمجھے [illegible] لوگ اور اب یہ بات آپ کے ذہن میں آ گئی ہو گی میں کسی کی ماتحتی میں کام کرنا نہیں چاہتا' چلتا ہوں۔" میں واپسی کے لئے دروازے کی جانب بڑھا تو راجہ سجان پر اضطراب لہجے میں بولا۔

"ارے رک جاؤ دیکھو میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ رک جاؤ ورنہ تمہاری ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔" میں نے گردن گھما کر دیکھا تو راجہ سجان کے ہاتھوں میں ایک آٹومیٹک نظر آ رہا تھا میں نے ایک گہری سانس لی اور کہنے لگا۔

"نہیں راجہ صاحب آپ سے کوئی تعرض نہیں کروں گا میں براہ کرم پستول رکھ لیجئے آپ کیا سمجھتے ہیں کہ کیا میں اس پستول کے تاننے کے خلاف کوئی عمل کر سکوں گا۔" میری نگاہیں اس چھوٹی سی خوبصورت تپائی پر تھیں جو میرے پاؤں کے بالکل نزدیک تھی اور میرے پاؤں کی زد میں اور در حقیقت جس طرح میں نے راجہ سجان کو اس وقت حیران کر دیا تھا میں دوسری کوشش بھی کر سکتا تھا۔ راجہ سجان کے چہرے پر غصے کے تاثرات نظر آئے۔

"دیکھو قتل کر دینا میرے لئے کوئی ایسی اہم بات نہیں ہوتی اور نہ ہی میں اپنے لفظ کی نفی سننا چاہتا ہوں اگر تم فوراً واپس آ کر اپنی جگہ نہ بیٹھ گئے تو میں تم پر گولی چلا دوں گا۔"

"نہیں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ کسی کے حکم کی تعمیل کرنا میرے لئے ممکن نہیں۔"

"موت ہی لائی ہے تمہیں موت ہی یہاں لائی ہے۔" راجہ سجان غرایا اور اس نے اپنی جگہ سے جنبش کی۔ غالباً پلٹ کر میرا نشانہ لے کر مجھ پر گولی داغنا چاہتا تھا لیکن میرا پاؤں چل گیا۔ چھوٹی سی تپائی جس کی ٹاپ سنگ مرمر کی تھی اپنی جگہ سے اچھلی اور پوری قوت سے راجہ سجان کے اس ہاتھ پر پڑی جس میں پستول دبا ہوا تھا گولی بھی چلی' تپائی کی ٹاپ کے ٹکڑے اڑ گئے لیکن ساتھ ہی راجہ سجان کے ہاتھ سے پستول نکل گیا تھا اس کے ہاتھ میں یقینی طور پر چوٹ بھی لگی ہو گی میں نے کمر پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"اور اس کے بعد راجہ سجان صاحب آپ اپنا یہ پستول اٹھانے کی کوشش نہیں کریں گے کیونکہ آپ شکست خوردہ ہیں۔"

ڈل اور مارٹن پتھرا گئے تھے۔ راجہ سجان نے اپنے زخمی ہاتھ کو پکڑنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بس اس کی آنکھوں کا سائز بڑھ گیا تھا اور چھوٹے چھوٹے دانت اس کے پتلے ہونٹوں کے عقب سے جھانک رہے تھے۔ وہ اسی انداز میں مجھے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"میں شکست خوردہ ہوں؟"

"جی راجہ صاحب"

"ایسی بات نہیں ہے جان من ایسی بات نہیں مگر کھیل بدل گیا ہے واقعی بدل گیا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"سمجھو گے بھی نہیں۔ جب تک جیو گے' نہیں سمجھو گے۔ میں دوسری الجھن کا شکار ہو گیا ہوں' نہیں سمجھو گے بالکل نہیں سمجھو گے۔"

"ان ساری باتوں کے باوجود میں آپ کا احترام کرتا ہوں راجہ صاحب۔"

"احترام" وہ ہنس پڑا۔

"جی راجہ صاحب جب بات اختلاف کی آئی تو میں نے اپنے باپ سے اختلاف کیا جو کچھ وہ تھا میں اس سے مختلف ہو گیا۔ مختلف ہو کر میں نے اپنے باپ کے اقدار کی دھجیاں اڑا دیں اور وہ صاحب اختیار ہو کر میرے سامنے بے اختیار ہو گیا جو کچھ اس سے بن پڑا کیا پھر وہ خاموش ہو گیا اور جب وہ خاموش ہو گیا تو میں نے خود کو بدل لیا۔ وہ بن گیا جو میرا باپ چاہتا تھا لیکن روز اول سے روز آخر تک میرے دل سے باپ کا احترام کم نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ میرا باپ تھا۔"

"بہت اونچی پرواز ہے تیری۔"

"تمہارے تصور سے بھی اونچی۔"

"میں' میں تجھے آسمانوں میں شکار کروں گا۔"

"نہیں راجہ سجان میں نے آپ کو چیلنج نہیں کیا۔ میں نے اپنے باپ کو بھی چیلنج نہیں کیا تھا۔"

"جا۔ تو جا سکتا ہے پہلی اور آخری اجازت ہے تیرے لئے۔ ورنہ یہ حویلی بہت سوں کا مقبرہ ہے جا۔"

میں نے اسے سلام کیا اور باہر نکل آیا۔ ویسے یہ ملاقات میرے لئے دلچسپ تھی۔ سوچنے کے لئے تو بہت کچھ تھا ڈل اور مارٹن بھی تھے' خود راجہ سجان کی شخصیت تھی لیکن ابھی دماغ کو سکون دینا چاہتا تھا۔ یہ کام بعد میں بھی کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ یہاں سے چل پڑا۔

گیسٹ ہاؤس تک پہنچنا بھی مشکل نہ ہوا۔ ظاہر ہے اتنا طویل سفر طے کر کے میں اس ویرانے سے آبادی تک آ گیا تھا۔ تو اب گیسٹ ہاؤس پہنچنا کوئی سا مشکل کام تھا۔ ناصری کے کمرے میں داخل ہوا شمس وہاں موجود تھا۔ اور غالباً ماجری اور فیروز بھی اپنے کمرے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں تھے۔ ناصری اور شمس مجھے دیکھ کر ایک دم سنبھل گئے...

"ناشتا کر لیا تم لوگوں نے؟"

"ہاں چیف۔ آپ حکم دیجئے..."

"ناشتے کے ساتھ باقری اور فیروز کو بھی بلا لاؤ۔" میں نے کہا۔ وہ جیپ میں نے باہر کھڑی ہوئی دیکھ لی تھی جو مہابت خان کی تھی اور فیروز اسے لے کر آیا تھا۔ شمس تیزی سے باہر نکل گیا۔ اور پھر پہلے اس نے باقری اور فیروز کو ہی اطلاع دی تھی۔ چنانچہ دونوں دوڑتے ہوئے' جنگلی جانوروں کی طرح کمرے میں داخل ہو گئے۔ فیروز نے سر سے پاؤں تک مجھے گھورتے ہوئے کہا...

"چیف آپ بالکل خیریت سے ہیں نا؟"

"ہاں۔ تمہیں میری خیریت خطرے میں کیوں محسوس ہوئی...؟"

"چیف میں نے آپ کو کئی بار ٹرانسیٹر پر کال کرنے کی کوشش کی آپ نے وہ سیٹی بھی نہیں بجائی' جس سے مجھے علم ہو جاتا کہ آپ خیریت سے ہیں۔ یقین کریں ہماری ساری رات پریشانی کے عالم میں گزری ہے۔" مجھے ہنسی آ گئی میں نے کہا...

"افسوس میری اتنی بیویاں ہیں کہ اب تو میں دائرہ اسلام ہی سے خارج ہو چکا ہوں۔ چار منکوحات پہلے سے تھیں اور چار نئی مل گئیں۔ تم لوگ بیویوں کی طرح میرے بارے میں فکر مند رہتے ہو..."

"سوری چیف' پہلے آپ کا تجزیہ شاید کچھ غلط ہے۔ انتہائی معذرت کے ساتھ۔" باقری نے کہا۔

"کیوں!..."

"اگر کسی شخص کی چار بیویاں ہوتی ہیں تو پھر ان میں سے کوئی اس کے لئے فکر مند نہیں رہتی بلکہ سب اپنی اپنی فکروں میں سرگرداں ہوتی ہیں۔"

"یہ تمہارا تجزیہ ہے؟"

"تجزیہ۔ نہ کہیں چیف مشاہدہ کہیں۔"

"اچھا فضول بکواس بند کرو۔ ناشتا کر لینے دو پہلے مجھے۔ وہاں سے پیدل آیا ہوں یہاں تک۔"

"کیا؟" فیروز اچھل پڑا۔

"ہاں۔"

"ت... تو... تو... آپ آدھی رات ہی کو چل پڑے ہوں گے وہاں سے چیف۔"

"تقریباً۔" میں نے جواب دیا۔ شمس ناشتے کے ساتھ ہی آیا تھا۔ گرم گرم پراٹھے اور انڈوں کا آملیٹ' اس وقت دنیا کی لذیز ترین شے محسوس ہوا تھا۔ اگر راجہ سبحان کے ہاں شرافت سے ٹک جاتا تو شاید ناشتہ وہیں مل جاتا۔ لیکن مناسب نہیں تھا۔ سوچنے کے لئے بہت کچھ تھا۔ مثلاً یہ کہ ڈبل اور مارٹن کا راجہ سبحان سے کیا تعلق ہے؟ یہ بات قابل غور تھی اور جیسا کہ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ مارٹن اور ڈبل صرف وہ نہیں ہیں جو نظر آ رہے ہیں ان کا کچھ پس منظر بھی ہے۔ وہ کیا تھا؟ یہ بات سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔ لیکن ساری باتیں رفتہ رفتہ ہی سمجھ میں آتی ہیں۔ اور ابھی تک اس مسئلے میں اقدامات تو کئی ہو گئے تھے لیکن کوئی کام کی بات علم میں نہیں آئی تھی اس لئے ابھی کوئی فیصلہ کرنا ممکن نہیں تھا۔ البتہ اب ذرا دلچسپیاں بڑھ گئی تھیں۔ مثلاً یہ کہ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے چٹانوں میں مسکن بنا رکھے تھے۔ اور مجھے وہاں قید کر کے اتنے بے فکر ہو گئے تھے کہ پھر انہوں نے میری خبر ہی نہیں لی۔ مارٹن کو بھی قید کر لیا گیا تھا۔ دلچسپ بات تھی۔ حالانکہ مارٹن نے جو کہانی سنائی تھی وہ ممکن ہے درست ہو۔ لیکن اپنی شخصیت کے بارے میں اس نے کچھ نہیں بتایا تھا۔ راجہ سبحان سے دوبارہ ملاقات کرنا بھی ضروری تھا۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ اب کئی پارٹیاں میری جانب متوجہ ہو چکی تھیں۔ سچی بات یہ ہے کہ مہابت خان کے گھر کے ماحول کو بھی نہیں بھول سکتا تھا۔ کافی دیر تک باقری اور فیروز وغیرہ سے باتیں ہوتی رہیں۔ میں نے ان سے چونک کر پوچھا...

"ایک اہم بات میں تم سے ابھی تک نہیں پوچھ سکا۔"

"پوچھیے چیف۔"

"یہ بتاؤ جب تم ویرانوں میں اپنے جیپیں لئے پھرتے ہو تو کیا تمہارا واسطہ ایسے لوگوں سے پڑا جنہوں نے تم سے تحفظ کا معاوضہ وصول کیا ہو؟" باقری سر کھجا کر ہنسنے لگا۔"

"اے باقری۔ ہوش میں آ جاؤ۔"

"ہوش میں ہوں چیف اب دیکھئے نا یہ بات تو ذرا شرمندگی کی ہے کہ ہم اپنے تحفظ کے لئے دو سو روپے ادا کریں۔ لیکن آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہم ڈر گئے تھے۔

بلکہ ہم نے جھگڑا ٹالنے کی غرض سے دو سو روپے ادا کئے تھے۔ ہمارے تحفظ کی ضامن عدنان گل کی ایجنسی ہے۔ عدنان گل کے آدمیوں نے ہم سے دو سو روپے وصول کئے تھے۔ ناصری اور شمس نے کسی نادر شاہ کو یہ رقم ادا کی ہے۔ اور ٹھیکیدار نے ہمیں دو اسٹیکر جاری کر دیئے ہیں۔ ویسے یہ سچی بات ہے کہ اس کے بعد سے کئی بار ایسے مشتبہ لوگ ہمارے سامنے سے گزرے لیکن انہوں نے ہم سے تعرض نہیں کیا۔ اس کا مقصد ہے کہ ایجنسی کا تحفظ کوئی معنی رکھتا ہے..."

"ہوں' ٹھیک' میں نے یہ رقم کسی کو ادا نہیں کی۔ اور اس کے نتیجے میں میرے سر کے پچھلے حصے میں ٹیپ چپکا ہوا ہے۔"

"کیا۔" چاروں اچھل پڑے۔

"دیکھ لو۔" ان سب نے حیران نگاہوں سے میرے سر کے چھوٹے زخم کو دیکھا تھا۔ فیروز کہنے لگا۔

"چیف آپ نے مجھے واپس بھیج دیا تھا۔ ورنہ زخم لگانے والے زندہ نہ رہتے۔"

"ان تینوں لاشوں کا کچھ پتا نہیں چل سکا۔ میں نے انہیں تلاش کیا تھا۔ لیکن وہ غائب تھیں۔"

"ظاہر ہے چیف۔ جرائم پیشہ لوگوں کے آدمی ہوں گے۔ اور آپ کو نقصان پہنچانا چاہتے ہوں گے۔ لاشیں کیسے چھوڑ سکتے تھے وہاں۔ لیکن یاد تو رہے گا انہیں۔ کہ کچھ لوگ یہاں آئے تھے۔ پتا نہیں انہیں ہمارے بارے میں علم ہوا یا نہیں؟"

"علم ہو گیا ہوتا تو اس وقت صورتحال مختلف ہوتی۔ اچھا خیر بس اب تھوڑی دیر کے بعد یہاں سے نکل جاؤں گا۔ اور جہاں میں جاؤں وہاں میرا تعاقب کرنا۔ اور پھر میری طرف سے زیادہ محتاط رہنا۔ اب میں پارٹیوں کی نگاہوں میں آ گیا ہوں۔"

"اوہو... اوہو... ہمیں اس بارے میں کچھ بتایا نہیں جائے گا؟"

"اگر معلوم ہو گا تو ضرور بتایا جائے گا۔ فکر مت

"اس کی اجازت ہے نا۔"

"کیسی اجازت؟"

"اگر کہیں سے کوئی گڑبڑ ہو تو۔"

"نہیں تم قتل و غارت گری نہیں کرو گے..."

مشکل صورتحال پیش آ جائے تو زیادہ سے زیادہ زخمی کر سکتے ہو۔ میں بے مقصد خون اپنی گردن پر لے نہیں سکتا۔"

"ٹھیک ہے چیف۔ پوری پوری کوشش کی جائے گی۔ مگر جس عمارت میں آپ جا رہے ہیں اگر اندر کوئی گڑبڑ ہوئی تو۔"

"اس کا ذمہ دار میں خود ہوں۔" میں نے کہا۔

"اوکے چیف کتنی دیر کے بعد نکلیں گے یہاں سے؟"

"بس تھوڑی دیر کے بعد۔ میں نے جواب دیا ان لوگوں سے مزید کرنے کے لئے کوئی بات نہیں تھی۔ چنانچہ میں تیار ہوا اور ناصری نے جیپ کی چابی میرے حوالے کر دی۔ جو اسے شاید فیروز نے دے دی تھی۔ اور پھر میں جیپ اسٹارٹ کر کے مہابت خان کی حویلی کی جانب چل پڑا۔ ناصری اور شمس ایک الگ جیپ میں میرا تعاقب کر رہے تھے۔ باقری اور فیروز الگ تھے۔ ویسے انہیں میں نے لامحدود وقت کے لئے اجازت دے دی تھی کہ میری نگرانی کریں۔ یہ از حد ضروری تھا اب میں بھی جیپ ڈرائیو کرتے ہوئے یہ سوچ رہا تھا کہ اب صرف مہابت خان کی کوٹھی ہی میں قید رہنا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔ بہت جلد مجھے دوبارہ انہی پہاڑیوں کا رخ کرنا تھا۔ کچھ ایسے لوگ ہاتھ آئیں جو اس سلسلے میں صحیح نشاندہی کر سکیں۔ تو زیادہ مناسب ہو گا۔ بریگیڈیئر جمال نے مجھے راجہ سبحان کے بارے میں بتایا تھا۔ راجہ سبحان سے پہلی ملاقات تو بہت دلچسپ تھی۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ کیا کرنا چاہئے؟ کیا بریگیڈیئر جمال کی نشاندہی پر راجہ سبحان کو اپنا رازدار بنا لوں۔ اب جب کہ میرے بارے میں کچھ لوگوں کو شبہات ہو گئے تھے تو یقینی طور پر مجھے ایسی جگہ درکار تھی جہاں میں اپنا کام کر سکوں اس سلسلے میں کوئی یقینی فیصلہ کرنا ضروری تھا۔ اس کے علاوہ راجہ سبحان سے اور بھی بہت سی باتیں کرنی تھیں غالباً اب وہ وقت آ گیا تھا جب مجھے اس سے مدد لینا ہی پڑے گی۔ یہ فاصلے طے کرتے ہوئے میں یہی فیصلہ کر رہا تھا کہ راجہ سبحان سے تعارف تو ہو ہی چکا تھا۔ باقی یہ دیکھنا تھا کہ آگے اس کی کیا کیفیت رہتی ہے۔ ایک احساس اور بھی دل میں تھا۔ وہ یہ کہ کہیں راجہ

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سجان پر ظاہر ہو کر میں الجھنوں کا شکار نہ ہو جاؤں۔ بہرحال اسی درمیان مہابت خان کی حویلی آگئی اور میں جیپ اس میں لئے چلا گیا۔ دوسری جیپ تیار کھڑی ہوئی تھی۔ گوہر جہاں اور خانم گل چراغ جیپ میں بیٹھ چکی تھیں اور شاید ڈرائیور کا انتظار کر رہی تھیں جسے انہوں نے کسی کام سے اندر بھیجا تھا۔ مجھے دیکھ کر گوہر جہاں جلدی سے گاڑی سے اتر آئی۔

"ہیلو ڈیئر شاہ۔ کہاں رہ گئے تھے بھئی' کل سے پریشان کیا ہوا ہے ہم لوگوں کو تم نے۔"

"کیوں خیریت' کوئی خاص بات ہو گئی؟"

"تمہارا بغیر اطلاع کے گھر سے گم ہو جانا خاص بات نہیں ہے کیا؟"

"اوہو' اگر ایسی بات ہے تب تو مجھے معافی مانگنی چاہئے دراصل یہاں کچھ ایسے دوست مل گئے جو پرانے شناسا تھے' اس طرح پیچھے پڑ گئے کہ مجھے ان کے ساتھ رکنا پڑا۔ اور ہو سکتا ہے آئندہ بھی مجھے ان کے ساتھ کچھ وقت گزارنا پڑے۔"

"کوئی حرج نہیں ہے بیٹے' دوست تو ہوتے ہی ہیں اور انسان انہیں نظرانداز نہیں کر سکتا۔ بس ذرا تشویش بھی تھی کہ کہہ کر نہیں گئے تھے تم ورنہ ہمارا تم پر اختیار تو نہیں ہے۔" خانم گل چراغ نے کہا۔

"نہیں مادر مہربان میں شرمندہ ہوں۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ جاؤ آرام کرو' ہم دونوں ذرا کام سے جا رہے ہیں۔ اس وقت تمہیں مہابت خان اور اس کی بیوی بھی نہیں ملیں گے۔ وہ دونوں صبح ہی سے گئے ہوئے ہیں۔ مگر ہماری واپسی میں بہت زیادہ وقت نہیں لگے گا ایک ضروری کام ہے بس اس لئے جا رہے ہیں۔ اتنی دیر میں ڈرائیور اندر سے واپس آگیا تھا۔ گوہر جہاں نے کہا۔

"ملازمین تمہارا پورا پورا خیال رکھیں گے۔ جس شے کی ضرورت ہو حاصل کر لینا اور ہاں غسل وغیرہ کر کے شیو بناؤ' کیا حلیہ بنا رکھا ہے۔"

"جی بہتر۔"

"جاؤ' محسوس نہ کرنا خدا حافظ۔" گوہر جہاں جیپ میں بیٹھ گئیں اور ڈرائیور نے جیپ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ میں شانے ہلاتا ہوا اندر داخل ہو گیا تھا۔ اندر قدم رکھا ہی تھا کہ نوشاد کا خیال آگیا۔ ایک لمحے کے لئے پاؤں ٹھٹکے اور پھر اپنی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔

رات بھر کی تھکن سوار تھی ذہن پر' نیند تو خیر بالکل نہیں آرہی تھی۔ لیکن اگر ٹھنڈے پانی سے غسل کر لیا جائے تو یہ ساری تھکن دور ہو جائے گی۔ اس خیال کے تحت کمرے میں داخل ہوتے ہی باتھ روم کا رخ کیا۔ بیرونی دروازہ بند کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ باتھ روم پہنچنے کے بعد میں نے شیو بنائی اور پھر نیا لباس نکال کر دوبارہ باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ اور دروازہ اندر سے بند کر کے غسل کرنے لگا۔ بلاشبہ ٹھنڈا پانی ایک بیش بہا نعمت ہے۔ اس کی پھوار کے نیچے بیٹھا میں گزرے ہوئے واقعات پر غور کرتا رہا۔ بڑی تبدیلیاں ہو گئی تھیں مجھ میں اور اس کا اہم ذریعہ فریدہ تھی۔ عورت بھی کیا چیز ہوتی ہے۔ زندگی کا رخ ہی تبدیل کر دیتی ہے۔ بڑے بڑے سرکشوں کو رام کر لیتی ہے۔ حالانکہ دیکھنے میں وہ ایک معصوم اور بے ضرر سی شے ہے۔ فریدہ کی کیفیت نگاہوں کے سامنے تھی۔ اس قدر خدمت گزار اور باوفا عورت لیکن سچی بات ہے۔ مجھ سے دور رہ کر بھی وہ مجھ پر اثرانداز رہتی تھی۔ ورنہ جہانگیر جمال شاہ اور یوں منہ پر ٹیپ چپکائے رہیں۔ بھیڑیا بھیڑ کا شکار نہ کرے؟ بالکل انوکھی بات تھی لیکن سچ تھی۔ نجانے کتنی دیر مختلف خیالات میں ڈوبا رہا۔ یہ لوگ خوب تھے جنہوں نے مجھے رسوں میں کس لیا تھا۔ ورنہ کس کی مجال تھی کہ مجھ پر قابو پا سکے شہباز احمد صاحب تھے آفتاب کمال تھے خود والد بزرگوار تھے۔ یعنی تیمور جمال شاہ صاحب' والدہ' بھائی' بہنیں۔ کیا زندگی ہوتی ہے انسان کی بھی' تجزیہ کیا جائے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کون سی زندگی کو مکمل کہا جا سکتا ہے۔ وہ جو ابتداء سے اپنی پسند سے بسر ہو۔ یا وہ جو خود بخود اپنے ہاتھوں اور پیروں میں زنجیریں ڈال لینے سے پیدا ہو جاتی ہے۔ نجانے کون سی زندگی ان میں بہتر ہے؟ پھر جب پانی جسم پر ٹھنڈا ہو گیا اور ہلکی سی سردی کا احساس ہوا تو اٹھ کر لباس تبدیل کیا۔ بال وغیرہ سنوارے اور سچی بات یہ ہے کہ تھکن کا نام و نشان بھی نہیں رہا۔ یہ سوچ کر باہر نکلا کہ کسی ملازم سے کافی منگواؤں گا لیکن غسل خانے سے باہر قدم رکھتے ہی ٹھٹک گیا۔ سامنے سفید لباس میں ملبوس حسن و جمال کی ایک عورت موجود تھی۔ جس کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی اور آنکھوں میں غمناک کیفیت تھی نوشاد کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔ گھر کے باقی افراد تو جا ہی چکے تھے اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے بدن کو

جھٹکا سا لگا پھر سنبھل گیا۔ مسکرایا تو نوشاد نے نہایت نرم لہجے میں سلام کیا' سلام کا جواب دے کر اس کے قریب آگیا۔

"آپ کتنی دیر سے یہاں ہیں؟"

"بہت دیر ہو گئی۔"

"دروازے پر دستک دے دیتیں۔"

"مناسب نہیں تھا۔"

"کہئے خیریت سے تو ہیں آپ؟"

"ہاں اس وقت اس کے چہرے پر وہ تیکھا پن نہیں تھا جو پہلے دیکھا گیا تھا۔ یعنی اس وقت جب وہ مجھے ملی تھی۔ اور اس نے مجھے دھمکیاں دی تھیں۔ میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو اس نے پلکیں نہیں جھپکائیں بلکہ عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگی اور دوسرے لمحے میرے ذہن میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔ بہت خوبصورت آنکھیں تھیں نوشاد کی اور ان آنکھوں میں اکاوٹ کا انداز پایا جاتا تھا۔ غالباً وہ رازل شاہ کے تصور میں کھو گئی تھی اور اس وقت چشم تصور سے مجھے رازل شاہ ہی کی صورت میں دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ اس طرح چونکی جیسے کوئی خواب دیکھتے دیکھتے جاگ گئی ہو۔ اس کی آنکھوں کے روشن چراغ ایک دم بجھ گئے تھے اور اس نے مجھ پر سے نگاہیں ہٹا لی تھیں۔ میں اس سے کچھ فاصلے پر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس بار جب اس نے مجھے دیکھا تو اس کے دیکھنے کا انداز مختلف تھا۔ کہنے لگی۔

"بڑے خان' ریٹا بھابی کے ساتھ گئے ہوئے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے؟"

"ہاں' مس نوشاد۔"

"خانم گل چراغ اور بڑی آپا بھی گئی ہوئی ہیں۔ یہ بھی معلوم ہے آپ کو؟"

"جی معلوم ہے۔ میری ان سے باہر ملاقات ہوئی تھی۔ جلد آنے کے لئے کہہ گئی ہیں۔"

"آپ کے آنے کی اطلاع ملتے ہی میں آپ کے کمرے میں آگئی تھی اسی وقت سے یہاں بیٹھی ہوئی ہوں۔"

"سوری' آپ کو انتظار کرنا پڑا میرا' کوئی کام ہے مجھ سے۔"

"ہاں۔" وہ بولی۔

"خلوص دل سے تسلیم کرتا ہوں' بتائیے۔"

"میں نے آپ سے بہت بدتمیزی کی تھی۔ جمال شاہ صاحب آپ نے کسی سے شکایت نہیں کی میری؟"

"شکایت!"

"ہاں' حالانکہ میں نے آپ کو دھمکیاں بھی دی تھیں۔"

"آپ کو یاد ہے؟"

"کیوں نہیں...؟"

"مجھے یاد نہیں ہے۔"

"گویا آپ نے میری دھمکیوں کو مذاق سمجھا تھا؟"

"مذاق نہیں' بس ایک جذباتی کیفیت پیدا ہو گئی تھی آپ کے اندر' ورنہ تھوڑا سا انسان شناس میں بھی ہوں۔ آپ نے جو کچھ بھی کہا تھا آپ اس قسم کی خاتون نہیں ہیں۔"

"نہیں جہانگیر جمال شاہ صاحب' میں ایسی ہی ہوں۔ پستول اور رائفل چلانا میرے لئے کھیل ہے۔ اور آپ یقین کریں میں بہت اچھا نشانہ رکھتی ہوں۔"

"اس وقت آپ کے پاس پستول تو نہیں ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں' بلکہ شرمندگی ہے' افسوس ہے اپنے ان الفاظ پر جو میں نے آپ سے کہے' آپ کی اعلیٰ ظرفی نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں آپ سے معافی مانگوں۔"

"اگر آپ نے اعلیٰ ظرف کہہ ہی دیا ہے مجھے تو چلئے معاف کیا۔ اور کوئی خاص بات۔"

"خاص بات تو ابھی باقی ہے۔ یہ ایسے ہی معافی تلافی تو نہیں ہو سکتی۔ مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔ شاہ صاحب۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ آپ کے ذہن میں جو کچھ بھی ہے بے دھڑک فرمائیے میں آپ کی ہر بات سننے کے لئے تیار ہوں۔"

"سچے دل سے ایک بات بتائیں گے مجھے؟"

"آپ میرے دل کی سچائی کو قبول کر لیں گی؟"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"تو پھر سچے دل سے ہر بات بتاؤں گا آپ کو۔ جو آپ پوچھنا چاہیں گی۔"

"آپ مجھے پاگل سمجھتے ہیں؟"

میں نے چونک کر اسے دیکھا چند لمحات دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

"نہیں۔"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اور یہ بات آپ سچے دل سے کہہ رہے ہیں؟"

"ہاں"

"تو آپ یقین کر لیجئے میں پاگل نہیں ہوں حالانکہ اب میرے بارے میں لوگوں کا یہی خیال ہے کہ لوگ مجھے پاگل ہی سمجھتے ہیں۔ مجھ سے اظہار افسوس کرتے ہیں۔ میرے لئے غمزدہ ہیں بڑے خان، چچی جان گوہر جہاں آپا یہ سب مجھے افسوس بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور ان کے لئے ان کے دل میں میرے لئے دکھ بھرا ہوا ہے۔ حالانکہ میں ایسی نہیں ہوں آپ خود سوچ لیجئے کسی سے اگر کسی کی زندگی بھر کی کمائی چھن جائے تو کیا وہ خوشی سے قہقہے لگا سکتا ہے؟"

"ہرگز نہیں۔"

"میری خوشیاں بھی کھو گئی ہیں میرا دل بھی غم کی دلدل میں پھنس گیا ہے۔ آپ مجھے بتایئے کیا اس کے بعد مجھے ایک خوش و خرم انسان کی حیثیت سے دیکھا جا سکتا ہے۔ کیا آہوں اور آنسوؤں کے سوا میرے پاس کچھ اور بچ سکتا۔ میرے ماں باپ مر گئے میں نے ہوش و حواس کے عالم میں انہیں خود سے جدا ہوتے دیکھا۔ میری زندگی کا ایک محور بنا دیا گیا تھا مجھے احساس دلا دیا گیا تھا کہ میری بقیہ زندگی کے لئے ایک ایسی شخصیت موجود ہے جو خلوص دل کے ساتھ مجھے زندگی کے سفر پر آخری دم تک لے جائے گی اور اچانک مجھ سے کہہ دیا جائے کہ وہ اب اس کائنات میں نہیں ہے وہ بھی جا چکا ہے تو کیا اس کے بعد میری خوشیاں قائم رہ سکتی ہیں؟ میں جینے کے بارے میں سوچ سکتی ہوں؟ اس کی لاش لائی گئی مجھ سے کہا گیا کہ یہ رازل شاہ ہے لیکن میں نے تسلیم نہیں کیا۔ کیا آپ یقین کریں گے میری بات پر مجھے پاگل سمجھے بغیر۔ بتایئے جو کچھ میں کہوں گی اس پر یقین کریں گے آپ؟"

"کیوں نہیں۔ مس نوشاد۔" میں نے کسی قدر افسردگی سے کہا۔ اس کے الفاظ نے مجھے غمزدہ کر دیا تھا۔

"تو آپ یقین کیجئے خدا کے لئے آپ یقین کر لیجئے اس بات پر کہ میرا دل مجھے کبھی دھوکا نہیں دیتا۔ میں اپنی زندگی کے لاتعداد فیصلے اپنے دل کی آواز سے کرتی ہوں حالانکہ سمجھداروں کا کہنا ہے کہ دل سے نہیں دماغ سے سوچنا چاہئے لیکن اگر کسی کے دل نے کبھی اس کی کھلی سوچ میں دھوکہ نہ دیا ہو تو وہ اس پر اعتبار کیوں نہ کرے میرا دل میرا صحیح راہنما ہے اور یہ بھی میرے دل ہی نے کہا ہے مجھ سے کہ میں آپ سے معافی مانگوں آپ برے انسان نہیں ہیں آپ میری مشکل کا حل دریافت کریں گے۔ آپ میرے درد کا درماں تلاش کر دیں گے۔ دل کی اس آواز سے میں چونک پڑی اور اس وقت سے میں اس تاک میں تھی کہ میری آپ سے ملاقات ہو اور میں آپ سے اپنا غم کہہ سناؤں میں نے اپنا دل کھول کر آپ کے سامنے رکھ دیا ہے اگر ممکن ہو سکے تو انسانیت کے نام پر اللہ کے نام پر ہمارے لئے کچھ کریں، ہماری مدد کریں ہماری مدد کریں۔" اس کی آواز رندھ گئی اور آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے کہا۔

"لیکن مس نوشاد آپ کو رازل شاہ کی زندگی پر کیوں یقین ہے؟ صرف دل کی آواز پر تو سب کچھ نہیں ہو جاتا۔"

"دل اس کی زندگی کی خبر دیتا ہے مگر میں اسے کہاں اور کیسے تلاش کروں؟"

"آپ پر یہاں کوئی پابندی ہے؟"

"پابندی؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"کوئی سختی کرتا ہے آپ پر؟"

"آہ نہیں، بالکل نہیں۔"

"آپ باہر آتی جاتی ہیں؟"

"کہاں جاؤں بس دل سے باتیں کرتی رہتی ہوں یہی میرا رازدار ہے، یہی رہنما۔ اچھا۔ خدا حافظ۔" وہ چلی گئی میں کچھ الجھ گیا تھا۔

شام تک کہیں نہ گیا۔ ویسے بھی آرام کرنے کا ارادہ تھا کیونکہ تھکن ہو گئی تھی۔ وہ لوگ آ گئے تھے اور رات کا کھانا میں نے ان کے ساتھ ہی کھایا تھا پھر آرام کرنے کے لئے اپنے کمرے میں آ گیا۔ رات کے ساڑھے بارہ بجے تھے میں آنکھیں بند کئے سونے کی کوشش کر رہا تھا کہ دروازے پر ہلکی سی آہٹ ہوئی۔ ذہن نوشاد کی طرف گیا تھا تھوڑی سی الجھن بھی ہوئی نوشاد کا دکھ اپنی جگہ لیکن اس کا اس طرح بے دھڑک میرے پاس چلے آنا بے حد خطرناک تھا۔ پوزیشن بھی ایسی تھی وہ نوجوان تھی، خوبصورت تھی، اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ رازل شاہ سے منسوب تھی اور نیم دیوانگی کی کیفیت کا شکار تصور کی جاتی تھی رازل شاہ کے لئے اور میں رازل شاہ کا ہمشکل تھا اور ایسی صورت میں یہ سب کچھ بے حد خطرناک تھا کوئی دیکھ کر یہ اندازہ بھی

لگا سکتا تھا کہ ہو سکتا ہے میں اپنی شکل و صورت کی بنیاد پر اس نوجوان لڑکی کو بھٹکانے میں مصروف ہوں بہرحال دروازہ تو کھولنا ہی تھا میں نے اسے اندر سے بند کر رکھا تھا لیکن اس وقت مجھے پھر چونکنا پڑا جب دروازہ کھل گیا اور دروازے سے داخل ہونے والی شخصیت میرے سامنے آ گئی۔ یہ نوشاد نہیں ریٹا تھی۔ ریٹا کو دیکھ کر ایک لمحے کے لئے میرے بدن میں شدید سنسنی سی دوڑ گئی۔

شب خوابی کا لباس پہنے ہوئے تھی، بدن سے خوشبوؤں کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں، ہونٹوں پر لگاوٹ بھری مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں جیسے بجلیاں تڑپ رہی تھیں۔ یہ سنہری آنکھیں ہی تو سب سے خطرناک تھیں۔ میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور اس نے پلٹ کر دروازہ بند کیا اور اسے لاک کر دیا۔ میرے چہرے پر شدید حیرت کے آثار تھے۔

"ہیلو" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو۔ محترمہ ریٹا آپ؟"

"حیرت ہوئی نا مجھے دیکھ کر۔" اس نے نغمہ بار آواز میں کہا۔

وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھی حالانکہ کمرے میں دوسری نشستیں بھی پڑی ہوئی تھیں لیکن وہ میری مسہری کی جانب بڑھ گئی۔ جوتے اتار کر لاپرواہی سے ایک طرف اچھالے اور پھر مسہری پر چڑھ کر نیم دراز ہو گئی۔ میری آنکھیں بغور اس کا جائزہ لے رہی تھیں اس میں کوئی شک نہیں کہ خوبصورت عورت تھی اور شاید اپنے ایک ایک نقش سے پوری طرح واقف بھی کیوں نہ ہوتی دختر یورپ تھی اور وہاں کی عورتیں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اپنے آپ سے روشناس ہوتی ہیں اور یہ جانتی ہیں کہ دوسروں کو کون کون سے گر استعمال کر کے مسحور کیا جا سکتا ہے اس وقت بھی اس کا انداز بڑا ہیجان خیز تھا لیکن سامنے بھی ایک تجربہ کار کھلاڑی موجود تھا جس نے بقول شخصے یورپ کی عورت کو سر سے پاؤں تک کھنگال ڈالا تھا۔ تاہم بہت زیادہ مہارت کا مظاہرہ کرنا اس وقت مناسب نہیں تھا میں نے چہرے پر کسی قدر بوکھلاہٹ کے آثار پیدا کئے وہ بستر پر نیم دراز ہو کر بولی۔

"میں نے جو کچھ کہا تھا وہ ایک سچ تو تھا لیکن بعض سچ اپنی موت مر جاتے ہیں جب کہ مدمقابل تم جیسا پرکشش نوجوان ہو۔ اعتراض تھا تو مجھے بس اتنا سا تھا کہ اس وقت میرا شوہر میرے سامنے تھا اگر میں کمرے میں تنہا ہوتی اور تم بند دروازہ کھول کر اندر آ جاتے تو شاید تمہاری شخصیت کو نگاہوں میں رکھتے ہوئے مجھے اعتراض نہ ہوتا۔ تم کیا سمجھے ہو۔ مرد عورت ایک ہی جسم کے دو حصے ہیں اور جس قدر مرد عورت سے متاثر ہوتا ہے کیا عورت اس سے متاثر نہیں ہوتی، تم تو جس وقت سے یہاں آئے ہو مجھے اپنے خوابوں میں گم کر دیا ہے تم نے۔"

"لیکن میڈم ریٹا۔"

"صرف ریٹا اس وقت میڈم یا محترمہ بالکل ہی نہیں چلے گا مجھے۔"

"جی" میں نے آہستہ سے کہا۔ اس وقت مجھے ایک ایسے احمق نوجوان کا کردار ادا کرنا تھا جو عورت کو دیکھ کر حواس باختہ ہو جاتا ہے اور میں اسی عمل سے ریٹا کے دل کے دروازے کھول سکتا تھا۔

میں خاموش بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔ وہ بولی "میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔"

"کیا؟"

"کون ہو تم کیا کرتے رہے ہو آج تک اتنے عرصے کہاں تھے، اس خاندان سے، میرا مطلب ہے اس خاندان کے ایک فرد سے اس قدر مشابہت کیوں رکھتے ہو؟" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

"آپ یقین کیجئے ریٹا اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"مجھے تو کچھ اور ہی لگتا ہے۔" وہ بولی۔

"کیا؟"

"تم نے کسی خاص مقصد کے تحت رازل شاہ کا میک اپ کیا ہے چہرے پر۔"

"میک اپ؟"

"ہاں"

"میں نہیں جانتا کہ میک اپ کیسے کیا جاتا ہے۔"

"بہت معصوم بن رہے ہو لیکن تمہارے مقابل میں ہوں مجھے اپنی اصل صورت دکھا دو۔"

"میں حیرت کے اظہار کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہوں ریٹا۔"

"میں اپنی تسلی کرنا چاہوں تو؟"

"م میں ... میں سمجھا نہیں۔" میں نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ کہا۔ اچانک وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی میرے نزدیک پہنچ گئی۔ میں نے گھبرانے کی اداکاری کی تو وہ کہنے لگی۔

"نہیں اس وقت تم مجھے اپنا مفتوح سمجھو۔ میں فتح

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہو گئی ہوں تمہارے ہاتھوں' بس ایک عمل کرنا چاہتی ہوں' اپنی تسکین کے لئے۔"

"کک کیا عمل؟" میں نے کہا اور اس نے اپنے لباس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹی سی نیلے رنگ کی شیشی نکال لی۔ بہت چھوٹی سی شیشی تھی جو اس کے لباس میں نمایاں نہیں ہوتی تھی اور اس پر ایک ننھا سا اسپرے لگا ہوا تھا۔ اس نے شیشی میرے چہرے کے نزدیک کر کے کہا۔

"آنکھیں بند کر لو۔" میں نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں حالانکہ صورت حال میں سمجھ گیا تھا اور صورت حال کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ ہی میرے دل میں ریٹا کے خلاف شبہات پختہ ہو گئے تھے۔ ٹھنڈا ٹھنڈا محلول میرے چہرے پر پڑا اور اس کی بو سے میں نے فوراً پہچان لیا وہ ایک خاص قسم کا اسپرے تھا جو بڑا سے بڑا میک اپ کو چہرے سے اکھاڑ دیتا ہے اس نے یہ میرا میک اپ میرے گردن کے آخری حصے تک تلاش کیا۔ اسپرے کرنے کے بعد اس نے شیشی واپس اپنے گریبان میں رکھ لی اور بولی۔

"اب آنکھیں کھول دو۔"

"کیا کوئی جادو کا تماشہ دکھانا چاہتی ہو تم؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں اور اسے حقیقت کا جادو کہتے ہیں۔" وہ بولی اور اس کے بعد باتھ روم کی جانب چل پڑی۔ باتھ روم سے وہ ایک تولیہ نکال کر لائی تھی۔ میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا جو کچھ وہ کر رہی ہے اپنی دانست میں... بڑی ذہانت کا کام کر رہی ہے لیکن احمق ہے بالکل احمق' کچھ نہیں ملے گا اسے البتہ اس نے اپنے خلاف کچھ اور ثبوت مہیا کر دیئے تھے یعنی وہ اس قسم کی عورت ہے کہ اس کے پاس میک اپ تلاش کرنے کا محلول تک موجود ہے کوئی منصوبہ پروان چڑھ رہا ہے اور ہو سکتا ہے اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی موجود ہوں۔ یہاں بہت سے غیر ملکی تھے جو ریٹا کے ساتھی بھی ہو سکتے تھے معلومات کرنا پڑیں گی اس کے بارے میں۔ اس گھرانے کے بارے میں۔ میں پہلے ہی تجسس کا شکار تھا اور مجھے یہ احساس تھا کہ یہاں کوئی ایسا عمل ہو رہا ہے جو پر اسرار ہے اور یقینی طور پر اس پر کوئی رد عمل بھی ہو گا۔ ریٹا کی شخصیت مجھے پہلے بھی پر اسرار نظر آئی تھی اور اب وہ مزید پر اسرار ہو گئی تھی چنانچہ اس عورت کو ذرا مختلف انداز میں دیکھنا ہو گا... وہ میرے قریب پہنچی اور اس نے تولیہ سے رگڑ رگڑ کر میرا چہرہ صاف کرنا چاہا' بے شک چہرہ صاف ہو گیا لیکن خدوخال میں کوئی تبدیلی کیسے ہوتی۔ تب اس کے چہرے پر حیرت کے نقوش پھیل گئے۔ وہ میرے بالکل قریب تھی اور میرے اس کے درمیان ایک فٹ سے زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔ اس کی گرم سانسیں میرے چہرے سے ٹکرا رہی تھیں اس نے حیرانی سے کہا۔

"ناممکن نہیں کہہ سکتی اب ناممکن نہیں کہہ سکتی' حقیقتاً" تم رازل شاہ کا دوسرا روپ ہو۔"

"تمہیں اس پر شبہ کیسے ہوا؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"جانے دو ڈیئر جانے دو اب تو اور بھی ضروری ہو گیا ہے کہ میں تمہارے بارے میں تم سے معلوم کروں۔"

"کیا اسی طرح رات گزارنے کا ارادہ ہے آج۔" میں نے سوال کیا۔

"نہیں" اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"تو پھر یہ ساری باتیں کیوں ہو رہی ہیں؟"

"ان ساری باتوں کا ایک پس منظر ہے۔"

"جان سکتا ہوں۔"

"ابھی نہیں۔"

"پھر"

"تمہیں اپنے بارے میں بتانا ہو گا۔"

"جہانگیر جمال شاہ ہے میرا نام۔ میرا باپ دارالحکومت میں ایک اچھا سرکاری عہدیدار ہے۔ گھر سے خوشحال ہوں' سیر و سیاحت پسند کرتا ہوں۔ بھوری لومڑیوں کے شکار کے لئے اس سمت آ نکلا تھا اور اس کے بعد کی صورت حال تمہارے علم میں ہے۔"

"تعلیم کتنی حاصل کی ہے؟"

"جتنی اپنے وطن میں حاصل کر سکتا تھا۔"

"ملک سے باہر کیوں نہیں گئے؟"

"بس کوئی ذریعہ نہیں بن سکا۔"

"جانا پسند کرو گے؟"

"دنیا دیکھنے کا شوق کسے نہیں ہوتا؟"

"ہوں لیکن اپنے شوق کی تکمیل کے لئے انسان کو جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔"

"ہاں مانتا ہوں اس طرف زیادہ غور نہیں کیا جب نکل جانا چاہوں گا تو کوشش کر کے نکل جاؤں گا۔"

"عیش و عشرت کے لئے بنیادی چیز دولت ہوتی ہے اس سے انکار کرتے ہو؟"

"نہیں"

"باپ کی دولت اس قدر ہے کہ دنیا دیکھ سکو؟"

"نہیں"

"تو پھر خود دولت کیوں نہیں حاصل کرتے؟"

"کوشش کروں گا ارادہ ہے۔"

"کس طرح؟"

"کوئی کام دھندا ہی کیا جا سکتا ہے۔"

"احمق کرتے ہیں۔"

"کیا مطلب۔"

"دولت کے لئے گدھوں کی طرح کام کرنا احمقوں کا کام ہے۔ وہ جو روشن ذہن ہوتے ہیں روشن دماغ ہوتے ہیں ایسے کہاں بیٹھے ہوتے ہیں۔ اٹھو یہاں سے۔ اس نے اچانک ہی میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے بستر کی جانب گھسیٹنے لگی۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ گھسٹتا ہوا بستر تک پہنچ گیا تھا۔ وہ بے سدھ سی ہو کر نیچے گر پڑی اور اس نے زور سے مجھے جھٹکا دے کر اپنے ساتھ گرا لیا۔ ایک ایک انداز' ایک ایک لمحہ سمجھ میں آ رہا تھا اور میں خوب سمجھ رہا تھا فیصلہ بھی کر چکا تھا کہ کیا کرنا چاہئے بس ذرا افریدہ سے دل ہی دل میں معذرت کرنا پڑی تھی بعض اوقات ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ انسان انتہائی دیانتداری دل میں رکھتے ہوئے بھی دیانتدارانہ عمل نہیں کر سکتا۔ اس عورت کو جاننا ضروری تھا تاکہ اس گھر کے معاملات نگاہوں کے سامنے آ سکیں۔ اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ وہ میری توقع سے کہیں دور کی چیز ہے۔ میں نے جب کوئی تعرض نہ کیا تو اس نے ایک قدم آگے بڑھایا اور اپنا سر میری آغوش میں رکھ کر گھنگنے لگی۔

"تو بات ہو رہی تھی دولت کمانے کی۔ تمہارے چہرے کا رنگ کیوں اڑا ہوا ہے؟"

میں نے سنجیدگی سے کہا "ریٹا اس گھر میں دوسرے لوگ بھی رہتے ہیں؟"

"ہاں چند احمق رہتے ہیں اس گھر میں عظیم الشان احمق۔"

"احمق؟"

"بالکل احمق"

"مہابت خان صاحب"

"وہ ایک نشے باز شخص ہے' دیکھنے میں گینڈا نظر آتا ہے لیکن اندر سے کھوکھلا ہو چکا ہے۔ نشے نے اسے کسی کام کا نہیں چھوڑا۔"

"ہاں میں تو حیران رہ گیا تھا۔ نشے کا یہ تصور میرے لئے بڑا انوکھا اور عجیب تھا۔"

"چھوڑو کس کی باتیں کر رہے ہو؟ گہری نیند سو رہا ہے اس طرح کہ اگر اسے اٹھا کر غسل خانے میں ڈال دیا جائے تو صبح ہی کو اسے ہوش آئے گا۔"

"مگر خانم گل چراغ؟"

"بوڑھی عورت پر سکون نیند سو رہی ہے مگر اس کا دروازہ باہر سے بند ہے اور تسلی چاہتے ہو تو گوہر جہاں اور وہ دیوانی لڑکی سب کے دروازے باہر سے بند ہیں انہیں باہر آنے کے لئے دروازے کھلوانا پڑیں گے۔ ملازمین سب اپنے اپنے کوارٹرز میں ہیں۔ تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔ کیا میں احمق ہوں؟"

"یہ... یہ دروازے تم نے بند کئے ہیں؟"

"ہاں"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ میں تمہارے پاس آ رہی تھی۔"

"اوہ۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس وقت مجھے پارسائی کا اظہار کر کے اسے پسپائی سے نہیں اتارنا تھا میرے ہاتھ گردش کرنے لگے اور اس کے چہرے پر آسودہ مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی۔

"احمقوں کی اس سرزمین پر درحقیقت چندی افراد ایسے ملے ہیں مجھے جو صورت حال کی نزاکت کو سمجھتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرنے کو تیار ہیں۔ یوں لگتا ہے میں نے تمہارے انتخاب میں غلطی نہیں کی۔"

"بات کچھ آگے سمجھ میں آئے تو میں یہ فیصلہ کروں کہ میں کون سے پائے کا احمق ہوں۔"

"نہیں تم احمق نہیں ہو۔ میں میں تمہارے بارے میں کافی رپورٹ رکھتی ہوں۔"

"رپورٹ" میں نے چونک کر کہا۔

"جانے دو ان باتوں کو۔ ان کے لئے تو ابھی بہت سے لمحات پڑے ہوئے ہیں۔ میں تمہارے ذریعے بہت کچھ کرنا چاہتی ہوں اور چونکہ تم میں ایک یہ خاص خوبی ہے کہ تم رازل شاہ کے ہمشکل ہو' اس انداز میں تم وہ سب کچھ کر سکتے ہو جو میں چاہتی ہوں اچانک ہی تمہیں دیکھ کر میرے نظریئے میں کچھ تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں اور سنو میرا نام ریٹا ہے۔ میں بہت سی خوبیوں کی مالک بھی ہوں' دوستوں کے لئے زندگی لٹانے والی اور دشمنوں کی زندگیاں لوٹ لینے والی۔ میری دوستی تمہارے حق میں اس قدر بہتر رہے گی کہ تم زندگی بھر اپنی اس دانائی پر خوشیاں مناتے رہو گے۔ لیکن دشمنی کا تصور بھی نہ کرنا مجھ سے' چونکہ میرے دشمن بہت دیر تک سوچنے کے لئے دنیا میں باقی نہیں رہتے۔"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"کیا ایک عورت بھی اس قدر خطرناک ہو سکتی ہے ؟"

میں نے سوال کیا اور ریٹا قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔
"ہاں ہو سکتی ہے بشرطیکہ اس کی نسوانیت کو کچل دیا جائے۔" میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تو اس نے کہا۔

اب باتیں کرنے کا موڈ نہیں ہے سمجھے! پہلے اپنی قربت کا اظہار کرو اور اس کے بعد ہمارے درمیان بات چیت آگے بڑھے گی اور میں جانتا تھا کہ اس کے بعد مجھے کیا کرنا ہے۔ ہاں ذہن میں فریدہ ضرور آئی تھی جو شکایت آمیز نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی لیکن میں پہلے ہی اس سے معذرت کر چکا تھا۔

◇

یورپ میرے لئے اجنبی نہیں تھا اور جو زندگی میں گزار چکا تھا اس میں یورپ کے مختلف رنگ میری نگاہوں کے سامنے آئے تھے۔ بھلا ریٹا میری قربت سے خوش کیوں نہ ہوتی ؟ ایک فنکار اس کے سامنے تھا ' غیر ملکی لڑکیوں کے مزاج کے بارے میں پوری طرح جاننے والا ' اور ریٹا کے چہرے پر آنے والے رنگ مجھے بتا رہے تھے کہ وہ دل ہی دل میں میرے بارے میں کیسے کیسے فیصلے کر رہی ہے اور یہی فیصلے میرے لئے کار آمد تھے او میں جانتا تھا کہ نقش اول کیا چیز ہوتی ہے ' اگر نقش اول مکمل ہو تو پھر نقش ثانی کی ضرورت پیش نہیں آتی ' کیونکہ وہیں سے ہر کام بننا شروع ہو جاتا ہے اور بہت عرصے کے بعد جب سے فریدہ سے عہد وفا کیا تھا یہ پہلا موقع تھا کہ میں اس عہد کو جھٹلا رہا تھا۔ غرض یہ کہ طویل عرصے کے بعد ایک بار پھر جہانگیر جمال شاہ اپنی اصلیت میں آگیا تھا ' میں کسی قسم کا افسوس تو نہیں رکھتا تھا۔ تاہم نجانے کیوں اخلاقیات ذہن کے گوشوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ بالآخر یہ حسین رات گزر گئی اور ریٹا اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو میرے سلسلے میں بہت زیادہ جذباتی ہو گئی۔ صبح ہونے سے پہلے اس نے کہا۔

" سارے کے سارے احمق بے سدھ سو رہے ہیں اور کسی کو علم نہیں کہ دو افراد کے درمیان کیا رشتے استوار ہو گئے "۔

"ہاں مجھے تعجب ہے .... "۔

" نہیں ------ اس پاگل خانے میں اس قسم کے تعجب کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہاں ہر شخص ایک جینے کا نظریہ رکھتا ہے "۔

" تم بہت عجیب ہو ریٹا ------ "۔

" ابھی تم میرے بارے میں بھلا کیا جانو ------ ؟ "۔

" کیا اب بھی اس بات کا دعوی رکھتی ہو "۔

" ہاں " وہ مسکرا کر بولی۔

" میرا خیال مختلف ہے "۔

" تمہارا خیال کیا ہے ؟ "۔

" میرا خیال یہ ہے کہ تم ایک محبت کرنے والی لڑکی ہو" -------- ریٹا کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے کہا۔

" محبت تو انسان کی فطرت کا ایک حصہ ہے "۔

" ہاں میں کب اس سے انکار کر رہا ہوں اور اس کو مد نظر رکھتے ہوئے میں یہ الفاظ کہہ رہا ہوں "۔

" ہاں اس حد تک تو بالکل درست ہے "

" میرا اندازہ صحیح نکلا نا ؟ "۔

" کیوں نہیں تم بھی مجھے ایک تجربہ کار کھلاڑی معلوم ہوتے ہو "۔ میں ہنس کر خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد ریٹا نے کہا۔

" سنو بات صرف یہیں تک نہیں ' اپنے اطمینان کے لئے میں نے تمہارے ساتھ جو سلوک کیا مجھے یقین ہے کہ اب ان لمحات کے گزرنے کے بعد تم مجھے اس سلوک پر معاف کردو گے "۔

" میرے ذہن میں اس کا کوئی تصور بھی نہیں ہے اور پھر کیا برا سلوک تھا ظاہر ہے تمہیں یہ شبہ ہو سکتا تھا "۔

" تم نے یہ نہیں سوچا کہ میں تمہارے سلسلے میں اتنی زیادہ الجھی ہوئی کیوں ہوں ؟ "۔

" نہیں ریٹا شاید یہ میری ایک کمزوری ہو کہ میں نے یہ بات نہیں سوچی۔ بہت سے ایسے

معاملات ہوتے ہیں جن کا تعلق براہ راست میری ذات سے نہیں ہوتا اور میں ان کے بارے میں سوچتا بھی نہیں ہوں۔ "

"یہ اچھی بات ہے اور میں اسے پسند کرتی ہوں"۔

"شکریہ "۔

"سنو میرے اور تمہارے درمیان جو رشتہ قائم ہو گیا ہے وہ اب ٹوٹنا نہیں چاہئے"۔

"کیا اس کے ٹوٹنے کا کوئی تصور ہے ؟ " میں نے سوال کیا۔

" ہے تو نہیں لیکن ہو سکتا ہے۔ "

"کن حالات میں ؟ "

"اگر تم جذباتی ہو جاؤ۔"

"کس سلسلے میں ؟۔"

"بہت سے سلسلے پیدا ہو سکتے ہیں۔"

" نہیں ریٹا ' اس گھر میں بلا شبہ مجھے ایک معزز شخص کی شکل کے طور پر قبول کیا گیا ہے لیکن گھر والوں نے مجھ سے بہت اچھا سلوک کیا ہے اور اب تم نے...... تم نے تو اس کی تکمیل کر دی ہے۔ "

" اور اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ میرے اور تمہارے درمیان جو رشتہ قائم ہوا ہے وہ انفرادی نوعیت کا ہے تو تم اس سلسلے میں اپنے ہم نسلوں کو ترجیح دو گے یا پھر مجھے ؟۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میں نے کہا تھیں تم نے میری زندگی میں ایک خاص مقام حاصل کر لیا ہے۔"

" دیکھو جہانگیر جمال شاہ بات دراصل یہ ہے کہ میں ذرا مختلف فطرت کی مالک ہوں ' میں دوستی کرتی ہوں تو ٹوٹ کر اور دشمنی کرتی ہوں تو ٹوٹ کر۔"

"یہ تمہاری فطرت کے کھرا ہونے کا ثبوت ہے۔"

"تم اسے پسند کرتے ہو یا ناپسند ؟۔"

"پسند ------- "

" شکریہ۔ تو میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر دل میں کوئی برائی آئے میرے لئے تو سب سے پہلے میری شخصیت ہونی چاہئے جس سے تم اس برائی کا اظہار کر دو۔

" تھوڑے بہت الفاظ تمہیں بتا چکی ہوں۔ وہ ایک نشہ باز انسان ہے اور جو نشے کا عادی ہوتا ہے وہ کبھی بھی پرجوش انسان نہیں ہو گا۔"

"ہوں "۔

"تم تو کوئی نشہ نہیں کرتے"

"آج پہلی بار کیا ہے۔ میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔"

"جھوٹے۔ بالکل جھوٹے "

"کیوں ؟۔"

" جو پہلی بار نشہ کرتے ہیں وہ تم جیسے نہیں ہوتے " ریٹا بولی اور میں ہنسنے لگا۔ ظاہر ہے ریٹا کے الفاظ کی تردید کرنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ اور نا ہی مناسب۔ کچھ دیر کے بعد وہ چلی گئی اور میں باتھ روم کی جانب چل پڑا۔

میرے چاروں ساتھی بلا شبہ اچھی کارکردگی کے مالک تھے اور اس کے بارے میں مجھے تجربات ہوتے جا رہے تھے ' ذرا سی تربیت کی ضرورت تھی۔ اور اس کے بعد یہ لوگ میرے لئے انتہائی کار آمد ثابت ہوں گے۔ ہم مزاج بھی تھے اور مزاج آشنائی ہوتی جا رہی تھی کم از کم یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اب میں اس قسم کی مہمات میں انہیں ساتھ رکھ سکتا ہوں۔ لیکن ایک بات اور بھی ذہن میں آئی۔ وہ ذہنی طور پر صرف مہرے ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہ نہیں کہ کوئی اپنے طور پر بھی فیصلہ کر سکیں اور ویسے بعض اوقات اپنے طور پر فیصلہ کرنے والے نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں۔

راجہ سجان ذہن میں آیا۔ بڑا دلچسپ کردار تھا آج کا دن یونہی ٹامک ٹوئیاں مارتے گزارنا تھا۔ چنانچہ ناشتا کیا۔ ناشتے پر تمام ہی لوگ موجود تھے ' نوشاد بھی تھی ' مہابت خان بھی تھا ' ریٹا معمول کے مطابق اجنبی تھی بڑی پاورفل عورت تھی اپنے چہرے سے کسی قسم کا کوئی اظہار نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔ خانم گل چراغ نے مجھ سے پوچھا۔

" کہو بیٹے ' کیسا وقت گزر رہا ہے ؟ "۔

خانم شاید اتنے عرصے میں یہاں قیام نہ کرتا۔ لیکن آپ لوگوں کی محبت نے مجھے روک لیا ہے۔ پھر کچھ ایسے شناسا بھی مل گئے ہیں جو شکاری ہیں اور میرے معمولات میں دلچسپی لیتے ہیں ان سے [illegible] بھی ہو جاتی ہے۔"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ہم بس اس بات سے خوفزدہ رہتے ہیں کہ کہیں تم فوری طور پر واپسی کا فیصلہ نہ کرلو۔"

"اصولی طور پر تو مجھے آپ پر مسلط نہیں رہنا چاہئے لیکن، لیکن دل نہیں چاہتا یہاں سے جانے کے لئے۔" میں نے ایک نگاہ ریتا پر ڈالی اور ریتا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ہلکی سی لکیر کھنچ گئی۔

"اگر تم جانے کی بات کرو گے تو صحیح بات یہ ہے کہ ہم سب افسردہ ہوجائیں گے۔ حالانکہ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایک اجنبی کتنے وقت تک ہمارا ساتھ دے سکتا ہے۔"

"میں نے آپ سے پہلے بھی عرض کیا تھا خانم گل چراغ! آپ نے غالباً میری بات پر یقین نہیں کیا۔"

"نہیں بیٹے ہم تمہاری فطرت سے اچھی طرح واقف ہیں اور افسوس اسی بات کا ہوتا ہے کہ تم اتنے اچھے انسان بھی ہو۔ اب ذرا غور کرو۔"

"خیر خانم یہ بعد کی باتیں ہیں۔ ابھی میں کون سا جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

"مہابت خان نے کہا۔ اور اگر تم جانے کی باتیں کرو گے تو تمہیں جانے کون دے گا۔"

"جی بڑے خان آپ کے ہر حکم کی تعمیل اس طرح کروں گا جس طرح آپ کا چھوٹا بھائی کرتا تھا۔" میرے الفاظ سے سب ہی افسردہ ہوگئے۔ نوشاد اس سلسلے میں بالکل پتھرائی بیٹھی تھی۔ ویسے بھی عام طور پر اس کا یہی رویہ رہا کرتا تھا۔ "پھر مجھے میری مخصوص گاڑی مل گئی اور اس کے بعد میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ کوئی ایسا اہم کام ذہن میں نہیں تھا۔ حالانکہ مسائل بہت تھے، معمول کے مطابق میں شکار گاہوں کی جانب چل پڑا۔

وہ تین پہاڑیاں وہ تین عظیم الشان پہاڑیاں یہاں موجود نہیں تھیں۔ میں شدت حیرت سے دیوانہ ہوگیا۔ میری آنکھیں ابل پڑ رہی تھیں۔ تین اتنی بڑی پہاڑیوں کا غائب ہوجانا ایک ناممکن کام تھا۔ اوہ --- اوہ میرے خدا۔ اس کا مقصد ہے اس کا مقصد ہے کہ یہ مسئلہ واقعی بے حد پراسرار ہے۔ پوری کی پوری پہاڑیاں غائب ہو گئیں۔ ویسے تو میں نے پہلے بھی اس کا اندازہ لگایا تھا۔ لیکن اب اس وقت یہاں یہ سب دیکھ کر مجھے انتہائی حیرت کا سامنا کرنا پڑا۔

اس جگہ پہنچ کر میں نے پہلے ہی کی طرح بھرپور جائزہ لیا کوئی نشان نہیں تھا کوئی ایسا اثر نہیں تھا جس سے یہ خیال ہو کہ یہاں سے کوئی چیز ہٹائی گئی ہے۔ لیکن یہ چلتی پھرتی پہاڑیاں حیثیت رکھتی ہیں۔ بہت دیر تک اطراف میں چکر لگاتا رہا، دل چاہ رہا تھا کہ یہاں جو کچھ ہے اس کا بھرپور جائزہ لوں لیکن اس وقت سامان ساتھ نہیں تھا۔ دل میں، میں نے سوچا کہ کسی پہاڑی کی کھدائی کرکے اس کا جائزہ لوں گا یا اس کے لئے کوئی اور منصوبہ بناؤں گا۔ لیکن ایک خیال اور بھی دل میں آیا اگر میں ایسا کوئی عمل کر ڈالتا ہوں تو کم از کم ان جگہوں کے دیکھنے والے تو بہت سے ہوں گے ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا عمل کیا گیا ہو جس سے یہاں کے بارے میں اندازہ ہو جاتا ہو۔ اور اس طرح میری شخصیت منظر عام پر آجائے گی۔ چنانچہ اس حد تک تجسس تو مناسب نہیں تھا لیکن اب یہ بات ذہن میں بیٹھ گئی تھی کہ یہ مسئلہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور اگر انہوں نے ایسی کوئی کارروائی کرکے اپنے آپ کو مکمل کرلیا تو اس سے زیادہ دلچسپ بات اور کوئی نہیں ہوسکتی۔ واقعی سوچنے کے لئے تو بہت کچھ تھا۔ یعنی یہ کہ اس قسم کی پہاڑیاں کسی نہ کسی طرح ترتیب دے دی جائیں اور ان کے ذریعے اسمگلنگ ہو۔ واہ کیا شاطرانہ طریقہ تھا۔ انتہائی حد تک عمدہ طریقہ۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی یہ تصور بھی ذہن میں تھا کہ آخر وہ کون لوگ ہیں جو اس سلسلے میں سرفہرست ہیں۔ یہ اصل کام تھا اور اب۔ اب بہت سے ایسے فیصلے کرنے تھے جو اہمیت کے حامل ہوں۔ ایک طرف ریتا کا معاملہ تھا وہ بھی کسی طور پر کم نہیں تھا۔ لیکن کوئی ایسا عمل ابھی تک نہیں ہوسکا تھا جسے میں نہایت موثر اور کارآمد کہہ سکتا اس کے بعد وہاں سے واپس چل پڑا اور پھر تقریباً ڈھائی تین بجے تک یونہی آوارہ گردی کرتا رہا۔ شکاریوں کے ایک کیمپ سے پہنچا ایسی جگہ جہاں کھانے پینے کی اشیاء مل سکتی تھیں۔ وہاں بہت عمدہ قسم کا بھنا ہوا

گوشت خمیری روٹیوں کے ساتھ کھایا اس قسم کے انتظامات جگہ جگہ کئے گئے تھے اور ایسی جگہ کھانے کا لطف ہی دوبالا ہوجاتا تھا۔ چارپائیاں پڑی ہوئی تھیں اور ان پر بیٹھے ہوئے لوگ کھانے میں مصروف تھے۔ میں نے بھی وہیں کھانے سے فراغت حاصل کی۔ دو آدمی دو تین بار مجھے دیکھ چکے تھے۔ مقامی ہی تھے اور اچھی شخصیت کے مالک۔ میں کئی بار محسوس کرچکا تھا کہ وہ میرا جائزہ لے رہے ہیں۔ جب بھی میری نظر ان کی نظر سے ملتی تو وہ نگاہیں ہٹا لیتے تھے۔ مجھے شبہ ہوگیا کہ یہ لوگ کسی طرح میری نگرانی کررہے ہیں۔ باقری اور شمس اس وقت قریب موجود تھے۔ غالباً جوڑی بدل لی تھی انہوں نے۔ میں نے غیر محسوس انداز میں انہیں اشارہ کیا اور انہوں نے آنکھیں بند کرکے گردن ہلا دی۔ مقصد یہ تھا کہ ان لوگوں سے چوکنے رہیں۔ لیکن باقری اور شمس کا مسئلہ درپیش نہ آیا۔ کیونکہ تھوڑی ہی دیر کے بعد جب میں وہاں سے چلا تو وہ لوگ ایک اپنی جیپ میں میرے پیچھے پیچھے چل پڑے اور جب میں ایک سنسان سڑک سے گزر رہا تھا تو انہوں نے اپنی جیپ میرے سامنے لا کر ہاتھ کے اشارے سے مجھے رکنے کے لئے کہا۔ میں نے فوراً ہی پلٹ کر عقب میں دیکھا کچھ فاصلے پر باقری اور شمس آرہے تھے میں مطمئن تھا۔ میں نے گاڑی روک لی اور سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔ وہ دونوں نیچے اتر آئے انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ سیدھے کئے ہوئے تھے جیسے اپنے امن پسند ہونے کا ثبوت دے رہے ہوں۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔ "معاف کیجئے گا ہم بہت دیر سے آپ کا جائزہ لے رہے ہیں"۔

"کیا بات ہے ---- خیریت تو ہے؟"۔

"ہمارا تعلق راجہ سبحان صاحب سے ہے آپ انہیں جانتے ہیں؟"۔

"راجہ سبحان؟"۔

"راجہ سبحان آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ دراصل شعلہ پور کے تمام گیسٹ ہاؤس چیک کرائے گئے اور کسی میں بھی آپ کا وجود نہیں ملا اس کے بعد مختلف ٹولیاں پورے شعلہ پور میں بکھر گئیں کہ آپ کو تلاش کریں۔ اتفاق کی بات ہے کہ ہم نے آپ کو دیکھ لیا۔"

"تم مجھے کیسے پہچانتے ہو"۔ جواب میں ان میں سے ایک نے ایک تصویر نکال کر میرے سامنے کردی یہ تصویر راجہ سبحان کے گھر ہی کی تھی اس میں ڈیل اور مسٹر مارٹن بھی نظر آرہے تھے۔ میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔ وہاں کوئی ایسی کارروائی نہیں ہوئی تھی۔ یہ تصویر یقیناً خفیہ طور پر حاصل کی گئی تھی۔ بہرحال حیرت کی بات تھی لیکن یوں نہیں کہ مجھے راجہ سبحان کے بارے میں بھی تھوڑی بہت تفصیلات بتا دی گئی تھیں۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"ہوں تو اس طرح تم نے مجھے پہچانا؟"

"جی جناب"۔

"راجہ صاحب کیا چاہتے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ سے ملاقات"۔

"شام کو سات بجے وہ آپ سے اپنے گھر میں ملنا چاہتے ہیں۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ ایک دوستانہ پیغام ہے اس کے بارے میں آپ کسی تردد کا شکار نہ ہوں۔"

"راجہ سبحان، ٹھیک ہے آپ انہیں اطلاع دے دیجئے کہ میں شام سات بجے ان کے پاس پہنچوں گا"۔

"بس اتنا ہی کہنا تھا آپ سے"

"ٹھیک ہے کوئی بات نہیں ہے" میں نے جواب دیا اور وہ دونوں اپنی جیپ کی جانب بڑھ گئے۔ پھر جیپ اتنی دور چلی گئی کہ مجھے نظر نہ آئی تو میں نے اپنی گاڑی اسٹارٹ کرکے واپس موڑ دی۔ میں یہ راستہ بھی اختیار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ باقری اور شمس نے بھی اپنی گاڑی واپس موڑ دی تھی لیکن مجھ سے اتنا فاصلہ رکھا تھا کہ کوئی یہ نہ سمجھ سکے کہ وہ میرے پیچھے ہیں۔ راجہ سبحان کی یہ دعوت میرے لئے کسی قدر حیرتناک تھی کیونکہ جس انداز سے میں، میں وہاں سے آیا تھا اس سے تو پتا چلتا تھا کہ راجہ سبحان اب صرف مجھ سے دشمنی کرے گا۔ ہوسکتا ہے اس بلاوے کے پس منظر میں بھی کچھ ہو چنانچہ ہوشیار ہو کر جانا ہوگا ویسے میرا تعاقب

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کیا جارہا تھا مجھے تلاش کیا جارہا تھا اور میں اب تک یہ اندازہ نہیں لگا سکا تھا یہ ذرا غلط بات تھی ۔ آئندہ اس سلسلے میں بھی اپنے ساتھیوں کو محتاط کردوں گا ۔ راجہ سبحان کی دعوت کے بارے میں بہت کچھ سوچنا پڑا پہلے تو میں نے یہی سوچا کہ گھر واپس جاؤں ' تیاریاں کروں اور اس کے بعد راجہ سبحان کی طرف چلوں لیکن اس میں ایک مشکل پیش آسکتی تھی ۔ وہ یہ کہ ہو سکتا ہے کہ وہاں پہنچنے کے بعد کوئی ایسی ذمہ داری میرے شانوں پر آپڑے جس کی وجہ سے راجہ سبحان کے پاس پہنچنے میں وقت ہو یا ہوسکتا ہے کہ میں جا ہی نہ سکوں ۔ اس لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ وہاں جائے بغیر راستے ہی میں کہیں تیاریاں کی جائیں اور اس کے بعد راجہ سبحان کی طرف چلا جائے ۔چنانچہ میں نے ایک گیسٹ ہاؤس کا رخ کیا تھا جہاں میرے ساتھی فروکش تھے ۔ گیسٹ ہاؤس میں مجھے فیروز اور ناصر مل گئے ۔ دونوں موجود تھے گویا میری ڈیوٹی صرف باقری اور شمس انجام دے رہے تھے ۔ چاروں یکجا ہوگئے اور وہی تمام باتیں شروع ہوگئیں جو ان کی فطرت کا ایک حصہ تھیں ۔ انہوں نے اپنی اپنی رپورٹس پیش کیں ۔میں نے وہیں پر تیاریاں کیں اور ساڑھے چھ بجے تک وہیں قیام کیا اس کے بعد میں نے ان لوگوں کو جمع کرکے یہ بتایا کہ میرا تعاقب کس طرح کیا جاتا رہا ہے اور ان لوگوں کو اس کا علم نہیں ہوسکا ۔ انہوں نے آئندہ محتاط رہنے کا وعدہ کیا ۔ میں نے راجہ سبحان کے بارے میں بتایا ۔ ٹرانسیٹر ہمارے پاس موجود تھے ۔ میں نے کہا کہ میں انہیں آن رکھوں گا کیونکہ راجہ سبحان کی رہائش گاہ میں مجھے کوئی خطرہ پیش آسکتا ہے ۔ انہوں نے مجھ سے ہدایات لیں میں نے ان سے یہ کہہ دیا تھا کہ جب تک میں ہدایت نہ دوں کسی کو جسمانی نقصان نہیں پہنچایا جائے ۔ میرا مطلب ہے جانی نقصان باقی زخمی وغیرہ تو کیا جاسکتا ہے مگر اس وقت جبکہ میری زندگی خطرے میں محسوس ہو ۔

" آپ کی زندگی کو مختلف خطرات پیش آسکتے ہیں چیف ۔" باقری نے کہا ۔

" مثلاً " ۔

" کوئی حسین لڑکی " باقری بولا ۔ اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی ان لوگوں سے آہستہ آہستہ بے تکلفی ہوتی جارہی تھی ۔ بہر حال میں نے راجہ سبحان کے گھر کا رخ کیا ۔

" اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ راجہ سبحان اپنے طور پر ایک دلچسپ شخصیت تھا ۔ میں نے اس کے بارے میں بہت سے اندازے قائم کئے تھے اور یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتا تھا کہ وہ ایک خطرناک شخصیت کا مالک ہے ۔ لیکن میرے پاس خاصی بہتر صورتحال تھی یعنی یہ کہ اگر کوئی ایسا ہی موقع آجائے جب راجہ سبحان کو اپنے بارے میں بتانا ضرور ہو تو میں اس سے گریز نہیں کروں گا ۔ بلکہ ان لمحات میں مجھے اس سے مدد بھی لینا تھی ۔ یہ تمام احساسات میرے دل میں تھے ۔ ملازم نے مجھے ایک خوبصورت ڈرائنگ روم میں پہنچا دیا یہ وہ جگہ نہیں تھی جہاں میں پہلی بار مسٹر مارٹن کے ساتھ آیا تھا بلکہ یہ ایک الگ جگہ تھی ۔ خوبصورت اور حسین سازوسامان سے آراستہ جو وہ ڈرائنگ روم میں نے دیکھا تھا جہاں پہلی بار راجہ سبحان سے رابطہ قائم ہوا تھا وہ بھی اپنی مثال آپ تھا ۔ لیکن یہ جگہ اس سے بھی کچھ اچھی تھی اور میں اس میں داخل ہونے کے بعد سکون سے بیٹھ گیا ۔ کچھ دیر کے بعد دروازے کا پردہ ہٹا اور راجہ سبحان ایک قیمتی گاؤن میں ملبوس اندر داخل ہوگیا۔ میں احتراماً اٹھ کھڑا ہوا تھا ۔ اس نے سلخ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور سرد لہجے میں بولا ۔ " ۔

" وہ سب کچھ مت کرو جو تمہارے دل میں نہیں ہے " میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ۔ اس کے ان الفاظ کا مفہوم سمجھتا تھا میں نے آہستہ سے کہا ۔

" راجہ صاحب معاف کیجئے گا ۔ ایک بات آپ سے ضرور کہنا چاہتا ہوں " اس نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا ۔ مگر سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا ۔ گویا میرے آگے بولنے کا منتظر ہو ۔ میں بیٹھ گیا وہ بھی میرے سامنے ایک صوفے پر بیٹھ گیا تھا ۔

" انسان اپنے آپ کو عقل کل نہ سمجھے تو بہتر ہے " ۔

" مطلب " اس کی آواز میں کسی بھیڑیے جیسی غراہٹ تھی ۔

" ابھی آپ نے کہا کہ میں وہ الفاظ ادا نہ کروں جو میرے دل میں نہیں ہیں " ۔

" یہی کہا ۔۔۔۔۔ پھر ؟ " ۔

" آپ کو دلوں تک پہنچنے کا یقین کیوں ہے ؟ " ۔

" مطلب لڑکے ! صرف مطلب ۔ مجھ سے صرف کام کی بات کرو " ۔

" کہیں سے مجھے اختلاف ہے راجہ صاحب آپ یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ دوسرے صرف آپ کے احکامات کی تعمیل کریں گے ؟ " ۔

" آج تک یہی ہوتا آیا ہے " ۔

" اتفاق ہے کہ آپ کو کوئی ایسی شخصیت نہیں ملی جس نے آپ کے احکامات کو کچھ نہ سمجھا ہو " ۔

" تو میری بے عزتی کرنے آیا ہے " ۔

" نہیں ۔ بلکہ آپ کو حقیقتوں سے روشناس کرانے " ۔

" تو حقیقتوں کو کیا جانے ؟ " ۔

" راجہ صاحب انسان جب اس دنیا میں آتا ہے تو بے بس ہوتا ہے اس کے منہ سے صرف رونے کی آوازیں نکل سکتی ہیں ۔ وہ بھوکا ہوتا ہے وہ اپنے لئے پانی تک نہیں مانگ سکتا ۔ ہمیشہ وہ دوسروں کا محتاج ہوتا ہے اور اس کے بعد رفتہ رفتہ اس کی شخصیت تکمیل پاتی ہے ۔ ماحول جو بھی مل جائے آپ ہی میں سے ایک سڑکوں پر بھیک مانگنے والا بنتا ہے اور ایک راج محل میں جا بیٹھتا ہے ۔ آپ مجھے بتایئے اس کی ابتدا کیسے ہوتی ہے ؟ " ۔

" اوہ تو مجھے فلسفہ پڑھانے آیا ہے کیا " ۔

" نہیں یہ زندگی کا فلسفہ ہے راجہ صاحب اگر آپ بنیاد کو تسلیم نہیں کرتے تو اس کا مقصد ہے کہ آپ میں ابھی بہت کمی ہے " ۔

" دیکھ لڑکے میرے بلانے سے تو یہ نہ سمجھنا کہ میں کسی طرح تجھ سے متاثر ہوگیا ہوں " ۔

" یہ بھی آپ کی بھول ہے ۔ خیر چھوڑیئے آپ سے بحث کرنے نہیں آیا ۔ کیوں بلایا ہے آپ نے ؟ " ۔

" تو نے آتے ہی میرا موڈ خراب کردیا ۔ میں ' میں یہ سب کچھ سننے کا عادی نہیں ہوں " ۔

" تو پھر راجہ صاحب آپ کو تو خوش ہونا چاہئے کہ میں آپ کو کچھ نئی باتیں بتارہا ہوں " راجہ سبحان کے ہونٹوں پر ایک معمولی سے مسکراہٹ پیدا ہوئی اور پھر اس کے چہرے کے تاثرات آہستہ آہستہ بدلنے لگے ۔ پھر اس نے کہا ۔

" تو جو کوئی بھی ہے بہت خود سر ہے ۔ ایک سرکش گھوڑے کی مانند ۔ جس کے منہ میں لگام نہیں ڈالی جاسکتی " ۔

" اگر اس بات پر میں بھی ہاں کہوں تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ اپنی تعریف ہوگی ۔ اگر آپ یہ محسوس کرتے ہیں تو میرے لئے خوشی کا مقام ہے " ۔

" اوہ ۔ اوہ میں خود بھی شیروں کی طرح زندگی گزرتا ہوں میں بھی ایک ایسا ہی سرکش گھوڑا رہا ہوں ۔ جو عمر کے اس حصے میں بھی کسی لگام کے زیر اثر نہیں آتا " ۔

" میں جانتا ہوں راجہ صاحب " ۔

" تو پھر ۔ مجھ سے گفتگو کرنے میں ذرا احتیاط کرو " ۔

" احتراماً یا اخلاقاً تو کرسکتا ہوں ۔ اگر آپ حکم دیں گے تو ایسا ممکن نہیں ہوگا" ۔ راجہ سبحان نے آنکھیں بند کرکے صوفے کی پشت سے گردن ٹکادی جیسے وہ اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کررہا ہو ۔ میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا ۔ پھروہ۔ آنکھیں کھول کر سیدھا ہوگیا ۔

" کیا پیئے گا ؟ " ۔

" چائے " میں نے ایک بار پھر بے تکلفی سے جواب دیا اور ایک بار پھر اس کے ہونٹوں پر وہی خفیف سی مسکراہٹ پھیل گئی وہ مجھے دیکھنے لگا پھر بولا ۔

" پہاڑوں میں کیا کر رہا تھا ؟ " ۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"سیر و سیاحت! بتا چکا ہوں"۔

"میں نہیں جانتا"۔

"میں کیا کر سکتا ہوں اس سلسلے میں"۔

"کیا مطلب؟"۔

"مطلب یہ ہے کہ اگر آپ مجھ سے کسی سوال کا جواب مانگتے ہیں اور میں جواب دیتا ہوں اور آپ تسلیم نہیں کرتے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔؟"

"بہت بدتمیز ہے۔ بہت بد تمیز۔ کس ماں باپ نے پرورش کیا ہے تجھے۔"

وہ جو شیروں کی طرح جینا جانتے ہیں۔ اور انہوں نے مجھے یہی ہدایت کی ہے کہ جب تک جیو شیروں کی طرح جیو۔

"اوہ تو' تو یہ سمجھتا ہے کہ وہ چھوٹی سی بات میرا مطلب ہے کہ ان آدمیوں کو مار کر تو نے کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ تو نے مجھ پر بھی حملہ کیا تھا۔ جانتا ہے کہ میں نے تجھے کیوں معاف کردیا۔"

"بتا دیجئے" میں نے لاپرواہی سے کہا

"اس لئے کہ" کہ مجھے بہادر لڑکے پسند ہیں تو دلیر ہے' بے شک تو دلیر ہے"۔

راجہ صاحب یہ ساری باتیں بیکار ہیں آپ مجھے یہ بتایئے کہ آپ نے مجھے کیوں بلایا ہے؟۔

"تجھ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے مجھے تیرا ماضی معلوم کرنا پڑے گا"۔

"اور اگر میں ماضی بتانے سے انکار کردوں تو؟"۔

"تو میرے اور تیرے درمیان بات نہیں بن سکتی"۔

"ٹھیک ہے راجہ صاحب میں انکار کرتا ہوں" میں نے کہا اور اسی وقت دروازہ کھلا اور ایک ملازم چائے کی ٹرے لئے ہوئے اندر آگیا۔ ٹرے میں کچھ اور لوازمات بھی رکھے ہوئے تھے مجھے حیرت ہوئی پہلے ان بھی جب میں پہلی بار آیا تھا اور وہ دو لڑکے اچانک ہی کمرے میں داخل ہو گئے تھے تب بھی راجہ صاحب نے کسی کو نہ کوئی آواز دی تھی نہ گھنٹی بجائی تھی۔ اس کا مقصد ہے کہ کوئی ایسا سسٹم پہلے سے موجود ہے جس کے تحت راجہ صاحب کی خواہشات کا علم باہر والوں کو ہو جا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا ٹرانسمیٹر جس باقاعدہ آپریٹ کیا جاتا ہو۔ پھر مجھے وہ تصویر آگئی جو یہاں کھینچی گئی تھی اور میرے علم نہیں تھی۔ لیکن وہ تصویر مجھے دکھائی گئی تھی اس میں مارٹن اور ڈیل دونوں میرے ساتھ موجود تھے۔ راجہ سبحان خاموش بیٹھے رہے۔ غالباً میرے ان الفاظ نے انہیں پھر چراغ پا کر تھا۔ اور وہ دل ہی دل میں کھول رہے تھے۔ ملازم چائے رکھ کر چلا گیا۔ وہ منتظر تھے کہ میں چائے کی پیالی ان کے سامنے پیش کروں لیکن یہاں بھی میں نے انفرادیت ہی سے کام لیا۔ چائے کی پیالی اٹھائی او صوفے پر جا بیٹھا۔ نے راجہ سبحان کے اندر تلملاہٹ محسوس کی۔ لیکن اس نے منہ سے کچھ نہ کہا اور خامو سے اٹھ کر اپنی چائے کی پیالی اٹھالی۔ چند لمحا وہ سوچتا رہا اور پھر اس نے کہا۔

"بات وہیں سے شروع ہوتی ہے"۔

"کہاں سے؟"۔

"تو مجھے اپنا ماضی بتا۔ جبکہ تو اس لئے تیار نہیں ہے" "اب اس سے زیادہ صا کرنا مناسب نہیں تھا میں نے کہا

"راجہ صاحب درحقیت اب تک جو بھی ہوا وہ صرف اس لئے کہ آپ مجھے سمجھ اور میں آپ کو۔ میں انتہائی معذرت کرتا ہو کہ میں نے اب تک آپ کے ساتھ یہ سلو کیا لیکن اب میں مجبور ہوں کہ آپ کو تفصیلات بتا دوں۔"

"کیا مطلب" وہ چونکے ہوئے لہجے بولا۔

"شہباز احمد کا نام اگر میں آپ کے سا لوں تو غلط نہیں ہو گا۔

"کیا" راجہ سبحان کے حلق سے غراہٹ نکلی۔ چائے کی پیالی اس کے ہاتھ سے گرتے گرتے بچی۔ لیکن اس میں سے چائے چھلک تھی۔ اس نے پیالی نیچے رکھی اور ہونٹوں ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

"کون شہباز احمد' کون شہباز احمد؟"۔

خارجہ"۔

"کیسے جانتا ہے"۔

"شہباز احمد صاحب نے کہا تھا کہ شعلہ پور میں اگر کسی مشکل کا شکار ہوجاؤں تو راجہ سبحان سے ملوں۔"

"اوئے' اوئے تیرا ستیا ناس' اوئے کیا تو جہانگیر جمال شاہ ہے؟"۔

"جی راجہ صاحب"۔

"خدا کا غضب' خدا کا غضب' خانہ خراب پہلے کیوں نہیں بتایا؟"۔

"لطف لے رہا تھا راجہ صاحب"۔

"اور اگر تجھے میرے ہاتھوں کوئی نقصان پہنچ جاتا تو"۔

"آپ جانتے ہیں ایسا نہ ہوتا"۔

"حد سے زیادہ خود اعتمادی زیادہ اچھی چیز نہیں ہوتی۔ مگر تو' مگر تو۔ افوہ' افوہ' "خدایا راجہ سبحان نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا"۔ چند لمحات اسی طرح بیٹھا رہا اس نے کہا۔

"کب آیا یہاں؟"۔

"کافی دن ہو گئے"۔

"بتایا تھا مجھے شہباز نے۔ میرا بچپن کا دوست ہے۔ بچپن کا دوست ہے میرا۔ اس نے بتایا تھا کہ ایک بہت کام کا آدمی ہے میرا۔ اگر ضرورت پیش آئے تو اس کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ مگر اس کا کام کیا ہے تو۔ کیا کیا تو نے یہاں آکر کون سے گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرا ہوا ہے؟۔ "مجھے آج تک گیسٹ ہاؤس نہیں مل سکا۔ میرے آدمی دن بھر تجھے تلاش کرتے رہے ہیں۔"

"طویل کہانی ہے راجہ صاحب پوری تفصیل سے سنانی پڑے گی۔"

"اوئے تو نے تو پوری صورتحال ہی بدل دی۔ خانہ خراب" راجہ نے کہا اور پھر ایک دم سنبھل گیا۔ میری طرف دیکھا مسکرایا پھر ہنس پڑا پھر آہستہ سے بولا۔

"سوری یار میرا انداز گفتگو ایسا ہی ہے۔ شہباز نے مجھے بتایا تھا کہ تو بہت خطرناک آدمی ہے۔"

"نہیں راجہ صاحب۔"

"نہیں کہنے سے کیا ہوتا ہے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ پہاڑوں میں کیوں بھٹک رہا تھا؟ اوئے اب ساری بات میری سمجھ میں آگئی۔ جہانگیر جمال شاہ تو تیمور جمال شاہ کا بیٹا ہے؟۔"

"جی راجہ صاحب وہ میرے ڈیڈی ہیں۔"

"سارے کے سارے ایک جیسے ہو۔ سارے کے سارے ایک جیسے۔ اسے بھی دیکھا ہے میں نے۔ ایک بار مل چکا ہوں۔ اس سے بھی مگر شہباز احمد کے ساتھ نہیں وہ میری براہ راست ملاقات تھی۔ مجھے' مجھے بہت خوشی ہوئی ہے بیٹے۔ معاف کردینا اگر میری زبان سے کوئی غلط جملہ نکل گیا ہو۔ یا یا میرا انداز۔ دراصل میری فطرت بچپن سے ایسی ہے۔ تو بے لوگ اوہ یار چھوڑ۔ تو نے مجھے ڈبل مائنڈ کردیا ہے۔ اب تو یہ جان کر بڑی حیرت ہوئی ہے مجھے کہ تو' تو۔ اچھا خیر یہ بتا کتنا کام کرلیا یہاں پر۔ میں تو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔"

"ابتداء کریں راجہ صاحب"۔

"کیسی ابتداء؟"۔

"کیا سوچ رہے تھے آپ؟"۔

"میں سوچ رہا تھا کہ تو کام کا آدمی ہے تجھے اپنے ساتھ شامل کرلوں"۔

"کس سلسلے میں"

"اس سلسلے میں جس سلسلے میں تو یہاں آیا ہے۔"

"چلیے ٹھیک ہے۔ وہ بات تو وہیں رکی وہیں ختم ہو گئی۔ میں جس سلسلے میں آیا تھا آپ اس سلسلے میں آغاز کرنا چاہتے ہیں۔ آغاز ہوجائے گا۔"

"سن اب میں تجھے اپنے دل کی باتیں بتاتا ہوں۔ میں اس علاقے میں آئندہ الیکشن میں کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔ اس کے لئے مجھے تیاریاں کرنی ہیں۔ یہ علاقہ بدنام ہے۔ ان تمام باتوں کے سلسلے میں اور اگر یہاں میں کوئی ایسا عمل کر ڈالوں جو دوسروں کے لئے کار آمد ہو تو پھر یہ سمجھ کہ میری بات بن جائے گی اور اس کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ شعلہ پور کے نواحات میں ہی

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نہیں بلکہ حکومت کی سطح پر بھی مجھے مدد ملے گی میں اس لئے یہ کام کر ڈالنا چاہتا ہوں۔"

"گڈ ' وری گڈ ۔ آئیڈیا برا نہیں ہے ۔ راجہ صاحب انشاء اللہ وہ سب کچھ ہوجائے گا جو آپ چاہتے ہیں۔"

"تجھے امید ہے ؟"

" ہاں ۔ لیکن ایک سوال اور کرنا چاہتا ہوں آپ سے "۔

" یہ مسٹر مارٹن اور مسٹر ڈیل کون ہیں ؟ ۔"

"راجہ سجان چند لحات تک سوچتا رہا پھر بولا "۔

" میرے اپنے بھی رابطے ہیں ۔ یہ رابطے غیر ملکی ایجنٹ ہیں ۔ ایسے ملکی ایجنٹ جنہیں یہاں کی کارروائیوں سے خاصا نقصان پہنچ رہا ہے ۔ میرا مطلب ہے منشیات کے سلسلے میں ۔ میرے اپنے بھی رابطے ہیں ۔ دنیا کے مختلف ممالک میں میرے دوستے ہیں ۔ ایسے دوست ہیں جو سیاست میں بھی ہیں اور وہاں سرکاری عہدوں پر بھی فائز ہیں ۔ ان ممالک میں جہاں یہاں کی کارروائیوں سے نقصانات پہنچے ہیں بڑی کھلبلی مچی ہوئی ہے ۔ تجھے کم از کم یہ تو معلوم ہوگا کہ وہ لوگ اپنے طور پر بھی ہمارے وطن سے رابطہ قائم کئے ہوئے ہیں ۔ اور اس سلسلے میں سرمایہ بھی خرچ کررہے ہیں ۔اور اپنے آدمیوں کو بھی انہوں نے بھیجا ہے ۔ یہ دونوں افراد پرائیویٹ طور پر میرے پاس آئے ہوئے ہیں ۔ بڑی اچھی ایجنسی سے تعلق ہے ان کا ۔ بڑے ذہین لوگ ہیں اور اس سلسلے میں کام کررہے ہیں ۔ لیکن لیکن میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تو ؟"

"ہوں ۔ ٹھیک ہے راجہ صاحب میرا سلسلہ یہ ہے کہ میں یہاں آیا ۔ گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرا ۔ یہاں کے بارے میں معلومات حاصل کیں ۔ تھوڑا سا اندازہ ہوا ۔ کچھ ایسی چیزیں دیکھیں جو انتہائی حیرتناک ہیں اور اب آپ کو ان کے بارے میں بتا دینے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے آپ کا تعاون مکمل طور پر حاصل ہوجائے ۔"

"کیا ؟ "۔

" میں نے وہ طریقہ کار معلوم کرلیا ہے جس کے تحت شعلہ پور میں باہر سے مال آتا ہے اور ٹرانسفر ہوجاتا ہے ۔"

" کیا طریقہ کار ہے وہ " راجہ سجان نے انتہائی حیرت سے پوچھا ۔ پھر اچانک اپنی جگہ سے اٹھا دروازے کے قریب پہنچا اور دروازہ اندر سے بند کیا ۔ پھر ایک بٹن دبایا اور دروازے کے اوپر اسٹیل کی پلیٹ آگئی ۔ اس طرح کمرہ ساؤنڈ پروف ہوگیا تھا ۔ چاروں طرف سے آوازوں کا سلسلہ منقطع کرنے کے بعد راجہ سجان میرے سامنے آ بیٹھا ۔ اس کے چہرے پر انتہائی تجسس نظر آرہا تھا اس نے کہا ۔

" اگر تو یہ دعوی کرتا ہے کہ تو نے یہاں کا طریقہ کار معلوم کرلیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ بہت بڑی بات ہے ۔ ورنہ یہ طریقہ کار ہی تو سب سے زیادہ مشکل ثابت ہورہا ہے اب تک ۔ تمام تر لوگوں کو محکمہ پولیس میں بے شک ایسے لوگ موجود ہیں جو اسمگلروں کے لئے کام کرتے ہیں اور انہیں مناسب معاوضے ملتے ہیں ۔ لیکن ایسے کچھ نیک لوگ بھی موجود ہیں جو اپنی نیکیاں برقرار رکھنا چاہتے ہیں اور اپنے وطن سے برائی کا خاتمہ کردینے کے خواہشمند ہیں ۔ وہ کام کررہے ہیں ۔ حالانکہ ان کی زندگی خطرے میں ہے وہ انہی لوگوں کے ساتھی بنے ہوئے ہیں ۔ ان سے بھتہ بھی لیتے ہیں اور وہ سب کام کرتے ہیں جو ضروری ہوتے ہیں لیکن درپردہ ان کا تعلق مجھ سے ہے ۔ وہ یہی کہتے ہیں کہ آج تک انہیں یہ نہیں پتا چل سکا کہ اسمگلروں کا طریقہ کار کیا ہے ۔ سردست جو کچھ آتا ہے اس ذریعہ کیا ہے ۔

" راجہ صاحب انتہائی پراسرار طریقے اختیار کئے ہیں ان لوگوں نے اور آپ یقین کریں اس سلسلے میں وہ لوگ انتہائی ذہین ہیں ۔"

" کیا ' کیا تو مجھے بتا تو سہی ۔ راجہ سجان نے کہا ۔ کیا آپ اس بات پر یقین کریں گے کہ میدانوں میں پھیلی ہوئی بڑی بڑی چٹانیں اچانک ہی اپنی جگہ سے غائب ہوجاتی ہیں ۔"

"کیا مطلب ؟ "۔

"راجہ سجان نہ سمجھنے والے انداز میں مجھے دیکھنے لگا ۔"

چٹانیں جو ان میدانوں میں بکھری ہوئی ہیں اور ان پر گھاس بھی اگی ہوئی ہے ۔ ریت اور مٹی سے بنی ہوئی چٹانیں ' آج آپ ان چٹانوں کو ایک جگہ دیکھتے ہیں ۔ کل وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ نظر آتی ہیں پھر تیسری جگہ اور پھر ایک دن اچانک وہ غائب ہوجاتی ہیں " راجہ سجان مجھے اس طرح دیکھنے لگا جیسے پاگل سمجھ رہا ہو ۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے نقش تھے ۔

" راجہ صاحب ان چٹانوں میں وہ تمام چیزیں موجود ہوتی ہیں ۔ اسلحہ 'منشیات اور اسی قسم کی دوسری چیزیں "۔

" چٹانوں میں " راجہ سجان بے اختیار ہنس پڑا ۔

" ہاں ۔ درحقیقت وہ چٹانیں اصل نہیں ہوتیں بلکہ مصنوعی چٹانیں ہوتی ہیں "۔

کیا مطلب " اس کے ہونٹ ایک بار پھر سکڑ گئے ۔

" ہاں ۔ انہیں اس انداز میں بنایا جاتا ہے کہ اوپر سے مختلف طریقوں سے وہ صرف چٹانیں معلوم ہوں ۔ بالکل بے آب و گیاہ اور خشک چٹانیں ۔ لیکن ۔ درحقیت وہ اس قسم کے ٹرک ہوتے ہیں ۔ جنہیں اوپر سے بالکل چٹانوں کی شکل دیدی جاتی ہے ۔ بظاہر وہ ایک جگہ کھڑی چٹانیں محسوس ہوتی ہیں مگر اب کون غور کرے کہ یہ چٹان کہاں تھی اور کہاں نہیں ہے ۔ یہ ان لوگوں کی فنکاری ہے کہ وہ زمین پر انہیں اس طرح نصب کردیتے ہیں کہ دیکھنے والا دھوکہ کھا جائے اور انہیں چٹان ہی سمجھے ۔ ویسے بھی ایک چٹیل پہاڑی علاقے میں موجود چٹانوں کو چٹان ہی سمجھا جاسکتا ہے کون یہ تصور کرے گا کہ یہ چٹان نہیں ہے "۔ راجہ سجان سنبھل کر بیٹھ گیا اس کی آنکھوں میں حیرت کے نقوش نظر آرہے تھے ۔

"تو سچ کہہ رہا ہے ؟ "۔

" ہاں راجہ صاحب ۔ ایسی ہی ایک چٹان مسٹر مارٹن کے ساتھ قید تھا "راجہ سجان اچھل کر کھڑا ہوگیا اس نے کہا ۔

" ہاں ۔ مارٹن نے مجھے ساری تفصیلات بتائیں تھیں پھر کیا ہوتا ہے ؟ ۔ "۔

میں نے اسے اندر سے دیکھا تھا تین چٹانیں ایک قطار میں کھڑی ہوئی تھیں ۔ لیکن اب ان کا نام و نشان بھی نہیں ہے ۔ یہ یقینی امر ہے کہ وہ چٹانیں نہیں تھیں بلکہ اس قسم کے مخصوص ٹرک بنائے گئے تھے جنہیں انجن کے ذریعے اسٹارٹ کرکے اپنی جگہ سے دوسری جگہ ہٹایا جاسکتا ہے ۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کے اوپر جو میٹریل استعمال کیا گیا تھا وہ اتنا اوریجنل تھا کہ کوئی دیکھ کر یہ نہیں سمجھ سکتا کہ وہ چٹان نہیں ہیں ۔"

" خدا کی قسم ' خدا کی قسم ' یہ تو ' یہ تو کمال کی بات ہے اوہ میرے خدا 'اس کا مطلب ہے کہ 'کہ یہ تو معمہ ہی حل ہوگیا -------"۔

"نہیں راجہ سجان صاحب ابھی معمہ حل نہیں ہوا ہمیں یہ بھی تو دیکھنا ہے کہ یہ انوکھے ٹرک کدھر سے آتے ہیں اور ان کے راستے کون سے ہیں ۔؟ "

وہ تو دیکھ لیا جائے گا لیکن طریقہ کار ' میں تو ' میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا ۔ اس دور کا سب سے جدید طریقہ کار ہے ۔ واقعی واقعی سچ کہتا ہے۔ ایسے ٹرک جن میں چھوٹے پہیے لگے ہوئے ہوں اوپر سے اس شکل میں بنائے جاسکتے ہیں۔ آج کل تو یہ تمام چیزیں بہت آسان ہیں ۔ کسی بھی چیز کو رنگ دیا جاسکتا ہے ۔وہی تمام رنگ جو اس کا اصل ہوتا ہے اور اس کے بعد واہ یہ تو بہت خوبصورت طریقہ کار ہے ۔ اسمگلنگ کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ۔ "

" سوال یہ پیدا ہوتا ہے راجہ سجان صاحب کہ اس کا سرپرست اعلیٰ کون ہے ۔ "۔

کوئی ایک نہیں ۔ کوئی ایک نہیں ' یہاں بہت سے لوگ اس سلسلے میں کام کررہے ہیں ۔ میں تجھے ان ناموں کی فہرست فراہم کردوں گا ۔ لڑکے تو واقعی بہت ذہین ہے۔ " "شکریہ راجہ صاحب اب یہاں پر میں آپ کو اپنا راز دار بنا لیا ہے ۔ بنیادی طور پر میں آپ کو یہ بتاؤں کہ

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں گیسٹ ہاؤس میں آکر ٹھہرا تھا لیکن اتفاق کی بات ہے کہ مہابت خان نامی ایک شخص نے جس کی ماں کا نام ....

" خانم گوہر چراغ ہے ۔ میری بات خود راجہ سبحان نے پوری کر دی " ۔

" ہاں " ۔

" بہت بڑے لوگ ہیں وہ بہت بڑی ہے ۔ خانم گوہر چراغ مگر اس سے تیرا کیا واسطہ ؟ " ۔

" اگر آپ نے اس کے بیٹے رازل شاہ کو دیکھا ہے تو ذرا غور سے مجھے دیکھیں ۔ "

" نہیں میں نے عذرل شاہ کو نہیں دیکھا " میں نے سنا تھا کہ دونوں بھائی یورپ میں تھے ۔ مہابت خان نے ایک انگریز لڑکی سے شادی کر لی اور اسے یہاں لے آیا ۔ اب یہ سنا ہے کہ اس گھر پر اس انگریز لڑکی کی حکومت ہے ۔ مہابت خان کی بہن اور ماہ گل چراغ وہیں رہتی ہیں اور اور رازل شاہ ۔ رازل شاہ مر چکا ہے ۔

ہاں سنا ہے اور اس کی تدفین بھی ہوئی ۔ اس کی لاش یورپ سے یہاں لائی گئی تھی ۔ دونوں بھائیوں نے وہیں تعلیم حاصل کی ہے ۔

" کیا رازل شاہ نے بھی شادی کر لی تھی ؟ " میں نے سوال کیا ۔

" نہیں رازل شاہ اپنی چچا زاد بہن نوشاد کے ساتھ منسوب تھا اور اس کے ساتھ نوشاد کی شادی ہونے والی تھی ۔ لیکن وہ مر گیا ۔ بیچارا جوانی میں مر گیا ۔ اس کی لاش یہاں لائی گئی تھی ۔ میں بھی تدفین میں شامل ہوا تھا ۔ " ۔

" خیر اگر آپ نے رازل شاہ کو نہیں دیکھا تو میں آپ کو یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ میرا ہمشکل تھا ۔ "

" ہوں پھر " ۔

" اتفاقیہ طور پر مجھے مہابت خان نے دیکھا اور اپنے بھائی کا ہمشکل ہونے کی حیثیت سے وہ مجھ سے محبت محسوس کرنے لگا ۔ اور آج کل میں ان ہی کے ہاں مقیم ہوں ۔ "

" ہوں تو یہ مطلب ہے تیرا گیسٹ ہاؤس میں نہ ملنے کا ۔ ؟ "

" مگر اب تجھے کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے ۔ "

" کیوں ؟ " ۔

" اوئے یہ تیرا گھر ہے ۔ یہ تیری عمارت ہے ۔ یہاں سے زیادہ تحفظ اور تجھے کہیں نہیں مل سکتا " ۔

" میں تحفظ حاصل کرنے نہیں آیا ۔ راجہ سبحان صاحب بلکہ یہاں مجھے ان لوگوں کے خلاف کام کرنا ہے جو ہمارے وطن کی پیشانی کے ناسور ہیں ۔ اس علاقے کو اس قدر بدنام کر دیا ہے کہ ملک کے تمام حصوں میں اس کے بارے میں صاف طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہاں منشیات کی تجارت ہوتی ہے ۔ "

" ہاں یہ تو ہے " ۔

" تو پھر میں اپنا فرض سر انجام دیے بغیر بھلا آرام کیسے کر سکتا ہوں ۔ ؟ " راجہ سبحان خیالی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا ۔ اس کے چہرے کے رنگ بدلتے رہے تھے ۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا ۔

" بہت سر کش ہے ۔ بہت سر کش ۔ میری پسند کے عین مطابق ۔ یقین کر پسند آیا ۔ کاش تو میرا بیٹا ہوتا ۔ " اس کا لہجہ بھرا سا تھا ۔ میں نے چونک کر اس کی صورت دیکھی لیکن کوئی سوال نہیں کیا ۔ ہر شخص کے اندر ہزاروں داستانیں پوشیدہ ہوتی ہیں ۔ پتہ نہیں ذہن کون سا واقعہ کس وقت کسی بات سے متاثر ہو جائے اور وہ کہانی دل تک پہنچ جائے ۔ لیکن دل کی کہانیاں ہر شخص کے سامنے بیان نہیں کی جا سکتیں ۔ چنانچہ میں نے اسے خاموش چھوڑ دیا اور اس سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا ۔ وہ کچھ لمحے خاموش رہا ۔ پھر اچانک ہی اس نے اپنا سر جھٹکا ۔ چونک کر مجھے دیکھا اور مسکرانے لگا ۔

" سوری کیا میں کوئی غلط بات کہہ گیا ہوں ؟ " ۔

" نہیں راجہ صاحب " ۔

" تو پھر بتا اب تیرا پروگرام کیا ہے ؟ " اس نے فوراً ہی اپنی اس جذباتی کیفیت کو ختم کر دیا ۔

" راجہ صاحب ابھی میں ان لوگوں کے بارے میں مزید کچھ معلومات حاصل کر رہا ہوں آپ نے مجھ سے کہا ہے کہ آپ مجھے کوئی فہرست فراہم کریں گے ؟ " ۔

" ہاں ابھی اور اسی وقت اس کے بعد دیر تک میں راجہ سبحان کے ساتھ کام کرتا رہا تھا اور اس کے بعد جب میں رخصت ہوا تو اس نے مجھے گلے لگا کر رخصت کیا ۔ جب نرم ہوا تو اتنا نرم تھا جیسے پانی ۔ بہر طور وہاں سے نکلتے ہوئے میرے ذہن میں اس کے بارے میں مختلف قسم کے تاثرات تھے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت عرصے کے بعد ایک ایسی عجیب و غریب شخصیت کا سامنا کرنا پڑا تھا ۔ راجہ سبحان کے ہاں سے روانہ ہونے کے بعد گیسٹ ہاؤس جانے کی ضرورت نہیں تھی ۔ وہاں سے میں سیدھا مہابت خان کی کوٹھی کی جانب چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں پہنچ گیا ۔ خانم گل چراغ نے سب سے پہلے میرا استقبال کیا تھا ۔ ماں جیسی محبت بھری مسکراہٹ والی یہ عورت مجھے بھی کیا پسند تھی ۔ اس کے انداز میں اس قدر اپنائیت ہوتی تھی کہ بعض اوقات میرا دل ڈولنے لگتا تھا ۔ حقیقت یہ تھی کہ اپنے گھر سے مجھے محبت کا وہ منظر کبھی نہیں ملا جو ہر دل کا طالب ہوتا ہے اور جس میں نہ جانے کیا کیا چیزیں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں ۔ ہاں اگر کوئی ایسی بات کسی باہر سے بھی کبھی کبھی ہو جائے تو نہ جانے دل کے کون کون سے حصے متاثر ہو جاتے ہیں ۔ اور اس وقت خانم گوہر چراغ نے جس طرح آگے بڑھ کر میری پیشانی چومی مجھے یہ احساس ہوا کہ اس کے اندر ایک شفیق ماں چھپی ہوئی ہے ۔ میں نے بھی اس تمام اپنائیت کا جواب اسی اپنائیت سے دیا ۔ خانم گل چراغ میرے ساتھ حویلی کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ گئیں اور بولیں ۔

" کہاں مارے مارے پھرتے ہو دن بھر ' دھوپ تیز ہوتی ہے ' رنگ کالا پڑ جائے گا " میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے کہا ۔

" کتنے عرصے آپ میرے رنگ کی حفاظت کریں گی خانم گل چراغ ؟ " ۔

" کاش ' ساری عمر کر سکتی " ۔

" نہیں نہیں آپ جذباتی ہو رہی ہیں " ۔

" کیوں کیا جذبات انسانی کی زندگی کا حصہ نہیں ہوتے ؟ " ۔

" کیوں نہیں مادر مہربان ' لیکن لیکن آپ کو پتا ہے میں کچھ عرصے بعد یہاں سے چلا جاؤں گا ۔ " ۔

" ہاں اس تصور سے میرا دل ڈوبنے لگتا ہے لیکن حقیقت ' حقیقت ہی ہوتی ہے کم از کم اس وقت تک جب تک تم میرے پاس ہو ۔ مجھے اپنے وہ حق استعمال کر لینے دو جو میرے دل میں مر چکے ہیں ۔ رازل شاہ کی ساتھ " میری آنکھوں میں ایک دم نمی سی آگئی ۔ " اس کے الفاظ بڑے جذبات میں ڈوبے ہوئے تھے میں نے اس کا بازو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا ۔

" نہیں آپ سے وعدہ کر چکا ہوں خانم کہ جب تک زندہ ہوں آپ کو نہیں چھوڑوں گا آپ سے ملتا ضرور رہوں گا " ۔

" تیرے جانے کا تصور مجھے اداس کر دیتا ہے ۔ بہر حال غیر کی اولاد ہے غیر ہی رہے گی ۔ " ۔

" آپ مجھے کچھ بھی سمجھیں لیکن میں آپ کو غیر نہیں سمجھتا ۔ " مہابت خان نظر آگیا ۔ ہنستا ہوا میری جانب بڑھا ۔

" آؤ بھئی آوارہ گرد کہاں کہاں گھومتے رہے ۔ کتنی لومڑیاں شکار کیں ؟ " ۔

" مجھے جانوروں کی زندگی لینے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے بڑے خان " ۔

" او ہو ' او ہو اتنا نرم دل تو کب سے ہو گیا بھئی ؟ " ۔

" نرم دل ہوں مہابت خان صاحب ورنہ آپ کی اس محبت کو کیسے برداشت کر سکتا ؟ " ۔

" ہاں یہ تو ہے " ریٹا نظر آگئی ۔ بھوری بلی آنکھوں والی عورت جسے عورت کہنا عورت کی توہین تھی ۔ کم از کم میرے دل کے گوشوں میں یہی تصور جاگزیں تھا ۔ لیکن اس سے بھی مسکراتے ہوئے ملنا پڑا ۔ نوشاد ہمیشہ ہی محصور رہتی تھی اور بہت کم منظر عام پر نظر آتی تھی ۔ البتہ ڈنر پر موجود تھی ۔ حسب معمول خاموش

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور سب سے بے پرواہ جیسے اسے اس ماحول میں اپنے موجود ہونے کا یقین ہی نہ ہو ۔ یا پھر وہ اپنے آپ کو بالکل تنہا محسوس کررہی ہو ۔ اس کے بعد رات شروع ہوجاتی تھی اور رات کے واقعات مختلف ہوا کرتے تھے ۔ خصوصاً اس بات کا خطرہ تھا کہ نوشاد کہیں میرے کمرے میں داخل نہ ہوجائے ۔ ریٹا جیسی ہولناک عورت سے محفوظ رہنا ضروری تھا ۔ لیکن اس رات نوشاد میرے پاس نہیں آئی ۔ رات کے تقریباً ساڑھے بارہ بجے ریٹا کے ہاتھوں کی دستک سنائی دی اور میں نے گہری سانس لے کر دروازہ کھول دیا ۔ رزم سے نکل کر بزم میں آنا پڑا تھا ۔ ریٹا حسب معمول نائٹی پہنے تھی ۔ اتنا میک اپ کیا ہوا تھا اس نے کہ آنکھوں کو چکا چوند محسوس ہورہی تھی ۔ تاہم کاروبار انداز میں مسکراتے ہوئے میں نے اس کا استقبال کیا ۔

" ہیلو ریٹا " ۔

" ہیو ڈیئر ' کہاں کہاں مارے مارے پھرے ؟ " ۔

" بس تمہارا یہ چھوٹا سا شہر بھلا اتنی زیادہ وسعتیں کہاں رکھتا ہے ؟ " ۔

" ہاں یہ تو ہے ۔ یہاں دل لگانا بہت مشکل ہے " ۔

" دل تو لگ جاتا ہے ریٹا " ۔

" کیا مطلب ؟ " ۔

" یہاں ریٹا بھی تو ہے " ۔

" اوہ سوئیٹ ' ریٹا آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچی اور اس نے حسب معمول میری گردن میں بانہیں ڈال دیں ۔ دل ہی دل میں فریدہ سے معذرت تو کرچکا تھا ۔ ریٹا کی پذیرائی بھی ضروری تھی ۔ آج وہ پہلے سے زیادہ بے باک ہوگئی تھی ۔ اور انہیں بیباکیوں کے درمیان میں نے اس سے پوچھا ۔

" ریٹا یہاں تمہارا کیا ارادہ ہے " ۔

" اتنی جلدی پوچھ رہے ہو " اس نے محبوبانہ انداز میں کہا ۔

" کیوں ابھی کچھ اور وقت لگے گا ؟ " ۔

" نہیں ۔ تم تو میرے سارے وجود کے راز دار بن چکے ہو ۔ بلکہ آج سارا دن میں نے تمہارے تصور میں ڈوب کر گزارا " ۔

" اوہ یورپ کی لڑکیاں بھی تصورات میں ڈوب سکتی ہیں ؟ " ۔

" کیوں یورپ کی عورت عورت نہیں ہوتی ؟ " ۔

" ہوتی تو ہے ۔ لیکن اس نے اپنا عورت پن اپنے آپ سے بہت دور پہنچا دیا ہے " ۔

" یہ تم مشرقیوں کی دقیانوسی سوچ ہے ۔ حالانکہ عورت ہر حال میں عورت ہوتی ہے مرد سے مغلوب رہنے کی خواہشمند " ۔

" گڈ اس کا مقصد ہے کہ یہ سوچیں بھی ہیں تمہارے پاس " ۔

" انسان نہیں سمجھتے کیا ؟ " ۔

" کیوں نہیں انسان تو ہو " ۔

" چھوڑ ان باتوں کو " ۔

" تو پھر ؟ " ۔

" بس تمہاری قربت میں جو لذت ہے میں اس کا حصول چاہتی ہوں ۔ " یہ بے باک الفاظ یورپ ہی کے تھے اور میں یورپ سے نا واقف نہیں تھا ۔ البتہ جب نشہ اتر جاتا ہے تو ہوش و حواس کی دنیا سامنے آجاتی ہے ۔ اس وقت ریٹا نے مجھ سے کہا ۔

سنو جہانگیر درحقیقت اب جبکہ ہم تم اتنے قریب ہوگئے ہیں میں تم سے دل کی وہ باتیں کر دینا چاہتی ہوں جو میرے دل میں ہیں ۔ کسی بات کو زیادہ طول دینے سے کیا فائدہ ۔

" یہ تو بہت اچھی بات ہے " میں نے کہا ۔

" ہاں حقیقت یہ ہے کہ میرے ذہن میں ایک منصوبہ ہے میں نے تم سے کل بھی کہا تھا کہ دولت انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور وہ لوگ احمق ہوتے ہیں جو دولت کو گدھوں کی طرح حاصل کرتے ہیں " ۔

" گدھوں کی طرح ؟ " ۔

" میرا مطلب ہے محنت کرکے ۔ جانوروں کی طرح محنت کرکے ۔ اصل چیز دماغ ہوتا ہے ۔ اگر دماغ سے دولت حاصل کی جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ وہ کامیاب انسانوں کا ذریعہ ہوتی ہے " ۔

" اور اگر اتفاق سے کسی کے پاس دماغ نہ ہو تو ؟ " ۔

" مجھ سے جھوٹ بولو گے ۔ وہ میری آنکھوں میں دیکھ کر مسکرائی ۔ "

" کیا مطلب ؟ " ۔

" مطلب یہ ہے کہ اب میں تمہیں اپنے راز کے اس حصے میں شریک کرنا چاہتی ہوں جس کے تم اہل ہو ۔ اور جس کے لئے میں نے تمہیں مکمل سمجھا ہے ۔ "

" ہوں اگر تم مجھے اس قابل سمجھتی ہو تو ٹھیک ہے ۔ "

" ہاں تم اس قابل ہو اور میں نے تمہیں وہ منصب دیدیا ہے جو میں تمہیں دینا چاہتی ہوں ۔ "

" اس کا مطلب ہے کہ اب کچھ انکشافات ہوں گے ۔ "

" ہاں ضرور ہوں گے ۔ میں تمہیں اپنی زندگی کا تمامتر منصوبہ بتانے پر آمادہ ہوگئی ہوں اور یہ فیصلہ میں نے چند لمحوں میں نہیں کیا ہے بلکہ یوں سمجھو لو بارہ گھنٹے کی سوچ کا نتیجہ ہے ۔ "

" جلد بازی تو نہیں کررہی ہو ریٹا ؟ " ۔

" اگر کر بھی رہی ہوں تو زیادہ سے زیادہ نقصان اٹھا جاؤں گی ۔ مر جاؤں گی اس سے زیادہ بھی اور کچھ ہو سکتا ہے ۔ "

" نہیں میں تمہاری زندگی چاہتا ہوں ۔ " میں نے اداکاری شروع کردی اور وہ انداز اختیار کیا جو کسی عورت کو اپنے آپ پر یقین دلانے کے سب سے زیادہ موثر ثابت ہوتا ہے ۔ اور پھر بھلا ریٹا کیا چیز تھی ۔ چند لمحات کے بعد وہ مجھ پر پورا پورا یقین کرچکی تھی ۔ میں نے کہا ۔ " ہاں ! تو تم کسی منصوبے کا ذکر کررہی تھیں " ۔

" ہاں یہ حقیقت ہے کہ میں ایک منصوبہ لے کر ہی یورپ سے یہاں آئی ہوں ۔ میرے ساتھ تقریباً بارہ افراد ہیں جن کا تعلق میرے ہی وطن سے ہے اور وہ میرے لئے یہاں شعلہ پور میں کام کررہے ہیں ۔ "

" مگر ریٹا تم تو مہابت خان کی بیوی ہو ۔ ؟ "

" ہاں پروفیشنل بیوی ۔ کاروباری بیوی ۔ "

" کیا مطلب " ۔

" ایک منصوبے کے تحت میں نے مہابت خان سے شادی کی ہے " ۔

" مگر اس شادی کو تو کافی عرصہ ہوگیا ہے ؟ " ۔

" ہاں تو تمہارا کیا خیال ہے ۔ منصوبے چند دنوں میں تکمیل پا جاتے ہیں؟ " اس نے سوال کیا ۔

" میں تم سے متفق ہوں " میں نے کہا ۔

" ویری گڈ " ریٹا خوشی سے اچھل پڑی اس نے دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا ۔

" بعض اوقات انسان اپنے فیصلوں پر خود ہی فخر کرنے لگتا ہے تمہارے بارے میں میں نے جتنی باتیں سوچیں تھیں ان پر مجھے ناز ہے " ۔

" شاید " میں نے آہستہ سے کہا ۔

" شاید نہیں ۔ یہ ایک حقیقت ہے ڈیئر مسٹر شاہ تم ' تم ہر لحاظ سے ایک شاندار آدمی ہو " ۔

" اپنے دل کی بات بھی بتاؤں آپ کو میڈم ریٹا ؟ " ۔

" کیوں نہیں " ۔

" حقیقت یہ ہے کہ آپ نے مجھے ایک کھلاڑی قرار دیا ہے لیکن بعض ہستیوں کے سامنے اعتراف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہوتا ' میں اتنا بڑا کھلاڑی نہیں ہوں جتنا آپ نے مجھے قرار دیا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی شخصیت نے مجھ پر سحر طاری کردیا ہے اور میں اب صرف ایک بات سوچتا ہوں ۔

" وہ کیا ؟ " ۔

" وہ یہ کہ جس طرح بھی بن پڑے آپ کو خوش رکھ کر آپ کی قربت حاصل کی جائے " ریٹا جذباتی ہوگئی ۔ اپنے پسندیدہ مرد سے اس قسم کے الفاظ سن کر وہ خالص عورت بن گئی تھی ۔ اس نے مجھے محبت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا ۔

" اور میں بھی یہ کہنے میں ذرا بھی دقت

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

محسوس نہیں کرتی کہ تم نے مجھے لوٹ لیا ہے۔ میں ذہنی طور پر تمہاری ہو چکی ہوں۔ ڈیئر جہانگیر جمال شاہ اور میں کسی بھی قیمت پر تم سے دور نہیں ہونا چاہوں گی۔ اور جب یہ فیصلہ کرلیا ہے میں نے تو کیا مجھ پر یہ فرض نہیں بنتا کہ میں تمہیں ہر طرح سے تحفظ دوں۔ خصوصاً مالی تحفظ' دیکھو دولت اس دنیا میں بہت بڑی چیز ہوتی ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے۔ مہابت خان کو میں نے صرف اسلئے برداشت کیا ہے کہ وہ بے پناہ دولت مند آدمی ہے اور کچھ ایسے معاملات چل رہے ہیں جس کی تفصیل میں تمہیں بعد میں بتاؤں گی لیکن یوں سمجھ لو یہ سارے راستے دولت کے حصول کی جانب جاتے ہیں۔"

"میرا راستہ مختلف ہے۔" میں نے کہا اور وہ چونک کر میری جانب دیکھنے لگی۔

"سمجھی نہیں"۔

"میرا راستہ بالکل مختلف ہے ڈیئر ریٹا۔ میرا ہر راستہ تمہاری سمت جاتا ہے اور ہر وہ بات جو تمہیں پسند ہو میری پسند بن چکی ہے۔" بہر طور ریٹا کو جس طرح الفاظ کی گرفت میں لے سکتا تھا میں نے لے لیا اور وہ مجھ سے بہت زیادہ مطمئن ہو گئی۔ پھر اس نے کہا۔

"میرے ذہن میں جو منصوبہ ہے اس کی تفصیل رفتہ رفتہ تمہیں بتائی ہو گی لیکن تمہیں صرف میرا ہی بننا پڑے گا"۔

"اور کس طرح بن سکتا ہوں میں تمہارا؟ میں نے مسکرا کر کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"نہیں یہ تو بعد کی باتیں ہیں یوں سمجھ لو کہ میرے لئے دلکش ترین لمحات' بہر طور میں تیار ہوں اور یوں سمجھ لو میں تمہارے بغیر کچھ نہیں سوچوں گی۔"

بے حد شکریہ مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے ریٹا نے اچانک ہی اپنا فیصلہ بدل دیا تھا۔ وجہ کچھ بھی ہو لیکن میں اس کی تشریح نہیں کرنا چاہتا۔ بہت دیر تک میرے اور ریٹا کے درمیان گفتگو ہوتی رہی۔ اور پھر اس کے بعد وہی سب کچھ ہوا جو پہلے دن ہو چکا تھا۔ یعنی یہ کہ ریٹا چلی گئی اور میرے لئے سونا ضروری ہو گیا۔ باقی لوگ بے چارے بڑے نفیس تھے۔ اور میں ان کی شخصیت سے بے حد متاثر تھا۔ میرے اوپر ابھی تک کوئی پابندی نہیں لگائی گئی تھی۔ ان کی محبتیں اپنی جگہ۔ لیکن میں یہ سوچ رہا تھا کہ بہت دیر تک ان پر مسلط رہنا بھی ٹھیک نہیں ہے۔ حالانکہ ریٹا نے نیا کھیل شروع کردیا تھا جس کی وجہ سے مجھے اپنے پروگرام میں تبدیلیاں کرنے پر مجبور ہونا پڑ سکتا تھا۔

یہ دن بھی میں نے باہر آوارہ گردی میں گزارا۔ راجہ بجان سے جو گفتگو ہوئی تھی اب اطمینان بخش حد میں داخل ہو گئی تھی۔ مجھے سب سے بڑا مسئلہ یہی درپیش تھا کہ جس طرح بھی بن پڑے میں ان لوگوں کو منظر عام پر لاؤں۔ راجہ صاحب نے مجھے جو فہرست پیش کی تھی اس میں سارے نام نئے تھے اور کوئی ایسا نام نہیں تھا جس سے میری شناسائی ہو۔ ایک طرح سے یہ نشاندہی میرے حق میں بہتر بھی تھی لیکن یہ بات میں جانتا تھا کہ ان لوگوں تک پہنچنے کے لئے مجھے کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہو گا۔ شکاریوں کے کیمپ کی جانب جا نکلا اور ابھی گاڑی سے اترا بھی نہیں تھا کہ ایک بوسیدہ لباس میں میرے پاس پہنچ گئی دودھ جیسا سفید رنگ بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں' کسی یورپین ملک سے تعلق رکھتی تھی۔ بدن پر ایک طرح کے چیتھڑے جھول رہے تھے۔ میرے قریب آ کر کھڑی ہو گئی اور مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"ہیلو" میں نے اسے مخاطب کیا اور اس کے ہونٹ مسکراہٹ کے انداز میں کھنچ گئے۔

"میں ایک آوارہ لڑکی ہوں۔ اس نے کہا۔"

"بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر۔" میں نے پرمزاح انداز میں کہا۔

"خوشیوں کے اظہار کے مختلف طریقے ہوتے ہیں۔" وہ بڑے تلخ لہجے میں بولی۔

"مثلاً' کوئی ایک آدھ طریقے مجھے بتاؤ۔"

"میرے بدن پر جو لباس نام کی چیز موجود ہے میں جانتی ہوں وہ میرے جسم کو ڈھکنے میں ناکافی ہے تم اس کے نیچے چھپے ہوئے مجسم کو دیکھ سکتے ہو۔"

"ہوں پھر" میں نے کس قدر حیران ہو کر کہا۔

"اس جسم میں بڑی دلکشی ہے۔ اگر یہ چیتھڑوں کی قید سے آزاد ہو جائے۔"

"تم واقعی آوارہ ہو" میں نے اسی انداز میں کہا۔

"ہاں اور میری آوارگی تم سے کچھ طلب کرتی ہے"۔

"کیا؟"۔

"پہلے ایک وقت کی روٹی اور ایک لباس" اس نے بے باکی سے کہا اور ایک لمحے کے لئے میں سہم سا گیا اس کے انداز میں بڑی سنسنی خیز قسم کی بے باکی تھی۔ میں نے ایک لمحے ادھر ادھر دیکھا پھر بولا۔

"روٹی کا بندوبست تو یہاں ہو سکتا ہے میڈم لیکن لباس کا بندوبست کیسے ہو سکتا ہے؟"۔

وہ اس طرف تم دیکھ رہے ہوں نا وہاں لباس بھی موجود ہیں اور مل جاتے ہیں۔

لیکن مردانہ لباس ---------"۔

"جسم ڈھکنے کا مسئلہ درپیش ہو تو پھر زنانہ یا مردانہ لباس کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ لیکن تم یقین کرو جو کچھ تم مجھ پر خرچ کرو گے اس کی ایسی شاندار قیمت ادا کروں گی کہ برسوں مجھے یاد رکھو گے۔"

"ٹھیک ہے آؤ میرے ساتھ بیٹھ جاؤ" میں نے کہا اور وہ بڑی بے تکلفی سے پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ میں نے کار آہستہ سے آگے بڑھائی تو اس نے کہا۔

"جب تم مجھے لباس خرید کر دو گے تو میں تمہارے برابر کی سیٹ پر بیٹھوں گی اس وقت میں تمہارے برابر بیٹھنے کے قابل نہیں ہوں"۔

"نام کیا ہے تمہارا؟"۔

"جین" اس نے جواب دیا۔

"تعلق"۔

"برطانیہ"۔

"یہاں کب پہنچیں؟"۔

"بس اس سے زیادہ نہ پوچھو۔ یہ سب کچھ تمہارے لئے بے مقصد ہو گا"۔

"اور اگر میں پوچھنا چاہوں تو؟"۔

"بتاؤں گی نہیں"۔

"یہ تو تعاون نہ ہوا"۔

"نہ سہی"۔

"کیا تم وقت سے پہلے اپنی دوستی کو متاثر نہیں کر رہی ہو۔؟"

"نہیں وقت آنے دو میں اپنی دوستی کو اتنا تاثر دوں گی کہ جو دعوے تم سے کر چکی ہوں ان کی تکمیل ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے میں نے ایک جگہ گاڑی روک دی وہ اترنے لگی تو میں نے کہا۔"

"نہیں جب تم یہ بات کہتی ہو کہ اس انداز میں تمہیں میرے ساتھ نہیں دیکھا جانا چاہئے تو پھر یہیں بیٹھی رہو۔"

"ہاں ٹھیک ہے" ایک لمحے کے لئے اس سے متاثر ہو گیا تھا۔ وہ بھوکی تھی۔ یقیناً بھوکی تھی اس کے چہرے سے اس کا اظہار ہوتا تھا۔ کھانے پینے کی اشیاء خریدیں اور اس کے قریب آیا۔ وہ تمام چیزیں میں نے اسے دیتے ہوئے کہا "کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو بتا دینا۔"

"میں کھانا کھا رہی ہوں تمہارا شکریہ ادا نہیں کروں گی کیونکہ زبانی شکریہ ادا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا مگر اس دوران تم میرے لئے ایک لباس بھی خرید دو خرید سکتے ہو ناں؟"

"ہاں کیوں نہیں"۔

"میرے جسم کا ناپ معلوم ہے تمہیں؟"۔

"ہاں"

وہ ہنسی اور بولی۔

"مرد میں یہی ایک خوبی ہوتی ہے کہ ایک ہی نگاہ میں عورت کے پورے جسم کو ناپ لیتا ہے۔ میں اس کے جملوں کو نظر انداز کر کے آگے بڑھ گیا۔ بڑی بڑی خوبصورت پوشتیں اور پینٹس مل رہی تھیں۔ لباس کا مسئلہ مکمل

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوجاتا تھا ۔ خاص طور سے ایک غیر ملکی لڑکی کے لئے اور وہ بھی ایک آوارہ گرد سیاح لڑکی ، لباس کی شکل میں کچھ بھی پہن لے کوئی مسئلہ نہیں تھا ۔ اس کے لئے اور یہ بھی کہنا اس کا بالکل درست تھا کہ میں نے ایک نظر میں اس کے جسم کو ناپ لیا تھا کیونکہ جو لباس میں نے اس کے لئے خریدا تھا وہ بہت شاندار تو نہیں تھا لیکن اس کے جسم کی مناسبت سے بہت عمدہ تھا ۔ جب میں وہ لباس لے کر اس کے پاس پہنچا تو اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی ۔

" اس وقت میں دنیا کی امیر ترین عورت ہوں " ۔

" ہوں " ۔

" پوچھا نہیں کیوں ؟ " ۔

" بتا دو " ۔

" اس لئے کہ مجھے ہمدرد انسان کا سہارا حاصل ہے ۔ "

" ٹھیک ہے اب یہ بتاؤ لباس کہاں پہنو گی ؟ " ۔

" یہیں اس گاڑی میں " اس نے کہا اور انتہائی بے باکی سے اپنے جسم کے اوپری لباس کی جگہ جھولتے ہوئے چیتھڑے اتار کر ایک جانب رکھ دیئے میں نے بھرپور نگاہ سے اسے دیکھا اس کے الفاظ درست محسوس ہو رہے تھے ۔ لیکن فریدہ سے مسلسل بغاوت میرے لئے ناممکن نہیں تھی ۔ ریٹا کا معاملہ تو یہ تھا کہ میں اسے ضرورت میں شامل کرسکتا تھا ۔ اور دل ہی دل میں فریدہ سے مزید معذرتیں کرسکتا تھا کہ یہ ایک کاروباری مشکل تھی لیکن اب اگر یہ سب کچھ شروع کردیا جائے تو میرا خیال ہے کہ فریدہ کے ساتھ بے انصافی تھی ۔ اور میں یہ بے انصافی جاری نہیں رکھنا چاہتا تھا ۔ غرضیکہ اس نے پتلون بھی میرے سامنے پہن لی اور ان چیتھڑوں کے بنڈل کو ایک جانب اچھال دیا ۔ پھر کہنے لگی ۔

" گاڑی میں کنگھا ہوگا ؟ " ۔

" نہیں " ۔

" خیر میں اپنے بالوں کو یونہی سمیٹے لیتی ہوں " اس نے بال پیچھے کرکے باندھ لئے پھر کہنے لگی ۔

" اب میرا چہرہ کیسا لگ رہا ہے ؟ " ۔

" جیسا پہلے تھا " ۔

" جھوٹ بول رہے ہو " ۔

" کیوں ؟ " ۔

" جب انسان بھوکا ہوتا ہے تو اس کے چہرے پر سارے جہاں کی مایوسیاں سمٹی ہوئی ہوتی ہیں اور اس وقت اس میں دلکشی کا نام و نشان نہیں ہوتا ۔ میں اتنی غیر دلکش بھی نہیں ہوں کہ تم مجھے پہلے جیسا کہو ۔ "

" چھوڑو ڈیئر جین ۔ اب یہ بتاؤ اس کے بعد تمہارا کیا پروگرام ہے ؟ " ۔

" تمہارے ساتھ وقت گزارنا ہے جب تک تم پسند کرو ۔ اس کے بعد مجھے تھوڑے بہت پیسے دیدینا ۔ ایک شرط ہے کہ اگر میں اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کردوں کہ جو کچھ تم نے مجھ پر خرچ کیا ہے اسے صحیح معنوں میں وصول کرسکو تب تو مجھے تسلیم کرلینا ورنہ نہیں " میں ہنسنے لگا میں نے کہا ۔

" اور اگر میں یہ کہہ کر تم سے معذرت کرلوں کہ مجھے تمہارے اس جسم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے تو ۔ "

" تم میں ایک قہقہہ لگاؤں گی ۔ " ۔

" خیر ابھی تم قہقہہ نہ لگاؤ " میں نے کہا اور وہ کہنے لگی " کیا یہاں ہمیں کافی وغیرہ نہیں مل سکتی ؟ ۔ "

" مل سکتی ہے اگر تم چاہو ۔ "

" میں چاہوں گی " اس نے بے باکی سے کہا میں اسے ساتھ لے کر آگے بڑھ گیا تھوڑے فاصلے پر ہی ایک ٹی اسٹال نظر آرہا تھا اس کے سامنے خوبصورت چھوٹی کرسیاں لگائی گئی تھیں ۔ میزیں بھی تھیں ۔ میں جین کے ساتھ وہاں پہنچ گیا اور میں نے کافی طلب کرلی ۔ ہم کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے رہے ۔ جین مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا ۔

" تم بہت اچھے انسان ہو " ۔

" ہوں ٹھیک ہے " میں مسخرے پن سے بولا ۔

" نہیں واقعی اچھے انسان ہو " ۔

" بکواس مت کرو " ۔

" کیوں ؟ " ۔

" تم نے میرے بارے میں کچھ جانے بوجھے بغیر یہ سب کچھ کیسے کہہ دیا ؟ " ۔

بہت سی چیزیں اندازے قائم کرنے سے طے ہوجاتی ہیں ۔

" گویا تمہارے اندازے کے مطابق میں اچھا انسان ہوں ؟ "

" سو فیصد " ۔

" خیر مس جین " اس سلسلے میں ابھی میں نے جملہ پورا بھی نہیں کیا تھا کہ ایک شخص لڑکھڑاتا ہوا آگے آیا ۔ یہ چوڑے چکلے بدن کا ایک توانا آدمی تھا ۔ ہمارے قریب پہنچ کر وہ رکا اور جین کو دیکھنے لگا ۔ پھر اس کی آنکھوں کے سامنے انگلی نچا کر بولا ۔

" خوبصورت گڑیا ، خوبصورت گڑیا اور میں لڑکیوں کا پجاری ہوں ۔ کیا تو میرے ساتھ بیٹھنا پسند کرے گی اور یہ شخص کون ہے ؟ ۔ اے تم کون ہو ؟ " میں نے کوئی جواب نہیں دیا ۔ جین کس قدر بدحواسی سے مجھے دیکھنے لگی تھی ۔ کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے آدمی نے پریشان نظروں سے اس شخص کو دیکھ کر ویٹر کو اشارہ کیا ۔ ویٹر قریب پہنچ کر اس سے بولا ۔

" آپ یہاں ہمارے گاہکوں کے ساتھ کوئی بدتمیزی نہیں کرسکتے دارا خان " ۔

" اے کتے تیری موت میری ہاتھوں لکھی ہے ؟ " تو مجھے ٹوک رہا ہے ؟ ۔

نہیں خان میں نہیں ٹوک رہا لیکن لیکن ــــــــ " جواب میں دارا خان کا تھپڑ ویٹر کے منہ پر پڑا اور اس زور سے پڑا کہ وہ دوسری میز سے ٹکرا کر گرتے گرتے بچا ۔ کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے آدمی نے اضطراب سے ہاتھ ملے تھے ۔ وہ شخص پھر میری جانب متوجہ ہوگیا ۔

" اب اپنی یہ جگہ مجھے دے دے " اس نے میری سیٹ کی جانب اشارہ کرکے کہا ۔

" ٹھیک ہے دارا خان آؤ " میں نے اس سے کہا اور خاموشی سے اپنی سیٹ سے اٹھ گیا ۔ دارا خان فخریہ انداز میں سینہ تانتا ہوا آگے بڑھا لیکن دوسرے ہی لمحے میرا گھونسہ اس کے جبڑے پر پڑا اس کا منہ تو ٹیڑھا ہوگیا تھا لیکن جاندار آدمی تھا گرا نہیں ۔ البتہ فوراً ہی اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر میری جانب رخ کیا اور پھر ایک گھونسہ فضا میں لہرایا میں نے اس کی مٹھی پکڑ کر دوسرا گھونسہ اس کی پیشانی پر جڑ دیا اور وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا ۔ اچھا خاصا نشے میں تھا لیکن اس کی پیشانی پر گھونسہ جڑتے ہوئے میرے ہاتھوں کی ہڈیاں کڑکڑا گئی تھیں ۔ کمبخت کا سر فولاد کا معلوم ہوتا تھا ۔ پیچھے ہٹنے کے بعد اس نے ایک بار پھر بھیانک آواز نکالی اور میری جانب بڑھا ۔ جین گھبرا کر کھڑی ہوگئی تھی ۔ لیکن میں نے فوراً ہی رخ تبدیل کرکے اس کے بال مٹھی میں جکڑے اور اس کا سر میز سے ٹکرا دیا ۔ وہ فولاد ہی کا بنا ہوا معلوم ہوتا تھا ۔ دو تین ضربیں پڑ چکی تھیں اسے لیکن اس کے انداز میں کسی قسم کی کمزوری نظر نہیں آرہی تھی ۔ وہ سیدھا ہوکر پھر میری جانب پلٹا اور اس نے تابڑ توڑ کئی حملے مجھ پر کئے میں اسے جھکائیاں دیتا رہا ۔ آخری بار میں نے اس کا ایک بازو اپنے بازو پر روکا اور ایک گھونسہ اس کی بغل میں خاص قسم کے مسلز پر جڑ دیا ۔ اس کے حلق سے ایک کراہ سی نکلی اور وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا لیکن اڑیل تھا اس بار جب پلٹا تو اس کے ہاتھ میں چاقو دبا ہوا تھا اب مجبوری تھی کہ میں اسے کوئی ایسا نقصان پہنچادوں جس سے وہ دوبارہ اٹھ کر کھڑا ہونے کے قابل نہ رہ سکے ۔ چنانچہ وہ جب قریب آیا چاقو کا وار مجھ پر کیا میں نے جھکائی دینے کے بعد کھڑا ہاتھ اس کی گردن پر رسید کیا اور اس بار میں اس کے بال پکڑ کر ایک لمبی چھلانگ لگا کر آگے ہوگیا اور اس کا سر پوری قوت سے زمین سے ٹکرا دیا ۔ اب ایسا بھی نہیں تھا کہ اس پر کوئی اثر نہ ہوتا اس کی پیشانی کی کھال پھٹ گئی اور پورا چہرہ خون سے رنگین ہوگیا ۔ تھوڑے ہی فاصلے پر پولیس کے کچھ جوان موجود تھے ۔ اور گم صم تماشہ دیکھ رہے تھے ۔ تماشہ دیکھنے والوں کی تعداد اور زیادہ ہوگئی تھی ۔ چنانچہ اس بار جب

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دارا خان سیدھا ہوا تو اس میں اٹھنے کی سکت نہ رہی۔ میں نے اس کی پسلیوں میں ٹھوکر ماری اور وہ کراہنے لگا گویا کھیل ختم ہو گیا تھا۔ پولیس کے جوان وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے فوراً ہی پوچھ گچھ شروع کر دی لیکن کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے شخص نے اس وقت پولیس کی مدد کی اور انہیں تمام تفصیلات بتا کر کہا کہ یہ سب کچھ غلط ہے اور اس وقت دارا خان ہی کی غلطی تھی جس کی بناء پر یہ جھگڑا ہوا۔ غالباً کاؤنٹر مین کا کہا پولیس والوں کی سمجھ میں آ گیا اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں اس طرف نہ آؤں۔ دارا خان ہوش میں آنے کے بعد خونریزی بھی کر سکتا ہے۔ وہ ایسا ہی جنگلی آدمی ہے لیکن اس وقت ایک اور دلچسپ بات میرے علم میں آئی۔ وہ یہ تھی۔ میرے حلق سے ایک قہقہہ آزاد ہو گیا۔ احمق لڑکی نے فرار میں ہی عافیت جانی۔ اگر چاہتی تو مجھ سے کچھ جھپٹ بھی سکتی تھی۔ بہرحال اس ہنگامے کے بعد میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ پولیس والوں نے مجھ سے تعرض نہیں کیا تھا۔

اپنی گاڑی میں بیٹھ کر میں یہاں سے ایک اور کیمپ کی جانب چل پڑا لیکن ابھی کیمپ تک پہنچا بھی نہیں تھا کہ دفعتاً ہی دو جیپیں دونوں سمت سے آتی ہوئی نظر آئیں اور ان جیپوں میں بیٹھے ہوئے لوگ مسلح تھے۔ مجھے صاف اندازہ ہو گیا کہ وہ میرا راستہ روکنا چاہتے ہیں۔ ایک جیپ سیدھی کھڑی ہو گئی تھی اور دوسری میری جانب آگے بڑھ رہی تھی۔ میں نے بھی بریک پر پاؤں کا دباؤ ڈال دیا اور چند لمحات کے بعد وہ میرے قریب پہنچ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں پستولیں تھیں جا کا رخ میری ہی جانب تھا۔

"ہوں کیا بات ہے کیا چاہتے ہو؟"

"ہم دارا خان کے آدمی ہیں اور ہمارے یہ الفاظ تمہاری سمجھ میں آ جانا چاہئیں۔"

"آ گئے۔" میں نے کہا۔

"گاڑی خاموشی سے ہمارے ساتھ ساتھ لگاؤ۔" انہوں نے حکم دیا۔

"کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"تم جانتے ہو دارا خان کون ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"وہ دولت خان کا بھتیجا ہے۔"

"میں دولت خان کو بھی نہیں جانتا۔" میں نے لیکن اچانک ہی میرے ذہن میں ایک جھٹکا سا ہوا دولت خان کا نام اس فہرست میں موجود تھا جو راجہ سجان نے مجھے دی تھی۔ میں نے کہا۔ "اگر یہ سب کچھ ہے تو تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ دارا خان نے بدتمیزی کی تھی؟"

"دولت خان کا بھتیجا بدتمیزی کرنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔ اسے روکنے والے تم کون ہوتے ہو۔"

"اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے، چلو پھر دولت خان کو بھی دیکھ لیتے ہیں۔" میں نے کہا اور اطمینان سے اپنی کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ وہ جیپ جو راستہ روک کر کھڑی ہو گئی تھی، سیدھی ہوئی۔ دوسری جیپ جس میں وہ لوگ موجود تھے، جنہوں نے مجھے دولت خان کے پاس چلنے کے لیے کہا تھا، میری گاڑی کے پیچھے پیچھے آنے لگی۔ میں جانتا تھا کہ وہ لوگ مجھے پستولوں کے نشانے پر لیے ہوئے ہیں، اس لیے میں خاموشی سے آگے بڑھتا رہا لیکن آگے بڑھتے ہوئے میں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ دولت خان سے جھگڑا مول نہیں لینا ہے۔ بلکہ اگر وہ کسی طرح مجھ سے راضی ہو سکے تو اچھا ہے لیکن اس کے لیے اس سے ملنا ضروری تھا۔ اس طرح کم از کم ایک ایسے آدمی تک تو رسائی حاصل ہو جاتی جو اس مسئلے میں ایک اہم مہرہ سمجھا جاتا تھا۔

میں نے اس کے لیے دل میں منصوبہ بندی کر لی اور یہ سوچا کہ دولت خان سے اس انداز میں گفتگو کروں گا کہ اسے مجھ پر غصہ نہ آ سکے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جیپ میرے قریب آ گئی اور اس نے مجھے ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا، جو شخص مجھ سے اب تک گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے رک کر سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ کہنے لگا۔

"اب ہم آبادی میں داخل ہو رہے ہیں۔"

تمہیں دولت خان کے گھر تک چلنا ہے لیکن یہ سمجھ لو کہ تم ہم سب کی پستولوں کے نشانے پر ہو گے بھاگنے کی کوشش کی، کسی کو اشارہ کیا یا کوئی اور حرکت کی تو کم از کم تم ضرور ختم کر دیئے جاؤ گے اس بات کا خیال رکھنا۔

چلو ٹھیک ہے میں نے جواب دیا اور کار پھر آگے بڑھا دی۔ جیپ پھر میرے پیچھے چل پڑی تھی۔ آبادی میں داخل ہونے کے بعد ہم نے شعلہ پور کے مشرقی علاقے کا رخ کیا آگے جانے والی جیپ میری رہنمائی کر رہی تھی اور پیچھے آنے والی جیپ میرا تعاقب کر رہی تھی اور مجھے نگاہوں میں رکھے ہوئے تھی جس مکان کے سامنے ہم لوگ پہنچے وہ ایک بڑے آدمی کا مکان معلوم ہوتا تھا۔ یہاں اس شہر میں ایسے لوگوں کے بارے میں اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ بڑے محراب نما گیٹ سے جیپ اندر داخل ہو گئی۔ اور میری کار بھی اس کے پیچھے چل پڑی۔ بہت بڑا احاطہ تھا۔ ایک سمت میں جوہڑ بنا ہوا تھا جس میں لاتعداد بطخیں تیر رہی تھیں اور ان [illegible] خاصا شور بلند ہو رہا تھا۔ دوسری جانب درخت اس طرح لگے ہوئے تھے کہ ان کی چھاؤں کے نیچے خاصی وسیع جگہ تھی اور یہیں کچھ لوگ چارپائیوں پر بیٹھے ہوئے تھے جیپ رک گئی مجھے بھی گاڑی سے نیچے اترنے کا اشارہ کیا گیا۔ اندرونی عمارت سامنے نظر آ رہی تھی۔ لیکن اس طرف جانے کے بجائے ہمیں درختوں کی چھاؤں میں جانا پڑا اور وہاں میں نے دولت خان کو دیکھا۔ سرخ و سفید رنگ کا ایک ضرورت سے زیادہ لمبا چوڑا آدمی تھا جس کی مونچھیں اوپر اٹھی ہوئی تھیں لیکن اس کے ساتھ جو شخصیت میں نے دیکھی اسے دیکھ کر میری آنکھیں شدت حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ "معزز مہمان خوش آمدید" ریٹا نے آگے بڑھ کر کہا۔ وہ شخصیت ریٹا کی تھی۔ میں ہنس پڑا۔

"یورپ میں معزز مہمانوں کو اسی طرح لایا جاتا ہے مس ریٹا؟"۔

دولت خان نے نرم لہجے میں کہا۔

"چلو اندر چلو یہاں بیٹھ کر زیادہ باتیں نہیں کی جا سکتیں" ریٹا بھی تیار ہو گئی۔ دولت خان میں اور ریٹا اس عمارت میں داخل ہو گئے۔ جو سامنے نظر آ رہی تھی۔ دولت خان ایک بڑے سے کمرے میں پہنچ گیا جو بہت ہی قیمتی سازو سامان سے آراستہ تھا۔ یہ شاندار اشیاء ان لوگوں کے پاس نہ ہوتیں تو پھر کس کے پاس ہوتیں۔ ظاہر ہے ان کا ذریعہ آمدنی شاندار تھا۔ قیمتی صوفے پڑے ہوئے تھے۔ ریٹا نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ دولت خان بھی سامنے ہی بیٹھ گیا۔ ابھی ہمیں بیٹھے ہوئے دو لمحے بھی نہیں گزرے تھے کہ ایک بڑی سی ٹرالی ہمارے سامنے پہنچ گئی جسے ایک شخص دھکیلتا ہوا لایا تھا۔ اس پر عمدہ قسم کے پھل اور خشک میوے سجے ہوئے تھے اور ٹرالی کی دوسری منزل میں چائے اور کافی کا سامان موجود تھا آنے والے ملازم نے بڑے احترام سے یہ ساری پلیٹیں میرے سامنے سجا دیں اور ریٹا مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے دولت خان سے کہا۔

"کیا کہتے ہو دولت خان؟"۔

"میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں میڈم ریٹا لیکن یہ بات تمہیں ماننی پڑے گی کہ جسے تم انمول ہیرا کہتی ہو وہ میرے ہی وطن کا باشندہ ہے تمہارے آدمیوں میں کوئی ایسا شاندار آدمی ہو تو مجھے بتا دو۔"

ریٹا ہنس پڑی۔ پھر بے باکی سے بولی "لیکن یہ انمول ہیرا سو فیصد میرا ہے دولت خان"۔

یہ دوسری بات ہے میڈم ریٹا عورت بہت طاقتور چیز ہوتی ہے اور بڑے بڑے سورما اپنا سب سے قیمتی سرمایہ اس کے قدموں میں ڈال دیتے ہیں۔ بہرحال یہ سب بعد کی باتیں ہیں اگر تم اس کو اپنی ملکیت کہنا چاہتی ہو یا سمجھنا چاہتی ہو تو دولت خان اس سے کب انکار کرتا ہے۔"

نہیں دولت خان ایسی کوئی بات نہیں ہے ملکیت وغیرہ کا جھگڑا بالکل نہیں ہے۔

"چلو ٹھیک ہے اب ذرا مجھے اس سے کام کی بات کرنے دو"۔

"کر لو لیکن جو کچھ میں کہہ چکی ہوں وہی

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

درست ہے ۔ "

" میڈم تم سے بغاوت کون کافر کرتا ہے مگر میرے نئے دوست سے مجھے تھوڑی سی بات تو کرلینے دو ۔ "

" ہاں ہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ ریٹا بولی " ۔

" جہانگیر خان ۔ یہی نام ہے تمہارا نا ؟ " ۔

" ہاں دولت خان " ۔

" جہانگیر خان میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں تم نے جنگ کا طریقہ کدھر سے سیکھا ؟ " ۔

" کہیں سے نہیں دولت خان " ۔

" مطلب ؟ " ۔

" مطلب یہ ہے کہ میرا باپ تیمور جمال اس وقت بھی پولیس کا ڈی آئی جی ہے " ۔

" کیا ۔۔۔۔۔۔ ؟ " دولت خان چونک پڑا اور میں ہنسنے لگا ۔

" ہاں ۔ ڈی آئی جی پولیس تیمور جمال شاہ ۔ کیا یہ نام تم نے کبھی سنا ہے ؟ " ۔

" اوئے خاناں خرابہ نہ صرف سنا ہے بلکہ بہت اچھی طرح سنا ہے ۔ وہ تو بہت خطرناک آدمی ہے ۔ " ۔

" ہاں وہ خطرناک آدمی میرا باپ ہے ۔ " ۔

" دولت خان نے سوالیہ نگاہوں سے ریٹا کو دیکھا اور ریٹا کہنے لگی

" یہ بات مجھے معلوم ہے دولت خان " ۔

" معلوم ہے ؟ " ۔

" ہاں " ۔

" تو پھر ؟ " ۔

" تو پھر کیا ؟ " ۔

" میرا مطلب ہے کہ تم پولیس کو ادھر لے آئیں " ۔

" ہاں ۔۔۔۔۔۔ اور اگر پولیس ہماری معاون ہو تو سوچو دولت خان کیسا کام بنے گا ؟ " ۔

" اوئے میڈم ریٹا یہ تم نے اچھا نہیں کیا " ۔

" دولت خان کیا اس سے پہلے میں نے ایسا کوئی کام کیا ہے جس سے تمہیں کوئی نقصان پہنچا ہو ؟ " ۔

" نہیں نہیں ۔ میں یہ بات نہیں بولتا یارا مجھے ڈر تو لگتا ہے نا ۔۔۔ پولیس میرے سر پر پہنچ گیا ۔ " ۔

" پولیس نہیں ہمارا ساتھی ہمارا دوست ۔ " ۔

"خیر میڈم تم نے آج تک جو کچھ کیا دولت خان نے اس پر کبھی اعتراض نہیں کیا " ۔

" ہاں یہ بھی ٹھیک ہے معاف کرنا یارا جہانگیر جمال شاہ تم نے تیمور جمال شاہ کا نام لے کر ہمارا رو نگٹا کھڑا کردیا مگر ایک بات تو بولو ۔۔۔۔ تم اپنے باپ سے الگ ہو کر اس زندگی میں کیسے آیا ؟ " ۔

"یہ ایک کہانی ہے دولت خان لیکن تم اتنا سن لو کہ میرے باپ نے مجھے ہمیشہ نکما سمجھا اور دولت خان میں نے ان کی مرضی پر چلنے سے انکار کردیا تو انہوں نے مجھے گھر سے نکال دیا ۔ اور پھر ایک پولیس افسر کا بیٹا اگر گھر سے نکالا جاتا ہے تو اپنے باپ کی ساکھ پر بہت کچھ کرتا ہے ۔ میں نے چار دوستوں کی ایک ٹولی بنائی اور اس کے بعد وہ سب کچھ کرنے لگا جس کے بارے میں اگر میرے باپ کو علم ہوجاتا اور اسے ثبوت مل جاتے تو شاید اب تک وہ مجھے پھانسی کے تختے تک پہنچا چکے ہوتے ۔ " ۔

" اوئے تو ایسا بولنا ' تمہارا تمہارے باپ سے اختلاف چلتا تھا " ۔

" چلتا تھا نہیں چلتا ہے ۔ آج تک میں اپنے گھر کے دروازے سے اندر نہیں داخل ہوسکا ۔ لیکن اس کا حل میں نے یہی نکالا کہ اتنے جرائم کروں کہ میرے باپ کو لطف آجائے " ۔

"تو کیا اس کو معلوم ہے کہ تم اس زندگی میں آگیا ہے ؟ " دولت خان بولا ۔

" نہیں باقاعدہ نہیں معلوم لیکن جب کبھی ایسا ہوا کہ اسے مجھ تک پہنچنے کا موقع ملا دولت خان وہ میرے خلاف ثبوت حاصل کرنے میں ناکام رہا " ۔

" دلچسپ بات ہے بہت ہی دلچسپ بات ہے مگر جہانگر خان اب تم یہ بولو کہ ادھرمیڈم ریٹا سے تم نے تعاون کیا کیا ہمارے ساتھ بھی تم تعاون کرے گا ؟ " ۔

" پہلی بات تو یہ ہے کہ دولت خان کہ جس طرح مجھے لایا گیا وہ تم جانتے ہو ۔ میں نہیں جانتا کہ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے اس طرح " ۔

" ریٹا جلدی سے بولی ۔۔ "نہیں جہانگیر خان درحقیقت ہم تمہارے بارے میں تمام تفصیلات دولت خان کو بتانا چاہتے تھے دولت خان کا اپنا ایک طریقہ کار ہے اس نے اس انداز میں تم پر قابو پانے کی کوشش کی اور اس طرح تمہیں یہاں لایا گیا لیکن میں اور دولت خان اس بات سے بالکل مطمئن ہیں ۔ میں دراصل یہی چاہتی ہوں کہ جو معاہدے میرے اور تمہارے درمیان ہوا ہے اب اس کا آغاز ہوجائے ۔ تمہیں دولت خان کے ساتھ ساتھ مل کر کام کرنا ہے اور اس کے بعد تمہیں اپنا تفصیلی منصوبہ بتاؤں گی ۔ دیکھو اس بات [illegible] برے انداز میں نہ لینا میں جانتی ہوں [illegible] حساس آدمی ہو بس یوں سمجھ لو کہ [illegible] چھوڑ راستے تلاش کئے اور میں نے تم [illegible] اعتماد [illegible] یہ عمل کر ڈالا " ۔

ہوں گویا اب مجھے دولت خان صاحب کے ساتھ کام کرنا ہوگا ؟ " ۔

" ہاں پلیز یہ میری خوشی ہے اور اس کے نتیجے میں تمہیں جو کچھ ملے گا جہانگیر یقین کرو تمہیں خوشی ہوگی " ۔

" ٹھیک ہے میڈم مجھے اعتراض نہیں ہے " میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ریٹا کا چہرہ کھل اٹھا اس نے دولت خان سے کہا ۔

" میں اس کی مکمل ضمانت لیتی ہوں دولت خان میں کسی ایسے آدمی کو تم نہیں پہنچا سکتی تھی جس پر مجھے پورا پورا بھروسہ نہ ہوتا " ۔

" ٹھیک ہے ٹھیک ہے میری نظر خود بھی بہت دور تک دیکھتی ہے میڈم ریٹا ۔ تو پھر اب کیا پروگرام ہے ۔ ایسا کرو اب تم میڈم ریٹا کے پاس سے یہاں چلے آؤ ۔ اور میرے ساتھ کام کرو " ۔

"نہیں دولت خان ایسا نہیں ہوسکتا " ریٹا بولی ۔

" کیوں " ۔

" یہ بات میں تم سے پہلے ہی کہہ چکی ہو بات میری اپنی نہیں ہے بلکہ خانم گل چراغ اور دوسرے تمام لوگ بھی ان میں دلچسپی لیتے ہیں وجہ تمہیں معلوم ہی ہے اور میں تمہیں بتا چکی ہوں " ۔

" ہاں ہاں حیران کن بات ہے یہ ۔ واقعی حیران کن بات ہے خیر تو پھر کیا کہنا چاہتی ہو تم میڈیم ریٹا " ۔

" یہ دن میں تمہارے ساتھ کام کریں گے اور شام کو واپس پہنچ جائیں گے ۔ ویسے بھی ان کا یہی معمول ہے " ۔

" مگر جب میرا کام ہوگا تب " ۔

" تب یہ کوئی بہانہ کر کے وہاں سے آسکتے ہیں ۔ "

پھر ٹھیک ہے لیکن تھوڑی سی تربیت تو دینا ہوگی انہیں ۔

" اس کے لئے پورا دن کافی ہے ۔ " ریٹا نے کہا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولی ۔

" کیوں جہانگیر میرا منصوبہ غلط تو نہیں ہے ؟ " ۔

" نہیں اب جبکہ میں نے تم سے یہ کہہ دیا ہے ریٹا کہ میں تمہاری ہدایت پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں تو پھر سارے منصوبے تمہاری پسند کے مطابق ہی چلیں گے ۔ "

" او تھینک یو ڈارلنگ ' تھینک یو ۔ دراصل دولت خان صاحب اپنے کاروبار کے سلسلے میں تمہیں تھوڑی بہت ٹریننگ دیں گے اور تمہیں ان کے ساتھ مصروف رہنا ہوگا ۔ کبھی دو تین راتیں گھر سے باہر گزر جائیں گی ورنہ راتوں کو میں تمہارا انتظار کیا کروں گی ۔ کیا سمجھے ؟ " ۔

"ٹھیک ہے ' ٹھیک ہے ۔ "

کافی دیر تک دولت خان سے باتیں ہوتی رہیں ۔ پھر ریٹا نے کہا ۔ "اچھا! دولت خان اب ہم لوگ چلیں ۔ ہاں کل صبح یہ تمہارے پاس پہنچ جائیں گے ۔ "

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پتا نہیں دولت خان نے منہ ہی منہ میں کیا کہا تھا۔ میری یا ریٹا کی سمجھ میں نہ آسکا۔ بہر حال بعد میں ریٹا ایک خوبصورت کار میں بیٹھ کر میرے ساتھ واپس چل پڑی میں نے اس سے کہا۔

"یہ تو بہت بڑا ڈرامہ ہے ریٹا۔"۔

"ڈرامہ نہیں ہے ڈارلنگ بس یوں سمجھ لو کہ میں نے اپنی زندگی کا آخری راز بھی تمہیں دیدیا ہے۔ ویسے میں یہ محسوس کرتی ہوں جہانگیر جمال کہ میں تمہارے سامنے بے بس ہو گئی ہوں۔

"ارے، ارے مجھے بے بس کرنے کے بعد تم میرے سامنے بے بسی کا اظہار کرتی ہو۔"

"ہاں ایسا ہوا ہے۔ میں اندرونی طور پر یہی محسوس کررہی ہوں۔ ریٹا نے کہا وہ کس قدر مضمحل ہو گئی تھی پھر جلدی سے بولی۔

"اچھا ٹھیک ہے پھر یہی کریں گے کہ شام میں تمہاری واپسی ہوجایا کرے گی اور اگر دولت خان کہیں تمہیں ساتھ لے جائے تو مجھے اس کا پہلے سے علم ہوگا۔ میں ایسا ماحول بنالوں گی اور تمہیں بتادوں گی۔"

"ایک بات پر الجھن کا شکار ہوں ریٹا"۔

"کیا؟"۔

"کیا میرا ان لوگوں پر مسلط رہنا مناسب ہے؟"۔

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ وہاں تو ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ تم چوبیں گھنٹے ساتھ رہو اور کبھی واپس نہ جاؤ اور اس بات کا بھی اطمینان رکھو کہ کہیں سے بھی اکتاہٹ کا کوئی مظاہرہ ہوا تو میں اس سے پہلے آگاہ کردوں گی۔ اور اس کے بعد تم وہ گھر چھوڑ دینا۔ بات دراصل یہ ہے کہ اب میں بھی تمہارے بغیر بے چین رہوں گی۔اور اور ---"

اس نے مست نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں نے دل ہی دل میں ایک قہقہہ لگایا۔ ٹھیک ہے محترمہ ریٹا اگر آپ اس راستے سے مکڑی کے جالے کی جانب آرہی ہیں تو آیئے۔ سر آنکھوں پر، خوش آمدید۔

بعد میں، میں نے دولت خان کے بارے میں بڑی تفصیل سے سوچا تھا۔ کیونکہ اس کا نام بھی اس فہرست میں موجود تھا جو مجھے راجہ سبحان نے فراہم کی تھی اس لئے میں نے سوچا کہ کام کا آغاز اگر یہیں سے ہوجائے تو کوئی حرج نہیں۔ وہ رات بھی پہلی راتوں کی مانند گزر گئی۔ دوسری صبح ریٹا کہیں جانے کے لئے تیار تھی کہاں جارہی تھی یہ اس نے مجھے نہیں بتایا۔ باقی سب لوگ گھر میں ہی تھے جانے سے پہلے میرے کمرے میں آئی۔ کہنے لگی "دس بجے کے قریب تم دولت خان کے پاس چلے جانا اور اس کے بعد کے معاملات تو تمہیں معلوم ہی ہیں"۔

"ٹھیک ہے۔"

"ہماری ملاقات شام ہی کو ہوگی۔"

"بالکل ٹھیک۔"

اور اس دن شاید نوشاد کو بڑی مشکل سے موقع ملا تھا میں کمرے میں ہی تھا کہ دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں نے دستک دینے والے سے اندر آنے کے لئے کہا اور نوشاد کو دیکھ کر سنبھل گیا۔ اس کے چہرے پر ایک غمگین سی کیفیت چھائی ہوئی تھی۔

"ہیلو نوشاد" میں نے کہا جواب میں اس نے کچھ نہ کہا اور خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا شکوہ تھا۔ ایک عجیب سی کیفیت تھی اس کی آنکھوں میں۔ پھر اس نے دروازے کی جانب دیکھا اور پھر میری طرف بیٹھتے ہوئے بولی۔

"میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں"۔

"کہو"۔

"میں نہیں سمجھتی کہ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اس کا انجام کیا ہوگا۔ لیکن میں نے بڑی مشکل سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ انجام سے بے پروا ہوکر تم سے گفتگو کروں"۔

"خیریت تو ہے نوشاد؟"۔

"نہیں خیریت کہاں ہے اور کیوں نہیں ہے یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو"۔

"فلسفے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے"۔

"میں فلسفہ نہیں بول رہی ہوں تمہیں

آئینہ دکھانا چاہتی ہوں"۔

"کیا آئینہ دکھانا چاہتی ہو؟"۔

"جو کچھ یہاں ہورہا ہے کیا وہ بہتر ہے؟"

"کیا ہورہا ہے یہاں؟"۔

"میں تم سے کہتی ہوں جو کچھ تم کررہے ہو کیا وہ بہتر ہے؟"۔

"مس نوشابہ براہ کرم کیا آپ تفصیل سے بتانا پسند کریں گی"۔

"یقین کرو، یقین کرو وہ بہترین کردار کا مالک تھا یورپ میں رہتا تھا لیکن یورپ کی رنگینیوں سے نا آشنا بلکہ انہیں ٹھکرانے والا۔ تم اس کے ہمشکل ہو کم از کم اس کے ہمشکل ہونے کی تو لاج رکھ لو"۔

"رازل شاہ کی بات کررہی ہو"۔

"تم جانتے ہو"۔

"اگر تفصیل بھی سمجھ لیتا تو زیادہ اچھا ہوتا

"جان بوجھ کر انجان نہ بنو، مشرقی ہو، مشرق کی کچھ روایات ہوتی ہیں ہم لوگ نمک سے خاص نسبت رکھتے ہیں اور جب بھی کوئی ایسا مرحلہ آتا ہے ہم نمک کا حوالہ دیتے ہیں کیوں یہ میں نہیں جانتی۔ لیکن کچھ لوگ نمک کے لئے جان دیتے ہیں۔"

"گویا نمک حلالی کرتے ہیں"۔

"ہاں۔"

"اور آپ کے خیال میں میں کیا کررہا ہوں؟"۔

"آہ میں صرف اس لئے یہ جملے تم سے کہنا چاہتی ہوں کہ تم رازل شاہ کے ہمشکل ہو۔ یہاں تمہیں ایک بہن ملی ہوئی ہے۔ جو تمہیں بہن کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ یہاں ماں ہے جو تمہیں بیٹے کا درجہ دیتی ہے اور۔ اور بھائی ہے جو تمہیں چھوٹے بھائی کی جگہ سمجھتا ہے۔ کیا بھائی کی بیوی تمہارے لئے -------- تمہارے لئے -----

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اس کا مقصد ہے کہ نوشاد میرے اور ریٹا کے درمیان تعلقات

جان گئی ہے۔ میں چند لمحات خاموش رہا۔ سوچ رہا تھا کہ کیا جواب دوں لیکن اعتراف کرلینا اس وقت بے حد خطرناک ثابت ہو سکتا تھا میں نے نوشاد سے کہا۔

"لوگ کہتے ہیں کہ رازل شاہ کی موت کے بعد --------"۔

"خبردار --- خبردار اگر رازل شاہ کے نام کے ساتھ موت کا لفظ استعمال کیا تو---- تو شاید میں تمہیں زندہ نہ چھوڑوں" اس نے درمیان سے میری بات کاٹ دی۔

"خیر میرا مطلب ہے کہ لوگوں کا کہنا ہے کہ رازل شاہ کے حادثے نے تمہیں دماغی طور پر مفلوج کردیا ہے۔ تمہارے ساتھ جو رویہ اختیار کیا جاتا ہے نوشاد وہ ایسا ہی ہے جس میں ہمدردی اور یہ احساس شامل ہے کہ تم دیوانی ہو۔ اگر اس دیوانگی میں کچھ کہہ رہی تو میں مجبور ہوں کہ تمہیں کوئی برا جواب نہ دوں۔

"میں دیوانی نہیں ہوں سمجھے۔ مجھ سے زیادہ ذہن تو اس گھر میں شاید اور کوئی نہیں۔ تم اپنے آپ کو بہت زیادہ چالاک سمجھ رہے ہو۔ یہاں سیر و سیاحت کے لئے آئے اتفاق سے رازل شاہ کے ہمشکل نکل آئے یا یہ لوگ جذباتی ہوگئے اور تم نے سوچا مفت رہائش، مفت کھانا، عیش و عشرت اور اس کے ساتھ ساتھ ہی" ساتھ ساتھ ہی اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"اگر تفصیل بتاؤ تو آگے بات کروں۔؟"

"میں ایک مشرقی لڑکی ہوں کیسے تفصیل بتا سکتی ہوں۔ دیکھو یہ سچ ہے کہ تم بھی مشرقی نوجوان ہو ہم صرف یہ باتیں عورتوں تک ہی محدود نہیں رکھتے۔ جب ہماری روایت کا ذکر آتا ہے تو اس میں مرد اور عورت سب ہی شامل ہوتے ہیں۔ لیکن نجانے کیوں نجانے کیوں، تم ان روایات کو پامال کرنے پر تل گئے ہو۔ دیکھو ایسا نہ کرو۔ دیکھو ایسا نہ کرو تم۔ تم اگر ایک عزت دار گھرانے سے تعلق رکھتے ہو تو تمہیں عزت کی تفصیل معلوم ہونی چاہئے۔ اس کا مفہوم معلوم ہونا چاہئے۔ یہ سب کچھ تو کہیں بھی کیا جاسکتا

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہے ۔ غلاظت اور گندگی تو ہر جگہ موجود ہے ۔ اس طرح کیوں ان باتوں کو بدنام کررہے ہو جنہیں ہم بڑی عقیدت سے ایک دوسرے کو بتاتے ہیں ۔ "

" نوشاد اگر تم ریتا کی بات کررہی ہو تو اس کے بارے میں بہت سے سوالات میرے ذہن میں ابھرتے ہیں ۔ " ۔

" کیا ؟ " ۔

" کیا وہ ہماری ہم مذہب ہے ؟ " ۔

" نہیں " ۔

" کیا وہ مسلمان ہوگئی ہے ؟ " ۔

" نہیں " ۔

" کیوں ؟ " ۔

" یہ سب کچھ ہم پر سے بیت چکا ہے ۔ خانم گل چراغ اس سلسلے میں اتنی بات کرچکی ہیں کہ اب میرے پاس کہنے کے لئے کچھ نہیں ہے " وہ بولی ۔

" لیکن میں تمہارے گھر میں اجنبی ہوں ۔ میرے ذہن میں یہ سوالات ابھرتے ہیں ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مہابت خان صاحب نے ریتا سے شادی کیوں کی ۔ ؟ "

" دیکھو یہ گزری ہوئی باتیں ہیں ہم حال میں سفر کررہے ہیں " ۔

" تو پھر یوں سمجھ لو کہ میں ابھی حال سے نہیں بلکہ ماضی سے گزر رہا ہوں اور جہاں حال میں پہنچوں گا تو اس ساری باتوں کے بارے میں بھی سوچ لوں گا "

" اچھا نہیں کررہے تم یہ نہ سمجھنا کہ میں اس راز کا انکشاف کہیں کردوں گی میں نے یہ سوچا تھا کہ تم ہی کو سمجھاؤں گی تم ہی سمجھ لو تو زیادہ اچھا ہے ۔ "

" شکریہ مس نوشاد .... "

" مگر مجھے یہ سب کچھ اچھا نہیں لگ رہا ۔ "

"اگر آپ رازل شاہ کی حیثیت سے مجھے دیکھ رہی ہیں تو میں آپ سے معذرت کروں گا ۔ "

دیکھو ایسی بات نہ کرو کہ میرا دماغ گرم ہوجائے ۔ میں سوچنے سمجھنے کے قابل نہ رہوں میں تمہاری صورت پر تھوکتی ہوں تم رازل شاہ تو کیا اس کے کتے سے بھی زیادہ اہمیت نہیں رکھتے میرے لئے ۔ لعنت ہو تم پر لعنت ہے ۔ "

غصے سے پاؤں پٹختی ہوئی باہر نکل گئی اور میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا میں نے دل ہی دل میں کہا ۔

مس نوشاد پہلے اپنے گھر کے حالات تو دیکھ لیجئے اس انگریز عورت نے آپ کے باعزت گھرانے کو کیا سے کیا بنا دیا ہے ۔ بلکہ وہ مہابت خان کی جان کے بھی درپے ہے ۔ بچانا ہوگا ان کو ' سب کو بچانا ہوگا اور کل کا دن جب تم میرے بارے میں سوچوگی تو یقینی طور پر تمہارے تاثرات مختلف ہوں گے ۔

بہر حال گیارہ بجے تک انتظار کیا اور اس کے بعد گاڑی لے کر باہر نکل گیا ۔ میرا رخ دولت خان کے اس رہائشی علاقے کی جانب تھا جہاں میں پچھلے دن اس کے پاس پہنچا تھا ۔ اور واپسی میں مجھے اس کی تمام تفصیلات بتادی گئی تھیں ۔

دولت خان نے آج میرا استقبال پہلے دن سے زیادہ پرجوش انداز میں کیا تھا اور اس کے بعد وہ مجھے اپنے کاروبار کی تفصیلات بتانے لگا تھا ۔ اس نے اس قدر اعتماد کرلیا تھا مجھ پر کہ ساری تفصیلات بتادیں ۔ اس نے بتایا کہ دنیا کے مختلف ممالک سے ان کا مال آتا ہے اور وہ اس مال کو اپنے ملک میں اور پھر یہاں سے غیر ممالک روانہ کر دیتے ہیں ۔ وہ اسے ایک تجارت قرار دیتا تھا ۔ اور اس کے بارے میں اس کے نظریات بالکل صاف ستھرے تھے ۔ وہ کہتا تھا کہ یہ کام قانون کی نگاہ میں غلط ہے لیکن اپنے طور پر وہ اسے غلط نہیں سمجھتا ۔ پھر اس نے اپنی رقابتوں کے بارے میں بھی بتایا تھا ۔ یہاں چھ پارٹیاں کام کررہی تھیں اور یہی چھ نام تھے جو مجھے راجہ سبحان نے فراہم کئے تھے ۔ میں ان سے اچھی طرح واقف ہوگیا ۔ چار دن تک میرے اور دولت خان کے درمیان یہ سارے معاملات چلتے رہے ۔ اور پھر اس دن دولت خان نے کہا ۔

"جہانگیر شاہ ہمیں ایکشن پر چلنا ہے ۔ آج شام کو ساڑھے پانچ بجے روانگی ہے ۔ تیار رہنا ۔ "

اور میں اس ایکشن کے بارے میں بہت کچھ سوچتا رہا تھا ۔ البتہ تقریبا چار بجے گھر واپس آگیا اور میں نے مہابت خان سے کہا تھا کہ میرے کچھ دوست شکار پر جارہے ہیں ہوسکتا ہے میری واپسی رات کو نہ ہوسکے ۔ مجھے خوشی سے اجازت دے دی گئی تھی اور اس بات پر خوشی کا اظہار کیا گیا تھا کہ میں نے ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان لوگوں کو اپنے غائب رہنے سے آگاہ کیا ۔ پھر میں ٹھیک ساڑھے پانچ بجے دولت خان کے ساتھ چل پڑا ۔ گیارہ آدمی تھے جو اس مہم پر روانہ ہو رہے تھے میں اور دولت خان بھی ان گیارہ افراد میں شامل تھے ۔ سب کے سب پوری طرح مسلح تھے ' مجھے بھی ایک ہلکی مشین گن دیدی گئی تھی اور ہم نے جو راستہ اختیار کیا تھا وہ بالکل ہی الگ راستہ تھا ' یعنی وہ سمت نہیں تھی جہاں شکاری شکار کھیلنے جاتے ہیں ۔ بلکہ ہمیں ایک بالکل مختلف سمیت اختیار کرکے اور ایک لمبا چکر لگا کر وہاں پہنچا پڑا تھا جہاں شکاریوں کا داخلہ ممنوع تھا یہ دشوار گزار علاقے تھے اور انہیں دشوار گزار علاقوں میں ' میں نے وہ حیرتناک چیز دیکھی جسے دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں ۔ یہ وہ ہی ایک چٹان تھی جو اپنی جگہ سے غائب ہوجاتی تھیں ۔ دولت خان نے ان میں سے ایک کے قریب پہنچ کر اس کا دروازہ کھولا یہاں مجھے چار غیر ملکی نظر آئے جو پٹھانوں کا سا لباس پہنے ہوئے تھے ۔ نسوار کھاتے تھے اور شلوار قمیض میں ملبوس تھے ' صورت شکل سے پٹھان ہی لگتے تھے انہوں نے اپنا حلیہ بہت خوبصورتی سے تبدیل کرلیا تھا ۔ لیکن وہ انگریزی بولتے تھے ۔ یہ لوگ بھی ہمارے ساتھ تھے تب پہلی بار مجھے ساری صورتحال کا علم ہوا ' یہ خاص قسم کے بنائے ہوئے ٹرک تھے جن میں انجن لگے ہوئے تھے ۔ ڈرائیونگ سائڈ کا حصہ بھی بالکل چٹان نما تھا بس لگے ایسے دو سوراخ تھے جن سے باہر دیکھا جاسکتا تھا ۔ نیچے چھوٹے چھوٹے پہیئے لگے ہوئے تھے جن پر چوڑی اسٹیل پلیٹیں لگائے گئی تھیں اور انداز ایسا تھا کہ وہ پہیئے آگے بڑھتے تھے تو پیچھے سے ایک ایسا وائپر لگا ہوا تھا جو ان کے نشان صاف کرتا چلا جاتا تھا اور اس کا اندازہ بالکل نہیں ہوتا تھا ۔ حیران کن چیز تھی واقعی بڑا دلچسپ طریقہ کار چٹانیں اپنی جگہ سے سرک جاتی تھیں ۔ اور کسی بھی جگہ ٹھہر جاتی تھیں ۔ لوگ یہی سمجھتے کہ یہ چٹانیں ہیں لیکن درحقیقت وہ اسمگلروں کے ٹرک ہوا کرتے تھے ۔ بالکل نیا اور جدید طریقہ کار ۔ پھر ہم نے ایک خوفناک مہم کے درمیان وقت گزارا ۔ ہم اس ٹرک میں بیٹھ کر چل پڑے ۔

رات کے گہرے سناٹوں میں یہ عجیب و غریب ٹرک سفر کرتا رہا ۔ کچھ عجیب سا انداز تھا اس کا ۔ دشوار گزار راستوں پر اس کا سفر بہت آسان ہوتا تھا ۔ اور اونچی نیچی چڑھائی اور ڈھلانوں پر بھی اس کی رفتار پوری طرح کنٹرول میں رہتی تھی ۔ بلا شبہ یہ اسمگلروں کی بہترین ایجاد تھی اور میں اس سے بہت متاثر ہوا تھا ۔ پتہ نہیں کہاں یہ ٹرک بنائے گئے تھے ۔ غرض یہ کہ ہم اس جگہ پہنچ گئے جو ہماری منزل تھی ۔ اور یہاں میں نے چند اور افراد کو دیکھا ۔ یہ بھی غیر ملکی ہی تھے ۔ دولت خان کے اور ان کے درمیان رقم و سامان کا تبادلہ ہوا اور اس کے بعد ہم نے وہ چھوٹے بڑے کارٹن اٹھا اٹھا کر ٹرک میں منتقل کرنا شروع کردیئے ۔ اور اس کام سے فراغت حاصل ہوئی ہی تھی کہ اچانک پہاڑوں کی بلندیوں سے ہم پر تیز روشنیاں پڑیں اور سب کے سب چونک پڑے ۔ روشنیوں کے ساتھ ہی تڑا تڑ گولیوں کی بارش شروع ہوگئی تھی ۔ دولت خان کے حلق سے ایک تیز آواز نکلی ۔ اور اس کے ساتھ ہی بھگدڑ مچ گئی ۔ وہ غیر ملکی جو یہاں سامان لے کر آئے تھے دور کھڑے ہوئے ٹرک کی جانب بھاگے اور ان کے ٹرک اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئے لیکن اس سمت مسلسل گولیاں برس رہی تھیں ۔ جہاں ہم لوگ موجود تھے ۔ میں نے پھرتی سے شانے کے بل اوٹ لگائی اور دوسرے ہی لمحے ان روشنیوں کو نشانہ بنایا جو ہمیں اپنی رینج میں لئے ہوئی تھیں میری پہلی ہی کوشش کارگر رہی اور میں نے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پہاڑوں پر لگی ہوئی ان سرچ لائٹوں میں سے دو کو نشانہ بنا لیا جو ہمیں گھیرے میں لئے ہوئے تھیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ ادھر سے گولیوں کی رفتار تیز ہو گئی۔ دولت خان اور اس کے ساتھی بھی فائرنگ کر رہے تھے۔ دولت خان نے غرا کر کہا۔

بے وقوف کے بچوں پہلے ان روشنیوں کو بجھانے کی کوشش کرو۔ اور بے وقوف کے بچے روشنیوں کو بجھانے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن ایک بھی نشانہ کارگر نہیں ہوا تھا۔ دولت خان رینگتا ہوا میرا قریب پہنچ گیا۔

"جہانگیر شاہ تم کوشش کرو تم نے دو لائٹوں کو صحیح نشانہ بنایا تھا" میں نے اپنی جگہ سے پھر زمین پر پڑے پڑے چھلانگ لگائی اور اٹھتا ہوا دوسری ڈائریکشن میں چلا گیا وہاں سے درحقیقت درمیان میں رکاوٹیں آرہی تھیں۔ جہاں سے یہ لوگ روشنیوں کو نشانہ بنا رہے تھے۔ میں نے ان رکاوٹوں کو خاص طور پر نظر میں رکھا اور اتنا فاصلہ گولیوں کی چھاؤں میں طے کرلیا کہ ان روشنیوں کو نشانہ بنا سکوں۔ سات یا آٹھ لائٹیں تھیں میں نے تاک تاک کر نشانہ لگانا شروع کردیئے اور ذرا دیر میں پہاڑیوں کو ایک بار پھر تاریک کر چکا تھا۔ اس پوزیشن میں آتے ہی دولت خان نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور ٹرک کی جانب بھاگا۔ یعنی اپنے ٹرک کی جانب جسے چٹان کی شکل دی گئی تھی۔ لیکن گولیوں کی زد میں آگیا اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی اور وہ اچھل کر نیچے گرا اس وقت یکے بعد دیگرے چار پانچ چیخیں سنائی دیں اور یہ دولت خان کے آدمیوں ہی کی چیخیں تھیں دولت خان غرا کر بولا۔

"اندر اندر ٹرک کے اندر" لیکن دوسری جانب سے بھی فائرنگ شروع ہوگئی تھی۔ ہمیں اچھی طرح گھیر لیا گیا تھا۔ چنانچہ دولت خان کے کچھ اور ساتھی زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔ صرف تین آدمی باقی رہ گئے تھے۔ بڑا کامیاب چھاپہ مارا گیا تھا۔ دولت خان خود بھی کہنیوں کے بل گھسٹ رہا تھا۔ پھر اچانک ہی کسی نے ایک اور احمقانہ کارروائی کر ڈالی۔ غالباً دولت خان کے ساتھیوں میں سے کوئی ٹرک میں پہنچنے میں کامیاب ہوگیا تھا

اور اس نے اپنی زندگی بچانے کے لئے فوراً ہی ٹرک اسٹارٹ کرکے وہاں سے آگے بڑھا دیا تھا۔ دولت خان کافی پیچھے رہ گیا تھا وہ پھر دھاڑا

"اوئے کون ہے یہ، کون ہے یہ اوئے ادھر حرام خور"

"رک جا" ابھی رک جا، لیکن حرام خور برق رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا۔ دولت خان نے کئی بار دانت پیس کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیاب نہیں ہوسکا۔ غالباً اس کی دونوں ٹانگیں زخمی ہوگئی تھیں۔ اور وہ صرف ہاتھوں کے بل کھسک سکتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں سب مشین گن بھی دبی ہوئی تھی۔ جس سے وہ کبھی کبھی فائر بھی کردیتا تھا میں البتہ محفوظ تھا۔ چند لمحات کے بعد میرا جسم دولت خان کے کچھ ساتھیوں کی لاشوں سے ٹکرایا میں نے انہیں ٹٹولا اور پھر دولت خان کے قریب پہنچ گیا۔ دولت خان کہنے لگا

"اوئے جہانگیر جمال شاہ تو تو ٹھیک ہے۔"

"ہاں دولت خان۔"

"اس ولد الحرام کو روک۔ کسی طرح اس ولد الحرام کو روک جو ٹرک لے کر بھاگا جارہا ہے۔ اگر وہ نہ رکا تو ہم گرفتار ہوجائیں گے یا نہیں مارے جائیں گے۔ میں نے ایک لمحے کے لئے دولت خان پر نظر ڈالی اور پھر سب مشین گن سے پہاڑوں کی بلندیوں کی جانب فائر کرتا ہو ٹرک کی جانب دوڑا۔ ٹرک کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی میں پھرتی سے اس تک پہنچ گیا۔ ابھی اس نے کوئی زیادہ سے زیادہ دو سو گز کا فاصلہ طے کیا تھا۔ پھر ٹرک پر چڑھنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا میں اندر پہنچ گیا ڈرائیونگ سیٹ پر صرف ایک آدمی موجود تھا جو سب کو چھوڑ بھاگا تھا اور اپنی زندگی بچانے کی کوشش کررہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے ایک دم پلٹ کر مجھ پر فائر کردیا۔ غالباً اس پر جنون سوار ہوگیا تھا۔ بال بال بچا تھا اور گولی میرے بائیں شانے کو چھوتی ہوئی گزر گئی تھی۔ کپڑا جل گیا تھا لیکن شکر ہے شانہ زخمی

نہیں ہوا تھا۔ بحالت مجبوری مجھے اس شخص کو نشانہ بنانا پڑا۔ اور میں نے اسے وہیں ڈھیر کردیا۔ دولت خان ہی کا ایک ساتھی تھا اسے ختم کرنے کے بعد میں پھرتی سے آگے بڑھا اور میں نے ٹرک کا انجن بند کردیا۔ پھر اس کا جسم اٹھا کر میں نے دروازے سے باہر اچھال دیا اور اس کے بعد ٹرک کو واپس موڑ لایا۔ دوسری جانب سے گولیوں کی بوچھاڑ مسلسل ہورہی تھی۔ اور اب مجھے یہ اندازہ بھی ہوگیا تھا کہ دولت خان کے ساتھیوں میں سے ایک شخص بھی زندہ نہیں بچا ہے۔ ان سب کی لاشیں وہاں پڑی ہوئی تھیں۔ دولت خان مسلسل کھسک رہا تھا۔ ٹرک جب اس کے قریب پہنچا تو اس نے کہا۔

"اوئے جہانگیر خان او جہانگیر خان میں اٹھ نہیں سکتا۔ میرے یار مجھے سہارا دے" میں نے پھرتی سے ایک بار پھر انجن بند کیا۔ دوڑتا ہوا دولت خان کے پاس پہنچا اور دوسرے ہی لمحے میں نے جھک کر دولت خان کو اپنے کاندھوں پر اٹھا لیا وہ بری طرح چیخا۔

"اوئے اوئے میں بہت وزنی ہوں تو مجھے سنبھال نہیں سکے گا" لیکن میں جانتا تھا کہ وہ وزنی ہے۔ میں اسے کاندھے پر لاو کر اس گہری کھائی کو عبور کرکے دوسری جانب پہنچ گیا جہاں تک میں ٹرک لے جاسکا تھا۔ دولت خان اوئے اوئے ہی کرتا رہا۔ لیکن میں اسے کسی نہ کسی طرح بچا کر ٹرک تک لے آیا۔ اور پھر میں نے اسے اس کے کھلے ہوئے دروازے سے اندر داخل کردیا۔ دولت خان نے دروازہ خود ہی بند کرلیا تھا میں پھرتی سے ٹرک کے اسٹیئرنگ پر پہنچا اور اسے اسٹارٹ کرکے وہاں سے آگے بڑھایا۔ دولت خان کا خیال ہوگا کہ میں ان پر خار راستوں پر اور ان ناہموار چٹانوں کے درمیان ٹرک نہیں چلا سکوں گا کیونکہ میں اجنبی تھا۔ لیکن میں نے انتہائی مہارت کا ثبوت دیتے ہوئے اس انداز میں اس انوکھے ٹرک کو آگے بڑھانا شروع کردیا جس طرح وہ لوگ اسے یہاں لائے تھے۔ دولت خان آہستہ آہستہ گھسٹتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا۔ میں اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن اس کا سکون بتاتا تھا کہ وہ میری اس گرفت پر شدید حیرت زدہ ہے۔ ویسے بھی یہ سچ بات ہے کہ اس وقت بچ کر نکل آنا ایک معجزہ ہی ہوا تھا۔ میں دولت خان کو بچا کرلے آیا تھا۔ سرحدی علاقے میں داخل ہونے کے بعد میں نے ٹرک کی رفتار کم نہیں کی اور پھر وہی جگہ آگئی جہاں ہم متحرک چٹانوں کو دیکھا کرتے تھے اور انہیں اپنی جگہ سے غائب پاتے تھے۔ دولت خان نے کہا۔

"مشرق کی سمت، مشرق کی سمت چلو۔ جہانگیر جمال شاہ، میری جان، مشرق کی طرف چل۔ تو نے کروڑوں روپے کا مال بھی بچا لیا ہے اور اور وہ والد الحرام نمک حرام تھے وہ مر گئے اچھا ہوا۔ جہنم میں جائیں مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔ جو موقع کی نزاکت کو نہ سمجھ سکیں جو ایسے حالات میں اپنی جان بچانے کے بارے میں سوچیں وہ کبھی دوست نہیں ہوتے۔ مشرقی حصے کی طرف چل۔ بس تھوڑا سا اور آگے چلنا ہوگا وہ جو پہاڑی ٹیلہ نظر آرہا ہے اس کے نیچے میرے آدمی ہمارا انتظار کررہے ہوں گے۔ رفتار تیز کردے" اب ہم خطرے سے باہر نکل آئے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم مطلوبہ جگہ پہنچ گئے۔ حالانکہ یہ ساری مہم بہت زیادہ طویل وقت کی نہیں تھی لیکن اتنی خوفناک مہم تھی کہ سوچ کر رونگٹے کھڑے ہوتے تھے۔ یہاں واقعی دولت خان کے ٹرک موجود تھے۔ دولت خان نے اپنے آدمیوں کو چیخ کر قریب بلایا اور کہا کہ ٹرک کا سامان فوراً منتقل کردیا جائے۔ کہیں نشاندہی نہ ہوجائے۔ بڑے دل گردے کا آدمی تھا دولت خان۔ حالانکہ اس کی دونوں رانوں میں گولیاں لگی ہوئی تھیں لیکن گھسٹ گھسٹ کر وہ اپنے آدمیوں کو احکامات دے رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی عمل کیا روشنی اندر موجود تھی۔ چنانچہ تلاش کرکے میں نے کپڑے کی ایسی پٹیاں بنائیں جو دولت خان کے زخموں پر کسی جاسکیں اور پھر کپڑے کی گدیاں بنا کر اس کے زخموں پر رکھ دیں۔ اور ان پر پٹیاں کسنے لگا۔ دولت خان نے چونک کر مجھے دیکھا، دیکھتا رہا، دیکھتا رہا۔ اور پھر آنکھیں بند کرلیں۔ اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خون بند ہوگیا تھا اور پٹیاں کسنے سے اسے آرام بھی ملا تھا۔ دولت خان نے ایک دم چونک کر مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"تو بہت طاقتور ہے جہانگیر خان کوئی بھی مجھے اس طرح اٹھا کر نہیں دوڑ سکتا۔ جس طرح تو دوڑ پڑا تھا۔ کسی کو بتانا نہیں یہ بات کہ میں کسی کے کندھوں پر سفر کرچکا ہوں۔ میں نے دولت خان کا شانہ تھپتھپایا اور آہستہ سے بولا۔

"نہیں خان یہ بات کسی کو بتانے کی نہیں ہوتی ہے۔"

"تیرا شکریہ جوان' تیرا شکریہ" دولت خان اپنی رہائش گاہ میں آگیا۔ یہاں اس کے زخموں کی جو بھی کیفیت ہوئی ہو یقینی طور پر ڈاکٹر نے اس کی رانوں کا آپریشن کرکے گولیاں نکالی ہوں گی۔ میں اس وقت وہاں موجود نہیں تھا۔ مجھے دوسرے کمرے میں منتقل کردیا گیا تھا۔ اور باقی رات مجھے یہیں گزارنا پڑی تھی۔ البتہ دوسری صبح ایک آدمی نے مجھے بتایا کہ دولت خان نے مجھے طلب کررہا ہے۔ دولت خان اپنے کمرے میں تھا۔ سفید بستر پر دراز اس کے دونوں پاؤں پر بینڈیج کسی ہوئی تھیں اور کھلے ہوئے تھے وہ پاؤں۔ اس نے بھی مجھے محبت بھری نگاہوں سے دیکھا اور بولا۔

"ایک ہی رات میں۔ ایک ہی رات میں تو نے اتنے فاصلے طے کرلئے جہانگیر خان جو لوگ صدیوں میں نہیں طے کرسکتے۔ تو میرے دل کے قریب آگیا ہے۔ تو نے میری زندگی بچائی ہے۔ میں میں تجھے اپنا سب سے اچھا دوست سمجھتا ہوں۔ اور جس کارکردگی کا مظاہرہ تو نے کیا ہے۔ اس کے تحت میں یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ کل رات تو اتنا مستعد نہ ہوتا تو وہ سب تو مارے گئے تھے میں بھی مارا جاتا۔ اور کہانی ختم ہوجاتی۔ کم از کم دولت خان کی کہانی ختم ہو جاتی۔ یا اگر زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا کہ وہ خزیرے مال نکال کر لے آتا تب بھی یہ مال ہمارے کسی کام کا نہیں تھا۔ دو کروڑ روپے کا نقصان ہو جاتا اگر اس طرح سے ہم اس ...ز کو لے کر نہ آتے۔ یہ دو کروڑ روپے تو نے بچائے ہیں اس بات کو ذہن میں رکھنا۔ میں اسے یاد رکھوں گا۔ میں بھولوں گا نہیں۔"

"دولت خان جب میں تمہارا ساتھی بن گیا ہوں تو مجھے یہی سب کچھ کرنا چاہیے۔ مجھ پر کوئی احسان نہیں ہے۔ اگر میری یہ کیفیت ہوجاتی تو تم بھی یہ ہی کرتے۔" "بہت بڑا آدمی ہے تو' تو بہت بڑا آدمی ہے۔"

"کیا میڈم ریٹا کو یہ بات معلوم ہوچکی ہے۔"

"وہ عورت ہے کیا کرے گی معلوم کرکے۔ بتادیں گے آرام سے" دولت خان نے کہا۔ پھر باقی وقت میں نے وہیں گزارا تھا۔ جلدی نہیں تھی مجھے جانے کی لیکن شام کو ساڑھے پانچ بجے ریٹا خود ہی آگئی۔ تب اسے ساری صورتحال معلوم ہوئی تھی۔ دولت خان ہی کے کمرے میں مجھے پھر طلب کیا گیا تھا اور وہاں ریٹا بھی موجود تھی۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور کہنے لگی

"دولت خان اب اس بات کا اعتراف کرتا ہے جہانگیر کہ میں نے تمہارا انتخاب کرکے اس پر احسان کیا ہے۔ ساری داستان مجھے بتا چکا ہے وہ"

"کوئی ایسی بات نہیں جس پر میری اتنی زیادہ تعریف کی جائے۔"

"تمہاری تعریف تو میں اس سے اتنی کرچکی ہوں کہ ------ کہ ------"

"میڈم مجھے ابھی اس شخص کی ضرورت ہے اسے دو چار دن میرے پاس رہنے دو۔"

"کل پھر آجائے گا۔ دولت خان۔"

"اوہ نہیں میڈم تم سمجھتی کیوں نہیں ہو؟۔ اسے یہاں رکنا ہے۔ رکنا ہے اسے اوھر" دولت خان نے کہا۔

"ٹھیک ہے مگر کل تم اسے شام کو میرے پاس بھیج دینا" مجھے ہنسی آنے لگی۔ ریٹا مجھ پر اس طرح حقوق جتاتی تھی جیسے میں اس کی ملکیت ہوں۔ بہر حال ابھی وہ میرے لئے بہت کار آمد تھی۔ البتہ اس میں نے چھ سات دن بالکل خاموشی سے دولت خان کے ساتھ گزارے۔ اور صورتحال کا جائزہ لیتا رہا۔ پورا دن دولت

خان کے ساتھ ہی گزرتا تھا۔ وہ زخمی تھا اس لئے سارے حکم معطل کر دیئے تھے۔ اس شام وہ بہت سنجیدہ تھا اور اس کے چہرے پر غور و فکر کے آثار نظر آرہے تھے۔ میں اس کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ وہ عجیب ہی نگاہوں سے میری صورت دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"جہانگیر جمال شاہ"

"جی دولت خان؟"

"یار تجھ سے کچھ باتیں کرنے کو دل چاہتا ہے"

"کیا باتیں؟۔ دولت خان"

"ایک بات کا تجھے وعدہ کرنا ہوگا جہانگیر ----؟"

"ہاں کہو"

"میرے یار جو کچھ تیرے دل میں ہو مجھ سے سچ بولنا۔ اچھا ہو یا برا ہو۔ کیسا بھی ہو۔ وعدہ کرسکتا ہے تو؟"

"کیوں نہیں دولت خان"

"تو پھر پہلی بات مجھے یہ بتا کہ تو اس انگریز عورت کو کتنا چاہتا ہے۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی میں نے کہا

"دولت خان جو کچھ بھی ہے لیکن میرا تعلق اس ملک سے ہے اور وہ ایک غیر ملکی عورت ہے"

"تیرا اس کا ساتھ کیسے ہوا؟"

"میرے خیال میں وہ تجھے بتا چکی ہے۔"

"میں بتاتا ہوں تو سن اور اگر غلط ہے تو مجھے بتا۔ اس نے کہا تھا کہ ایک دن وہ اپنے خاندان والوں کے ساتھ پکنک منانے گئی تھی۔ جہاں تو انہیں نظر آیا۔ اور چونکہ تو رازل شاہ کا ہمشکل ہے اس لئے ان لوگوں نے تجھے بہت محبت کی نگاہ سے دیکھا اور اپنے گھر لے گئے۔ اسے تجھ پر شبہ تھا کہ تو نے کسی خاص وجہ سے رازل شاہ کا بہروپ کیا ہوا ہے مگر اس پر جب تیرا چہرہ دیکھا تو اس کا ہمشکل نکلا تب اس کے بعد سے تیرے اور اس کے درمیان دوسرے تعلقات قائم ہوگئے۔ اور اب وہ اپنے کہنے کے مطابق تجھ سے محبت کرتی ہے۔ حالانکہ وہ مہابت خان کی بیوی ہے۔ تمہارے ہی معاملات چل رہے ہیں وہ چاہتی ہے کہ اپنا کام مکمل کرلے اور اب رازل شاہ کی

جگہ تجھے اپنا ساتھی رکھے۔ کیا یہ سچ ہے۔؟"

"آخری الفاظ میری سمجھ میں نہیں آسکے دولت خان" میں نے کہا۔

"وہ آجائیں گے لیکن پہلے بتا کہ میری اس کہانی میں فرق ہے۔؟"

"بالکل نہیں۔"

"اور اب اپنے دل کی بات مجھے ایک بار پھر بتا۔ اگر کوئی ایسی صورت پیش آجائے کہ تجھے اسے چھوڑنا پڑے تو کیا تو اس کے لئے تیار ہوسکتا ہے۔؟" میں ہنسنے لگا میں نے کہا۔

"دولت خان مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں جو کچھ کررہا ہوں اپنی پسند سے کررہا ہوں۔ وہ جب تک میرے ساتھ ہے' ہے۔ اور جب بھی وہ مجھ سے ہٹنا چاہے گی مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا۔ نہ ہی میں اس سے اتنا زیادہ متاثر ہوں۔ مگر تم نے یہ سوال کیوں پوچھا؟"

"اگر میں تجھے یہ بتاؤں جہانگیر شاہ کہ اب وہ اپنے دوستوں سے غداری کررہی ہے تو کیا تو اس بات پر یقین کرے گا۔؟"

"مجھے کچھ اور بتاؤ"

"اس رات جو کچھ ہوا ہے اور جس میں تو نے میری جان بچائی ہے اس کے بارے میں' میں خاموش نہیں بیٹھ گیا۔ یہ معلومات کرتا رہا ہوں کہ اس کے پس پردہ کون تھا۔ یقیناً کہیں اور سے مخبری ہوئی تھی۔ ورنہ ہم یہ کام بہت عرصے سے کررہے ہیں۔ میرا سب سے بڑا دشمن یاقوت خان ہے اور یاقوت خان کئی بار یہ کوشش کرچکا ہے کہ مجھے نقصان پہنچائے اور ان دنوں ریٹا کو خفیہ طور پر یاقوت خان کے ڈیرے پر دیکھا گیا ہے۔"

"اوہ"

"اور یقیناً تجھے یہ بات معلوم نہیں ہوگی؟"

"نہیں"

"مگر مجھے جو ثبوت ملے ہیں انہیں جھوٹا نہیں کہا جاسکتا۔ وہ چالاک عورت ہے جانتی ہے کہ میں زخمی ہوں اور اب آگے حکم نہیں دے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سکتا وہ اپنے اس بارہ ساتھیوں کے ساتھ یہاں آئی ہے۔ وہ لوگ سانپوں کے شکاریوں کی حیثیت سے پہاڑوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور اہم اطلاعات اسے فراہم کرتے ہیں۔ ریٹا یہاں دولت سمیٹنے آئی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس نے لاکھوں ڈالر کمائے ہیں۔ ہمارے اپنے وطن میں رہ کر۔ وہ باہر کی دنیا سے رابطے قائم کرتی ہے اور اس کے ذریعے یہاں بہت سے لوگ مال منگوا رہے ہیں۔ کیونکہ اس کے تعلقات دنیا کے بہت سے حصوں میں ہیں۔ میرا اس سے بہت پرانا رابطہ ہے میرا مطلب ہے اس وقت سے جب وہ مہابت خان کے ساتھ یہاں آئی تھی اور اس وقت سے وہ اپنا چکر چلائے ہوئے ہے۔ مگر اسے تھوڑی بہت زیادہ رقم کے لئے میری دوستی نہیں چھوڑنی چاہئے تھی۔"

"کیا تمہیں اس بات کا یقین ہے دولت خان کہ وہ یاقوت خان سے مل چکی ہے؟"

"او یار یقین ہی نہیں بلکہ یوں سمجھ لے کہ اس بات کی تردید نہیں کی جاسکتی اب میرے پاس ایسے دستاویزی ثبوت پہنچ چکے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دوسری کوشش میں وہ ہمیں قتل کرا دے۔ لیکن تیرے سلسلے میں اب اس کا نظریہ بدل گیا ہے اور اب یہ بات وہ مجھے بتا چکی ہے اگر یہ حالات ہوتے تو وہ مجھے کبھی نہ بتاتی۔ وہ بہت چالاک عورت ہے بہت خطرناک میں تجھ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر تیرا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے تو کیا تو دولت خان کے لئے ایک اور کام کرسکتا ہے۔؟"

"سمجھا نہیں دولت خان۔"

"یار میں اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ دیکھ یہ بات میں تجھ سے پہلے کہے دیتا ہوں کہ اگر تجھ پر بھی یہ ثابت ہوجائے کہ وہ غدار ہے اور یہاں صرف اپنے مفادات کے لئے کام کررہی ہے ہماری اسے کوئی فکر نہیں ہے تو بس تم میرا ساتھ دینا ورنہ میں تجھے مجبور نہیں کروں گا۔"

"نہیں دولت خان صاحب اگر ایسی بات ہے تو یہ سمجھ لیجئے کہ میں اس کا نہیں آپ کا ساتھی ہوں۔"

"اوئے ہاتھ ملا یار۔ دل خوش کردیا تو نے مجھے بس تیرا ہی خطرہ تھا یقین کر تیرے علاوہ اور کسی کے بارے میں میں نے کبھی نہیں ۔ وہ اگر اپنے آپ کو چالاک سمجھتی ہے تو میں بھی بہت چالاک ہوں۔ میں اس کے خلاف کرنا چاہتا ہوں۔ میں تجھے بتاؤں گا کہ مجھے یہ کیسے ہوا میں تجھے اس بات کا یقین دلاؤں گا۔"

"نہیں دولت خان اگر تم کہتے ہوں تو مجھے تمہاری بات کا پورا پورا یقین ہے۔"

"او یار تو دل سے میرا ساتھ دے گا؟"

"ہاں"

"تو پھر سن ہم یوں کریں گے کہ پہلے آہستہ آہستہ کرکے ان بارہ آدمیوں کو اپنے قبضے میں کرلیں گے جو سانپوں کے شکاریوں کی حیثیت سے کام کررہے ہیں اور اس کے بعد ایک دن اسے یہاں لاکر اس کی اصل شکل دکھا دیں گے تاکہ اسے پتا چل جائے کہ وہی سب سے زیادہ چالاک نہیں ہے مگر یہ کام بہت خفیہ طریقے سے ہوگا۔ بلکہ تو ہی اس کا ذریعے بنے گا۔ مگر میں اب بھی کہہ رہا ہوں کہ یہ ساری بات ثابت کرنے کے بعد میں تجھے اس بات کے لئے مجبور کروں گا کہ اب وہ ہماری ساتھی نہیں ہے۔"

"مجھے اس کی بالکل پرواہ نہیں ہے دولت خان صاحب لیکن اگر وہ چالاک عورت یہ سب کچھ کررہی ہے تو برا کررہی ہے۔"

"وہ تو بہت برا کررہی ہے بہت لمبی پلاننگ ہے اس کی میں تجھے بتاتا ہوں یہ یورپ جانے والے اس قسم کی خطرناک عورتوں کے جال میں آسانی سے پھنس جاتے ہیں وہ لڑکا بہت اچھا ہے۔ بہت شریف لڑکا ہے وہ جس کا نام رازل خان ہے۔ مگر یہ اسے بلیک میل کررہی ہے۔ مجبور کردیا ہے اس نے اسے ------؟"

"کیا!" میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"ہاں تیرے علم میں ابھی تک یہ آیا نہیں ہوگا کہ رازل خان زندہ ہے۔"

"رازل خان زندہ ہے" میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"نہ صرف زندہ ہے بلکہ اس وقت بھی

محفوظ ہے یہاں اس عمارت میں ... اس میں جس میں رازل خان کو قید رکھا گیا ہے۔"

"ہم ----- مگر دولت خان وہ لاش جسے دفن کیا گیا۔؟"

لمبا کھیل ہے۔

"مہابت خان بہت دولت مند آدمی ہے۔ دادا کا چھوڑا ہوا بہت سا ترکہ اس کے پاس ہے۔ دو بھائی اس کے حصے دار تھے۔ رازل خان اور مہابت خان۔ مہابت خان نے اس سے شادی کرلی اور اس طرح اس عورت ایک منصوبہ بنایا۔ شادی کرنے کے بعد وہ خان کو نشے کا عادی بنانے لگی اور شیر کا بچہ آہستہ آہستہ چوہا بن گیا۔ اس نے بڑا سست کام کیا مہابت خان کو اس طرح نشہ آور دوائیں دیتی کہ بالآخر وہ اندر سے بالکل کھوکھلا ہوگیا اور کیفیت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو سانپوں سے ... تب اسے نشہ ہوتا ہے۔"

"ہاں میں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

"سمجھ لے وہ مہابت خان کو ایک وقت تک زندہ رکھے ہوئے ہے۔ رازل خان کی موت کا ڈرامہ اس لئے کھیلا گیا کہ مہابت خان کے بعد وہی اس کی حقدار ہے۔ رازل شاہ کو یہاں دھوکے سے لایا گیا اور میرے حوالے کردیا گیا تاکہ وہ کوئی کام نہ کرسکے جس سے ریٹا کو اپنے کاموں میں مشکل ہو۔ اس وقت تک جب تک کہ مہابت خان نہ مرجائے۔ رازل شاہ کی موت کا ڈرامہ کھیلا گیا ایک لاش اس کے میک اپ میں یہاں منگوائی گئی تھی اور کسی نے نہیں سوچا کہ وہ رازل شاہ نہیں ہے۔ تو اس کی تدفین کردی گئی۔ اور پھر رازل شاہ کو میری قید میں پہنچا کر اس نے اپنے آپ کو مضبوط کرلیا۔ اس خیال کے تحت کہ کسی وقت پر رازل شاہ کو منظر عام پر لائے گی۔ اور اگر کوئی قانونی مشکل پوزیشن آئی تو پھر رازل اس دولت کے حصول میں اس کی مدد کرے گا۔ رازل شاہ کو اس نے اس انداز میں اپنے جال میں پھنسایا کہ وہ نکل نہیں سکا ہے۔ اور آج بھی وہ اس کا دم بھرتا ہے۔ بڑا عجیب قصہ ہے وہ کمینی عورت ان سب لوگوں کو ایک ایک کرکے موت کے گھاٹ اتار دے گی۔ لیکن چالاک ہے آہستہ آہستہ کام کرنا چاہتی ہے۔"

میں شدت حیرت سے اس کی تمام باتیں سن رہا تھا میں آہستہ سے کہا۔

"دولت خان صاحب کیا میں رازل شاہ سے مل سکتا ہوں۔؟"

"اوئے اب کونسا کام مشکل ہے میں تجھے اس سے ملاؤں گا۔ جانتا ہے اب وہ کیا چاہتی ہے۔؟"

"کیا چاہتی ہے؟"

"وہ چاہتی ہے کہ رازل شاہ کو موت کے گھاٹ اتار دے اور تجھے اس کی جگہ دیدے۔ یہ اس کا منصوبہ ہے لیکن یہ بات سوچ لینا کہ وہ اس وقت تک تجھے زندہ رکھے گی جب تک اس کا دل تجھ سے نہیں بھر جاتا۔" میں گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ سارا کھیل میری نگاہوں کے سامنے آگیا تھا تو ریٹا یہ چال چل رہی ہے واقعی خطرناک عورت ہے۔ واقعی۔ خطرناک۔ میں نے کہا۔

"اور اب دولت خان صاحب یوں سمجھ لیجئے میں ریٹا کا دشمن ہوں۔ اور آپ کا ساتھی۔" دولت خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے کہا میں تجھے ابھی تھوڑی دیر کے بعد رازل شاہ سے ملاؤں گا۔

میرا کام بن رہا تھا۔ دولت خان ویسے بھی میری لسٹ میں تھا اور یقینی طور پر کسی بھی لمحے مجھے بھی اس کے خلاف کام کرنا تھا۔ لیکن میری تقدیر میرا ساتھ دے رہی تھی۔ اور حالات خود بخود میرے حق میں ہوتے جارہے تھے۔ بہت سے احساسات تھے ذہن میں لیکن اس وقت احساسات کے بھنور میں پھنسنا کسی بھی طور منافع بخش نہیں تھا۔ اپنے آپ کو انتہائی محتاط رکھ کر قدم آگے بڑھانا تھا۔ خوش بختی تھی کہ صحیح آدمی تک پہنچ گیا تھا۔ اور جو کچھ میں نے کیا تھا اس کا پورا پورا صلہ مجھے مل رہا تھا۔ کافی دیر تک دولت خان سے باتیں ہوتی رہیں۔ میں نے رازل شاہ سے فوراً ہی ملاقات کرنے کی جلد بازی نہیں کی تھی اور انتظار کررہا تھا کہ دولت خان خود ہی اس کے لیے پیشکش کرے۔ یہی ایک مناسب طریقہ تھا۔ پھر دولت خان نے کہا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"آ۔ میں تجھے رازل شاہ سے ملادوں" میں تیا ہو گیا۔ دولت خان کے ساتھ چلتے ہوئے میں نے پوچھا۔

"کیا رازل شاہ تمہارا قیدی ہے دولت خان صاحب!"

"ہاں ریٹا نے اسے قید ہی کردیا ہے۔ میرے پاس لیکن وہ احمق نہیں جانتا کہ ریٹا کی ہدایت پر میں نے اسے اپنے پاس رکھا ہے۔ وہ دوسرے ہی چکروں میں ہے۔ ریٹا بہت چالاک عورت ہے اس نے اپنے چاروں کھونٹے مضبوط رکھے ہیں۔"

"جتنے چاہے ڈرامے کرلو۔ بہرطور میرا ایمان ہے کہ زندگی کو جب جانا ہوتا ہے جاتی ہے۔ اس سے پہلے نہ اسے کوئی چھین سکتا ہے نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اگر میری موت تمہارے ہاتھوں اسی طرح لکھی ہوئی ہے دولت خان تو دنیا میں کوئی آدمی اس موت کو نہیں ٹال سکتا اور اگر ایسا نہیں ہے تو یقین کرو تمہاری تمام کوششیں بے کار رہیں گی میرے خلاف۔"

"تنہائی میں رہ کر مصیبت میں گرفتار ہو کر انسان کو صحیح معنوں میں خدا سے عقیدت ہوجاتی ہے" دولت خان نے میری طرف رخ کرکے کہا۔ دل ہی دل میں میں نے اس بات کا اعتراف کیا تھا لیکن دولت خان جیسے شخص کے سامنے اس کی مرضی کے خلاف کچھ کہنا وقت سے پہلے اپنے آپ کو سامنے لے آنے کے مترادف تھا۔ رازل شاہ نے کہا۔

"کوئی نیا منصوبہ ذہن میں آیا ہے اب؟ اور یہ کون آدمی ہے؟"

"یہ رازل شاہ ہے۔"

"ٹھیک ہو راز شاہ؟" دولت خان نے پوچھا

"بالکل ٹھیک ہوں۔ دیکھ رہے ہونا۔ تندرست ہوں خوش بھی ہوں۔ اپنی تقدیر سے پوری طرح مطمئن ہوں۔ ظاہر ہے تقدیریں غلط نہیں ہوتیں؟"

"آؤ چلیں۔" دولت خان نے مجھ سے کہا۔ میں نے ایک نگاہ رازل شاہ کو دیکھا اور آہستہ آہستہ واپسی کے لیے چل پڑا۔ بڑا عجیب وغریب احساس میرے ذہن میں تھا۔ رازل شاہ کی شخصیت نے ایک لمحے میں ہی متاثر کرلیا تھا۔ بہرطور اس سلسلے میں خاصا غور وخوض کرتا رہا تھا۔ ہم باہر آگئے۔ دولت خان کہنے لگا۔

"دیکھ بیٹا میں نے تجھے ساری صورتحال سے آگاہ کردیا ہے تو ریٹا ہی کے ذریعے میرے پاس پہنچا ہے۔ لیکن ایک بات کا میں تجھے اطمینان دلانا چاہتا ہوں۔ ریٹا کا دشمن میں بالکل نہیں تھا۔ اور نہ ہی تجھے اس کی دشمنی پر آمادہ کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن ایک غیر ملکی عورت اگر ہمارے منہ پر کالا رنگ لگا جائے تو کیا تجھے پسند ہوگا؟"

"بالکل نہیں دولت خان صاحب"

"اگر ریٹا کے بارے میں میرا خیال غلط ہے تو پھر تو مجھے سمجھا سکتا ہے۔ میں اپنا یہ تصور ترک کروں گا۔"

"جی میں سمجھ رہا ہوں۔"

"اور اگر میرا خیال درست ہے تو پھر سمجھ لے کہ ہم ریٹا کے فریب میں نہیں آئیں گے۔"

"بالکل نہیں آئیں گے۔"

"میرا مطلب ہے کہ ابھی تو اس سے قطع تعلق نہ کر۔ ملتا رہ اس سے اور بعد میں اس کے بارے میں تمام تر تحقیقات مکمل کرکے پھر ہم اس کے خلاف عمل کریں گے۔"

"جی۔" میں نے کہا۔

"ویسے بھی تیرا ایک دم اس سے الگ ہوجانا اسے مشکوک کرسکتا ہے۔ بہت چالاک عورت ہے وہ اور کوئی بھی نیا منصوبہ بنا سکتی ہے۔ کم از کم ہم اس کے قریب رہ کر اس کے منصوبوں سے تو آگاہ ہوسکتے ہیں۔ تو یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر کہ اس صورتحال کے بارے میں اس کی کیا رائے ہے۔"

"ٹھیک ہے دولت خان صاحب جب میں نے آپ سے یہ وعدہ کرلیا ہے کہ میں آپ کا ساتھی ہوں تو پھر سمجھ لیجئے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ بھی سچ ہے۔"

ایسے ایسے حیرت ناک انکشافات ہوئے تھے کہ عقل چکرا کر رہ گئی تھی۔ بہرطور یہ ایک الگ سلسلہ تھا۔ لیکن ایسا کہ میں اس کی دلچسپی سے انکار نہیں کرسکتا تھا۔ ظاہر ہے اس کے بعد خانم کو ہر چراغ کے گھر ہی پہنچنا تھا۔ یہ گھر تو مجھے اب ایسا لگنے لگا تھا جیسے میرا اپنا ہی ہو۔ وہاں قدم رکھتا تو محبتوں کے دروازے کھل جاتے تھے۔ بہت پیار کیا جاتا تھا مجھے اور ظاہر ہے انسان زندگی کے ہر موڑ پر محبت کا بھوکا ہوتا ہے۔ لیکن بھوکی نگاہیں مجھے دیکھ رہیں تھیں۔ ریٹا کے علاوہ اور کون ہوسکتا تھا۔ معمولات سے فراغت ہوئی۔ ریٹا نے اپنا حساب کتاب مکمل کیا اور مجھ پر نازل ہوگئی۔ حالانکہ اب ذرا مجھے تھوڑا سا خوف محسوس ہونے لگا تھا۔ نوشاد کو ریٹا کے اور میرے تعلقات کا علم ہوگیا تھا۔ بڑی ہی خوفناک بات ہوتی اگر یہ تعلقات مہابت خان، خانم کو ہر چراغ وغیرہ پر منکشف ہوجاتے۔ میرے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہوتا اب یہ تو کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ ریٹا مجھ پر کس طرح اپنا جال ڈالا ہے۔ بہرطور میں نے ریٹا کو خوش آمدید کہا۔ وہ عجیب سے نگاہوں سے مجھے دیکھتی ہوئی میرے قریب آگئی۔

"باہر کی کیا کیفیت ہے؟"

"میں ہر پہلو مکمل کرنے کے بعد ہی اپنا قدم آگے بڑھاتی ہوں۔"

"کیسی ہو۔؟"

"اچھی نہیں ہوں۔" ریٹا نے جواب دیا۔

"کیوں خیریت؟" میرے اس سوال کے جواب میں اس نے کچھ نہ کہا۔ بس عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"انسان کو سمجھدار ہونا چاہیے جہانگیر جمال شاہ"

"ہاں ہونا تو چاہیے"

"کیا تم نے نہ سمجھی کا ثبوت نہیں دیا؟"

"کیسے؟ کس بات پر؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

اور ریٹا کچھ دیر سوچتی رہی اس نے آہستہ سے کہا۔

"دو کروڑ کا معاملہ تھا۔ پورے دو کروڑ کا۔ کوئی چھوٹی موٹی رقم نہیں تھی۔"

"تو پھر...؟"

"میرا مطلب ہے کہ اگر وقت نے، حالات نے تمہیں ان دو کروڑ کا مالک بنادیا تھا تو اس وقت سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟"

"ایک بار پھر وہی سوال کروں گا۔"

"کیا"

"مطلب"

"اوہ ڈارلنگ! خیر چھوڑو جو کچھ ہوا سو ہوا لیکن، لیکن مجھے حیرت بھی ہوئی۔"

"ریٹا میں تمہارے الفاظ کی تفصیل چاہتا ہوں۔"

"دولت خان زیر ہوگیا تھا۔ اس کے تمام ساتھی بھی ٹریپ ہوگئے تھے۔ پھر تم نے وہ سب کچھ اسے واپس کردیا۔ کیا ضرورت تھی تمہیں اس کی زندگی بچانے کی؟"

"ریٹا۔" میں نے متحرانہ انداز میں کہا اور وہ ہنس پڑی۔ اچانک ہی اس نے اپنے چہرے کے تاثرات تبدیل کرلیے۔

"مذاق کررہی تھی۔ تمہیں آزمارہی تھی۔"

"اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے۔ تم جیسی شخصیت بھلا کسی کے ہاتھ لگ جائے اور وہ شکر گزار نہ ہو۔ چلو چھوڑو میں خود بھی تو انہیں میں شامل ہوں۔" وہ اپنے اصل مطلب پر آگئی۔ میں بھی ذہنی طور پر اسے زیادہ سوچنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس سے پوری طرح رجوع ہوگیا۔ اور ظاہر ہے ریٹا کے مقاصد کی تکمیل میری اپنی پسند کے مطابق بھی تھی اور فریدہ سے میں نے پہلے ہی اس سلسلے میں لمبی اجازت لے لی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہ اجازت صرف میں نے اپنے طور پر لی تھی۔ بے چاری فریدہ کو اس کا علم بھی نہیں تھا۔ مگر کیا کیا جاتا۔ کاروبار تو کاروبار ہوتا ہے۔

بعض اوقات کسی اچھے دکاندار کو اچھے گاہک سے سودا طے کرنے کے بعد نجانے کیا کیا قربانیاں دینا پڑتی ہیں۔ چنانچہ میں قربان ہوتا رہا اور جب میری قربانی مکمل ہوگئی تو احتیاط کے پیش نظر ریٹا اپنے کمرے میں واپس چلی گئی۔ اور میرے لیے سوچوں کے نجانے کتنے زاویے چھوڑ گئی... سوچوں کے ان زاویوں میں اس وقت سرفہرست رازل شاہ ہی تھا رازل شاہ زندہ ہے سب سے زیادہ حیرت نوشاد پر ہوئی تھی۔ محبت کے بہت سے روپ سامنے آتے ہیں۔ قصے کہانیوں میں لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد اور دوسرے ایسے کردار بھی علم میں آتے ہیں تو یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ صرف کہانیاں ہیں لیکن جب یہ کہانیاں کسی ایسی شکل میں زندہ ہوجاتی ہیں تو ان ساری کہانیوں پر یقین آجاتا ہے۔ نوشاد کو کتنا اعتماد تھا کہ رازل شاہ زندہ ہے۔ وہ اسے مردہ تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں تھی۔ یہ دل کی آواز تھی اور دل کی آواز کی سچائی پر تو خیر کسی کافر کو بھی شبہ نہیں ہوسکتا۔ جو آواز اندھیرے سے نکلتی ہے وہ بڑی ٹھوس اور مستحکم ہوتی ہے۔ نوشاد کے خیال کی تصدیق ہوگئی تھی یہ سب کچھ تھا لیکن اب مجھے فیصلہ کرنا تھا کہ ذاتی طور پر اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ نہ تو میں ریٹا کے ہاتھوں میں کھیل سکتا تھا نہ دولت خان کے ہاتھوں میں۔ یہ یاقوت خان کون ہے؟۔ یہ ایک نیا نام آیا ہے میرے سامنے۔ ہوسکتا ہے آنے والے وقت میں ریٹا ہی کے ذریعے اس نام کا انکشاف ہو۔ لیکن بہرطور معاملات دلچسپ چل رہے تھے۔ اور اب میں یہ بات نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس سلسلے میں، میں آگے نہیں بڑھا ہوں۔ اب تو کچھ کام ہوا تھا۔ یعنی وہاں سے اسمگلنگ کا طریقہ کار میرے علم میں آیا تھا۔ اور بلاشبہ انتہائی انوکھا طریقہ کار تھا یہ۔ راجہ سجان سے بھی اس سلسلے میں انکشافات کرچکا تھا۔ راجہ سجان ویسے بڑا معتدل آدمی تھا اس کی اپنی کیفیت یا فطرت کچھ بھی ہو لیکن مجموعی طور پر وہ ایک سمجھدار انسان نظر آتا تھا۔ اس انکشاف کے باوجود وہ اس سلسلے میں کوئی قدم نہیں اٹھائے گا تاکہ کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہوجائے۔ ویسے شہباز احمد صاحب نے راجہ سجان کا نام پورے اعتماد کے ساتھ لیا تھا۔ اس

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لیے میں یہ تو نہیں سوچ سکتا تھا کہ راجہ سبحان سے مجھے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی راجہ سبحان کو اس وقت اس کام میں ملوث کرنا چاہتا تھا۔ جبکہ میرے پاس ٹھوس جواز موجود ہو اور میں اپنی کارروائی کو مکمل طور پر کامیابی کے قریب محسوس کروں۔ غرض یہ کہ یہ تمام تر باتیں میں سوچتا رہا۔ سب سے پہلے رازل شاہ کے تحفظ کا بندوبست کرنا تھا۔ لیکن کس طرح؟ اور اس کے بعد میرے ذہن میں دوسرے اور بھی منصوبے آنے لگے ہے کہ مجھے دولت خان کے معاملات سے ہٹ کر یاقوت خان کی طرف متوجہ ہونا ہے تو وہ پھر بعد کی بات ہے۔ لیکن فی الحال چونکہ اس نے دولت خان کے مسئلے کو مذاق قرار دے کر ختم کردیا تھا اس لیے دولت خان کے ساتھ ہی رہنا تھا۔ ادھر دولت خان ریٹا کی طرف سے مشکوک ہوچکا تھا اور اس نے ریٹا کے ان بارہ شکاریوں کا انکشاف کیا تھا جو غیر ملکی تھے۔ وہ بھی انتہائی اہم کردار تھے۔ کیونکہ اپنے ملک کے لوگوں سے تو کسی نہ کسی طرح معاملہ طے ہو سکتا تھا۔ البتہ ان غیر ملکیوں کے دل میں میرے وطن کے لیے کیا محبت ہو سکتی ہے؟۔ چنانچہ پہلے انہی کا صفایا ضروری ہے اور ان کا صفایا دولت خان کے ذریعے ہی ہو سکتا تھا۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس کام پر زیادہ توجہ دی جائے اور سب سے پہلے دولت خان کے ذریعے ان بارہ شکاریوں پر ہاتھ ڈالنا چاہیے۔ اس سے پہلے اگر کسی سے ملاقات کی تو معاملہ خراب ہو سکتا ہے۔ حالانکہ ریٹا کے منہ سے دو کروڑ کا معاملہ سن کر پانی بھر آیا تھا اور وہ سوچ رہی تھی کہ اگر میں دولت خان کو وہیں ختم کرکے دو کروڑ کے اس مال پر قبضہ کرلیتا تو اس کی مالک سو فیصدی ریٹا ہوتی۔ لیکن چونکہ میں نے حیرانی سے اس سے اس بات کے بارے میں کہا تھا چنانچہ اس نے فوراً ہی اپنی گفتگو کو مذاق میں ٹال دیا تھا۔ نہ جانے کب تک ان سوچوں میں ڈوبا رہا اور پھر نیند آگئی۔ لیکن خواب میں بھی رازل شاہ اور نوشاد کو دیکھتا رہا۔ صبح کو جاگنے کے بعد جب نوشاد پر نظر پڑی تو میرے چہرے پر حیرت کے نقوش نمودار ہوگئے۔ میں اب اس لڑکی کو بڑی عجیب نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا کہ محبت کے جذبے اس کے دل میں کس قدر مستحکم ہیں۔ لیکن ابھی اس پر انکشاف کردینے کا مطلب تھا کہ وقت سے پہلے بہت سے معاملات سامنے آجائیں۔ اس لیے میں نے اس سے بھی گریز کیا۔ ناشتے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مہابت خان وغیرہ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے۔ ریٹا دن کی روشنی میں مجھ سے اس طرح بے تعلق ہو جاتی تھی جیسے میرا اور اس کا کوئی واسطہ ہی نہ ہو۔ نوشاد بھی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں باہر نکل آؤں۔ اور باہر نکل کر ادھر ادھر گھومنا پھرنا بے مقصد ہی تھا۔ البتہ میں نے گھر سے باہر نکلنے کے بعد اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کیا اور ان سے صورتحال کے بارے میں پوچھا تو مجھے جواب ملا کہ تمام تر صورتحال بہتر ہے اور اب ایسی کوئی بات نہیں ہے جو قابل ذکر ہو۔ میں مطمئن ہوگیا اور اس کے بعد میں نے جیپ کا رخ دولت خان کے ڈیرے کی طرف کردیا۔ دولت خان کی کیفیت اب پہلے سے بہت بہتر تھی۔ اس کے آدمی اس کا بڑا احترام کرتے تھے۔ ویسے بھی ایک ماحول تھا اور پھر بھی بات یہ ہے کہ دولت خان بڑا آدمی تھا اس کی ایک ساکھ تھی۔ اس نے مجھے بڑی خوش اخلاقی سے خوش آمدید کہا اور کہا۔

"اوئے جہانگیر جمال شاہ۔ اب تجھے میرے پاس یہیں رہنا چاہیے۔ اس عورت سے تیرا دل نہیں بھرا۔؟"

"نہیں خان صاحب۔ آپ میرے بزرگ ہیں آپ کے سامنے میں کوئی غلط بات نہیں کہہ سکتا اگر آپ چاہیں تو میں اسی وقت آپ کے پاس منتقل ہو سکتا ہوں لیکن اس شکل میں جب اس عورت سے آپ کا کوئی واسطہ نہ رہے"

"اوئے نہیں، نہیں۔ میں نے تو مذاق میں یہ بات کہی تھی۔ شیر کو پوری طرح جال میں پھانسنے کے لیے جال مضبوط ہونا بے حد ضروری ہوتا ہے اور تو اس 'اس بھوکی شیرنی کے خلاف ایک مضبوط جال ہے۔ بھلا میں تجھے اس سے کیسے ہٹا سکتا ہوں؟"

"خان صاحب۔ اب یہ بتائیے کہ مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا ہے۔ آپ کی کیفیت کیسی ہے۔؟" دولت خان ہنسنے لگا پھر بولا۔

"دیکھ جہانگیر جمال خاناں۔ یہ چھوٹا موٹا زخم میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ہاں اگر میرا یہ مال ان لوگوں کے ہاتھ لگ جاتا تو میرے دل پر گہرا گھاؤ پڑ جاتا۔ تو نے گھاؤ روک لیا ہے باقی اور کوئی گھاؤ، گھاؤ نہیں ہے مگر میرا خیال ہے کہ یاقوت خان اس سلسلے میں میرے خلاف اسی طرح جال بن رہا ہے جس طرح ہم ریٹا کے خلاف بن رہے ہیں۔ میں اس جال کو بھی ختم کرنا چاہتا

ہوں۔ اور ریٹا کو اپنے قبضے میں لے لینا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے میں نے تجھ سے ان بارہ شکاریوں کا خیال ظاہر کیا ہے جو ریٹا کے لیے کام کرتے ہیں۔ بارہ کے بارہ شیطان ہیں۔ ان شیطانوں کو پہلے ہمیں اپنے قبضے میں کرنا ہوگا اس کے بعد کوئی اور کام کریں گے۔ کوئی ایسی ترکیب جس سے ہمیں بہت بڑا مفاد حاصل ہو۔"

"تو پھر اس سلسلے میں ایک تجویز میرے ذہن میں ہے دولت خان صاحب۔۔"

"میں ضرور سنوں گا۔ تیری تجویز کو مگر میں تجھے پہلے اپنے پروگرام کے بارے میں بتادوں۔ بول سننا پسند کرے گا؟"

"ضرور بتائیے"

"چونکہ تجھے ان بارہ آدمیوں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں وہ سانپوں کے شکار ہیں۔ سانپ پکڑنا جانتے ہیں۔ بکھرے ہوئے ہیں لیکن ان کی ایک تنظیم ہے اور جب بھی انہیں ایک جگہ اکٹھا ہونا ہوتا ہے جیکسن انہیں ہدایت دیتا ہے۔"

"جیکسن کون ہے؟"

"انہیں میں سے ایک ہے لیکن ان کا انچارج ہے۔"

"اوہو خوب۔ پھر تو ایک مسئلہ حل ہو جائے گا میں یہ سوچ رہا ہوں دولت خان صاحب کہ کسی طرح انہی میں سے کسی ایک کو گرفتار کرنا چاہیے۔ لیکن اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ جیکسن ان سب کے بارے میں تفصیلات جانتا ہے تو پھر جیکسن پر ہاتھ ڈال دینا سب سے زیادہ مناسب ہوگا۔"

"بالکل، بالکل اور تو یوں سمجھ کہ جیکسن میرے قبضے میں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں ہوتا ہے۔"

"خان صاحب۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اگر ہم جیکسن سے رابطہ قائم کریں اور وہ ریٹا سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرے؟"

"اگر ابھی تک ریٹا نے ان لوگوں کو ہدایت نہیں کی ہے تو جیکسن ایسا نہیں کرے گا۔"

"ہوں، تو پھر میں اپنی تجویز واپس لیتا ہوں بہتر یہی رہے گا کہ جیکسن کے ذریعے باقی گیارہ افراد کو بھی ٹریپ کیا جائے۔ مگر دولت خان صاحب کیا ریٹا آپ کے تمام ٹھکانوں کے بارے میں جانتی ہے؟ میرا مطلب ہے ان لوگوں کو رکھیں گے کہاں؟" دولت خان ہنس پڑا۔

"وہ شیر اور بلی کی بات تو تو نے سنی ہی ہوگی۔ بلی نے شیر کو سارے گر سکھائے لیکن درخت پر چڑھنا نہیں سکھایا۔ کیونکہ یہ ہی اس کی جان بچانے کا واحد طریقہ تھا۔ میں نے ریٹا کو اپنے ساتھ پوری طرح شامل کیا لیکن بعض ٹھکانے ایسے ہیں میرے جن کے بارے میں ریٹا کچھ بھی نہیں جانتی۔"

"انہی میں سے کسی ایک ٹھکانے کو منتخب کرلیجیے۔"

"بس تو پھر تو تیار ہوجا۔ پہلے میں تجھے بتائے دیتا ہوں کہ ہمیں چوہے کیسے پکڑنے ہیں۔"

"کیا پروگرام ہے؟"

"چل رہے ہیں" دولت خان نے کہا۔

"اوہو"

"اوہو نہیں میرے یار میں تیرے کو بول چکا ہوں کہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اس سلسلے میں تو بالکل فکر مت کر دولت خان فولاد ہے۔ فولاد۔" میں بھی فولاد ہی سے ٹکرانے میں لطف محسوس کرتا تھا۔ ایک بند گاڑی میں بیٹھ کر ہم دولت خان کے ساتھ چل پڑے۔ میرے اپنے آدمی تو خیر میرا پیچھا کر ہی رہے تھے لیکن اس وقت دولت خان کے آدمی بھی پوری طرح ہوشیار تھے۔ مختلف راستوں سے گزر کر ہم بھرے پرے شہر کے ایک گنجان علاقے میں پہنچ گئے اور یہاں دولت خان ایک چھوٹے سے گھر کے دروازے پر رک گیا۔ گھر بہت ہی چھوٹا اور غربت کا نمونہ معلوم ہوتا تھا۔ دیواریں تک ٹوٹی پھوٹی اور بغیر پلاسٹر کی تھیں۔ چھت پر ٹین پڑا ہوا تھا۔ ایک نظر دیکھنے سے وہ کسی مفلوک الحال انسان کا مسکن نظر آتا تھا۔ دولت خان میرے ساتھ اتر کر مکان میں داخل ہوگیا۔ چھوٹا سا کچا صحن، ایک بڑا سا کمرا اور بس۔ اس کے علاوہ وہاں کچھ نہیں تھا میں نے حیرانی سے دولت خان کا یہ ٹھکانہ دیکھا۔ لیکن دولت خان نے اس کے بعد جو کچھ کیا وہ میرے لیے انتہائی حیرتناک تھا۔ دیوار میں لگے ہوئے ایک خاص قسم کے نل کو اس نے دو دفعہ اوپر اور دو دفعہ نیچے کیا اور زمین میں ایک چوکور خلا پیدا ہوگیا۔ جس سے سیڑھیاں نیچے اتر جاتی تھیں۔ دولت خان مجھے ساتھ لے کر ان سیڑھیوں تک پہنچا اور اس کے بعد اس نے اس خلاء کو اسی طرح بند کردیا۔ لیکن سیڑھیاں عبور کرنے کے بعد جب میں نیچے پہنچا تو کوئی بیس سیڑھیوں

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے بعد میں نے ایک وسیع و عریض ہال دیکھا۔ یہ حال درحقیقت بہت شاندار تھا۔ اور اس میں اتنی عمدگی سے ہر چیز آراستہ کی گئی تھی کہ دیکھنے والے کو یقین نہ آئے۔ اس عسرت زدہ مکان کے نیچے ایسا شاندار ہال موجود ہوگا اس کا کوئی شبہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ دولت خان نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور کہا۔

"کہو کیسی جگہ ہے۔ پسند آئی؟"

"کمال کی جگہ ہے دولت خان صاحب کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"میں جیکسن کو سیدھا اسی بل میں لے آتا ہوں یہاں سے وہ اپنے تمام ساتھیوں کو طلب کرلے گا اور یہیں سے سارا کام ہوگا۔ میرا مطلب ہے یہ جگہ ان کے لیے قید خانہ بنے گی۔ پہلے ہم ریٹا کو اس کے ہمدردوں سے محروم کردیں گے' اکیلا کردیں اسے' اس کے بعد کام کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ جیکسن کہاں ملے گا؟"

"بس اب یہاں سے وہیں چلتے ہیں۔" دولت خان نے کہا میں نے آمادگی کا اظہار کردیا۔ میرے اپنے اندازے کے مطابق کام شروع ہوچکا تھا۔ اسی بند گاڑی میں شکار گاہ کی طرف جاتے ہوئے میں نے اپنے ذہن میں اس نئے منصوبے کو ترتیب دیا جو میرے خیال میں اس سلسلے میں نہایت کار آمد ثابت ہوسکتا تھا۔ اس نئے منصوبے کے پہلوؤں پر غور کرتا ہوا میں ان ویرانوں میں جا نکلا جہاں سانپوں کے شکاری سانپوں کو تلاش کرتے تھے۔ درحقیقت یہ بھی ایک نئی جگہ تھی۔ یہاں پہنچنے کے بعد میں نے باہر کے مناظر دیکھے۔ سانپوں کے شکاری اپنا کام سرانجام دے رہے تھے۔ ایک جگہ ایک سپیرا بین بجا رہا تھا میں نے دلچسپی سے وہ مناظر دیکھے۔ انہوں نے ایک بڑے خطرناک سانپ کو پکڑا تھا۔ دولت خان نے کہا۔

"یہ جگہ بڑے حیران کن واقعات کا مسکن ہے۔ سانپوں کی اس وادی میں سانپ بڑی کثرت سے پائے جاتے ہیں اور لوگ حیران ہوتے ہیں کہ یہ سانپ شہری آبادی کا رخ کیوں نہیں کرتے؟۔ لیکن سانپ پکڑنے والوں کے لیے یہ جگہ بڑی قیمتی ہے۔ یہاں اصلی پارٹیاں بھی کام کرتی ہیں اور سانپوں کا زہر فروخت کرنے والے ایک باقاعدہ نظام کے تحت کام کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ سانپ بھی دوسری جگہوں پر ایکسپورٹ کیے جاتے ہیں۔ حکومت کا ایک باقاعدہ نظام ہے۔ یہ لوگ جو بکھرے ہوئے ہیں تم انہیں ایسے ہی نہ سمجھو ان میں سے ایک ایک کو حساب دینا پڑتا ہے کہ اس نے کتنے سانپ پکڑے ہیں۔ وہ دیکھو وہ جیکسن ہے"۔ میں نے ایک دراز قامت انگریز کو دیکھا جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ داڑھی بے ترتیب اور لمبی سی تھی۔ لباس بھی بوسیدہ تھا۔ شانے سے ایک جھولا لٹکائے ہوئے وہ فقیر ہی نظر آرہا تھا۔ اس نے دولت خان کی گاڑی کو نہیں دیکھا تھا۔ اور شاید اسے پہچانتا بھی نہیں تھا۔ دولت خان نے خود ہی اس کے قریب جاکر پکارا جیکسن نے اسے دیکھا اور ایک دم چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا تو دولت خان نے نرم لہجے میں کہا۔

"اپنا ہی آدمی ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔" جیکسن بڑی خاموشی سے دولت خان کے ساتھ آگے بڑھ آیا تھا۔ گاڑی کے قریب پہنچ کر دولت خان نے دروازہ کھول کر کہا۔

"بیٹھو" جیکسن نے ایک نظر دولت خان کو دیکھا پھر اندر بیٹھ گیا۔ دولت خان اس کے برابر ہی بیٹھ گیا تھا۔ ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی میں اس وقت مصلحتاً ڈرائیور کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ دولت خان نے کہا۔

"ایک بہت اہم مسئلہ درپیش آگیا ہے۔ جو ہمارے لیے خطرناک ہوسکتا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں مسٹر خان" جیکسن نے کہا۔

"میڈم سے تمہاری کب سے ملاقات نہیں ہوئی۔"

"تین دن ہوگئے۔ تین دن پہلے میڈم نے مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔"

"تین دن پہلے یہ بات نہیں تھی جو اب پیدا ہوئی ہے یہ بتاؤ باقی لوگ کہاں ہیں۔؟"

"آس پاس ہی موجود ہیں۔"

"اوہو کیا انہیں فوراً ہی بلایا جاسکتا ہے؟ یا پھر مجھ سے بات کروگے اس کے بعد انہیں بلاؤ گے...؟"

"آپ جیسا کہیں خان صاحب۔ میڈم نے مجھے حکم دیا ہوا ہے کہ آپ کی ہر ہدایت پر عمل کیا جائے۔" اس گاڑی میں جگہ تھوڑی ہے لیکن ہم کچھ اور بندوبست کرسکتے ہیں۔ کیا بندوبست کیا جاسکتا ہے؟"

"ٹھہرو' ٹھہرو میں ان دوسری گاڑیوں کو قریب بلاتا ہوں تم ذرا اپنے آدمیوں کو اس جگہ طلب کرلو۔ یہ بہت اچھا ہوا یہ تو بڑی آسانی ہوگئی اس طرح وہ لوگ خطرے سے نکل آئیں گے۔" جیکسن نے ایک نگاہ دولت خان کو دیکھا پھر ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ عجیب و غریب ٹرانسمیٹر تھا لمبے سے ریموٹ کنٹرول کی طرح جس پر نمبر پڑے ہوئے تھے اس نے ایک بٹن دبایا اور پھر بولا۔

"ہیلو! ریڈ"

"ہاں مسٹر جیکسن"

"کہاں ہو؟"

"آپ سے دور نہیں ہیں۔ آپ کسی کی گاڑی میں جا رہے ہیں۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"دولت خان صاحب کی گاڑی ہے۔"

"میں نے آپ کو اس میں بیٹھتے ہوئے دیکھ لیا تھا..."

"باقی لوگ کہاں ہیں؟"

"سب آس پاس موجود ہیں"

"تو پھر تم یوں کرو کہ یہ ذمہ داری تم سنبھال لو سب کو اس گاڑی کے آس پاس لے آؤ"

"کوئی خاص بات ہے مسٹر جیکسن؟"

"ہاں"

"انتظار کیجئے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔" دولت خان نے جیکسن کے کام کو سراہا اور اس کے بعد دولت خان نے ان گاڑیوں کو اشارہ کیا جو اس کے عقب میں آئی تھیں۔ یعنی اس کے اپنے آدمیوں کی گاڑیاں۔ یہ دو جیپیں تھیں۔ جن پر مسلح افراد موجود تھے۔ یہ غالباً دولت خان کی حفاظت کے لیے ساتھ چلتے تھے۔ ان سے کافی فاصلے پر میں نے اپنے آدمیوں کی گاڑی دیکھی۔ شمس اور باقری اس میں موجود تھے۔ میرے آدمی بڑی خوش اسلوبی سے اپنا کام سرانجام دے رہے تھے۔ وہ دونوں گاڑیاں دولت خان کے قریب آگئیں اور اس کے بعد میں نے ان بارہ لفنگوں کو دیکھا جو بالکل جیکسن ہی کا سا انداز اختیار کیے ہوئے تھے ان کی جھولیاں لٹکی ہوئی تھیں اور وہ فقیر معلوم ہوتے تھے۔ دولت خان نے ہنس کر پوچھا۔

"اوئے تمہاری ان جھولیوں میں سانپ تو نہیں بھرے ہوئے ہیں؟"

"نہیں خان صاحب۔ ایک بھی سانپ نہیں ہے اس وقت ہمارے پاس۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"اور تم لوگ"

"نہیں سانپ کوئی نہیں ہے ہمارے پاس۔"

"گڈ ویری گڈ چلو گاڑی میں بیٹھ جاؤ اور سنو تم لوگ ان کی حفاظت کے لیے کسی بھی سمت سے ہونے والی کوئی کوشش ہو' اسے تمہیں ناکام بنانا ہے۔" دولت خان نے یہ الفاظ اپنے مسلح ساتھیوں سے کہے تھے۔

"جی خان صاحب" جیکسن نے سرسراتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ "کیا ہماری زندگی کو کوئی خطرہ پیش آگیا ہے؟"

"ہاں۔ کچھ چور تمہاری تاک میں ہیں۔ انہیں کہیں سے معلوم ہوچکا ہے کہ تم لوگ ریٹا کے آدمی ہو" جیکسن نے کسی قدر خوفزدہ نگاہوں سے دولت خان کو دیکھا پھر آہستہ سے کہا۔

"تو پھر اب ہمارے لیے کیا بندوبست کیا جارہا ہے؟"

"میں کس لیے ہوں۔ ظاہر ہے ریٹا میری دوست ہے میری پارٹنر ہے مجھ پر اس علاقے میں تمہارے تحفظ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔"

"مگر وہ کون لوگ ہیں خان صاحب۔ جنہیں ہمارے بارے یہ علم ہوگیا ہے؟"

"تم کیا سمجھتے ہو جو کام تم کررہے ہو' وہ دوسروں کی نگاہوں میں نہیں آئے گا۔ کبھی نہیں آئے گا۔ ہم برسوں سے ٹکراتے رہے ہیں اور یہ ٹکر ہمیں ظاہر ہے دوسروں کی نگاہوں میں بھی لے آئے گی۔ ابھی تم لوگوں کو کچھ دن تک انڈر گراؤنڈ رہنا ہوگا۔ اور اس کے بعد ہم یہ فیصلہ کریں گے کہ اپنے دشمن کے خلاف کیا کچھ کیا جاسکتا ہے۔" جیکسن خاموش ہوگیا کام ہی ایسا تھا۔ کہ جیکسن کو شبہ نہیں ہوسکتا تھا ابھی تک ان لوگوں کے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ ریٹا اور دولت خان آپس میں ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں چنانچہ اس طرح ان بارہ افراد کو بڑے اطمینان سے چوہے دان میں لے آیا گیا اور یہ چوہے دان وہ تھا جسے میں دیکھ چکا تھا۔ یہاں آنے کے بعد جب ہم تہ خانے میں پہنچ گئے تو دولت خان نے ان بارہ افراد سے کہا۔

"تم لوگوں کا حلیہ بہت خراب ہورہا ہے میں تمہارے لیے پانی وغیرہ کا بندوبست کرتا ہوں نہالو اور اس کے بعد لباس تبدیل کرلو۔"

"ٹھیک ہے خان صاحب"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دولت خان نے خود ہی ان لوگوں کے لیے لباس مہیا کیے تھے جو مقامی تھے اور کرتے شلوار پر مشتمل تھے اس کے علاوہ باقی سہولتیں بھی انہیں پہنچائی تھیں۔ بڑا دلچسپ طریقہ کار اختیار کیا تھا دولت خان نے وہ اس کے ممنون کرم تھے۔ کیونکہ اس نے انہیں شدید گرمی وغیرہ سے نجات دلائی تھی جو پہاڑوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ ان کا تمام سامان ایک سمت انبار ہو گیا تھا۔ دولت خان نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔

"اسے اٹھا کر آرام سے حفاظت خانے میں رکھ دو"

"خان صاحب اگر آپ پسند کریں تو۔ تو" جیکسن نے کچھ کہنا چاہا۔

"ٹھیک ہے۔ ابھی پہلے آرام سے کھانا وغیرہ کھاؤ اس کے بعد بیٹھ کر بات کریں گے۔" میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ دولت خان بہت ستم ظریف تھا۔ کس آسانی سے ان سارے چوہوں کو پکڑ کر اس نے چوہے دان میں بند کر دیا تھا اور انہیں ان کے سازو سامان سے کپڑوں سمیت محروم کر دیا تھا۔ یہ ایک ذہانت آمیز چال تھی اگر دولت خان ان سے ان کا سامان مانگتا تو یقینی طور پر کوئی کارروائی بھی ہو سکتی تھی۔ مقابلہ بھی کر سکتے تھے وہ ظاہر ہے پہاڑوں میں بھٹکنے والے جرم کی دنیا کے لوگ غیر مسلح تو نہیں ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس کچھ ایسی اشیاء بھی ہوں جن کا پہلی نگاہ میں صحیح تجزیہ نہ ہو سکے اور بعد میں وہ خطرناک نکلیں۔ مگر اس وقت ان کے بدن کی ایک ایک چیز اتروالی گئی تھی اور لباس بھی اپنے دیے گئے تھے چنانچہ کسی چیز کا ان کے پاس رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بڑا عمدہ کھانا کھلایا گیا تھا انہیں میں بھی اس سارے انتظامی کاموں میں دولت خان کے ساتھ شامل تھا۔ جب کھانے وغیرہ سے انہوں نے فراغت حاصل کر لی تو جیکسن نے کہا۔

"کم از کم میڈم کو میں اس نئی صورتحال کے بارے میں اطلاع دے دوں آپ مجھے میرا ٹرانسمیٹر واپس کر دیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ابھی تم آرام کرو۔ ریٹا سے میں خود بات کر لوں گا۔" دولت خان نے کہا اور پھر میرے ساتھ باہر نکل آیا۔ باہر آنے کے بعد اس نے تہ خانے کا دروازہ اسی طرح بند کر دیا تقریباً پندرہ آدمی یہاں پہنچ چکے تھے۔ دولت خان نے ان لوگوں کو حکم دیا۔

"چپے چپے پر ان لوگوں کی نگرانی کرو۔ کوئی حرکت نہ کرنے پائیں اگر کوئی گڑ بڑ کرنے کی کوشش کرے تو تم انہیں زخمی کر سکتے ہو۔ کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے انہیں لیکن ایسی کوئی چیز نہ دی جائے جس سے یہ خود کشی کر سکیں یا ایک دوسرے کو نقصان پہنچا سکیں۔"

"ٹھیک ہے خان۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی۔"

بڑا کام ہو گیا تھا۔ بہت بڑا کام ہو گیا تھا۔ میں دولت خان کے ساتھ باہر نکل آیا۔ دولت خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ انگریز کا بچہ سمجھتا ہے کہ ساری عقل اسی کی کھوپڑی میں ہے۔ دولت خان بے وقوف ہے۔ گدھا ہے اب اس کا اپنا ہاتھ پاؤں تو ٹوٹ گیا اور اب ہمیں دیکھنا ہے کہ وہ یاقوت خان کا ساتھ پکڑ کر ہمارے خلاف کیا کر سکتا ہے۔ بہر حال جہانگیر خان تیرے کو بہت محنت کرنا ہے۔ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ یاقوت خان کے بارے میں میرا شبہ ٹھیک ہے یا غلط۔ ویسے غلط نہیں ہے یہ بات میں جانتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ دولت خان صاحب اب میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"بس یارا تیرا ساتھ میرے لیے بڑا خوش قسمتی کا باعث ہو رہا ہے۔ میں تجھے بھول نہیں سکتا۔ اور سن اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ میں صرف چکنی چپڑی باتیں کر کے تیرا کام ختم کر دینا ہے تو یہ تیری بھول ہے۔ اطمینان رکھنا تجھے تیری محنت کا پورا پورا معاوضہ ملے گا۔ اتنا کہ تو سوچ بھی نہیں سکتا۔ بس ذرا یہ ابتدائی کام ختم ہو جانے دے۔"

"میرا معاوضہ تمہاری محبت ہے دولت خان صاحب اس کے علاوہ بھی بھلا اور کیا چاہیے؟"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ دوست دوست کے لیے جو کچھ کرتا ہے وہ محبت ہی سے کرتا ہے۔" اس کے بعد میں دولت خان سے بھی الگ ہٹ آیا تھا۔ لیکن اس بات کو کبھی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا کہ کبھی دشمن پر مکمل بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ کون کس چکر میں ہے اگر اس بات پر نگاہ نہ رکھی گئی تو سمجھ لو ستیاناس ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس بات پر بھی نظر رکھنا تھی کہ کہیں دولت خان کے آدمی میرا تعاقب تو نہیں کر رہے۔ اس طرح میں اپنے دوستوں سے بھی الگ رہنے پر مجبور تھا۔ لیکن ایک مناسب جگہ دیکھ کر میں نے ان لوگوں سے ٹرانسمیٹر

پر رابطہ قائم کیا اور انہیں مطمئن کرتے ہوئے بتایا کہ میرا کام خوش اسلوبی سے جاری ہے۔ وہ لوگ میرے طرف سے بے فکر ہیں۔ پھر اس کے بعد ریٹا کے پاس واپسی کے علاوہ بھلا اور کیا پروگرام ہو سکتا تھا؟۔ ریٹا آج کچھ متفکر نظر آ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ریٹا کو اپنے آدمیوں کی گمشدگی کا علم ہو گیا ہو۔ لیکن ظاہر ہے اس کے بولنے کا انتظار کرنا تھا۔ ریٹا نے اس سلسلے میں تو کچھ نہ کہا موقع ملتے ہی وہ میرے پاس آ گئی۔ حالانکہ ابھی رات نہیں ہوئی تھی۔ باقی لوگ مختلف کاموں میں مصروف تھے۔ مہابت خان موجود نہیں تھا۔

"جہانگیر میں ایک بات پر غور کر رہی ہوں تم مجھے مشورہ دو"

"کیا؟"

"یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ دولت خان اب ہمارے کام کا آدمی نہیں رہا ہے۔ اس کی نسبت یاقوت خان اس وقت طاقت پکڑتا جا رہا ہے۔ دراصل یہاں کے نظام میں ایک بڑی عجیب بات ہے۔ بہت سی پارٹیاں کام کرتی ہیں اور اپنے اپنے طور پر اپنا کام چلا رہی ہیں۔ ان میں جو پارٹی سب سے زیادہ طاقتور ہو جاتی ہے وہ دوسروں پر حاوی آ جاتی ہے۔ کہیں بھی کسی بھی جگہ کوئی پارٹی پھر سے تعاون نہیں کرتی بلکہ سب اپنے اپنے مقصد میں لگے ہوئے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر کوئی پارٹی طاقتور ہو جاتی ہے تو وہ انتہائی کوشش کرتی ہے کہ دوسری پارٹی کو اس کو کام نہ کرنے دے۔ دولت خان بے شک طاقتور آدمی ہے لیکن یاقوت خان کے ساتھ اس وقت تین گروہ اور آ ملے ہیں اور اس بات کا علم ابھی تک کسی کو نہیں ہے۔ یاقوت خان کا پہلا مقصد یہی ہے کہ دولت خان کی قوت ختم کر دے اگر ہم ایسے وقت میں دولت خان کے ساتھی قرار پائے تو یہ سمجھ لو کہ یاقوت خان ہمارا دشمن ہو جائے گا۔ میری پچھلے دنوں اس سے بات چیت چل رہی ہے اور یاقوت خان اس سے بات پر یقین کرنا چاہتا ہے کہ میں واقعی دولت خان کے خلاف ہو سکتی ہوں یا نہیں۔ کیوں نہ ایسا کیا جائے جہانگیر جمال شاہ کہ یاقوت خان پر اپنی کارکردگی کا سکہ جمانے کے لیے کوئی بڑی کارروائی کر ڈالیں ہم لوگ۔"

"مثلاً" میں نے سوال کیا؟

"مثلاً یہ کہ یاقوت خان کے آدمیوں کے ذریعے دولت خان کے اڈے پر چھاپہ... پچھلی کوشش میں یاقوت خان تمہاری وجہ سے دولت خان کا دو کروڑ کا مال ہضم کرنے میں ناکام رہا ہے۔"

"اوہو۔ تو وہ کارروائی یاقوت خان کی تھی۔"

"بالکل"

"میں تو اسے فوجی کارروائی سمجھا تھا۔"

"نہیں اس علاقے میں وہ فوجی کارروائی نہیں تھی مگر ہم نے ظاہر ایسا ہی کیا تھا۔"

"ہم نے؟"

"میرا مطلب ہے یاقوت خان نے۔" ریٹا نے پراسرار مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ یہ سمجھنے میں مجھے وقت نہیں ہوئی کہ اس کارروائی میں ریٹا کا بھی ہاتھ تھا۔ اس لیے اس نے دو کروڑ روپے کا افسوس ظاہر کیا تھا" ریٹا کہنے لگی۔

"یاقوت خان کے اڈے پر خفیہ حملہ کیا جائے۔ وہاں ابھی تک وہ مال بھی موجود ہے اور دوسرا کافی مال موجود ہے۔ یاقوت خان اس اڈے پر حملہ کر کے وہ مال حاصل کر لے اور اس میں ساری پلاننگ ہماری ہو۔ تو ہمیں یاقوت خان کا اعتماد حاصل ہو سکتا ہے۔" میں نے برق رفتاری سے سوچا کہ یہ موقع انتہائی مناسب ہے میرے کام کے آغاز کا۔ وہ کام جس کے لیے میں نے ابھی بہت مختصر وقت پہلے منصوبہ بندی کی تھی۔ "میں نے کہا۔

"اس سلسلے میں میری کارروائی کیا ہو گی؟"

"یوں کرتے ہیں رات کو یاقوت خان کے پاس چلتے ہیں۔"

"آج رات کو؟"

"ہاں آج رات کو"

"کیسے؟"

"اس کی ذمہ داری تم مجھ پر چھوڑ دو۔" ریٹا نے کہا اور میں سنسنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

کم بخت شیطان کی خالہ تھی پوری کی پوری۔ اور اس حویلی میں رہنے والے لوگ اتنے سادہ اور معصوم تھے۔ وہ اس شیطان عورت کے پاؤں کی خاک تک نہیں پہنچ سکتے تھے خانم گل چراغ ایک معصوم اور شریف النفس خاتون تھیں مہابت خان تو پہلے ہی ریٹا کے ہاتھوں موت کی وادیوں کی جانب سفر کرنے لگا تھا۔ باقی لوگ نہ ہونے کے برابر تھے۔ ذمہ دار لوگوں ہی کو ریٹا نے اپنے چنگل میں پھانس لیا تھا۔ تو اور کوئی بھلا کیا کر سکتا تھا۔ بہرطور

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ریٹا مجھے منصوبہ بتاتی رہی۔ اس کا خیال تھا کہ رات کو جس طرح ہم لوگ ایک دوسرے کے ساتھ یکجا ہوتے ہیں ریٹا اسی وقت باہر نکل آئے گی۔ مجھے اس نے بتا دیا تھا کہ مجھے کہاں ملنا ہے چنانچہ یہ بات طے ہوگئی اور اس کے بعد ریٹا چلی گئی لیکن میں اپنے منصوبے پر غور کرنے لگا اور اس سلسلے میں میں نے سب سے پہلے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ انہیں آج رات کو کیا کرنا ہے اور اس کے بعد میں وقت گزرنے کا انتظار کرنے لگا۔ اپنے طور پر میں نے اپنے منصوبوں کی نوک پلک اچھی طرح سنوار لی تھی۔ جو کچھ کرنا تھا بڑی ہوشیاری سے کرنا تھا۔ کیونکہ ان خطرناک لوگوں کے درمیان کسی بھی وقت کسی خوفناک حادثے کا امکان ہو سکتا تھا۔ ریٹا جیسی چالاک عورت سے بھی اسی طرح نمٹنا تھا جس طرح اسے زیر کیا جا سکے۔ غرض یہ کہ اپنے طور پر میں نے تمام معاملات درست کر لیے تھے۔ وقت گزر گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ ریٹا اب اپنے کام کے لیے تیار ہو گئی ہوگی۔ میں کوٹھی سے باہر نکل آیا میرے معمولات پر چونکہ کوئی پابندی نہیں تھی اس لیے کسی نے بھی مجھ سے اس وقت کہیں جانے کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔ مطلوبہ جگہ پہنچ کر میں ریٹا کا انتظار کرنے لگا وہ ایک کالے رنگ کی گاڑی میں آئی تھی جو میں نے پہلے یہاں نہیں دیکھی تھی۔ بڑی پراسرار عورت تھی ویسے اس بات کی مجھے خوشی تھی کہ ریٹا کو ابھی تک اپنے آدمیوں کے سلسلے میں کوئی تشویش نہیں ہوئی تھی۔ جب تک کہ یہ معاملہ چھپا رہے بہتر ہے اس نے مجھے دیکھ لیا تھا گاڑی میرے قریب ہی روک دی اور دروازہ کھول دیا میں اندر بیٹھا تو اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ میں نے سب سے پہلے اس سے یہی سوال کیا تھا۔

"یہ گاڑی حویلی میں تو نہیں تھی؟"

"نہیں۔" ریٹا مسکرا کر بولی۔

"پھر"

"میں نے اسے ایک اور جگہ رکھا ہوا ہے۔"

"حویلی سے باہر؟"

"ہاں"

"تم بے حد پراسرار ہو ریٹا ڈیئر"

"کیوں؟" وہ مسکرا کر بولی۔

"تمہارے معاملات سے شاید کسی کو بھی آگاہی نہ ہوتی ہو۔" وہ چند لمحات خاموش رہی پھر اس نے کہا۔

"جہانگیر ذہانت کا تقاضہ یہی ہے کہ انسان اپنے لیے بہت سے راستے رکھے۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اگر ایک جگہ اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑے تو اس کے پاس دوسری جگہ ہونی چاہئے وہ احمق لوگ ہوتے ہیں جو یہ سوچ کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ دشمن ان سب سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتا۔ میں کہتی ہوں کہ دشمن سے ہر لمحے خوفزدہ رہنا چاہئے اس طرح بچت ہو جاتی ہے۔"

"یوں لگتا ہے ریٹا کہ میں تم سے بہت کچھ سیکھ لوں گا۔"

"خیر تم خود اس قابل ہو کہ تم سے کچھ سیکھا جائے لیکن سچی بات یہ ہے کہ ذہانت کسی کی میراث نہیں ہوتی۔ کوئی کوئی ہی ذہین ہوتا ہے اور اپنے اطراف سے ہوشیار رہتا ہے۔ میں اپنے آپ کو ذہین نہیں کہہ رہی لیکن میرے اندر شروع ہی سے یہ بات ہے کہ میں چار جگہ بیک وقت محاذ کھولتی ہوں۔ ایک جگہ سے پسپائی ہو تو دوسری جگہ کم از کم جنگ کرنے کا موقع مل سکے۔ یہ کیا کہ ایک محاذ پر جنگ شروع کی اور ہار گئے۔ نہیں ڈیئر جہانگیر جمال شاہ یہ مناسب نہیں ہوتا۔ یہ گاڑی میں نے اپنی حویلی سے الگ ایک چھوٹا سا گیراج کرائے پر حاصل کر کے وہاں رکھی ہوئی ہے۔ تاکہ اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کروں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تمہارے پاس ایسے پوشیدہ ٹھکانے بھی ہوں گے جہاں تم اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکو؟"

"ہاں۔ مجھے یہاں آئے ہوئے کافی دن ہو گئے اور میں نے یہاں کے ماحول سے پوری طرح واقفیت حاصل کر لی ہے۔ ایسی واقعی دو جگہیں میرے پاس ہیں۔ جن کے بارے میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔" میں نے گہری سانس لی اور آہستہ سے کہا۔

"یقیناً مجھے تم سے بہت کچھ سیکھنا پڑے گا۔"

"تم بے فکر رہو ڈیئر تم بھلا اب میرے پاس سے کہاں جاؤ گے۔ میری زندگی میں اتنی گہرائیوں تک تو اتر گئے ہو کہ اب تمہارے بغیر جینے کا تصور بے کار معلوم ہوتا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں تمہیں اس کا یقین نہیں ہے؟"

"یقین آ سکتا ہے۔ لیکن میں اپنے اندر ایسی کوئی خوبی تو نہیں پاتا۔"

"تم نہیں پاتے نہ۔ اپنے آپ پر اتنا کون غور کرتا ہے؟۔ تمہیں کوئی میری نگاہ سے دیکھے۔" سفر جاری رہا اور ریٹا اسی قسم کی باتیں کرتی رہی۔ میں بھی اسے باتوں میں الجھائے رہا تھا تاکہ اس کا ذہن کسی اور جانب راغب نہ ہو جائے۔ البتہ میں ان راستوں پر ضرور نگاہ رکھ رہا تھا جن سے گزر کر ہم یاقوت خان تک پہنچ رہے تھے یہاں کا ماحول یکساں ہی تھا۔ یاقوت خان کی حویلی بھی اچھی خاصی وسیع و عریض تھی سارے کے سارے ہی اعلیٰ نسلوں کے مالک تھے۔ غالباً یاقوت خان سے پہلے رابطہ قائم کر لیا گیا تھا کیونکہ درمیانی عمر کے ایک پست قامت لیکن چوڑے چکلے جسم کے مالک شخص نے ہمارا استقبال کیا تھا۔ اس کی تیز آنکھوں اور چہرے پر چھائی ہوئی گہری سنجیدگی سے احساس ہوتا تھا کہ یہی یاقوت خان ہے اس نے بڑی تیز نگاہوں سے مجھے دیکھا اور ریٹا مسکراتی ہوئی اس کی جانب بڑھ گئی۔

"ہیلو بڑے خان۔ کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

یاقوت خان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تب وہ مجھے گھورتا رہا۔ پھر اس نے ریٹا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یہی ہے۔؟"

"ہاں یاقوت خان۔ یہ جہانگیر جمال شاہ ہیں۔"

"جوان تجھ سے ہاتھ ملانے کو دل تو میرا نہیں چاہتا کیونکہ تیرے ہاتھوں میرا بڑا نقصان ہوا ہے۔ مالی نقصان کی میں پروا نہیں کرتا۔ جانی نقصان کی بات کرتا ہوں لیکن میری حویلی پر آیا ہے۔ میرا مہمان ہے میری پسند سے آیا ہے اس لیے وہ احساس ختم کرتا ہوں جسے نفرت کا احساس کہا جا سکتا ہے اور دوستی کا ہاتھ تیری جانب بڑھاتا ہوں۔"

"مجھے یہی کہہ کر یہاں لایا گیا تھا یاقوت خان کہ میں دوستوں میں جا رہا ہوں۔ میں نے کہا۔" یاقوت خان نے ہاتھ آگے بڑھایا اور میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ عام حالات میں میرے ہاتھ کے بارے میں لوگ یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ کسی محنت کش کا ہاتھ ہوگا اس ہاتھ میں وہ تمام لطافتیں اور نزاکتیں موجود تھیں جو کسی کو متاثر کرنے میں کار آمد ہوتی ہیں۔ لیکن اس ہاتھ کی ایک اور خوبی تھی جب بھی کبھی میں اسے کسی ایسے شخص کے ہاتھ میں دینا چاہتا جسے اپنے ہاتھ کی قوت پر ناز ہو تو پھر میرے ہاتھ میں ایک خاص قسم کی اکڑن پیدا ہو جاتی تھی اور یہ کیفیت مد مقابل کو کم از کم میری شخصیت کا احساس دلا دیتی تھی۔ اس وقت بھی یاقوت خان کے چوڑے ہاتھ کی گرفت میں میرا ہاتھ ایک لمحے کے لیے کڑکڑایا تھا۔ لیکن میں نے یہ محسوس کر کے کہ یاقوت خان اس طرح اپنے ہاتھ کی قوت کا مظاہرہ کرنا چاہتا تھا اپنی کیفیت کو بحال کیا اور اس کے بعد یاقوت خان کو پیچھے ہٹ کر مجھ سے ہاتھ چھڑانا پڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں یقینی طور پر تکلیف ہو گئی ہوگی۔ اس نے ایک بار پھر گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا، دیکھتا رہا۔ مسکرایا اور پھر گردن جھٹک کر بولا۔

"آؤ دوست۔ دوستی کے قابل ہو۔" میں سمجھ گیا تھا کہ اس کا اشارہ کس جانب ہے جبکہ ریٹا نہیں سمجھی تھی۔ ہمیں ایک سادہ سے کمرے میں لے جایا گیا جہاں مقامی خاص قسم کے قہوے سے ہماری خاطر مدارت کی گئی۔ ریٹا ان سب سے اس طرح گھلی ملی نظر آتی تھی کہ بعض اوقات مجھے اس کی صلاحیتوں پر رشک آنے لگتا تھا۔ کمبخت فرنگی عورت اپنی خباثتوں میں بے مثال تھی اور لوگوں کو اپنے جال میں پھانسنا جانتی تھی۔ چنانچہ ایک طرف میں نے اسے دولت خان کے ساتھ اس طرح دیکھا تھا کہ جیسے دولت خان سے بڑا عزیز دوست اس کا کوئی نہ ہو۔ یاقوت خان کے سامنے بھی وہ بالکل ایسی ہی نظر آ رہی تھی اور یہ کتنے افسوس کی بات تھی کہ میرے ہم وطن ایک غیر ملکی عورت کے ہاتھوں میں کس طرح کھیل رہے تھے۔ بہر طور یاقوت خان نے ابھی اس سلسلے میں گفتگو نہیں شروع کی تھی۔ قہوہ پینے کے بعد ہم نے پیالے رکھ دیئے اور یاقوت خان کہنے لگا۔

"اب مطلب کی بات پر آ جاؤ"

"میں تمہیں بتا چکی ہوں ساری تفصیل یاقوت خان۔ جہانگیر جمال شاہ یہ نہیں جانتا تھا اور اس وقت تو میں بھی نہیں جانتی تھی یاقوت خان صاحب کہ دولت خان پر حملہ کرنے والا کون ہے۔ لیکن آپ کو یہ تفصیل معلوم ہو چکی ہے کہ دولت خان کی زندگی بچانے والا اور ان کی دولت بچانے والا جہانگیر جمال شاہ ہے۔"

"ہاں مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ کہ میری شکست میں اس کا ہاتھ ہے۔ ورنہ وہ سارا مال میرے قبضے میں ہوگا۔ لیکن یاقوت خان صاحب۔ آپ کو اس بات کا علم ہے کہ جس کے ساتھ میں ہوتی ہوں اس کی کیفیت بالکل

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہی بدل جاتی ہے۔ آپ ہی لوگوں کے ہاں کی روایت ہے لیکن چونکہ اب میں آپ میں سے ایک ہوں اور اس روایت کے بارے میں مجھے معلوم ہے ایک پرندہ ہوتا ہے جسے ہما کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور سنا جاتا ہے کہ ہما جس کے سر پر بیٹھ جائے دولت اس کے آگے بچھ جاتی ہے "اچانک ہی یاقوت خان ہنس پڑا۔ پھر بولا۔

"دولت نہیں۔ بلکہ دولت خان" "ہم سب لوگ بھی ہنسنے لگ تھے۔ ریٹا نے کہا۔

"تو اس وقت ہما یعنی ریٹا آپ کے سر پر بیٹھی ہوئی ہے یاقوت خان صاحب۔"

"بہت زیادہ چالاکی کی باتیں مت کرو ریٹا۔ کام کی بات کرو۔ میرے سر پر کوئی عورت کبھی نہیں بیٹھ سکتی۔ خبردار اس قسم کے الفاظ میری نسل کے کسی اور شخص سے مت کہنا۔" ریٹا ایک دم سنبھل گئی اور پھر ہنس کر بولی۔

"آپ لوگوں کی یہی ادائیں تو مجھے منائے دیتی ہیں۔ بہت مردانگی ہوتی ہے ان اداؤں میں خیر اب کام کی بات کریں تو مطلب یہ کہ اب ہما' دولت کے شانے سے اتر چکی ہے۔ اور آپ کی طرف بڑھ رہی ہے۔ میں سب سے پہلے دولت خان کے ایک خاص ٹھکانے کے بارے میں کہوں گی جہاں آیا ہوا مال محفوظ رکھا ہوا ہے نہ صرف وہ بلکہ اس کے علاوہ اس سے کہیں زیادہ قیمتی مال وہاں موجود ہے۔"

"تو پھر' تو پھر۔" یاقوت خان نے مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"محنت کرنا ہوگی۔ اپنے کم از کم پچیس آدمیوں کے ساتھ آپ کو میری اور جہانگیر جمال شاہ کی رہنمائی میں وہاں جانا ہوگا۔ اور اس کے بعد آپ جانتے ہیں کہ آپ کو کیا کرنا ہے؟۔ وہ دولت آپ کے قبضے میں ہوگی کیا سمجھے یاقوت خان۔۔؟"

"تو پھر' تو پھر دیر کس بات کی ہے کیا معاہدہ کرنا چاہتے ہو تم لوگ اس بارے میں۔ یاقوت خان تیار ہے۔"

"آدھا' آدھا" ریٹا نے کہا۔

"منظور ہے۔ لیکن چھاپہ کامیاب ہونا چاہئے۔"

"اس کی ذمہ داری آپ ہم پر چھوڑ دیجئے یاقوت خان صاحب۔"

"میں تیار ہوں۔ معاہدہ کرلو اور ہاتھ ملالو۔"

"آپ ہمیشہ زبانی معاہدہ کرتے ہیں یاقوت خان صاحب یا یہ معاہدہ بھی زبانی ہے ہم تیار ہیں اور اس اڈے کی نشاندہی آپ کو کی جاسکتی ہے۔"

"تو پھر اس سے اچھی کیا بات ہے تم اس اڈے کی نشاندہی کرو۔"

"ہم آپ کی رہنمائی کرنے کے لیے آپ کے ساتھ ہوں گے یاقوت خان صاحب۔" یاقوت خان ہنسنے لگا پھر بولا۔

"بہت چالاک ہو تم۔ سفید بلی بہت چالاک ہو۔ ٹھیک ہے' تم مجھے پہلے سے اس کے بارے میں نہ بتاؤ لیکن میرے ساتھ رہنا میں یاقوت خان تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ لوٹے ہوئے مال کا آدھا حصہ تمہارا ہوگا۔"

"تو پھر یہ بات طے ہوگئی۔ باقی منصوبہ بھی طے کرلیجئے" اور اس کے بعد ہم لوگ پروگرام بنانے لگے کہ ہمیں کس طرح حملہ کرنا ہے۔ غرض یہ کہ سارے معاملات طے :۔۔۔ یاقوت خان سے بہت اچھے مراسم ہوگئے اور اس کے بعد وہ ہمیں رخصت کرنے ہماری کار تک آیا تھا۔ ریٹا نے مخمور نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"رزم اور بزم۔ دو چیزیں ہوتی ہیں۔ میں نے ان کے بارے میں بہت پڑھا ہے۔ چنانچہ اب رزم کی کہانی ختم ہوئی اور بزم کی کہانی کا آغاز ہوتا ہے۔"

"وہاں حویلی میں تم اتنی آزادی سے مجھ سے ملتی ہو ریٹا کہ بعض اوقات مجھے خوف محسوس ہونے لگتا ہے۔" میں نے سڑک پر تاریکیوں میں گھورتے ہوئے کہا۔ ریٹا ڈرائیورنگ کررہی تھی۔ اس نے سامنے سے نگاہیں ہٹا کر میرے طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

"یہ عارضی خوف ہے ڈیئر جہانگیر جمال شاہ اول تو ان لوگوں کی جرات نہیں ہوسکتی کہ وہ لوگ میرے معاملات میں مداخلت کریں۔ اور اگر کبھی انہوں نے مداخلت کرنے کی کوشش کی تو انہیں اس کا خوفناک نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ اور پھر تم تو یہ بات جانتے ہی ہو کہ یہ لمحات عارضی ہیں بعد میں ان لوگوں کا کوئی وجود نہیں ہوگا۔ اور ہم جس طرح سے چاہیں گے اپنے دل کی خواہشات پوری کریں گے۔ بہرحال رزم کا معاملہ ختم ہوگیا تھا۔ بزم میں جانا تھا اور بزم میں جاکر کسی اور بات کے بارے میں سوچنا ایک حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔ پھر یہ تو ریٹا کے آخری لمحات تھے اور ان لمحات میں ظاہر سی بات ہے کہ اسے خفیہ طور پر مطمئن رکھنا تھا ورنہ

سارا کھیل ہی بگڑ جاتا۔ چنانچہ میں نے اپنے فرض سے کوتاہی نہیں کی تھی۔ اور ریٹا مجھ سے خوش رہی تھی۔ دوسرا دن معمول کے مطابق تھا۔ یہ لوگ کسی طور پر مجھ سے اکتائے ہی نہیں تھے۔ حالانکہ اچھا خاصا وقت ہوگیا تھا۔ یہاں لیکن وہ ہمیشہ اسی پیار سے ملتے تھے مجھ سے۔ ریٹا نے ناشتے کے بعد سرگوشی کے انداز میں مجھ سے کہا۔

"کسی قسم کا شک نہ ہوسکے۔"

"سمجھا نہیں ریٹا؟"

"میرا مطلب ہے جس طرح گھومتے پھرتے رہتے ہو اسی طرح گھومتے پھرتے رہو۔ بہتر ہوگا کہ ایک بار دولت خان سے بھی ملاقات کرلینا۔ تاکہ وہ تمہاری جانب سے مطمئن رہے۔"

"ٹھیک ہے" میں نے جواب دیا دل ہی دل میں میں خوش تھا کہ میرے معمولات پر کوئی پابندی نہیں لگی۔ یہ تو میری دلی خواہش تھی۔ چنانچہ مقررہ وقت پر میں گاڑی لے کر باہر نکل آیا بس یہ لگتا تھا جیسے یہ گھر میرا اپنا ہی ہو اصلیت میں' میں رازل شاہ بن کر رہ گیا تھا اور یہ لوگ بھی مجھے وہی درجہ دینے لگے تھے۔ میری دلی آرزو تھی کہ صابت خان کو اس کا بھائی دے دوں۔ نہ صرف بھائی دوں بلکہ اسے اس لعنت سے بھی نکال لوں جس میں اسے ریٹا نے مبتلا کردیا ہے۔ بہر طور وہ غیر عورت تھی اور یہ کچھ اور نہیں تو کم از کم میرے ہم وطن ضرور تھے۔ البتہ باہر نکلنے کے کچھ دیر کے بعد میں نے ایک پرسکون جگہ پہنچ کر ٹرانسمیٹر پر اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کیا' شمس اور باقری ہی اس وقت بھی ڈیوٹی پر تھے۔" باقری کہنے لگا۔

"کہیئے چیف۔ کوئی خاص بات ہے۔"

"تم سناؤ۔"

"نہیں چیف بس کچھ خاص باتیں ہمارے درمیان ہوتی رہیں ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ چیف بس یوں لگتا ہے جیسے ہمیں یہاں آوارہ گردی کے لیے ہی بلایا گیا ہے۔"

"احمقانہ باتوں کے سوچنے میں وقت نہ ضائع کیا کرو۔ اگر ایسا ہی ہے تو بہر طور یہ میری طرف سے ہے اور تمہیں اس پر خیال آرائی کا حق نہیں پہنچتا۔ میں نے کرخت لہجے میں کہا۔ اصل میں میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ بہت زیادہ منہ لگ جائیں تاکہ میرے اصل معاملات میں بھی مداخلت ہو۔ باقری فوراً سنبھل گیا اور نے کہا۔

"سوری چیف۔ ویری سوری' یہ بات نہیں ہے دراصل' دراصل بس ایسے ہی چیف۔ سوری' ویری سوری"

"آج تمہیں خصوصی طور پر خیال رکھنا ہے بلکہ ان دونوں کو بھی اپنے پاس بلالو کام شروع ہونے جارہا ہے مداخلت اس وقت تک نہ کرنا جب تک کہ میری جانب سے باقاعدہ اجازت نہ ملے۔ لیکن محتاط رہنے کی اشد ضرورت ہے۔"

"او کے چیف۔ او کے' لیکن کیا اس کے علاوہ ہمیں اور کچھ بتایا جاسکتا ہے؟"

"نہیں۔" میں نے سختی سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے چیف۔ جیسا آپ کا حکم۔"

"بس اتنا ہی کہنا تھا مجھے۔" میں نے ٹرانسمیٹر بند کردیا۔ اپنے طور پر یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ آج میری نگرانی کس کس شکل میں کی جارہی ہے۔ لیکن کافی آوارہ گردی کے باوجود کوئی ایسا نشان نہیں ملا جس سے یہ اندازہ ہوسکے کہ میری نگرانی کی جارہی ہو۔ البتہ شمس اور باقری وغیرہ کو میں نے دیکھ لیا تھا۔ اب چاروں ساتھی میری نگرانی کررہے تھے اس کے بعد میں نے دولت خان کے اڈے کا رخ کیا۔ یہ جگہ آج رات کو مشکلات کا نشانہ بننے والی تھی۔ دولت خان موجود نہیں تھا۔ معلومات کرنے پر پتا چلا کہ کسی کام سے نکلا ہوا ہے۔ چنانچہ میں وہاں سے بھی واپس چل پڑا۔ وہاں اطمینان تھا اور کوئی ایسی بات نہیں تھی جو قابل ذکر ہو تو پھر انتہائی محتاط انداز میں مختلف جگہوں سے ہوتا ہوا راجہ سبحان کی حویلی پہنچ گیا۔ یہ خدشہ بھی تھا کہ کہیں راجہ سبحان حویلی میں موجود نہ ملے۔ لیکن گیٹ پر ہی پتا چل گیا کہ راجہ سبحان موجود ہے۔ اپنے ساتھیوں کو میں نے ہوشیار کیا اور ان سے بھی یہی سوالات کئے کہ کسی نے میرا تعاقب تو نہیں کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہر طرح سے اطمینان کرلیا گیا ہے اور کوئی تعاقب کرنے والا نظر نہیں آیا۔ گویا صورتحال اطمینان بخش تھی راجہ سبحان کی موجودگی کا علم ہوگیا راجہ سبحان نے بہت بدلے ہوئے انداز میں میرا استقبال کیا تھا۔ مجھ سے پہلے ہی بول پڑا۔

"جہانگیر جمال شاہ میری دراصل شہباز احمد صاحب سے ٹیلی فون پر بات ہوئی تھی۔ تمہارا حلیہ' تمہاری

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

شخصیت کے بارے میں بتایا تو شہباز احمد ہنسنے لگے اور پھر انہوں نے مجھے تمہاری پوری کہانی سنا دی۔ دیکھو لڑکے میں ذرا مختلف مزاج کا آدمی ہوں۔ میں سب سے پہلی بات تو تم سے یہ کہوں گا کہ دنیا میں ماں باپ کے اور اولاد کے درمیان کتنا ہی اختلاف ہو اسے قائم نہیں رہنا چاہئے۔ ماں ' باپ سے بڑھ کر اولاد کے لیے اور کوئی نہیں ہوگا۔ یہی کیفیت ماں باپ کی ہوتی ہے۔ سنا ہے تمہارا تمہارے باپ سے بہت شدید اختلاف ہے اور تم ایک انتہائی ضدی نوجوان ہو۔ بیٹے بزرگ ہوں تمہارا جو کچھ تم سے کہہ رہا ہوں ایک بزرگ کے رشتے سے کہہ رہا ہوں۔ اپنے باپ سے اپنا اختلاف دور کرلو۔ اپنی ذمہ داریاں پوری کرو جو اولاد کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں "

"جی راجہ صاحب"

"صرف جی نہیں بلکہ مجھے بتاؤ کہ اس سلسلے میں تم کیا قدم اٹھاؤ گے؟

"یہ بالکل بعد کی باتیں ہیں راجہ صاحب جنہیں بعد میں کرنا مناسب ہوگا۔"

"برا مت مانو میری بات کا۔ شہباز احمد صاحب نے مجھے تمہاری شخصیت کے بارے میں اور بھی بہت کچھ بتایا ہے قابل مبارکباد ہے تمہارا باپ کہ تم جیسی اولاد رکھتا ہے لیکن تھوڑا سا بد قسمت بھی ہے کہ تمہیں شناخت نہیں کرپایا۔ ہوجاتا ہے بیٹے کبھی کبھی ایسا ہوجاتا ہے۔ ایک بزرگ کی حیثیت سے میری یہ بات ضرور مان لینا چھوٹے موٹے اختلافات دور کئے جاسکتے ہیں۔ خیر میں سمجھ رہا ہوں کہ تم اس بات کو ذرا مختلف انداز میں سوچ رہے ہو۔ میرے حقوق اتنے ہی ہیں ان سے زیادہ آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کروں گا چلو خیر سناؤ کیا ہورہا ہے کہاں تک پہنچے؟"

"راجہ صاحب۔ میں اپنے طور پر کام کررہا ہوں۔ آپ کی رہنمائی میں تھوڑا سا آگے بڑھ گیا ہوں اور اس وقت ایک منصوبہ لے کر یہاں تک پہنچا ہوں۔"

"بے دھڑک کہو۔ بے فکر رہو "میں تمہارے ساتھ ہر وہ تعاون کروں گا جو تمہارے ذہن میں آئے۔ یہ سمجھ لو کہ میں تمہارے دست راست کی حیثیت رکھتا ہوں بتاؤ کیا خاص بات ہے۔"

"فہرست میں دولت خان کا نام بھی تھا' راجہ سجان۔ یاقوت کا نام بھی تھا اور بھی کئی نام ہیں"

"لیکن یہ دو نام سرفہرست ہیں۔ یوں سمجھ لو اس وقت شعلہ پور میں یہی دونوں نام چھائے ہوئے ہیں اور جتنے بڑے کام ہورہے ہیں انہی ناموں کے حوالے سے ہورہے ہیں۔"

"آپ نے اس بات کی تصدیق کردی راجہ صاحب اصل معاملہ اس وقت کچھ اور ہے۔"

"بتاؤ کیا؟"

"اس کے لیے مجھے آپ کو مختصر الفاظ میں وہ کہانی سنانی پڑے گی جس کا تعلق مہابت خان سے ہے۔"

"بد نصیب خاندان۔ بالکل ختم ہورہا ہے۔ کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہیں ہے؟۔ اس خاندان کی' بہرحال اس کی کہانی سناؤ مجھے۔ کیا کہانی ہے؟"

"یہ بات تو آپ کے علم میں ہے کہ بد قسمتی سے رازل شاہ میرا ہمشکل ہے۔"

"ہاں اس موضوع پر ہماری پہلے بھی بات ہوچکی ہے۔ اور اسی بنیاد پر تم اس خاندان کی محبتوں کا شکار ہوئے ہو۔"

"جی راجہ صاحب۔ بالکل لیکن اس خاندان میں ایک ایسی بھیانک شخصیت آگئی ہے جو اس خاندان کو تباہی کی آخری منزل تک لے جارہی ہے۔"

"یقیناً تم مہابت خان کی بیوی ریٹا کی بات کررہے ہو مختصراً تم اس کے بارے میں بتا چکے ہو۔"

"جی راجہ صاحب۔ ریٹا ایک خوفناک منصوبہ اپنے ذہن میں رکھتی ہے اور اس پر عمل کررہی ہے۔ میری اس موضوع پر آپ سے بات چیت ہوچکی ہے۔ مہابت خان کو اس نے نشے کا عادی بنا کر بالکل ہی ناکارہ کردیا ہے اصل بات جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ رازل شاہ زندہ ہے۔"

میرے ان الفاظ کا دھماکہ راجہ سجان کے ذہن میں ہوا تھا جس کے اثرات مجھے صاف نظر آگئے تھے وہ شدت حیرت سے آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو؟"

"ہاں راجہ صاحب رازل شاہ زندہ ہے۔ بد قسمتی سے یہ خاندان بالکل تباہیوں کی جانب چل پڑا ہے۔ کیونکہ رازل شاہ کا اصل معاشقہ ریٹا سے تھا۔ لیکن ریٹا ساری معلومات حاصل کرنے کے بعد ان لوگوں کی دولت حاصل کرنا چاہتی تھی جس کی بنا پر اس نے مہابت خان سے شادی کرلی۔ پھر سازش کے تحت رازل شاہ کو یہاں بلایا گیا۔ لیکن رازل شاہ مرگیا۔ حقیقت یہ ہے کہ رازل شاہ نہیں مرا تھا۔ بلکہ ایک جعلی لاش یہاں رازل شاہ کے میک اپ میں منگوائی تھی اور رازل شاہ کی حیثیت سے اس کی تدفین کی کردی گئی۔ اصل رازل شاہ یہاں موجود ہے اور ریٹا نے اسے اپنا قیدی بنا کر رکھا ہوا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ جب مہابت خان مرجائے۔ خانم گوہر چراغ کا چراغ بھی گل ہوجائے تو ریٹا بڑی چالاکی سے رازل شاہ کو منظر عام پر لے آئے یہ بات کہنا اس کے لیے مشکل نہیں ہوتا کہ رازل شاہ کے بھائی مہابت خان نے اس کے خلاف سازش کی ایک عورت کے حصول کے لیے اور پھر ریٹا رازل شاہ کے ساتھ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرے یہاں اپنا کام بھی جاری رکھے اور یہاں کی خانم بھی بن جائے یہ اس عورت کا بھیانک منصوبہ تھا۔" راجہ سجان شدت حیرت سے منہ کھولے میری یہ کہانی سن رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"مم۔ مگر۔ تم۔ تم"

راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کرلیا۔ کیونکہ مجھے وہ رازل شاہ کی حیثیت سے با آسانی اپنا ساتھی بنا سکتی تھی اور وہ اعتماد میں نے چالاکی سے اس پر قائم کیا۔ راجہ صاحب اب وہ عورت میرے چنگل میں ہے میں جانتا ہوں کہ رازل شاہ کو کہاں قید رکھا گیا ہے اس سلسلے میں اب دوسرے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ دولت خان سے ریٹا نے میرا تعارف کرایا۔ دولت خان کا مال آرہا تھا۔ میں بھی دولت خان کے ساتھ اس مال کے حصول شریک تھا کہ یاقوت کے آدمیوں نے اس مال کو لوٹ کے لئے نشانہ بنایا اور پہاڑوں میں جنگ ہوئی خاصے نقصانات ہوئے دونوں گروہوں کے۔"

"اوہ ہاں۔ میں نے سنا۔ تھا میں نے سنا تھا مگر مجھے حقیقت نہیں معلوم۔"

"مگر راجہ صاحب میں نے مداخلت کرکے دولت خان کو اس نقصان سے بچالیا اور اس کی زندگی بھی بچالی۔ وہ زخمی ہوگیا ہے اور اب راجہ صاحب ایک نیا انکشاف مجھ پر ہوا ہے کہ ریٹا اصل میں یاقوت خان کو دولت خان پر حاوی کرنا چاہتی ہے۔"

"اوہ خدا کی پناہ۔ خدا کی پناہ۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت یاقوت خان دولت خان سے آگے جارہا ہے اور یاقوت خان چاہتا ہے کہ اس کا گروہ سب سے زیادہ طاقتور ہوجائے اور دولت خان کو اس کے سامنے نیچا دیکھنا پڑے۔" "مگر یہ شیطان عورت اور تم۔ "تم مجھے آگے بتاؤ آگے بتاؤ۔ "میں نے مسکرا کر راجہ سجان کو دیکھا۔

"اور اس سلسلے میں نیا منصوبہ یہ ہے راجہ سجان صاحب کہ آج رات کو یاقوت خان دولت خان کے ڈیرے پر حملہ کرے گا۔ اور وہاں سے اس کا تمام مال لے اڑے گا۔ دولت خان کو قلاش کرنے کا یہ ایک منصوبہ آج بنایا گیا ہے۔ جس میں یاقوت خان بھی شریک ہے۔ ریٹا بھی اور میں بھی۔"

"تم بھی۔" راجہ سجان ایک بار پھر اچھل پڑا۔ اور میری ہنسی نکل گئی۔

"ہاں راجہ صاحب میں بھی"

"اوئے جہانگیر خاناں۔ ذرا صاف ' صاف بولو تمہارے سامنے میری عقل موٹی ہوجاتی ہے۔ کیا سمجھے؟۔ سمجھ میں نہیں آیا میری بالکل سمجھ میں نہیں آیا۔ تم مجھے ذرا وضاحت سے بتاؤ کیا قصہ ہے۔ "میں نے کہا۔

"راجہ صاحب۔ ریٹا بہت شاطر عورت ہے اس نے دولت خان سے میرا تعارف کرایا اور دولت خان نے مجھے اپنے ساتھ شریک کرلیا۔ میں نے پوری ایمانداری کے ساتھ دولت خان کا ساتھ دیا اور جو کچھ میں بتا چکا ہوں وہ ہوا۔ یاقوت خان دولت خان کا مال حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ لیکن دولت خان کو خود بھی شبہ ہے کہ ریٹا یاقوت خان کے ساتھ مل چکی ہے۔ اس کا تذکرہ دولت خان مجھ سے کرچکا ہے۔ خیر یہ الگ بات ہے۔ دولت خان کے ساتھ بھی میرے کچھ منصوبے بنے راجہ سجان صاحب اور ان منصوبوں کے تحت رازل شاہ میرے علم میں آیا جو دولت خان کی قید میں ہے۔ ریٹا کے کہنے پر۔ لیکن اب ریٹا نے اپنی وفاداریاں بدل دیں ہیں۔ اور اب وہ یاقوت خان کا ساتھ دے رہی ہے۔ میرا مسئلہ کچھ اور رہا ریٹا مجھے اپنا خاص آدمی سمجھتی ہے۔ اور اس نے مجھ سے یہ بات نہیں چھپائی۔ اس نے بتایا کہ اس وقت یاقوت خان زیادہ آگے جارہا ہے اس لیے دولت خان کو منظر عام سے ہٹانا ہوگا۔ اسے قلاش کردیا جائے اور یاقوت خان کا ساتھ حاصل کیا جائے۔ دوسری طرف اس کا منصوبہ مسلسل چل رہا ہے۔ تو اس طرح ریٹا نے مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کرلیا میری ملاقات یاقوت خان سے ہوچکی ہے۔ اور ہم سب نے مل کر یہ منصوبہ بنایا ہے۔ کہ آج رات کو دولت خان کے ڈیرے پر چھاپہ مار کر اسے قلاش کردیا جائے۔ راجہ سجان میں اس

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

منصوبے کو کراس کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیسے؟" راجہ سبحان نے پر جوش نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"دولت خان کے ڈیرے پر حملے کرنے کا وقت ساڑھے بارہ بجے مقرر کیا گیا ہے لیکن راجہ سبحان صاحب میں چاہتا ہوں کہ ساڑھے گیارہ بجے کا وقت بھی غیر مناسب نہیں ہوگا۔ حملہ ساڑھے گیارہ بجے ہونا چاہئے لیکن یاقوت خان کی طرف سے نہیں بلکہ آپ کی طرف سے..."

"مم۔ میری طرف سے؟" راجہ سبحان پھر اچھل پڑا۔

"ہاں۔ کیا آپ اپنے اندر یہ قوت نہیں پاتے۔ راجہ صاحب کہ یہ کام کر سکیں؟" راجہ سبحان ہنسنے لگا پھر بولا۔

"یہ بات نہیں ہے لڑکے' یہ بات نہیں ہے۔ یہ دونوں تو جرائم پیشہ لوگ ہیں۔ میری قوت محفوظ ہے اور میں سرکاری قوت بھی رکھتا ہوں کیا سمجھے۔ یہ دونوں میری قوت کا مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن کسی ٹھوس بنیاد پر کام ہو تو میں بھی عمل کروں ایسے ہی تو میں اپنے آپ کو ضائع نہیں کر سکتا۔"

"آپ اپنے آدمیوں کے ساتھ دولت خان کے اڈے پر حملہ کریں راجہ صاحب۔ یاقوت خان کے حملے سے پہلے اور وہاں پر اسے وہ تمام نقصانات پہنچائیں گے جو یاقوت خان اسے پہنچانا چاہتا ہے۔ اس کے علاوہ راجہ صاحب رازل شاہ کو بھی آپ کو اپنے قبضے میں لینا ہوگا میں اس کی پوشیدہ جگہ کا پورا نقشہ آپ کو مہیا کروں گا شرط یہ ہے کہ بہت احتیاط سے کام ہو۔ اور سوال یہ ہے کہ کیا آپ یہ کام کر سکیں گے؟"

راجہ سبحان ہنسنے لگا۔

"میں بہت بڑی بات نہیں کرتا تم سے۔ جہانگیر جمال شاہ لیکن میرا خیال ہے یاقوت خان بھی اتنی قوت سے دولت خان پر قبضہ نہیں کر سکتا جتنی قوت سے میں کر سکتا ہوں۔" "تو بس پھر بات ہی ختم ہو گئی۔ لیکن وہاں پر اندازہ لگایا جائے گا کہ حملہ یاقوت خان نے کیا ہے۔ راجہ صاحب آپ میرا مطلب سمجھ لیجئے۔" دولت خان کو سو فیصدی یہی علم ہوگا کہ حملہ یاقوت خان نے کیا ہے۔ اس کی کچھ نشانیاں وہاں چھوڑنی ہوں گی۔"

"ہا۔ ہا۔ ہا" اچانک ہی راجہ سبحان نے کہا اور میں چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"میں سمجھا نہیں؟"

"بڑی پرانی بات یاد دلا دی تو نے۔ بڑی دلچسپ بات ہے یہ۔"

"کیا راجہ صاحب؟"

"چھوڑ۔ چھوڑ اپنا منصوبہ آگے بتا جہانگیر جمال شاہ۔ میرے ذہن میں یونہی ایک پرانی بات آگئی تھی۔ تو نے نشانیوں کی بات کی تھی نا میرے پاس ایک ایسا لاکٹ موجود ہے جس میں یاقوت خان کی تصویر ہے۔ کیا سمجھا سونے کا لاکٹ' بہت پرانی بات ہے۔ یہ لاکٹ دولت خان نے یاقوت خان کو دیا تھا۔ سمجھے اس میں یاقوت خان کی تصویر ہے۔ جواب میں یاقوت خان نے بھی دولت خان کو ایک لاکٹ دیا تھا جس میں دولت خان کی تصویر ہے۔ یہ لاکٹ اتفاق سے میرے ہاتھ لگ گیا اور میرے پاس محفوظ ہے۔ اس سے بڑی نشانی اور کیا ہو سکتی ہے۔ اگر یہ لاکٹ وہاں ڈال دیا جائے تو صاف پتا چل جائے گا کہ یاقوت خان نے دولت خان پر حملہ کیا ہے۔"

"آپ شاید کچھ غلط کہہ گئے راجہ صاحب۔ لاکٹ میں جو آپ کے پاس موجود ہے۔ دولت خان کی تصویر ہے یا' یاقوت خان کی..."

"ہاں میں یہی کہنا چاہتا تھا۔ دولت خان یہ بات جانتا ہوگا کہ یہ لاکٹ یاقوت خان کے پاس موجود ہے۔" واہ یہ تو بہت عمدہ بات رہی اس طرح سے تو کام ہی بن جاتا ہے راجہ صاحب۔

"بالکل' بالکل۔ اچھا آگے بول۔ آگے بول"

"اس طرح راجہ صاحب۔ دولت خان کو جب پتا چلے گا کہ اسے قلاش کرنے والا یاقوت خان ہے تو ان دونوں میں ٹھن جائے گی آپ نے ابھی مجھ سے کہا ہے کہ آپ کا تعلق سرکاری اداروں سے ہے۔ جب ان دونوں میں ٹھن جائے گی تو ہم سرکاری اداروں کے ذریعے دونوں کو گرفتار کر لیں گے میں سمجھتا ہوں۔ دونوں کا خون گرم ہوگا اور دونوں ایک دوسرے کے خلاف گواہیاں دے سکیں گے اور اس طرح قانون کا کام بن جائے گا۔" راجہ سبحان پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے کہا۔

"اوئے جہانگیر جمال شاہ۔ گر شہباز خان مجھے تمہارے بارے میں یہ سب کچھ نہ بتا چکا ہوتا تو یقین کرو میں حیرت سے پاگل ہو جاتا۔ تو نے بڑا زبردست منصوبہ بنایا ہے ان دونوں کو آپس میں لڑا کر ان کے راز جانے جا سکتے ہیں اور کوئی طریقہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔"

"یہی خیال تھا میرے دل میں راجہ سبحان۔ اگر آپ اس سے اتفاق کریں۔ اب ہمیں اس منصوبے کی نوک پلک سنوار لینا چاہئے۔ لیکن پہلے میں آپ سے یہی سوال کروں گا کہ کیا آپ اس تمام کارروائی کے لیے تیار ہیں؟۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ مجھے آپ کی قوت اور مدد حاصل رہے گی میں سمجھتا ہوں کہ اب وہ وقت آیا ہے جب مجھے بھرپور طریقے سے آپ کی مدد درکار ہوگی۔"

"اوئے یار جان حاضر ہے تیرے لیے۔ اول تو یہ معاملہ ہماری قوم کا ہے۔ اسمگلروں سے منشیات کی تجارت کرنے والوں سے ہر ان افراد سے جو ملک کے خلاف کام کرتے ہیں نمٹنا ملک کے ہر شہری کا فرض ہے۔ میں بھی اس فرض کو سمجھتا ہوں اور تو یقین کر میں نے کئی بار اعلیٰ حکام کو یہاں ہونے والی برائیوں کی نشاندہی کی ہے اعلیٰ حکام نے اس سلسلے میں کارروائیاں بھی کی ہیں۔ لیکن بد عنوانوں کے ہاتھ لمبے ہیں۔ وہ ہر کارروائی سے بچنے کے لیے پہلے سے بندوبست کر لیتے ہیں اور سرکاری شعبوں کو ان کے خلاف بہت سے کام کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ میں اپنا فرض بھی سمجھتا ہوں۔ یہ سارے کام سرانجام دوں تو یہ سمجھ لے پہلی بار مجھے خوشی ہوئی ہے کہ کوئی بہت زیادہ طاقتور آدمی اس مسئلے میں شعلہ پور پہنچا ہے۔ تو بالکل کھرا ہے تیرا پورا منصوبہ میری سمجھ میں آگیا ہے اصل بات اب ہوتی ہے نا۔ منصوبہ بندی کر کے کام کیا جا رہا ہے۔ سازشیوں کے خلاف سازش کی جا رہی ہے۔ اسی طرح کامیابی ہو سکتی ہے لوہے کو لوہے سے کاٹا جا رہا ہے۔ زہر کو زہر سے مارا جا رہا ہے۔ آگ کو آگ سے بجھایا جا رہا ہے یہ طریقہ سب سے موثر ہے اور اسی پر عمل کر کے ہم کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ واہ میرے شیر... تو سمجھ لے تو نے میرا جی خوش کر دیا۔ باقی کام راجہ سبحان پر چھوڑ دے تجھے مایوسی نہیں ہوگی۔"

"میں چاہتا ہوں راجہ صاحب کہ ابھی سرکاری اداروں کو اس طرف متوجہ نہ کیا جائے۔ اس طرح کام بگڑ جانے کا خدشہ ہے۔ آپ خود کہہ چکے ہیں کالی بھیڑیں مخبری کر دیتی ہیں اور پتا چل جاتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ چنانچہ سرکاری اداروں کو ملوث کرنے کے بجائے ابھی آپ صرف اپنے آدمیوں سے کام لیجئے۔ اور اس طرح جب ان دونوں میں ٹھن جائے تو پھر ہم سرکاری مداخلت کرا سکتے ہیں۔"

"تو فکر مت کر۔ بالکل ٹھیک کہا ہے تو نے۔ میں تیری بات سے پورا پورا اتفاق کروں گا۔"

"تو پھر راجہ صاحب میں تو یاقوت خان کے ساتھ ہوں گا جب ہم ساڑھے بارہ بجے حملہ کرنے پہنچیں گے تو آپ کا کام ختم ہو چکا ہوگا کیا سمجھے آپ..."

"سمجھ رہا ہوں۔ ایک ایک بات سمجھ رہا ہوں۔ اوئے کیا منصوبہ بنایا ہے تو نے کمال کر دیا ہے۔ میں سچ مچ تیری تعریف کرتا ہوں بہت ذہین آدمی ہے تو بہت ذہین آدمی ہے۔"

"بس راجہ صاحب آپ کی دعائیں چاہئیں۔ میں اس طرف سے مطمئن ہو جاؤں؟"

"بالکل مطمئن ہو جا۔ ایک بار راجہ سبحان پر بھروسہ کر کے دیکھ۔"

"رازل شاہ کا آپ کو خاص خیال رکھنا ہے۔ یہاں لا کر رازل شاہ کو محفوظ رکھنا آپ کی ذمہ داری ہے۔ اسے کوئی زیادہ تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اسے جذباتی ہونے سے بھی بچانا ہے۔ ہر کام رفتہ رفتہ ہونا زیادہ مناسب رہے گا کیا آپ مجھ سے اتفاق کرتے ہیں راجہ صاحب؟"

"بالکل اتفاق کرتا ہوں۔ راجہ سبحان نے کہا اور پھر ہم لوگ دیر تک اس سارے منصوبے کی نوک پلک سنوارتے رہے تھے۔ بعد میں میں راجہ سبحان سے رخصت ہو کر چل پڑا۔ میرا کام نہایت خوش اسلوبی سے ہوا تھا۔ واپس جاتے ہوئے بھی میں نے اپنے ساتھیوں سے ٹرانسمیٹر پر پوچھا کہ کوئی ایسی خاص بات تو نہیں ہوئی ہے جس کا تذکرہ ضروری ہو۔ جواب میں انہوں نے کہا کہ تھا چاروں طرف سب ٹھیک ٹھاک ہے۔ اس کے بعد میں گھر پہنچ گیا تھا۔ حویلی کا ماحول حسب معمول تھا۔ خانم گوہر چراغ کے پاس بیٹھ باتیں کرتا رہا۔ نوشاد بھی آگئی تھی۔ خاموش سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ خانم گوہر چراغ نے کہا۔"

"اس بچی کو دیکھتی ہوں تو میرے دل سے خون رسنے لگتا ہے یہ میری امانت ہے۔ میرے رازل شاہ کی امانت ہے لیکن لیکن بد نصیب وقت نے مجھے اپنے بیٹے ہی سے محروم نہیں کیا اپنی بہو سے بھی محروم کر دیا ہے۔" میں نے خانم گوہر چراغ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن خانم اب تو کوئی فیصلہ کرنا ہوگا آپ کو..."

"میں۔ سمجھی نہیں"

"میرا مطلب ہے کہ نوشاد کی زندگی ایسے ہی تو نہیں گزر جائے گی۔" نوشاد نے ایک دم گردن اٹھا کر مجھے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دیکھا اور فوراً ہی سرد لہجے میں بولی۔

"اگر اس سے تمہارا مقصد یہ ہے کہ مجھے رازل شاہ کے کسی ہمشکل کے سپرد کردیا جائے تو خانم گوہر چراغ اور باقی تمام لوگوں کو میں یہ بتا دینا چاہتی ہوں کہ اس دولت میں جو آپ لوگوں کے پاس موجود ہے۔ میرا بھی بڑا حصہ ہے میں اپنی زندگی آسانی سے گزار سکتی ہوں۔ اگر آپ لوگ میرے ساتھ کوئی ناانصافی نہ کریں۔ ہاں اگر مجھ پر قبضہ ہی جمانے کا ارادہ ہے تو میرے لیے موت سب سے بہتر رہے گی۔ اے شخص تو اگر یہ سوچتا ہے کہ رازل شال کا ہمشکل ہونے کا فائدہ اٹھا سکتا ہے تو 'تو خدا کی قسم یہ خیال ہمیشہ کے لیے دل سے نکال دے۔ تجھے نوشاد کی لاش تو مل سکتی ہے نوشاد نہیں۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ خانم گوہر چراغ مضطرب ہو گئی تھیں میں نے کہا۔

"نوشاد میں ذرا مختلف قسم کا آدمی ہوں۔ زندگی میں میں نے کچھ اقدار کو اپنے اوپر مسلط کر رکھا ہے میں کسی ایسی لڑکی کو کبھی بہن نہیں کہہ سکتا جس کے کردار کا ایک ایک نقش میرے علم میں نہ ہو۔ میں نہیں جانتا کہ رشتے کیا چیز ہوتے ہیں۔ لیکن اگر تمہارے دل میں یہ خیال ہے کہ میں اپنی اس شکل سے فائدہ اٹھاؤں گا تو ماں کی طرح اس شخصیت کے سامنے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تیرے کردار کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھتے ہوئے تجھے اپنی بہن کہنے میں دقت نہیں محسوس کرتا۔ سمجھی نوشاد۔ بہن ہے تو میری 'بہن کے بارے میں کوئی بھائی برا خیال دل میں نہیں لا سکتا۔" نوشاد کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھیں۔ خانم گوہر چراغ کا چہرہ مسرت سے کھل اٹھا تھا۔ اتفاق سے مہابت خان بھی اس وقت دروازے سے اندر داخل ہو رہا تھا جب ہم یہ باتیں کر رہے تھے۔ اس نے ہماری ساری باتیں رک کر سنی تھیں۔ آگے بڑھا۔ عقب سے میرے شانوں پر ہاتھ رکھا۔ مجھے اٹھایا اور اپنے سینے سے لگاتا ہوا بولا۔

"خدا کی قسم جہانگیر جمال شاہ اگر تو اس کردار کا مالک نہ ہوتا۔ اگر ہمارے دل اس بات کی گواہی نہ دیتے کہ تو اتنا ہی عظیم ہے تو ہم تجھے یہاں کبھی نہیں لاتے۔ تو نے ہمارا سر فخر سے بلند کیا ہے تو نے ہماری عظمت کی پاسبانی کرکے ہمیں اپنا غلام بنا لیا ہے۔ سنا تم نے نوشاد۔ نہیں بیٹے کوئی ایسا کام نہیں ہوگا جو تمہاری مرضی کے خلاف ہو۔ بھول کر بھی نہ سوچنا یہ بات۔ تم ہماری آنکھوں کی روشنی ہو' ہم دولت کے لئے تم سے کوئی برائی کریں۔

نہیں نوشاد' تم تو ایک ایسا پھول ہو جو ہمارے گھر میں مہک رہا ہے۔ اس گھر میں جہاں خزاں نے بسیرا کر لیا ہے۔" مہابت خان کی آنکھوں میں آنسو نکل آئے۔ ماحول کافی سوگوار ہو گیا تھا اور وہ بدبخت عورت شکر ہے اس ماحول میں موجود نہ تھی۔ جس نے اس فضاء کو اتنا زہریلا بنا دیا تھا۔

ریٹا سے کافی دیر تک ملاقات نہیں ہوئی۔ حالانکہ آج اس کا منصوبہ بالکل مختلف تھا لیکن بہت محتاط عورت تھی اور ہر قسم کی احتیاط کرتی تھی۔ تقریباً ساڑھے سات بجے وہ اچانک میرے پاس پہنچ گئی اور اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یاقوت خان مکمل طور پر تیار ہے۔ ہمیں اس کے ساتھ رہنا ہوگا۔"

"جی۔ میں جانتا ہوں" میں نے کہا۔

"تمہارے ذہن میں اور کوئی بات تو نہیں آئی ڈیئر؟"

"بالکل نہیں"

"پروگرام کیا رہے گا"

"جیسا تم کہو"

"میرا خیال ہے تمہیں دس بجے یاقوت خان کے پاس پہنچ جانا چاہیے۔۔ ہمارا پروگرام ساڑھے بارہ بجے کا ہے نا"

"ہاں"

"ہم بارہ بجے تیار ہو کر نکل چلیں گے۔ میں یہاں کا مکمل انتظام کردوں گی یوں سمجھ لو آج ہمارے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔"

"جی میڈم۔ میں جانتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی مسکرانے لگی پھر بولی۔

"ہم اپنا مستقبل تعمیر کر رہے ہیں۔ ڈیئر جہانگیر جمال شاہ۔ ویسے کیا تم باآسانی یاقوت خان کے ڈیرے پر پہنچ سکتے ہو؟"

"شعلہ پور کو اتنا دیکھ لیا ہے میں نے کہ اب یہ کام میرے لیے مشکل نہیں ہوگا۔"

"یہ بہت اچھی بات ہے تو ہو سکتا ہے اس کے بعد میرے اور تمہاری ملاقات نہ ہو۔ ٹھیک دس بجے گھر سے نکل جانا اور یاقوت خان کے ڈیرے پر پہنچ جانا۔ وہ تمہیں تیار ملے گا۔ میں نے اسے اطلاع دے دی ہے کہ تم مقررہ وقت پر اس کے پاس پہنچ جاؤ گے۔"

"بالکل ٹھیک ہے"

"میں اب چلتی ہوں۔ آج میرا اور تمہارا زیادہ وقت

ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ بالکل ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ مسکراتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ بہر طور یہ ساری باتیں اپنی جگہ تھیں۔ لیکن میں اس عورت کے بارے میں بہت سے نظریات رکھتا تھا۔ میرے ذہن میں اس کے خلاف نفرت تھی۔ لیکن ایسا تو اکثر ہوتا چلا آیا تھا۔ دل میں کچھ۔ انداز کچھ' وقت کے یہی تقاضے تھے۔ بہر طور میں جانتا تھا کہ اب وہ میرے پاس نہیں آئے گی۔ اپنے طور پر خود کو پرسکون بھی کرنا چاہتا تھا۔ موقع ملا تو ایک بار پھر اپنے تمام ساتھیوں سے ٹرانسیٹر پر بات کی رات کے لیے خونی کارروائیاں بدستور تھیں البتہ فرق یہ تھا کہ آج رات کو انہیں کام کرنا تھا۔ میں نے انہیں ہدایت دے دی تھی کہ کہاں سے انہیں مجھے ذہن میں رکھنا ہے۔ یہ ہدایت تو دے دی تھی میں نے انہیں کہ آج ذرا خاص طور سے احتیاط رکھیں اور فاصلہ بھی قائم رکھیں مجھے اگر ان کی ضرورت ہوئی تو ٹرانسیٹر پر انہیں اطلاع دوں گا۔ ورنہ وہ صرف تماشائی رہیں اور صورتحال کا دور دور سے جائزہ لیتے رہیں ان تمام ہدایات کو دینے کے بعد میں مطمئن ہو گیا اور اب مجھے رات کے دس بجے کا انتظار تھا...

میں نے اپنے طور تمام تیاریاں مکمل کر لیں تھیں۔ میں نے رات کا کھانا بھی سب کے ساتھ کھایا لیکن بہت کم۔ ریٹا بھی اس کھانے میں شریک تھی اور میری جانب سے بالکل بے پروا لیکن نوشاد کے چہرے پر میں نے وہی تاثر دیکھا تھا۔ نوشاد کو پورا پورا یقین ہو گیا تھا کہ میرے اور ریٹا کے درمیان دوسرے قسم کے مراسم ہیں۔ ویسے میں نے جذباتی طور پر اس سے جو کچھ کہا تھا غالباً اس نے خلوص دل سے اسے تسلیم نہیں کیا تھا نہ ہی اس کے انداز میں کوئی تبدیلی تھی اور نہ ہی میں نے اس کے چہرے پر کسی تاثر کے آثار دیکھے تھے۔ بہر طور ان باتوں کی طرف توجہ دینے کے بجائے مجھے اپنے کام کی طرف توجہ دینا تھی۔ چنانچہ ٹھیک دس بجے میں تیار ہو کر گھر سے نکل آیا اور خاموشی سے اپنی منزل کی جانب چل پڑا۔

یاقوت خان کے ڈیرے تک پہنچنے کا راستہ مجھے بخوبی معلوم تھا اور میں خاموشی سے اسی سمت بڑھ رہا تھا میں جانتا تھا کہ ریٹا میرے ہر عمل سے پوری طرح واقف ہے۔ بڑی سنسنی کا احساس ہو رہا تھا۔ بہر طور کچھ دیر کے بعد میں یاقوت خان کے ڈیرے پر پہنچ گیا جہاں میرا انتظار ہو رہا تھا۔ باہر کا ماحول بے حد سنسان تھا لیکن اندر بڑی چہل پہل تھی یاقوت خان کے مسلح آدمی ہتھیاروں سے لیس اتراتے پھر رہے تھے اور ان کے انداز میں بڑی دلچسپی پائی جاتی تھی۔ قتل و غارتگری کے رسیا یہ جرائم پیشہ لوگ ایسی تفریحات سے کچھ زیادہ ہی لطف اندوز ہوتے تھے اور اس وقت بھی یہی کیفیت تھی یاقوت خان نے آگے بڑھ کر میرا استقبال کیا۔

"اوئے جہانگیر خاناں' آ گیا شیر' آ اپنی پسند کا ہتھیار منتخب کر لے۔"

"ابھی تو بہت وقت ہے یاقوت خان لیکن مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے تم روانگی کے لیے تیار ہو۔"

"اوئے جواناں' جب شیر کے سامنے شکار آ جاتا ہے تو اس سے انتظار کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یاقوت خان بھی شیر ہے اور اس کے ساتھ شیروں کا یہ غول ہے دیکھ انہیں سب کیسے خوش ہو رہے ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ دولت خان نے ہم لوگوں کے کاروبار پر بہت برا اثر ڈالا ہوا ہے۔ دولت خان کا کھیل ختم ہو جائے تو بہت سے کھیل خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ پھر کم از کم شعلہ پور میں ایسا کوئی نہیں ہے جو یاقوت خان کے مقابلے پر آ جائے۔ یہ بات میرے تمام ساتھی بھی جانتے ہیں جہانگیر خاناں۔"

"سمجھتا ہوں یاقوت خان سمجھتا ہوں ریٹا مجھے سب کچھ بتا چکی ہے۔"

"ریٹا شیرنی ہے کاش اس کا تعلق ہماری نسل سے ہوتا..."

میں نے خاموشی اختیار کر لی' کافی دیر گزر گئی پھر تقریباً سوا گیارہ بجے ریٹا آ گئی۔ خاص قسم کا لباس پہنے ہوئے تھی اور بہت چست و چالاک نظر آ رہی تھی۔ یاقوت خان نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر میرے شانے پر ہلکا سا ہاتھ مار کر بولا۔

"دیکھا' دیکھ یہ اتنا سچا نشانہ لگاتی ہے کہ میں حیران ہو جاتا ہوں۔ اسے تو ہمارے شہر میں پیدا ہونا چاہیے تھا پتا نہیں یورپ میں کیسے پیدا ہو گئی؟" ریٹا مسکراتی ہوئی ہمارے قریب آ گئی۔

"کیا بات ہو رہی ہے؟"

"تمہارے بارے میں ریٹا' تمہارے بارے میں"

"کیا؟" ریٹا نے بڑی ادا سے پوچھا۔

"میں بولتا ہوں کہ تم یورپ میں کیسے پیدا ہو گئیں ... ے علاقے کی شیرنی نظر آتی ہو۔"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"شیر ہر جنگل میں ہوتے ہیں یاقوت خان کوئی ایک جنگل ان کے لیے مخصوص نہیں ہوتا۔"

"ہاں مگر ببر شیر ہمارے ہی علاقے میں ہوتے ہیں" یاقوت خان نے جواب دیا۔

"میں نہیں مانتی۔ ہمارے ہاں بھی ہوتے ہیں۔"

"ہوتے ہوں گے لیکن ویسے ہی جیسے تیرے شہر کے ببر شیر ہوتے ہیں" یاقوت خان نے مذاق اڑانے والے انداز میں قہقہ لگایا۔ ریٹا بھی ہنسنے لگی۔ میں نے البتہ گہری نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔ ریٹا نے غالباً یہ بات محسوس کرلی جلدی سے بولی۔

"تم سوچ رہے ہو جہانگیر خان کہ میں نے برا مانا' نہیں ایسی بات نہیں ہے یاقوت خان کی بات سے میں بھی اتفاق کرتی ہوں۔ میرے وطن کے لوگ درحقیقت یہاں جیسے لوگوں کی مانند بہادر نہیں ہوتے۔ ان کا اپنا ایک الگ انداز ہوتا ہے۔ لیکن وہ چیز نہیں پائی جاتی ان میں جو یہاں نظر آتی ہے۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ ریٹا کے معنی خیز الفاظ میں میری ستائش بھی چھپی ہوئی تھی۔ بہرحال یہ اس وقت کا موضوع نہیں تھا۔ چنانچہ چند لمحات کے بعد اسے ترک کردیا۔ ریٹا' یاقوت خان کے آدمیوں کا جائزہ لینے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

"خان مجھے اور جہانگیر جمال شاہ کو اپنا چہرے چھپانا پڑے گا۔"

"ٹھیک ہے اس کا بندوبست ہوجائے گا۔ مگر کیوں؟"

"اس لیے خان کہ ہم کسی کی نگاہوں میں نہیں آنا چاہتے تم اس کی وجہ سمجھتے ہو خان' یہ شہر تمہارا اپنا ہے' یاقوت خان کی بات بالکل مختلف ہے لیکن میرا تعلق ایک ایسے خاندان سے بھی ہے جو یہاں کے معزز خاندانوں میں شمار ہوتا ہے اور یاقوت خان تم یہ بھی جانتے ہو کہ مجھے ابھی بہت عرصہ یہاں گزارنا ہے۔ یہی کیفیت جہانگیر جمال شاہ کی ہے وہ بھی اس علاقے میں اجنبی ہے۔ اور اسے یہاں کے لوگوں سے سامنا کرنا ہے۔ میں سمجھتی ہوں ہم دونوں کے لیے جو خطرات ہیں وہ تمہارے لیے نہیں ہیں۔ بات یہ نہیں ہے یاقوت خان کہ تم ہماری حفاظت نہیں کرسکتے۔ بات صرف یہ ہے کہ ہمیں آگے بھی بڑھنا ہے۔"

"سمجھتا ہوں' سب کچھ سمجھتا ہوں تو مجھے سمجھا کیوں رہی ہے ریٹا ٹھیک ہے اس کا انتظام کردیا جائے گا۔"

پونے بارہ بج گئے' پھر بارہ ہمارا پروگرام ساڑھے بارہ بجے وہاں حملہ کرنے کا تھا اور میں اپنے طور پر بڑی سنسنی کا شکار تھا۔ اس وقت سارا دارومدار راجہ سجان کی کارکردگی پر تھا۔ بالآخر بارہ بج کر پانچ منٹ پر ہم آہستگی سے اپنی کمین گاہ سے نکل آئے۔ یاقوت خان ابھی بہت پرجوش نظر آرہا تھا اور اس وقت اس کی ساری توجہ اپنے ساتھیوں کی جانب تھی۔ ریٹا نے سرگوشی کے انداز میں مجھ سے کہا۔

"جہانگیر"

"ہوں"

"تمہیں رازل شاہ یاد نہیں ہے کیا؟"

"یاد ہے ریٹا لیکن کیوں؟"

"رازل شاہ کے بارے میں تمہیں اس بات کا علم ہے کہ وہ کہاں پوشیدہ ہے؟"

"ہاں دولت خان نے مجھے اس کا ٹھکانہ دکھایا تھا۔"

"بہت خوب بلکہ بہت شاندار' دراصل یہ سارا کھیل بالکل مختلف ہے اول تو رازل شاہ' تہ خانے میں ہوگا' دوسری بات یہ کہ یاقوت خان کو اس سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ تمہیں خصوصی طور پر اس کا خیال رکھنا ہے کہ جب ہم یاقوت خان کے ساتھ مل کر دولت خان کے ڈیرے پر قبضہ کرلیں تو تم سیدھے اس طرف چلے جانا جہاں رازل شاہ موجود ہے اور اسے اپنی تحویل میں لے لینا اسے اپنے ساتھ رکھنا تمہارا کام ہے اور یہ ذمہ داری میں تم پر ڈال رہی ہوں۔"

"لیکن اسے کہاں رکھو گی ریٹا؟"

"میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ وہ وہاں سے ہٹ جائے باقی اور کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

"سمجھا نہیں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اوہو' کس طرح سمجھو گے تم' مجھے اس کی زندگی یا موت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ لیکن ظاہر بات ہے دولت خان کے ڈیرے پر جو کچھ ہوگا اس کے بعد پولیس بھی اس طرف کا رخ کرے گی میں نہیں چاہتی کہ رازل شاہ کی لاش پولیس کو دستیاب ہوسکے سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ تم اس کھیل سے پوری طرح واقفیت رکھتے ہو۔ یہ کھیل بگڑنا نہیں چاہیے۔ رازل شاہ چاہیے کہیں اور جاکر موت کا شکار ہوجائے اور ہمیں یہ کرنا پڑے گا کیونکہ یہیں سے تمہاری شخصیت منظر عام پر آجائے گی۔ بس رازل شاہ کی لاش وہاں نہیں ملنی چاہیے۔"

"گویا گویا اسے قتل کردیں گے ہم؟"

"تو پھر کیا کروگے؟" ریٹا نے حیرانی سے کہا میں اس کی صورت دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

"لیکن ریٹا معاف کرنا کچھ دن پہلے تو تمہارے ذہن میں یہ بات تھی کہ تم رازل شاہ کو اپنے محبوب کی حیثیت سے منظر عام پر لاؤ گی۔"

"نہیں تمہارا خیال غلط ہے۔ محبوب کی حیثیت سے نہیں اپنی ایک ضرورت کی حیثیت سے میں اسے سامنے لانا چاہتی تھی لیکن اب تم میری سب سے بڑی ضرورت ہو۔"

"تو اب تمہارے دل میں اس کی محبت نہیں؟"

"کیسی بچوں جیسی باتیں کرتے ہو' میں اس کی محبت بھی اپنے دل میں رکھوں گی اور تمہاری بھی۔ میں نے وہ سارے جذبے تمہارے وجود میں سمو دیے ہیں۔ جہانگیر جمال شاہ جو کبھی میرے دل میں رازل شاہ کے لیے تھے" میں نے ایک گہری سانس لی اور ریٹا کا ایک نیا روپ میری نگاہوں کے سامنے آیا' سنگدل اور ظالم عورت مجھے تو اس سے یہ سوال کرنا ہی نہیں چاہیے تھا ظاہر ہے جو عورت دولت کے حصول کے لیے اتنا لمبا چکر چلائے وہ کسی سے محبت کیسے کرسکتی ہے؟۔ رازل شاہ اس کی ایک ضرورت تھا۔ اس نے اس ضرورت کے تحت رازل شاہ کو زندہ رکھا۔ مہابت خان سے شادی کرلی اور سارے کام ختم ہوگئے۔ بھلا اب رازل شاہ کی زندگی یا موت سے اسے کیا دلچسپی ہوسکتی تھی۔۔ یہ عورت کا بے حد حیاناک روپ تھا جو میں نے ریٹا کی شکل میں دیکھا۔ بہرطور اس قسم کی عورتیں ہوتی ہیں۔ وہ کوئی نئی شخصیت کی مالک نہیں تھی۔ ہم آہستگی سے اپنی منزل کی جانب بڑھ رہے تھے' چونکہ ساڑھے بارہ بجے کا پروگرام طے کرلیا گیا تھا اس لیے کوئی جلد بازی نہیں کی جارہی تھی۔ البتہ دولت خان کے ڈیرے سے کچھ فاصلے پر پہنچ کر یہ محسوس ہوتا تھا کہ دولت خان کا ڈیرہ بالکل پرسکون ہے۔ میرا دل دہاڑ دہاڑ کررہا تھا' اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو اس وقت راجہ سجان اپنے کام کرکے واپس جاچکا ہوگا لیکن ماحول ایسا تھا کہ کسی کو شناخت نہیں ہوسکتی تھی۔ کہ وہاں کچھ ہوچکا ہے۔ یاقوت خان نے یہاں اپنے آدمیوں کو ایک خاص طریقے سے منظم کیا اور انہیں ہدایات دینے لگا مجھے اور ریٹا کو ساتھ ہی رکھا گیا تھا۔ یاقوت خان نے کہا۔

"تم لوگ جلد بازی نہیں کروگے' یہ جنگ و جدل کا معاملہ ہے ہم آہستہ آہستہ ڈیرے کے پاس پہنچیں گے اور کوشش کریں گے کہ جس قدر ممکن ہوسکے ہم ڈیرے والوں کو دھوکے میں رکھیں اور ان کے سروں پر پہنچ جائیں کیونکہ اگر انہوں نے بھی ہتھیار اٹھا لئے تو پھر ہمارے آدمیوں کو بھی جانی نقصان برداشت کرنا پڑے گا ان کے ہتھیار اٹھانے سے پہلے ان تک پہنچنا ہے اور اس کے لیے بلی جیسی چال چلنا ضروری ہوگا۔"

"ٹھیک ہے آپ ہمارے کمانڈر ہیں یاقوت خان صاحب"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور یاقوت خان ہنس پڑا پھر بولا۔

"اوئے جہانگیر خاناں جنگ و جدل کا تجربہ تو تجھے بھی ہے دوست میں تیری جنگ دیکھ چکا ہوں جس میں تو نے مجھے نقصان پہنچایا تھا" میں یاقوت خان کی بات پر مسکرا کر خاموش ہوگیا۔ جانتا تھا کہ اس کا اشارہ کس سمت ہے یقیناً اس وقت کے بارے میں بات کررہا تھا جب میں نے دولت خان کے لیے اس کے آدمیوں سے مقابلہ کیا تھا۔ میں شدید سنسنی کا شکار تھا۔ ریٹا نے مجھ سے کہا۔

"ایک اور بات بھی ذہن میں رکھنا جہانگیر جمال شاہ"

"کیا؟"

"اتنے سارے لوگ ایک مشن پر کام کررہے ہیں ہم ان کے ساتھ ہیں۔ لیکن عقلمند وہی ہوتا ہے جو اپنے تحفظ کا بھی پورا پورا خیال رکھے ان لوگوں کو آگے بڑھنے دینا۔ یاقوت خان نے خوش قسمتی سے خود ہی یہ بات کہہ دی ہے اگر ہم اس کے علم میں آبھی جائیں گے تو وہ ہم سے تعرض نہیں کرے گا کیونکہ اس بات کی وہ ہمیں ہدایت دے چکا ہے سمجھ رہے ہو نا میری بات۔"

"سمجھ رہا ہوں مس ریٹا اور شدید حیران ہوں"

"کس بات پر؟"

"آپ کی ذہانت پر"

"چھوڑو میری بات۔ تم نے میری ساری ذہانت اپنی مٹھی میں جکڑلی ہے اور اب جو کچھ بھی سوچتی ہوں تمہارے حوالے سے سوچتی ہوں۔" وہ یہاں بھی اپنی محبت کا اظہار کرنے سے باز نہیں آئی تھی۔ میں اس سے گفتگو کررہا تھا اور کوشش کررہا تھا کہ اپنے آپ کو ذہنی طور پر پرسکون ظاہر کرسکوں۔ لیکن دل میں جو احساس تھا اسے کسی طور پر نہیں نکالا جاسکتا تھا یعنی یہ کہ راجہ سجان اپنا کام کرکے گیا یا نہیں؟۔ ہم آہستہ آہستہ ڈیرے کے قریب ہوتے جارہے تھے اندر سے کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی وقت ایسا بے شک تھا کہ لوگ سوجائیں لیکن کسی کے کھانسنے تک کی آواز نہیں آرہی تھی۔ یہاں تک کہ ڈیرے کا دروازہ آگیا۔ یاقوت خان

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اپنے ہاتھوں میں سب مشین گن سنبھالے دروازے پر پہنچا۔ دروازہ بند تھا اس نے آہستہ سے دروازے کو دھکا دیا اور اس کے منہ سے ایک ہلکی سی آواز نکل گئی۔ اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"خوش بختی ہمارا ساتھ دے رہی ہے دروازہ کھلا ہوا ہے۔ ابھی ان لوگوں کو آہٹ نہیں محسوس ہوئی۔ بے وقوفوں نے باہر پہرے کا بندوبست بھی نہیں کیا" وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا پھر شاید کسی چیز سے ٹکرا کر لڑکھڑایا تھا اور اس نے سب مشین گن کی نال زمین پر ٹکا کر اپنے آپ کو گرنے سے بچایا تھا۔ اس کے منہ سے ایک ہلکی سے غراہٹ نکل گئی۔

"اوئے خانہ خراب۔" پھر اس نے جھک کر دیکھا' میں نے بھی دیکھ لیا تھا کہ وہ کس چیز سے ٹکرایا ہے یہ انسانی لاش ہی تھی۔ یاقوت خان کے چہرے پر یقیناً حیرت کے آثار پھیل گئے ہوں گے یہ حیرت اس کی آواز سے ظاہر ہوئی۔

"اوئے۔ یہ' یہ تو مردہ ہے دیکھو کتنا خون بہا ہے اس کے سینے سے۔ اوئے ادھر دیکھو کیا وہ بھی لاش ہے اوئے وہ سامنے' ادھر روشنی میں اور ادھر ارے یہ کیا ہوا" میرے اندر ایک عجیب سی سنسناہٹ ہو رہی تھی گویا راجہ سبحان اپنا کام کر کے جا چکا ہے حالانکہ یہ انسان تھے جو موت کا شکار ہوئے تھے لیکن میں انہیں نہیں روک سکتا تھا۔ میں انہیں مرنے سے نہیں روک سکتا تھا اگر میں راجہ سبحان کو اس بات پر آمادہ نہ کرتا تو یاقوت خان یہ کام کر دکھاتا۔ ان لوگوں کی تقدیر میں تو یہ سب کچھ ہونا ہی تھا۔

"اوئے یہ کیا ہوا او' ریٹا' او' ریٹا' ادھر آ دیکھ' دیکھ لاشیں' لاشیں ہی لاشیں اوہو یہ تو' یہ تو مجھے' مجھے کچھ شبہ ہو رہا ہے۔ جلدی چلو' جلدی چلو یہ دیکھو اس کا مائیک ادھر رکھا ہے۔ ریٹا تو میرے ساتھ آ" یاقوت خان ریٹا کو لے کر برق رفتاری سے آگے بڑھ گیا مجھے موقع مل گیا تھا۔ ریٹا نے ہدایت بھی کی تھی اور ویسے بھی میں متجسس تھا۔ چنانچہ میں برق رفتاری سے دوڑتا ہوا اس سمت چل پڑا جہاں تہ خانہ تھا اور اس تہ خانے میں راول شاہ کو قید کیا گیا تھا۔ میں لمبی لمبی چھلانگیں لگاتا ہوا مطلوبہ جگہ پہنچ گیا اور پھر تہ خانے میں اترنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی

تہ خانہ خالی تھا میرے ہونٹوں پر ایک آسودہ مسکراہٹ پھیل گئی راجہ سبحان نے جو کچھ کہا تھا وہ کر دکھایا تھا بڑی ذہانت اور شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کر—

ہوئے اس نے دولت خان کے اڈے پر چھاپہ مارا تھا اور یقیناً ریٹا اور یاقوت اب تک اس کے مال خانے تک پہنچ گئے ہوں گے اور وہاں انہیں کچھ نہیں ملا ہو گا اور یہی ہوا میں دہانے سے باہر آیا۔ یاقوت خان دہاڑ رہا تھا۔

"کچھ ہو گیا' کوئی ہم سے پہلے یہ سب کچھ کر گیا یا کہیں سے مخبری ہو گئی۔ اوئے جہانگیر خاناں' اوئے جہانگیر خاناں یقیناً ایسا ہوا ہے تیری عقل کیا کہتی ہے؟"

"کون ہو سکتا ہے؟؟"

"اوئے یہ معلوم کرنا مشکل نہیں ہو گا۔ مگر جس نے بھی کیا ہے اسے' اسے' ارے نہیں' دولت خان کو' دولت خان دیکھو' دیکھو سب لوگوں کو دیکھو۔ دولت خان کالاش تلاش کرو۔ دولت خان کالاش تلاش کرو۔"

یاقوت خان نے اپنے آدمیوں سے یہ بات کہی تھی اور سب کے سب روشنیاں لیے ہوئے ادھر ادھر گھومنے لگے میں ساکت کھڑا ہوا تھا میں نے آہستہ سے ریٹا سے کہا۔

"یہ کون ہو سکتا ہے؟" ریٹا کے منہ سے کوئی جواب نہیں نکلا' اس کی آنکھیں اندھیرے میں اس طرح چمک رہی تھیں جیسے بلی کی آنکھیں چمکتی ہیں اور اس کا چہرہ گہری سوچ کا آئینہ بنا ہوا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں یہ احساس گزرا کہ کہیں ریٹا میری طرف سے شک نہ کرے۔ لیکن بہرحال اگر ایسا ہو بھی جاتا تو میرا کیا بگاڑ سکتی ہے وہ؟۔ یہاں اس قتل و غارت گری کے بعد دوبارہ قتل و غارت گری بھی ہو سکتی تھی اور اس کے لیے لوگ موجود تھے جو میرے ایک ہلکے سے اشارے پر جہنم کے دہانے کھول دیتے۔ ریٹا خاموشی سے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔

"اب ہمیں یہاں کچھ نہیں ملے گا یاقوت خان' جس نے کام کرنا تھا وہ کر کے جا چکا ہے"

"مگر وہ کون والدالحرم تھا؟ کون تھا وہ؟؟؟"

"یہ تمہیں پتا لگانا پڑے گا یاقوت خان ظاہر ہے ہمارے ساتھ کچھ زیادہ آدمی نہیں ہیں۔ مخبری اگر ہوئی ہے تو تمہارے ہی ڈیرے سے ہوئی ہے۔"

"اوئے کیا بکتی ہے؟۔ میرے ڈیرے پر کوئی مخبر نہیں ہے۔ یہ سب نر کا بچہ ہے سارے کے سارے نر بچے۔ کوئی بھی مادہ نہیں ملے گی تمہیں اس میں اور نر بچے دھوکہ بازی نہیں کرتے۔"

"ہو سکتا ہے یہ کسی اور کا پروگرام ہو یاقوت خان" میں نے کہا۔

"وہ کچھ بھی نہیں چھوڑا ادھر کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ مگر دولت خان کدھر چلا گیا۔ اگر اس کے سامنے یہ سارا کام ہوا ہے تو کیا وہ چور جان بچا کر بھاگ گیا؟"

"ایسا ہی لگتا ہے' وہ تو بہت بہادر کہتا ہے اپنے آپ کو۔ اپنے ساتھیوں کو موت دے کر وہ کدھر غائب ہو گیا۔"

"اوئے دولت خاناں' اوئے دولت خاناں۔" یاقوت خان چیخ چیخ کر دولت خان کو آوازیں دینے لگا۔ ریٹا نے جلدی سے کہا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں یاقوت خان صاحب کسی کی بلا اپنے سر کیوں لے رہے ہیں؟۔ اگر آپ کے چیخنے سے کوئی ادھر متوجہ ہو گیا یا کسی نے آپ کی آواز کو پہچان لیا تو اس کے نقصانات صرف آپ کو ہوں گے جب کہ فائدہ اٹھانے والا فائدہ اٹھا کر نکل گیا۔"

"تو پھر کیا کرے ناکام واپس جائے؟"

"تو اور کیا ہو سکتا ہے یاقوت خان صاحب" ریٹا نے کہا اور یاقوت خان ایک لمحے کے لیے کچھ سوچتا رہا وہ بری طرح جھنجھلا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے جنون کا احساس ہوتا تھا۔ میں بھی اسی قسم کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ جیسے اس عمل سے مجھے بھی افسوس ہوا ہو اور حیرانی بھی۔ ریٹا نے کئی بار مجھے دیکھا تھا۔ لیکن میں جانتا تھا کہ ان نگاہوں میں شک نہیں بلکہ صرف حیرت ہے پریشانی کے آثار ہیں۔ بالآخر ریٹا پھر بولی۔

"اب ہم وقت ضائع کر رہے ہیں یاقوت خان"

"اوئے چلو' چلو۔ یہ۔ یہ' یہ سب کچھ مجھے بہت مہنگا پڑا' بہت مہنگا پڑا۔" یاقوت خان اپنے آدمیوں کو اکٹھا کر کے وہاں سے واپس چل پڑا... میں اور ریٹا بھی اس کے ساتھ تھے۔

ظاہر ہے ریٹا کے لیے یہ سب کچھ حیران کن تھا وہ سکتے کی سی کیفیت میں نظر آ رہی تھی میں بھی اسی قسم کا اظہار کر رہا تھا جیسے اس واقعہ سے بہت حیران ہوں ہم اڈے پر پہنچ گئے۔ یاقوت خان بہت پریشان نظر آ رہا تھا۔ "پھر اس نے کہا

"لیکن' لیکن یہ سب ہوا کیسے؟ کون ہو سکتا ہے' کون ہو سکتا ہے؟؟"

"میں' یاقوت خان' ریٹا اور چند دوسرے افراد سر جوڑ کر ایک جگہ بیٹھ گئے۔ دفعتاً ہی گولیوں کی تڑتڑاہٹ نے فضا میں ایک عجیب سے سنسنی پیدا کر دی۔ گولیاں سب مشین گن سے چلائی جا رہی تھیں۔ ساتھ ہی بہت چیخیں اور آوازیں بھی ابھری تھیں۔ یاقوت خان کے آدمی ہتھیار سنبھال کر باہر نکلے اور انہوں نے بڑی تیزی سے گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ دوسری جانب سے بھی جواب مل رہا تھا۔ یاقوت خان کان لگائے سن رہا۔ دوسری جانب سے غالباً ایک ہی سب مشین گن چلائی جا رہی تھی۔ پھر ادھر خاموشی طاری ہو گئی۔ یاقوت خان نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔

"نہ جانے کیا ہو رہا ہے؟۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ آؤ دیکھیں"

"یاقوت خان تیزی سے آگے بڑھا۔ ریٹا نے فوراً ہی میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے روک لیا۔ اور پھر میری چھٹی حس نے مجھے کچھ احساس دلایا اور میں ریٹا کو اپنی لپیٹ میں لیتا ہوا زمین پر گر پڑا مشین گن تڑتڑائی تھی اور بہت سے گولیاں یاقوت خان کے آس پاس سے گزر کر دیوار میں پیوست ہو گئی تھیں۔ یاقوت خان سانپ کی طرح زمین پر لیٹ کر بل کھانے لگا۔ میں تو یہ سمجھا کہ گولیاں اسے چاٹ گئی ہیں مگر وہ پھرتی سے دیوار سے لگی ہوئی سب مشین گن کی جانب بڑھ رہا تھا اسی وقت آواز سنائی دی۔

"اوئے یاقوت خاناں' اوئے بزدل' اوئے چور اس طرح دھوکے سے حملہ کر کے جو کچھ تو نے حاصل کیا ہے تو اسے استعمال کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔ خدا کا قسم میں دولت خان تیرے کو بولتا تو اسے استعمال نہیں کرے گا یاقوت خاناں تو اسے استعمال نہیں کرے گا۔ تو نے۔ تو نے دھوکا دیا ہے تو نے۔ تو نے دوست کی پیٹھ میں چھرا گھونپا ہے۔"

گولیوں کی تیز سنسناہٹ پھر سنائی دی اور کافی دیر تک گولیاں برستی رہیں اور پھر اچانک خاموشی چھا گئی یاقوت خان کے آدمی دوڑتے ہوئے اس سمت آ گئے تھے یاقوت خان اپنی سب مشین گن لے کر کھڑا ہو گیا۔ وہ ہانپ رہا تھا اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"دیکھو۔ دیکھو بزدلو۔ وہ میرے ڈیرے پر آ کر میرے کو گالیاں دے کر چلا گیا۔ پکڑو اسے۔ پکڑو ورنہ تمہیں نقصان پہنچے گا جاؤ جاؤ اسے دیکھو اسے پکڑو' اور یاقوت خان کے آدمی منتشر ہو گئے۔

میرے دل میں آسودگی ہی آسودگی تھی۔ راجہ سبحان نے درحقیقت نہایت ذہانت کا ثبوت دیتے ہوئے وہ جال نہایت چستی اور چالاکی سے پھیلا دیا تھا۔ جس کی میں نے اس سے خواہش ظاہر کی تھی۔ اور اب دولت خان یاقوت خان کا دشمن ہو گیا تھا۔ وہ یہی سمجھتا تھا کہ یاقوت

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خان نے اس کے ڈیرے پر حملہ کیا ہے یہ بھی خوش بختی کی بات تھی کہ وہ فوراً ہی یہاں نہیں پہنچ گیا تھا بلکہ اس وقت یہاں آیا جب ہم لوگ واپس آ گئے تھے۔ اور یہاں کی صورتحال دیکھ کر اس نے اندازہ لگایا ہو گا کہ یہ مسلح افراد چہل پہل یہ رونق یقینی طور پر اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ یاقوت خان ہی نے اس کے ڈیرے پر حملہ کیا تھا۔ یہ غلط فہمی بہت ہی شاندار رہی میرا کام سولہ آنے درست ہوا تھا۔ بہت دیر تک دولت خان کی تلاش میں بھاگ دوڑ ہوتی رہی یاقوت خان اب کسی قدر متفکر نظر آنے لگا تھا اس نے کہا۔

"ریٹا تو اپنے گھر جا۔ جہانگیر تو بھی اپنے گھر جا" اب ماحول بہت خطرناک ہو چکا ہے۔ دولت خان زندہ ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ ہم نے اس کے ڈیرے پر حملہ کیا ہے اسے یہ بتانے میں بہت ہی مشکل پیش آئے گی کہ یہ کام ہم نے نہیں کیا ہے۔ بہت سے کام بگڑ جائیں گے بہت سے کام بگڑ جائیں گے۔ خیر دیکھا جائے گا۔ دیکھا جائے گا۔ تم لوگ جاؤ احتیاط کے ساتھ چلے جاؤ اگر کہو تو اپنے آدمیوں کو تمہارے ساتھ بھیج دوں؟"

"نہیں یاقوت خان ہم لوگ چلے جائیں گے لیکن میر ایک لمحے کے لیے بھی دل نہیں لگے گا۔ ہو سکتا ہے دولت خان نے مجھے بھی یہاں دیکھ لیا ہو؟"

"میں اپنے آدمیوں کے ساتھ تمہیں بھیجتا ہوں فکر مت کرو۔"

"نہیں یاقوت خان میرے ساتھ جہانگیر جمال شاہ موجود ہے۔ مجھے بالکل فکر نہیں ہے لیکن میں تمہاری طرف سے فکرمند رہوں گی۔" ریٹا نے کہا۔

"ارے جاؤ ریٹا جاؤ' یاقوت خان کی زندگی میں ایسا بہت سا کھیل آیا ہے' ام نہیں ڈرتا۔ جاؤ تم" ہم لوگ باہر نکل آئے۔ راستے میں بھی ریٹا نے اس خطرے کا اظہار کیا۔"

"اگر دولت خان نے ہمیں یہاں دیکھ لیا تو یقین کرو اس وقت کافی خطرات پیدا ہو گئے ہیں۔ اب مجھے اپنے آدمیوں سے رجوع کرنا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے مجھے ان کی ضرورت پیش آ جائے۔"

"یقیناً ریٹا' یقیناً" میں نے دل میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "ریٹا احمق ریٹا نے ابھی تک اپنے آدمیوں کی خبر نہیں لی تھی اب اسے ان کی ضرورت پڑی تھی لیکن وہ بے چاری کیا جانتی تھی کہ اس کے آدمی کہاں موجود ہیں

ہم کوٹھی میں [illegible] مہابت خان کی یہ حویلی اگر یہ کہا جائے کہ پوری طرح ریٹا کے قبضے میں تھی تو غلط نہیں ہو گا۔ ملازمین سب اس کا دم بھرتے تھے۔ چالاک عورت نے ہر ایک کو مختلف طریقوں سے اپنے قابو میں کیا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ جہاں تک خانم گل چراغ کا معاملہ ہے تو یہ خاتون حد سے زیادہ محبتوں میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ یعنی مہابت خان کے نام سے ریٹا کا جو تصور وابستہ تھا' خانم گل چراغ اس کو پوری طرح ذہن پر حاوی رکھتی تھیں۔ اپنی بیٹی اور نوشاد تک کو انہوں نے وہ مقام نہیں دیا تھا جو ریٹا کو حاصل تھا۔ اگر کبھی کوئی شکایت ہوتی تو محبت بھرے انداز میں کہتیں کہ میرے بعد درحقیقت ریٹا ہی اس کوٹھی کی مالک ہے۔ اگر وہ کچھ کرتی ہے تو اچھا ہے اپنا مقام سمجھ لے گی۔ تم لوگ اس کی کسی غلطی پر اس کا راستہ نہ روکا کرو۔ ریٹا اس طرح اس ماحول پر پوری پوری حاوی تھی۔

ہم حویلی میں داخل ہوئے اور سیدھے ریٹا کے کمرے میں آ گئے' اس نے مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا تھا۔ کچھ عجیب سا چہرہ ہو رہا تھا اس کا میرے سامنے' اس قدر بے تکلف ہو چکی تھی کہ کمرے میں داخل ہوتے ہی دروازہ بند کیا اور وہیں لباس اتارنے لگی' میرے دل میں ایک لمحے کے لیے بوکھلاہٹ پیدا ہو گئی تھی۔ مہابت خان آ سکتا ہے' ظاہر ہے بند کمرے بے مقصد نہیں ہوتے حالانکہ مہابت خان ایک باعزت انسان تھا اور عام حالات میں باغیرت بھی' لیکن نجانے کیوں ریٹا نے یہاں سب کو اس طرح اپنے قابو میں کیا تھا کہ کوئی اس کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں رکھتا تھا' اس نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

"کچھ وقت دو ذرا غسل کر لو اس کے بعد کافی پئیں گے اور بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

"اگر اجازت دو تو میں اس دوران اپنے کمرے میں چلا جاؤں وہیں آ جانا۔"

"نہیں بیٹھو نا..."

"میں بھی لباس تبدیل کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور ریٹا پرخیال انداز میں مجھے دیکھنے لگی اس کی آنکھوں میں ذرا بھی حجاب نہیں تھا۔ ذرہ برابر یہ احساس نہیں تھا [illegible] کمرے میں موجود ہوں اور وہ بے لباس ہے' پھر

اس نے گردن ہلا کر کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے کسی ملازم کو تلاش کر کے اس سے کافی کے لئے کہہ دو پہلے' تمہارے ہی کمرے میں بیٹھ کر باتیں کروں گی بعد میں دیکھا جائے گا۔"

میں نے سکون کی سانس لی وہ باتھ روم میں داخل ہوئی تو میں دروازہ کھول کر باہر نکل آیا اور اپنے کمرے میں پہنچ گیا' راستے میں ایک ملازم نظر آیا تو میں نے اس سے کافی تیار کرنے کے لئے کہا' لیکن آدھے گھنٹے کے بعد یہ کافی میں نے اس سے منگوائی تھی۔ پھر میں اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔ دل میں گدگدی ہو رہی تھی جو کچھ ہو چکا تھا وہ میری توقع کے عین مطابق تھا... راجہ سجان نے شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا اور میرا اپنا یہ خیال تھا کہ اب میں کامیابی کے بالکل نزدیک ہوں اور بہت مختصر وقت رہ گیا ہے جب اس علاقے میں' میں اپنا کام سرانجام دے لوں گا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے لباس وغیرہ تبدیل کر لیا اور آرام سے بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ میرے اپنے ذہن میں کوئی تردد نہیں تھا' لیکن جب ریٹا کے قدموں کی چاپ سنائی تو میں نے اپنے چہرے پر فکرمندی کے تاثرات پیدا کر لئے' ریٹا دروازہ کھول کر اندر آ گئی تھی۔ بہت زیادہ الجھی ہوئی اور پریشان نظر آتی تھی۔ میرے سامنے ہی فکرمند سی بیٹھ گئی اور عجیب سے نظروں سے میرا چہرہ دیکھنے لگی۔

"میرا خیال ہے کام الٹا ہو گیا' بالکل الٹا۔"

"کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا میں تو واقعی خاصا الجھ گیا ہوں"

"یہ آخر کیا ہو گیا' غالباً پہلا موقع ہے جب میری عقل کوئی فیصلہ کرنے میں ناکام ہو رہی ہے۔ ویسے تو اور بھی بہت سے خوفناک معاملات ہیں لیکن اصل معاملہ یہ ہے کہ رازل شاہ وہاں سے نکل گیا۔ یہ کچھ سمجھ میں نہیں آیا' اب اگر رازل شاہ منظرعام پر آ گیا تو یوں سمجھ لو جہانگیر کہ میں ڈوب جاؤں گی۔ میرا خیال ہے کہ میرے لئے خطرات حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں"

"تمہیں ریٹا ڈارلنگ اپنے تمام لوگوں کو یکجا کر لینا چاہئے اور جس طرح بھی ہو سکے انہیں کوئی ایسا محفوظ مقام دے دو' جہاں میں اور تم بھی پہنچ سکیں۔ میری رائے ہے کہ اب یہاں رک کر ہمیں آنے والے خطرات کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔" اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور بولی۔

"تمہارا مطلب ہے کہ ہم کوئی الگ ٹھکانہ بنا لیں؟"

"ہاں' یاقوت خان اور دولت خان دونوں جانتے ہیں کہ تم یہاں رہتی ہو اور ریٹا جہاں تک میرا اندازہ ہے یہ لوگ خاصے غصہ ور ہیں۔ پہلے فیصلہ کریں گے' اس کے بعد غور کریں گے۔ کہیں یہ نہ ہو کہ دولت خان کا ذہن تمہاری جانب چلا جائے۔ ویسے تو دولت خان' یاقوت خان کے اڈے پر جو کچھ کر چکا ہے اس سے ہی یہ اظہار ہو جاتا ہے کہ وہ یاقوت خان سے واقف ہو چکا ہے۔"

"مگر بدقسمتی تو یہ ہے کہ ہم لوگ کچھ کر بھی نہیں سکتے۔ البتہ میں تمہارے اس مشورے سے اتفاق کرتی ہوں۔" ریٹا اپنے ساتھ ایک چھوٹا سا ہینڈ بیگ لائی تھی جس پر میں نے ایک نظر ڈالی تھی لیکن اس کے بارے میں کچھ پوچھا نہیں تھا۔ اس نے ہینڈ بیگ کی زپ کھولی اور پھر چونک کر بولی۔

"کیا تم نے کافی کے لیے کہہ دیا؟" میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھ کر کہا۔

"ہاں' ملازم اب کافی لانے والا ہو گا۔" اس نے دوبارہ زپ بند کر دی اور اس کے بعد صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھی پرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"نجانے دولت خان کیا کرے گا؟"

ملازم ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد کافی لے آیا اور ریٹا نے اس کے جانے کے بعد دروازہ بند کر دیا۔ پھر سب سے پہلے اس نے اپنے ہینڈ بیگ سے ایک چوکور کیمرہ نما بکس نکالا۔ اس کا ایریل سیدھا کرنے لگی اور اس کے بعد باکس کے چند بٹن آن کر دیے۔ باکس میں روشنیاں تڑپنے لگی تھیں۔ ریٹا نے ایک بٹن آن کر کے کہا۔

"یہ سب کہاں مر گئے آخر' یہ سب کہاں مر گئے؟"

وہ بار بار مختلف بٹن دباتی رہی اور ان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتی رہی لیکن اس میں اسے مکمل

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناکامی ہی رہی۔ پھر اس نے ٹرانسمیٹر بند کردیا' اس کا چہرہ مزید ست گیا تھا' وہ سرسراتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"یوں لگ رہا ہے جہانگیر جمال شاہ جیسے میرے چاروں طرف دلدل نمودار ہو گئی ہو' آہ اب مجھے خطرے کا شدید احساس ہو رہا ہے۔ میں بہت بری طرح مصیبت میں پھنس گئی ہوں' اب کیا کروں' کیا کرنا چاہئے' کوئی اور ذریعہ بھی نہیں ہے میرے پاس۔ میرے آدمیوں میں سے کسی کی یہ مجال نہیں کہ سب کے سب ہی ٹرانسمیٹر سے کنارہ کش ہو جائیں' وہ سب مستعد رہے ہیں۔ آج تک تو ایسا نہیں ہوا کہ میں نے ان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہو اور مجھے جواب نہیں ملا ہو' او میرے خدا کیا میرے گرد بھی کوئی جال بن دیا گیا ہے۔ میں نے اپنے آپ کو ہر طرح سے محفوظ رکھا تھا' یہ سب کیسے ہو گیا آخر' یہ سب کیسے ہو گیا؟"

"ہو سکتا ہے' رات کے اس حصے میں وہ لوگ منتشر ہوں ٹرانسمیٹر اس وقت ان کے پاس موجود نہ ہوں..."

"قطعی نہیں ہو سکتا۔ بالکل نہیں ہو سکتا' یہی تو ان کا عمل ہے۔ یہ بھی نہ ہو تو وہ میرے کس کام کے...؟"

"لیکن ریٹا...."

"کچھ نہیں ڈیئر کچھ نہیں' میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ میں شدید خطرے میں ہوں' اصل بات میں تمہیں بتا چکی ہوں' سارے معاملات پیچھے رہ جائیں۔ رازل شاہ کا معاملہ ہی بہتر ہو جائے تو میں گھاٹے میں نہیں رہوں گی۔ لیکن لیکن نجانے کیا۔ نجانے کیا؟..."

اس نے آنکھیں بند کرلیں اور میں اسے دیکھتا رہا' پھر مجھے کافی کا خیال آیا۔ میں نے اس کا کپ بنا کر اس کے سامنے رکھا اور اپنا کپ لے کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کافی پیو ریٹا..."

"اس..." وہ چونک کر نیم غنودہ سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"کافی پیو"

"اوہ ہاں' لیکن جہانگیر جمال شاہ اب میں محسوس کررہی ہوں کہ مجھے تمہارے سہارے کی ضرورت ہے' بہت ہی افسوسناک بات ہے میں نے خود ہی تمہیں سارے معاملات کی جانب آمادہ کیا اور اس وقت یہ الفاظ کہنے پر مجبور ہوں کہ اب تم میرے تحفظ کا بندوبست کرو' تم مقامی آدمی ہو بہت سے وسائل رکھتے ہو۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا ریٹا' کیا یہاں سے نکلنا چاہتی ہو...؟"

"کیا بتاؤں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر میرے آدمی ہی مجھے مل جاتے تو کم از کم میں یہ تعین کر لیتی کہ ان لوگوں کے معاملات ان کی جگہ۔ میری طرف کسی کا شبہ نہیں گیا ہے۔ لیکن میرے آدمیوں کا غائب ہو جانا مجھے شدید خطرے کا احساس دلا رہا ہے۔ جہانگیر جمال شاہ ہو سکتا ہے مجھے یہ رہائش گاہ چھوڑنی ہی پڑے۔ تم نے بڑا صحیح مشورہ دیا تھا مجھے کہیں نئی ہی رہائش گاہ کا بندوبست کرلینا اب بے حد ضروری ہو گیا ہے۔ ہمیں وقت نہیں ضائع کرنا چاہئے۔"

"حالانکہ یہ علاقہ میرے لئے اجنبی ہے ریٹا' لیکن بہر حال میں کچھ نہ کچھ کرنے کی کوشش کروں گا کیونکہ معاملہ تمہارا ہے۔"

"تھینک یو ڈیئر' تھینک یو وری مچ' مگر میرے آدمی کمبخت وہ میرے ساتھ ہوتے تو مجھے بڑی ڈھارس ہوتی اور کچھ نہ بن پڑتا تو کم از کم انہیں یہاں اس عمارت کے گرد پھیلا دیتی اور یہ ہدایت کردیتی کہ دولت خان یا یاقوت خان کے آدمی اس طرف آئیں تو ان سے میرا بچاؤ کریں۔"

"خیر اس کی تم فکر مت کرو' اگر ایسا ہوا تو میں بھی موجود ہوں گا۔"

ریٹا پر خیال نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے ہم دونوں مستقبل کے بارے میں بہت سی باتیں کرتے رہے میں نے ریٹا سے وعدہ کیا کہ میں فوراً ہی ایسی کوئی جگہ تلاش کروں گا جہاں عارضی رہائش کا بندوبست ہو سکے' یا اگر یہاں صورتحال پر خطر ہو جائے تو ہم اس رہائش گاہ میں پناہ لے سکیں۔ ریٹا نے کہا۔

"فی الحال صرف میرا معاملہ ہے' تم تو محفوظ ہو بلکہ یہ ایک اچھی بات ہے' اوہو یہ تصور میرے ذہن میں اب آیا ہے ڈیئر جہانگیر جمال شاہ میں ایسا کرتی ہوں کہ مہابت خان سے کچھ کہہ کر یہاں سے نکل جاتی ہوں۔ دو چار دن کے لئے کہہ کر جاؤں گی اور تم یہاں رہو گے صورتحال کی وضاحت ہو جائے گی تو پھر میں واپس آجاؤں گی۔"

"یہ ترکیب زیادہ اچھی ہے۔"

"مگر دو چار دن کہاں رہو گی؟"

"اکیلے تو یہ وقت کوٹھی میں بھی گزارا جا سکتا ہے ...شی سے کسی گمنام ہوٹل میں کمرہ بک کراتی ہوں

...اپنے آپ کو قید کرلوں گی بلکہ یہ زیادہ بہتر ہے تم ...رابطہ رہے گا۔"

"ہوں' رات گزرتے دو ریٹا' دیکھیں گے سوچیں گے ...عمل معلوم کریں گے' ویسے کیا تم مہابت خان ہی کے ...کمرے میں سوؤ گی۔"

"ہونا تو یہی ہے لیکن میرا خیال ہے آج کی رات ...کہیں اور سونا چاہیئے۔"

"یہی بہتر ہے۔"

"میں عمارت کے اوپری حصے میں ایک ایسی جگہ کو ...تی ہوں جہاں میں محفوظ رہ سکتی ہوں۔ مہابت خان کو ...کرنا تھا مجھے خانم گل چراغ کو اور اس گھر کے تمام افراد ...بھی زندگی سے محروم کردینا تھا۔ مجھے لیکن اچھا ہے میں ...اس سلسلے میں جلد بازی نہیں کی' یہ لوگ تو میرے ...آئیں گے خاص طور سے خانم گل چراغ' وہ میرے ...سینہ تان کر کھڑی ہو جائے گی۔ اچھا ہوا ہے لیکن ...اس کے باوجود میں مطمئن نہیں ہوں۔" پھر اس ...مجھے سونے کی ہدایت کی اور خود کمرے سے باہر نکل ...ی' میں انتہائی محتاط تھا بات صرف اس کی ہی نہیں تھی ...یاقوت خان اور دولت خان مجھے بھی جانتے تھے اگر ان ...کی کھوپڑی گھومی تو میں بھی ان کی برائیوں سے محفوظ ...نہیں رہ سکوں گا' چنانچہ ان کے ساتھ ساتھ اپنی حفاظت ...بھی بندوبست کرنا تھا اور یہ رات میں نے بھی اپنے ...کمرے میں نہیں گزاری بلکہ ایک اور ہی جگہ منتخب ...کر کے وہاں آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا تھا۔ ذہن ...دوسرے دن کے پروگرام طے کررہا تھا' اب راجہ سجان ...سے ملاقات کرنا بہت ضروری تھا اور آگے کا پروگرام اسی ...کے ساتھ مل کر طے کرنا ضروری تھا' البتہ ریٹا کا معاملہ ...زیر غور رہا' ریٹا کو کل دن میں گھر ہی میں محدود رہنا چاہئے ...اس سلسلے میں اسے بریف کرنا ہو گا۔

دوسرے دن صبح کو جب میں اپنے کمرے میں پہنچا تو ...کو اپنے بستر پر لیٹے دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ یہ کیا ...بخت تھی' میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ وہ سو رہی تھی ...میں نے ہی اسے جگایا اور وہ جاگ کر عجیب سی نظروں ...سے مجھے دیکھتی رہی پھر ایک دم چونک پڑی۔

"سب خیریت ہے ناں؟"

"ہاں خیریت تو ہے لیکن' تم یہاں میرے کمرے ...میں؟"

"زیادہ دیر نہیں ہوئی مجھے آئے ہوئے' اپنی اسی ...جگہ سوئی تھی' جس کے بارے میں' میں نے تم سے کہا تھا لیکن بس تم یاد آئے تو اٹھ کر یہاں آگئی' تمہیں نہ پاکر حیران ہو گئی اور اس کے بعد تمہارے بستر پر لیٹ کر تمہارا انتظار کرنے لگی' تم کہاں چلے گئے تھے...؟"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے کہا۔

"تم نے میرے بارے میں نہیں سوچا ریٹا' خطرات تو مجھے بھی ہیں' لوگ جانتے ہیں کہ میں یہاں رہتا ہوں مجھے بھی تو تلاش کیا جا سکتا ہے۔" اس نے پر خیال نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر گردن اٹھا کر بولی۔

"ہاں میں یہ محسوس کررہی ہوں کہ ذہنی طور پر میں کافی حد تک ختم ہو گئی ہوں' کوئی بہتر بات سمجھ میں نہیں آئی مجھ پر ایسا وقت کبھی نہیں پڑا' ڈیئر جہانگیر میں واقعی نروس ہوں' مگر ایک بات میں جانتی ہوں کہ اب تم میری زندگی کا محور بن گئے ہو' شاید اب میں یہ کہنے سے بھی باز نہ رہ سکوں کہ اگر مجھے سب کچھ چھوڑنا پڑے تو میں صرف تمہارے ساتھ رہ کر اپنے آپ کو گھاٹے میں نہیں محسوس کروں گی' میں نے رات کے بہت سے حصے میں صرف ان واقعات کے بارے میں سوچا ہے اور ان کا تجزیہ کیا ہے کچھ پراسرار الجھنیں بے شک پیدا ہو گئی ہیں اور میں یہ محسوس کررہی ہوں کہ میرے منصوبے خاصی حد تک مشکل کا شکار ہو گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے بہت کچھ پانے کے بعد سب کچھ گنوا دوں' ایسے لمحات میں جہانگیر مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہو گی۔ تمہارے بارے میں جو تفصیلات میرے علم میں آئی ہیں ان کے تحت تم بھی معمولی آدمی نہیں ہو کیا تم مجھے یہاں سے ہٹ کر کہیں پناہ دے سکتے ہو...؟"

"اگر تم پر کوئی برا وقت پڑا ریٹا ڈیئر تو تمہارا کیا خیال ہے کیا میں تمہیں... سکوں گا...؟"

"اوہ میری زندگی' میری جان۔ میں' میں بس یوں سمجھ لو دولت تو آنی جانی چیز ہے۔ دل کے سہارے ان تمام چیزوں سے زیادہ قیمت رکھتے ہیں۔ میں تمہاری قربت ہی سے خوش رہ لوں گی اور جہاں تک دولت کے حصول کا تعلق ہے تو اس کی فکر نہ کرنا کبھی۔ میرا ذہن دولت بنانے کی مشین ہے۔ میں جب اور جہاں چاہوں گی اپنے لیے دولت کے انبار لگا لوں گی۔ اگر مجھے تم جیسے کسی ساتھی کا سہارا حاصل ہو۔"

"تو پھر یوں سمجھ لو کہ میں لمحہ لمحہ تمہارے ساتھ ہوں۔ اچانک ہی یوں محسوس

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کیا تھا میں پھرتی سے اٹھ کر دروازے پر پہنچا لیکن باہر جھانکنے سے اندازہ ہوا کہ کوئی نہیں ہے۔ چند لمحات باہر رک کر واپس پلٹا' ریتا متجسس نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ "کون تھا؟" اس نے سوال کیا۔

"کوئی بھی نہیں۔ باہر کا سارا علاقہ سنسان پڑا ہوا ہے۔" "نہیں کوئی تھا۔"

"اتنی صبح کون ہو سکتا ہے؟"

"خیر سب ہی جاگ رہے ہوں گے۔ اس حویلی میں پاگلوں کا بسیرا ہے۔ خانم گل چراغ' نوشاد اور دوسرے لوگ سب جاگ جاتے ہیں۔ ہو گا کوئی مجھے ان کی پروا نہیں ہے۔ سنو ڈیئر اس وقت سب سے بڑی الجھن جو میرے ذہن میں ہے وہ دو حصوں میں تقسیم ہے۔ نمبر ایک' رازل شاہ کی گمشدگی۔ وہ منظر عام پر آ کر بڑی گڑبڑ کر سکتا ہے۔ اب غلطی تو ہو ہی گئی۔ جو ہو چکا ہے اسے ہم واپس نہیں لا سکتے لیکن میں چاہتی ہوں کہ اس سے زیادہ مزید کچھ نہ ہو۔ دوسری چیز' میرے آدمیوں کا لاپتا ہونا ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ سب کہاں گئے۔ ہمیں آج ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہوگی۔ کیا تم رازل شاہ کی تلاش کا کام کر سکتے ہو۔ میں اپنے آدمیوں کو ان تمام علاقوں میں تلاش کروں گی اور ان کے بارے میں معلومات حاصل کروں گی' جہاں وہ موجود رہا کرتے تھے۔ ہو سکتا ہے کچھ پتا چل جائے۔ بڑی تشویش کا شکار ہوں میں' وہ سب میرے لئے نہایت کام کے لوگ ہیں اور میں انہی کے بل پر اچھل رہی تھی اگر وہ کسی مصیبت کا شکار ہو گئے ہیں تو میرا فرض ہے کہ میں انہیں اس مصیبت سے نکالوں۔"

"جیسا تم پسند کرو ریتا' لیکن باہر نکلنا کیا ہم دونوں کے لئے خطرناک نہیں ہوگا؟۔"

"بزدلوں کی طرح چھپ کر بھی تو نہیں بیٹھ سکتے بس اتنا کیا جا سکتا ہے کہ شدید محتاط رہیں۔"

"ہوں ٹھیک ہے۔ پھر یہ کام ہمیں ناشتے کے فوراً بعد شروع کر دینا چاہیے۔ میں رازل شاہ کی تلاش میں نکلتا ہوں یاقوت خان اور دولت خان دونوں ہی کو دیکھنا ہوگا' آخر یہ سب کیسے ہوا ہے کچھ سمجھ میں تو آئے۔"

"خطرات پیش آ سکتے ہیں۔۔" ریتا نے پریشان لہجے میں کہا اور میں مسکرا دیا۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے ریتا کیا میں خطرات سے خوفزدہ ہو کر اپنے مشاغل ترک کر سکتا ہوں...؟"

"اس وقت تو بالکل گنجائش نہیں ہے۔"

"میری جانب سے بے فکر ہو' البتہ میں تمہارے لئے پریشان رہوں گا..." ریتا پھیکی سی ہنسی کے ساتھ بولی...

"خطرات کے وقت میں ایک زہریلی' ناگن ہوتی ہوں جس کا ڈسا پانی نہیں مانگتا' وہی الفاظ میں تم سے کہوں گی میری طرف سے بالکل بے فکر رہنا۔ میرے دشمن مجھے آسانی سے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔" ریتا اٹھی اور مجھ سے اجازت لے کر باہر نکل گئی۔ میں پر خیال انداز میں دروازے کو دیکھتا رہ گیا تھا۔

ناشتے کی میز پر سکون تھی' خانم گل چراغ نے مجھ سے دو چار باتیں کیں اور اس کے بعد ہم سب لوگ ناشتے کے کمرے سے اٹھ گئے' مہابت خان کسی کام سے جا رہا تھا نجانے آج کل کہاں کہاں جا رہا تھا وہ' بہرحال ہم اپنی اپنی تیاریاں کرتے رہے۔ پہلے ریتا چلی گئی پھر میں جانے کی تیاریاں کرنے لگا' ریتا کے جانے کا پورا یقین ہو گیا تھا مجھے' ابھی میں تیاریاں کر ہی رہا تھا کہ گوہر جہاں جو مہابت خان کی بہن تھی میرے کمرے میں داخل ہوئی اس کے پیچھے پیچھے نوشاد بھی تھی' ان کا انداز کچھ ایسا تھا کہ میں کسی قدر چونکنا ہو گیا' گوہر جہاں کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں' اس نے کہا۔

"کہیں جا رہے ہو' جہانگیر جمال شاہ...؟"

"جی خانم کوئی حکم۔" میں نے کہا اور گوہر جہاں عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"آخری حد تک سوچا تھا جہانگیر جمال شاہ کو صبر کر جاؤں گی کچھ نہیں کہوں گی تم سے لیکن میرے بھائی اب اتنی بڑی مجبوری آ گئی ہے کہ میرے بس میں کچھ نہیں رہا' زبان کھولنے پر مجبور ہو گئی ہوں تمہارے سامنے' بدنصیبی کہوں گی اسے اپنی کہ ایک بھائی سے محروم ہونے کے بعد اس کا ہمشکل میرے سامنے آیا اور ہم سب اس میں گم ہو گئے' میرے بھائی' رشتے بے شک آسمانوں کی تخلیق ہوتے ہیں لیکن زمین کو بھی تو عزت حاصل ہے اگر اس زمین پر رہ کر ہم کوئی رشتہ تلاش کر لیں تو اسے اتنا مکروہ تو نہیں ہونا چاہئے۔"

میرے جبڑے مضبوطی سے ایک دوسرے پر بھینچ گئے' شبہ ہو رہا تھا' گوہر جہاں کیا کہنا چاہتی ہے' میں نے سکون سے کہا۔

"بیٹھ جائیے خانم..." گوہر جہاں بیٹھ گئی' نوشاد بھی مجھ سے نگاہیں چرائے ہوئے تھی' گوہر جہاں نے انتہائی شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

"جو کچھ تم سے کہنے جا رہی ہوں شاید مرتے دم تک بھی نہ کہہ پاتی لیکن معاملہ اتنا آگے بڑھ چکا ہے کہ اب کہہ رہی ہوں مجھے بتاؤ گے کہ ہم نے تمہیں رازل شاہ سمجھ کر اتنا بڑا گناہ کیوں کر لیا ہے' مجھے بتاؤ گے میرے بھائی' ایک اچھے خاندان سے تعلق رکھنے کے باوجود تم نے وہ کیوں نہ کیا جس کی ہم تم سے توقع رکھتے تھے' بتاؤ گے مجھے میرے بھائی کہ کیا زندگی میں اعتماد کی اسی طرح دھجیاں اڑائی جاتی ہیں' کچھ بتاؤ گے مجھے میرے بھائی؟" خانم گوہر جہاں کے لہجے میں آنسو گھل گئے تھے' میں نے سکون سے کہا۔

"بہن گوہر جہاں آپ جو کچھ کہنا چاہتی ہیں کھل کر کہیں مجھے خوشی ہوگی اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی کسی بات کا برا نہیں مانوں گا۔"

"دوسرا کوئی ہوتا تو کبھی غور نہ کرتی' اپنی آنکھوں سے جو کچھ دیکھا ہے اس نے تشویش زدہ کر دیا ہے۔"

"کیا دیکھا ہے آپ نے؟۔"

"ریتا ابھی تمہارے کمرے میں تھی.....؟"

"کیوں آئی تھی.....؟"

[illegible]

مگر اس طرح۔" گوہر جہاں نے کہا۔

"مجھ سے پوچھیے خانم میں نے انہیں بہت سے رنگوں میں دیکھا ہے' بہت سے رنگوں میں دیکھا ہے انہیں میں نے مجھ سے پوچھیے یہ بات۔" میں نے نوشاد کو چور دیکھا اور مجھے ایک دم ہنسی آ گئی میں نے کہا۔

"گوہر جہاں بہن' اگر میں اپنی صفائی میں کچھ کہوں گا تو میرا خیال ہے آپ اسے تسلیم نہیں کریں گی کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تھوڑا سا انتظار کر لیں آپ؟۔"

"کاش ایسا ممکن ہوتا لیکن بدقسمتی سے نہ صرف خانم گل چراغ بلکہ بھائی مہابت خان کو بھی یہ ساری تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں میں تو اس بات سے خوفزدہ ہوں کہ کہیں کوئی حادثہ نہ ہو جائے کہیں ہمارے غموں میں ایک اور غم کا اضافہ نہ ہو جائے میں صرف اس کے لئے پریشان ہوں۔"

"آپ کا خیال ہے کہ ریتا سے میرے غلط تعلقات ہیں؟"

"یہی خیال ہے ہمارا اور اس کی تصدیق ہو چکی ہے۔"

"ایک فرنگی عورت' ایک غیر ملکی عورت آپ لوگوں کے لئے اس قدر قابل احترام ہو گئی خانم گوہر جہاں؟۔"

"وہ اس گھر کی عزت ہے۔"

"تو پھر ایک سوال کا جواب اور دیجئے گا کہ تالی ایک ہاتھ سے بجتی ہے؟۔"

"ہرگز نہیں' لیکن ہاتھوں کا تعین بھی ہوتا ہے' ہم کبھی کسی پر اس قدر اعتماد کر لیتے ہیں کہ وہ تعین ہمیں اپنوں سے زیادہ بڑا محسوس ہوتا ہے' اگر تالی کے لئے دوسرا ہاتھ پیش بھی کر دیا گیا تھا تو میرے بھائی ہی کے نام پر تم اس ہاتھ کو مسترد کر دیتے۔"

"خانم گوہر چراغ اگر ممکن ہو سکا تو آج ہی رات بہت سی باتوں کی تصدیق کر دوں گا' اگر ممکن ہو سکا تو آج ہی رات آپ پر ایک بہت بڑا انکشاف کروں گا' ان چند گھنٹوں کا موقع دے دیجئے۔"

"ہاں ضرور موقع دے دیجئے پھوپھی جان' ضرور موقع دے دیجئے' تاکہ مسٹر جہانگیر جمال شاہ کو یہاں سے فرار ہونے کا وقت مل جائے' ضرور موقع دے دیجئے۔" نوشاد نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"آپ اس لڑکی کو پاگل کہتی ہیں۔ یہ سارے جہاں کی ہوش مند ہے اور میں اس کی ہوش مندی کو سلام کرتا ہوں' نوشاد تم میرے لئے زہر اگل رہی ہو' لیکن یقین کرو میں تم سب کو ایک ایسا تحفہ دے کر یہاں سے جاؤں گا کہ تم مجھے ہمیشہ یاد رکھو گی۔"

"گویا ابھی آپ کے ترکش میں اور بھی بہت سے تیر ہیں مسٹر جہانگیر جمال شاہ؟۔" نوشاد نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہاں بہت سے تیر باقی ہیں' آپ ان کا انتظار کیجئے گا

"میں صرف ایک بات کہتی ہوں جہانگیر اگر دل میں برائی آ گئی ہے' اگر ہماری بدقسمتی نے ہمارا ساتھ نہیں چھوڑا ہے تو اب براہ کرم صرف اتنا کرو کہ ہمارا گھر چھوڑ دو' خاموشی سے چلے جاؤ فوراً چلے جاؤ اگر تمہیں اس حویلی میں کوئی نقصان پہنچا تو مجھے دلی رنج ہوگا کیونکہ تم میرے بھائی کے ہمشکل ہو۔"

"ٹھیک ہے خانم لیکن آؤں گا' تھوڑی دیر کے لئے آپ کے پاس ضرور آؤں گا' اگر ہو سکا تو آج ہی رات' جا رہا ہوں۔"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں تیار تو تھا ہی بس یہ الفاظ کہہ کر باہر نکل آیا۔ کھیل خود بخود اختتام کو پہنچ گیا تھا اور مجھے اس کے لئے کوئی کاوش نہیں کرنی پڑی تھی، لیکن آج کی رات بلاشبہ بہت سے اہم انکشافات کی رات تھی اور اب مجھے اس کے لئے مزید تیاریاں کرنی تھیں۔ لیکن اس سے قبل کسی ایسی جگہ بیٹھ کر سوچنا چاہتا تھا جہاں سکون ہو، مجھے کچھ اور خیال آیا اور میں نے باقری اور شمس وغیرہ سے رابطہ قائم کیا۔

"کیا ہو رہا ہے شمس؟۔"

"مجھے ایک خوبصورت لڑکی نے پریشان کر رکھا ہے۔"

"کیا کہتی ہے؟۔"

"کہتی ہے شادی کرو۔"

"اسے فوراً گولی مار دو..."

"جی؟" شمس حیرت سے بولا۔

"فضول باتوں سے گریز کرو اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو، یہ ہدایت تم چاروں کے لئے ہے" شمس پوری طرح مستعد ہو گیا۔

مجھے خود بھی اس بات کا اندازہ تھا کہ میرے لئے خطرات پیدا ہو گئے ہیں باقی لوگوں کے ساتھ ساتھ ریٹا پر بھی نگاہ رکھنی تھی۔ میں ان لوگوں کو ہدایت دینے کے بعد شہر کے مختلف حصوں کا گشت کرتا رہا، اور ان سے برابر معلومات حاصل کرتا رہا۔ پھر جب مکمل رپورٹ مل گئی کہ میرے تعاقب میں کوئی نہیں ہے، تب میں نے راجہ سبحان سے ٹیلیفون پر رابطہ قائم کیا۔ چند ہی لمحات کے بعد راجہ صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ میری آواز پہچان کر انہوں نے بے صبری سے کہا۔

"حکم فرمایئے راجہ صاحب..."

"اب بھی حکم فرماؤں... ؟ فوراً آجاؤ میرے پاس ایک اہم شخصیت کو تم سے ملانا ہے۔"

"ابھی حاضر ہو جاؤں...؟"

"نہیں ایک مہینے کے بعد آجانا... میں کہتا ہوں کہ تم مجھے احمق کیوں بنا رہے ہو... میری بے چینی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تم" راجہ صاحب نے کہا۔

"بہت بہتر پہنچ رہا ہوں" میں نے کہا اور اس کے بعد ٹیلی فون بند کر کے باہر نکل آیا پھر راجہ صاحب کی کوٹھی تک پہنچنے میں... میں نے چند لمحات سے زیادہ خرچ نہیں کئے میرا استقبال کیا گیا اور مجھے راجہ صاحب کی پرائیویٹ رہائش گاہ میں پہنچا دیا گیا جہاں میں نے ایک انتہائی شاندار شخصیت کو دیکھا دراز قامت، ضرورت سے زیادہ چوڑا لیکن خوب صورت چہرہ جوانی کی عمر بڑی بڑی نوکیلی مونچھیں، فوجی انداز میں تراشے ہوئے بال غرض کہ خوب صورت اور پروقار شخصیت۔

"یہ کرنل شہباز ہیں میرے داماد... میری سب سے بڑی بیٹی کے شوہر۔ راجہ سبحان نے تعارف کرایا۔ اور کرنل یہ ہے جہانگیر جمال شاہ..."

"اتنا جان چکا ہوں آپ کے بارے میں مسٹر جمال شاہ کہ مزید جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"یقیناً مجھ سے محبت کرنے والوں نے میرا مکمل تعارف ہی کرایا ہوگا... میں نے راجہ سبحان کو دیکھتے ہوئے کہا۔"

"ایک تو تم لوگ مصنوعی باتوں میں اتنا وقت ضائع کرتے ہو کہ الجھن ہونے لگتی ہے، ویسے میں پریشان ہوں بہت زیادہ پریشان ہوں۔

"کیوں راجہ صاحب...؟"

"غصہ مت دلاؤ اب اس میں کیوں کی کیا گنجائش ہے۔ سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ کرنل شہباز یہاں تعینات ہو گئے ہیں اور انہیں بھی یہ ذمہ داریاں دے کر یہاں بھیجا گیا ہے کہ اس علاقے میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا توڑ کریں۔ یہ ایک ایسا کام ہوا ہے کہ میں خوشی سے پھولا نہیں سما رہا..."

"اوہو بہت خوب... بہت خوب... اس کا مطلب ہے راجہ صاحب کہ ہمیں فوجی امداد حاصل ہو سکتی ہے۔"

"ہو گئی ہے، حاصل ہو گئی ہے، ہو کیا سکتی ہے۔"

"یہ واقعی بہت اچھی بات ہوئی۔"

"اچھا اب تم رات کے واقعات بتاؤ۔ کام تمہاری مرضی کے مطابق ہوا ہے۔"

"جی راجہ صاحب رات کو دولت خان نے یاقوت خان کے ٹھکانے پر فائرنگ کی ہے۔"

"میں بھی یہی کہہ رہا تھا شہباز سے کہ لوہا گرم ہے اور گرم گرم لوہے پر اگر چوٹ لگائی جائے تو شکل اپنی مرضی کے مطابق نکلے گی۔ اب پورا پروگرام ترتیب دو کیا ہونا چاہئے؟۔"

"اس سے پہلے بابا خان مجھے اجازت دیجئے کہ مسٹر جہانگیر جمال شاہ سے پوری تفصیلات معلوم کرلوں۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے میں کب روکتا ہوں۔" راجہ سبحان نے کہا اور کرنل شہباز میرے سامنے آبیٹھا اس نے کہا۔"

"ہاں جہانگیر جمال شاہ صاحب، مختصراً مجھے اس بارے میں تفصیلات بتا دی جائیں۔"

"کرنل صاحب درحقیقت بڑے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے اپنے وطن کے بے شمار حصے ایسے ہیں جہاں لاقانونیت انتہا کو پہنچی ہوئی ہے چند لوگوں نے وہاں اپنا راج پاٹ قائم کر رکھا ہے اور ملک میں ایک اور حکومت بن گئی ہے۔ اس سلسلے میں... میں اس شہر کا نام لوں گا۔ یہاں غیر ملکی سیاح آتے ہیں، محکمہ سیاحت یہاں کی پبلسٹی کے لئے انتہائی رقومات خرچ کرتا ہے مگر یہاں آنے کے بعد کچھ ایسے لوگ ہیں جو ان سیاحوں کو تحفظ دینے کے لئے ان سے تاوان مانگتے ہیں اور اگر سیاح یہ تاوان ادا نہ کریں تو انہیں بدترین حادثات سے دوچار ہونا پڑتا ہے... ایسی کمپنیاں قائم ہیں یہاں پر، جو کھلم کھلا تاوان وصول کرتی ہیں لیکن قانون ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ وہ لوگ جنہوں نے یہاں دولت سمیٹنے کے لئے عجیب و غریب ماحول پیدا کر دیا ہے مکمل طور پر قانونی تحفظ رکھتے ہیں، وہ یہاں اسمگلنگ کرتے ہیں دوسرے ایسے جرائم کرتے ہیں جو ملک کے لئے شدید نقصان دہ ہیں لیکن ان کے خلاف کچھ نہیں ہوتا..."

"ہوں اس کے علاوہ" کرنل شہباز نے کہا

"اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے، یہ تو ایک الگ مسئلہ ہے کرنل صاحب، مجھے یہاں بھیجا گیا ہے اور آپ ہی کی ایک ہم نام شخصیت نے بھیجا ہے میری مراد وزیر خارجہ سے ہے۔"

"ہاں یہ بات میں جانتا ہوں۔" کرنل شہباز نے کہا

"مختصراً کام کر کے میں نے کچھ معلومات حاصل کر لی ہیں غیر مقامی لوگ تو ایسے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہی ہیں۔ چنانچہ چند گروہ اسمگلنگ کے لئے ان لوگوں سے تعاون کرتے ہیں پڑوسی ملک سے اسمگلر مال لے کر یہاں آتے ہیں اور یہاں سے انتہائی قیمتی اشیاء وہاں منتقل ہو جاتی ہیں اور اس کے لئے ایک انتہائی پراسرار طریقہ کار رکھا گیا ہے۔"

"بتا چکا ہوں بتا چکا ہوں میں شہباز کو راجہ سبحان نے کہا..." کرنل شہباز بولے۔

"ویسے اس طریقہ کار کی میں داد دیتا ہوں جنہوں نے یہ سب کچھ سوچا، بلاشبہ وہ ذہین تھے، لیکن جس نے اس کا انکشاف کیا اس کو میں اس سے زیادہ ذہین کہتا ہوں اور تمہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں ڈیر جہانگیر جمال شاہ... تم نے اس کا پتا لگایا... بہر طور میں چاہتا ہوں کہ اب ایک باقاعدہ پلاننگ کے تحت میں یہ کام کروا ڈالوں لیکن اس کے انکشافات کے لئے میں چاہتا ہوں کہ دشمن ہی کی زبان سے معلومات حاصل کی جائیں۔ تمہارا مشورہ بھی چاہتا ہوں اس سلسلے میں..."

"کرنل صاحب اب جب کہ آپ نے اس مسئلے کا چارج لے لیا ہے تو میں آپ ہی کو اس کا ذمہ دار بھی قرار دیتا ہوں"

"نہیں یہ نہ سمجھنا کہ جو کھیر تم نے پکائی ہے میں اسے کھا لوں گا جو کارنامہ تم نے سر انجام دیا ہے وہ تمہارے ہی نام سے منسوب رہے گا میں اس سلسلے میں تمہارے معاون کی حیثیت سے کام کرنا چاہتا ہوں۔"

میں ہنسنے لگا۔ پھر میں نے کہا... "بہرحال کرنل میں کارناموں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ میرا کام ہونا چاہئے جس انداز میں بھی ہو۔"

"میں نے ایک پروگرام بنایا ہے اس ساری گفتگو کو سننے کے بعد"... کرنل شہباز نے کہا۔

"کیا...؟۔"

"میرے خیال میں ہم دولت خان کو گرفتار کر لیتے ہیں دولت خان کی گرفتاری کے بعد ہم اس کا یہ بیان شائع کر دیں گے کہ اصل میں اس کے بارے میں یہ ساری انکشافات یاقوت خان نے کئے ہیں اور اس سے آپ خود اندازہ لگا لیجئے کہ ہمیں کیا نتائج حاصل ہوں گے... جواب میں دولت خان یاقوت خان کے بارے میں انکشافات کرے گا اور سارے مسائل چٹکی بجاتے حل ہو جائیں گے کیا آپ مجھ سے اتفاق کرتے ہیں اس سلسلے میں جہانگیر جمال شاہ صاحب..."

"بہت خوب صورت پروگرام ہے اور اسی قسم کے پروگراموں سے ہمیشہ بہترین نتائج حاصل ہوئے ہیں۔ میں آپ سے مکمل اتفاق کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو دولت خان کے ٹھکانوں کے بارے میں آپ مجھے تفصیلات بتایئے۔"

"میں آپ کو اپنی معلومات کے مطابق یہ تفصیلات فراہم کر دیتا ہوں" میں نے کہا اور اس کے بعد میں کرنل شہباز کو دولت خان کے ٹھکانوں کی تفصیلات بتانے لگا۔ کرنل شہباز تمام تفصیلات نوٹ کر رہے تھے اور پھر

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

انہوں نے کہا۔

"یہ ذمہ داری آپ مجھ پر چھوڑ دیجئے میں اس کی تکمیل کرلوں گا۔"

بہرطور یہ سارے مسئلے ہمارے درمیان طے ہوئے۔ میں خوش تھا۔ پھر میں نے ریٹا کے بارے میں مختصر ترین الفاظ میں کرنل شہباز کو تفصیلات بتائیں اور کرنل شہباز ششدرہ گیا اس نے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ کام اتنے اعلیٰ پیمانے پر ہورہا ہے' بہرحال ٹھیک ہے سب ٹھیک ہے' یہ سب کچھ ہماری پسند کے مطابق ہی ہوجائے گا... اب آپ یہ بتائیے کہ آپ کو میری کس سلسلے میں ضرورت ہے...؟"

"ابھی کچھ نہیں' ہاں راجہ صاحب رازل شاہ کی کیا کیفیت ہے...؟"

"خاموش ہے' چپ لگ گئی ہے اسے' کچھ نہیں بولتا' بس احمقوں کی طرح چہرہ تکے جاتا ہے' میں نے حالانکہ اسے چند معلومات میں چھیڑا بھی ہے' لیکن وہ شدید خوف اور احساس کا شکار ہے۔"

"خیر اس کی شخصیت ہی اس سلسلے میں کافی ہے [illegible] سے بات بن جائے گی۔"

ادھر کرنل شہباز اپنے کاموں میں مصروف [illegible] اور ادھر ریٹا کے مسئلے کو مد [illegible]

[illegible] سی شرمندگی اور افسوس بھی تھا کہ خانم گل چراغ اور خانم گوہرجہاں معہ نوشاد کے میری طرف سے ان احساسات کا شکار تھیں۔ ویسے مجرم تو تھا میں۔ لیکن کیا کرتا ریٹا کو شیشے میں اتارنے کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہوسکتا تھا۔

دن بھر کی آوارہ گردی کے بعد شام کو گھر واپس پہنچ گیا۔ گھر کے ماحول پر ایک سی کیفیت چھائی ہوئی تھی۔ سب لوگ خاموش خاموش سے تھے اور سب کے انداز میں ایک پراسراریت پائی جاتی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے خانم گوہرجہاں سے پوچھا۔

"کیا ریٹا واپس آگئی...؟"

"نہیں ابھی تک نہیں آئی..." خانم گوہرجہاں نے جواب دیا...

"نوشاد کہاں ہے...؟"

"اپنے کمرے میں ہے..."

"اور خانم گل چراغ۔"

"وہ بھی اپنے کمرے میں ہیں۔"

"مہابت خان آگئے...؟"

"ہاں وہ بھی اپنے کمرے میں آرام کررہے ہیں۔"

"اوہو۔ میرا سمجھا وہ واپس نہیں آئے' ان کی گاڑی موجود نہیں ہے۔"

"گاڑی کوئی لے گیا ہے..."

"تو پھر ریٹا کے آنے سے پہلے آپ لوگ مجھے تھوڑا سا وقت دے دیجئے' لیکن ایک ایسی جگہ۔ جہاں نہ تو کسی کے کچھ سننے کا امکان ہو اور نا اس طرح ہو کہ ریٹا آجائے اور ہمیں اس کی آمد کا علم نہ ہو۔"

"کوئی خاص بات ہے...؟"

"اتنی خاص بات کہ آپ تصور بھی نہیں کرسکتیں' خانم گوہرجہاں میں اپنی تمام برائیوں کا پورا نقشہ آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں' لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے بارے میں معلومات حاصل ہونے کے بعد آپ اپنے آپ کو قابو میں رکھیں گے۔"

خانم گوہرجہاں کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے میں نے کہا۔

"کیا آپ میری اس درخواست کو قبول کریں گی خانم...؟"

"[illegible] تم تھوڑی [illegible] بعد اوپر والے حصے میں پہنچ جاؤ۔ میرا مقصد ہے کھلی جگہ میں۔ تاکہ کوئی خطرہ ہی نہ رہے۔"

"دس منٹ میں پہنچتا ہوں۔" میں نے کہا اور مسکراتا ہوا اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ لباس تبدیل کیا ذہن میں وہ خیالات ترتیب دے رہا تھا جس کے تحت ان لوگوں سے گفتگو کرنی تھی۔ اہم ترین مسئلہ تھا اور شاید یہ اس مسئلے کا آخری حصہ بھی ہوں کچھ ایسے ہی اندازے تھے بڑی ڈرامائی پچویشن تھی اور اب مجھ سے زیادہ اور کون اس پچویشن سے لطف اندوز ہوسکتا تھا کرنل شہباز نے دل بڑھا دیا تھا۔ ورنہ یہ سب کچھ اتنا آسان نہ تھا۔

کچھ دیر کے بعد اس جگہ پہنچ گیا جہاں کے بارے میں خانم گوہر چراغ مجھ سے کہہ گئی تھیں یہاں سب جمع تھے۔ مہابت خان' نوشاد' گل چراغ اور گوہر جہاں' مہابت خان کا چہرہ سرخ ہورہا تھا۔

"بیٹھ سکتا ہوں...؟" میں نے پوچھا۔

"بیٹھو... خانم گل چراغ بھاری لہجے میں بولیں اور میں بیٹھ گیا سب کے چہرے بجھے ہوئے تھے۔ خانم گوہر جہاں نے کہا۔

"تم نے کچھ بتانے کو کہا تھا...؟"

"ہاں اور میں اس میں دیر نہیں لگاؤں گا۔ کیونکہ خدشہ ہے کہ ریٹا آجائیں گی۔"

"بتاؤ۔" گوہرجہاں نے کہا۔

"جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر آپ لوگوں کا ردعمل کیا ہوگا میں نے سوال کیا۔

"یہ تو تمہارے الفاظ پر منحصر ہے۔"

"اگر میرے الفاظ تلخ اور ناقابل برداشت ہوئے تو؟"

"تم ہمارے ساتھ یہ سلوک کروگے؟" خانم گل چراغ نے کہا۔

"برائے مہربانی آپ لوگ تصدیق کرسکتے ہیں کہ میں ایک اچھے خاندان کا فرد ہوں میری کچھ خاندانی اقدار ہیں میں کوئی فقیر آدمی نہیں ہوں کہ یہاں رہائش کے اخراجات برداشت نہ کرسکا اور وقت گذاری کے لئے آپ کے در پر آپڑا۔"

"ان باتوں کا اس گفتگو سے کیا تعلق ہے..." خانم گوہر چراغ نے کہا۔

"بہت بڑا تعلق ہے"

"بتاؤ۔"

"خانم۔ اتفاق سے میں رازل شاہ کا محسن نکلا۔ اتفاق سے آپ نے مجھے دیکھا اور بالآخر میں آپ کی محبتوں سے سرشار یہاں چلا آیا۔ یہاں مجھے بہت پیار ملا اور ایک انسان کی حیثیت سے میں آپ لوگوں سے پیار کرنے پر مجبور ہوگیا۔"

"ہم لوگوں سے... یا... صرف..." نوشاد بھڑک کر بولی۔

"مس نوشاد..." میں نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

"ہاں کہو... بولو... جواب دو... سب سے پیار کرنے کا نام کیوں نہیں لیتے ہو۔ جس سے تمہیں پیار ہے اس کی بات کرو۔"

"خانم گوہرجہاں۔ آپ کی گواہی میں کہتا ہوں۔ اس کے بعد اگر خانم نوشاد نے شرمندہ ہوکر مجھ سے معافی مانگی تو میں انہیں معاف نہیں کروں گا..."

"میں تم سے شرمندہ ہوں گی؟۔ میں تم سے معافی مانگوں' میں تھوکتی ہوں تم پر"... نوشاد نے کہا۔

"ہوسکتا ہے کوئی ایسا لمحہ آجائے" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں صرف گولی مار سکتی ہوں۔"

"چاہئے میں بے گناہ ہی کیوں نہ ثابت ہوجاؤں؟"

"یہ بے حد مکار انسان ہے یہ ہمارا وقت ضائع کررہا ہے۔" نوشاد گرج کر بولی۔

"میرے عہد کی تکمیل ہوگئی۔ خانم گل چراغ جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنیے آپ لوگ مجھے یہاں لے آئے میں پورے خلوص اور سچائی کے ساتھ جان گیا لیکن آپ کو علم ہے کہ میں ایک اعلیٰ پولیس افسر کا بیٹا ہوں؟"

"پتا نہیں ہو بھی یا نہیں..." نوشاد نے کہا۔

"مس نوشاد... بات دشمنی کی حدود میں نہ لائیے خانم آپ انہیں روکیں۔"

"نوشاد خاموش رہو۔" گل چراغ نے کہا۔

"ہونہہ..." نوشاد منہ سکوڑ کر خاموش ہوگئی۔

"میرے ضمیر میں جرم کشی چھپی ہوئی ہے نہ جانے کیوں میری آنکھوں نے محترمہ ریٹا کو دیکھ کر کچھ محسوس کیا مجھے یوں لگا جیسے وہ اس خاندان کی مخلص نہ ہوں۔"

"پھر بولوں..." نوشاد نے کہا۔

"نوشاد..." گوہرجہاں نے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا۔

"اتنا ضرور کہوں گی کہ جو بات ہم کبھی محسوس نہیں کرسکے وہ ایک باہر کے آدمی نے کیسے محسوس کرلی؟"

"تم بالکل خاموش رہو۔"

"جواب صرف اتنا ہے کہ آپ نے ریٹا کو صرف گھر کی چار دیواری میں دیکھا ہے مس نوشاد... ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ مس ریٹا میں مجھے کچھ ایسی باتیں نظر آئیں جو میری نگاہوں میں مشکوک تھیں اور اسی کے نتیجے میں میرے تجسس نے مجھے اس پر نگاہ رکھنے پر مجبور کردیا ایک رات میں نے ایک عجیب منظر دیکھا"

"کیا..." گوہرجہاں بے اختیار بولیں۔

"انتہائی معذرت کے ساتھ مہابت خان صاحب میں [illegible] جس رات میں بے اختیار آپ کے کمرے میں گھس آیا تھا۔"

"مجھے مخاطب نہ کرو..." مہابت خان نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس رات خانم گل چراغ' میں کسی شبے کے تحت مہابت خان صاحب کے کمرے کے سامنے سے گزر رہا تھا کہ میں نے ایک عجیب منظر دیکھا' ریٹا مہابت خان صاحب کو سانپ سے ڈسوا رہی تھی میں نے مداخلت کی تو مجھے پتا چلا کہ یہ خان صاحب کی مجبوری ہے۔ مگر یہ [illegible] مجبوری تھی۔"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

''ہم جانتے ہیں!'' گل چراغ نے کہا۔

'' ریٹا کے تئیں دل میں اور تجسس جاگ اٹھا اور میں نے اس پر نگاہ رکھنا شروع کردی۔ پھر میں نے ریٹا کی کچھ پراسرار کاروائیاں بھی دیکھیں۔''

'' مثلاً ''

'' ان کا تعلق کچھ ایسے لوگوں سے نکلا جو اسمگلنگ کرتے تھے اور یہاں کے بہت بڑے لوگ کہلاتے ہیں۔ ''

''کون...؟'' مہابت خان بے اختیار بول پڑا۔

'' مثلاً دولت خان' یا قوت خان۔''

''کیا بکتے ہو' ...'' مہابت خان نے اس نے غصے پہلو بدل کر کہا۔

'' آپ کو پوری بات سننا ہوگی خان صاحب۔ تو مادر مہربان میں نے ان سے یہ کھوج کی کہ ریٹا کا ان سے کیا تعلق ہے مجھے معلوم ہوگیا کہ ریٹا ان کی ساتھی ہے اسمگلنگ میں''

''مادر مہربان... مادر مہربان۔ کیا یہ حد سے زیادہ بات نہیں ہے۔''

''سن تو لو مہابت خان... پوری بات تو سن لو...'' خانم گل چراغ نے کہا۔

''مادر مہربان۔ یہ معلوم ہونے کے بعد کہ سانپوں کے شکاریوں کی حیثیت سے ریٹا صاحبہ ایک اور گروہ جو دس آدمیوں پر مشتمل ہے ریٹا صاحبہ کے لیے کام کرتا ہے۔ اس کے بعد میرے لئے یہ ضروری ہوگیا کہ محترمہ ریٹا سے تعلقات بڑھا کر ان سے مکمل معلومات حاصل کروں ۔ اور میرا یہی عمل تھا جس سے مس نوشاد میرے سلسلے میں مشکوک ہوگئیں میں نے محترمہ ریٹا سے دوستی کرلی اور آپ کے نمک کا حق ادا کردیا۔''

''اس سے دوستی کرکے '' نوشاد نے کہا۔

''ہاں مس نوشاد۔ اس دوستی سے مجھے اتنا کچھ معلوم ہوگیا جو کسی اور طرح نہیں معلوم ہوسکتا تھا۔''

''کس سے معلوم ہوا۔''

'' محترمہ ریٹا سے ۔ انہوں نے خود میرے سامنے زبان کھول دی۔''

''کیا کہا اس نے؟''

''وہ ایک الگ کہانی ہے۔''

'' تمہیں سنانی پڑے گی... ورنہ... ورنہ...'' مہابت خان کا ہاتھ بغلی ہوسٹر کی طرح بڑھ گیا۔

میں مسکرادیا '' لو سنا رہا ہوں خان صاحب براہ

سکون سے سنیے۔ یورپ میں مس ریٹا اصل میں رازل شاہ کی دوست تھی اس کی محبوبہ تھی۔

مہابت خان نے دانت اتنی زور سے بھینچے کہ اس کے چہرے کے مسلز ابھر آئے میں نے لاپرواہی سے اپنا کلام جاری رکھا ریٹا نے دونوں بھائیوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور پھر ایک فیصلہ کرلیا۔ اس نے مہابت خان سے شادی کرلی ۔ اور تمہیں منشیات کا عادی بنا کر ناکارہ کرتی رہی ۔ رازل شاہ کو اس نے شیشے میں اتار لیا اور پھر ایک طویل سازش کرکے رازل شاہ کو یہاں بھجوادیا اور خود مہابت خان صاحب کے ساتھ یہاں چلی آئی...

''بکواس... رازل شاہ... وہ تو... وہ تو...'' مہابت خان بولا۔

'' مرچکے تھے' وہ انتقال ہوگیا تھا ان کا' لندن میں کیوں یہ ہی کہنا چاہتے ہیں آپ''

'' تو پھر... تم کیا کہنا چاہتے ہو...؟'' مہابت خان کا سانس پھولنے لگا۔

''رازل شاہ زندہ ہیں...'' میں نے کہا اور جیسے بم سا پھٹ گیا... سب اچھل پڑے تھے۔

''کیا...'' سب کے منھ سے عجیب سی آوازیں نکلیں

''مگر رازل شاہ'' گوہر جہاں نے کہا۔

''کیا کہا ہے تم نے اس کے بارے میں...'' مہابت خان نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

''کیا... کیا رازل شاہ...'' گل چراغ کی آواز اندر رہ گئی۔

''ہاں مادر مہربان آپ کا رازل شاہ زندہ ہے۔''

'' کیسے ہوسکتا ہے؟ تم پاگل تو نہیں ہو کیسی باتیں کررہے ہو۔''

'' میرا بھی یہی خیال ہے خانم... تم نے... ہم بدنصیبوں نے اس کی تدفین اپنے ہاتھوں سے کی ہے۔'' مہابت خان نے کہا۔

'' یہ ریٹا صاحبہ کی ایک خوفناک سازش تھی ان کا منصوبہ تھا ایک مردہ جسم کو حاصل کرکے انہوں نے اس پر رازل شاہ کا میک اپ کیا اور اس کی موت کی خبر چھپوادی پھر لاش یہاں آگئی اور آپ لوگوں نے اس کی تدفین کردی۔''

'' کیا بک رہے ہو... خدا کے لئے ہم سے ایسا جھوٹ نہ بولو'' مہابت خان رو پڑا۔

'' آپ کا نمک کھایا ہے خان صاحب رازل شاہ

...رے پاس ہے میری تحویل میں ہے۔ خیریت سے ہے ...یں اسے آپ کے سامنے پیش کرنے کا ذمہ دار ہوں۔ ...ے بڑی بات اور کیا کہوں؟''

'' آہ۔ آہ میرا سینہ پھٹ جائے گا۔'' گل چراغ نے ...وں ہاتھوں سے سینہ دباتے ہوئے کہا۔

'' اگر اس کے لئے اور زیادہ خطرہ نہیں بڑھانا چاہتیں ...مہربان تو فوراً خود پر قابو رکھیں۔''

''آہ'' ایک ماں سے یہ کہہ رہے ہو۔

''درخواست کررہا ہوں۔ رازل شاہ کی حفاظت کے ...ے۔''

'' آگے کہو... آگے کہو...'' مہابت خان بے یقینی سے ...ا۔

''ریٹا کا منصوبہ تھا کہ آہستہ آہستہ آپ لوگوں کو ...ل کردے اور پھر اچانک رازل شاہ سب کو وہ اپنی ...ولی موت پر آئے' بتائے کہ سب کو غلط فہمی ہوئی ہے ...زندہ ہے پھر دیور بھابھی شادی کرلیں اور ریٹا کو اس کا ...ب اور دولت بیک وقت مل جائے۔''

''مگر کیا رازل شاہ کو یہ پتا نہ چلتا کہ ہماری موت کی ...ے دار وہ ہے؟''

''نہیں محترمہ ریٹا اس بات کو کبھی تسلیم نہ کرتیں ...ے بھی آپ لوگوں کی ہلاکت کے لئے تو انہوں نے کوئی ...باڈرامائی منصوبہ سوچا ہوگا' مثلاً کوئی حادثہ زہر خورانی کا ...ل کیس یا اور ایسی ہی کوئی بات جس کے تحت کوئی یہ ...ق بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ لوگوں کی موت غیر حقیقی ...یہ کام مس ریٹا کے لئے زیادہ مشکل نہیں تھا۔''

''آہ ان تمام باتوں سے زیادہ قیمتی یہ بات ہے کہ ...گر جمال شاہ نے میرے بچے کی زندگی کی خبر دی ہے' ...یر ایک بات کہوں تم سے...؟'' خانم گل چراغ نے

''جی مادر مہربان۔''

''ماں ہیں ناں تمہاری۔؟''

''ہاں کیوں نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''احترام بھی کرتے ہوں گے ان کا...؟''

''کیوں نہیں؟۔''

''تو پھر اسی ماں کے واسطے بس ایک بار پھر مجھے یہ بات ...ر کیا واقعی میرا بچہ زندہ ہے؟۔''

''مادر مہربان آپ نے جس محبت سے اپنے بیٹے کا ...ک ہونے کی وجہ سے اتنے دن تک میرے ساتھ

مہربان سلوک کیا ہے اس کے سلسلے میں سمجھ لیجئے میں [illegible] ... خوشخبری دے رہا ہوں بات نہ تک [illegible] نہیں ہے اس وقت رازل شاہ میرے پاس ہے' بحالت ہوش وحواس ہے چنانچہ آپ مجھ پر پورا پورا بھروسہ رکھیئے۔ میں بہت جلد ان حالات کا خاتمہ کرنے کے بعد رازل شاہ کو آپ کے سامنے لے آؤں گا اور یہ میرا آپ سے وعدہ ہے اس ماں کے حوالے سے جس کے بارے میں ابھی آپ نے کہا تھا۔''

''اوہ خدایا! اوہ میرے خدایا کس منہ سے تیرا شکر ادا کروں' آہ کیا ایسا ہوسکتا ہے کیا ایک بار پھر میں اپنے بچہ کی صورت دیکھ سکتی ہوں...؟'' خانم گل چراغ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں اور اس وقت گوہر جہاں اور نوشاد بھی اپنی ہچکیاں نہ روک سکیں بڑا غم انگیز ماحول پیدا ہوگیا تھا' مہابت خان پتھرائی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا' اچانک اس نے کہا۔

''مگر ریٹا' ریٹا کے بارے میں تمہیں یہ تمام تفصیلات کیسے معلوم ہوگئیں؟''

'' مجھ پر جو الزامات لگائے گئے ہیں مہابت خان صاحب میں نے انہیں تسلیم کرنے سے کب انکار کیا ہے ہاں اگر آپ لوگوں کو تھوڑا بہت بھروسہ میری ذات پر ہوسکے تو صرف اتنا سمجھ لیجئے کہ اس وقت جب ریٹا کو میں نے آپ کے جسم کو سانپ سے ڈسواتے ہوئے دیکھا تھا تو میں نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ ایک اچھی خاتون نہیں ہیں اور بعد میں یہ احساس بھی ہوا مجھے کہ انہیں ہمراز بنائے بغیر کوئی راز معلوم نہیں ہوسکتا۔ اس بنیاد پر میں نے ان سے بے تکلفی کا ماحول پیدا کیا اور اگر اس بات کو میرا جرم سمجھا جارہا ہے تو میں نے اسے تسلیم کرنے سے کب انکار کیا ہے؟ باقی میں ان جیسی عورتوں پر تھوکتا بھی نہیں جو عورت اپنے شوہر کو نشے کا عادی بنا کر اس قدر ناکارہ کردے کہ اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ختم ہوجائیں' وہ ایک سازشی عورت تو ہوسکتی ہے ایک بیوی کسی طور نہیں' مہابت خان صاحب آپ اس کے سلسلے میں جذباتی ہیں لیکن وہ آپ کو صرف اپنے مقاصد کے حصول کا ذریعہ سمجھتی ہے اور اس کا اندازہ اگر آپ کچھ صلاحیتیں رکھتے ہیں تو اپنے طور پر خود لگا میں اگر میں جھوٹا ثابت ہوجاؤں تو پھر آپ کو اختیار ہوگا کہ میرے ساتھ اپنی پسند کا سلوک کریں۔'' مہابت خان اپنی جگہ سے اٹھا اور بے اختیار مجھ سے لپٹ گیا اس نے سسکتے ہوئے کہا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ایک خاندان بچالیا ہے تم نے' ایک خاندان کو نئی زندگی سے روشناس کیا ہے' کیا یہ صرف چند لمحات کی محبت کا صلہ ہے نہیں جہانگیر جمال شاہ' یہ تو وہ عمل ہے کہ ہمیں زندگی بھر تمہارا غلام رہ کر بھی ادائیگی کا احساس نہیں ہو سکے گا' کیا سمجھتے ہو تم اس بات کو کیا سمجھتے ہو...؟"

"بات صرف میری زبان تک محدود نہ سمجھی جائے' دراصل قدرت نے ہمیں بہترین موقع فراہم کیا ہے کہ محترمہ ریتا یہاں موجود نہیں ہیں' میں یہ ساری باتیں آپ کو بتانے کے بعد محترمہ ریتا کی زبان سے آپ کو پوری کہانی سنواؤں گا اور اب چونکہ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے مہابت خان صاحب اس لئے اس کا انتظام آپ کریں گے کوئی ایسی جگہ۔ جہاں سے آپ محترمہ ریتا کی اور میرے درمیان ہونے والی باتیں سن سکیں' اس کا انتظام براہ کرم کریجئے۔" مہابت خان اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے پھر میرے پاؤں پکڑ لئے وہ رو رو کر کہنے لگا۔

"ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت ہے اس خوفناک عورت سے بچنے کے لئے تمہاری امداد درکار ہے جہانگیر جمال شاہ اپنوں کے نام پر ان کے نام پر جنہیں تم پیار کرتے ہو ہماری یہ مدد کرو ہم کچھ نہیں کر سکتے' میں آج یہ محسوس کر رہا ہوں کہ درحقیقت ایک چالاک عورت ہے اور اس نے یہ پورا جال بڑی ذہانت سے پھیلایا ہے آہ اب ساری باتیں ایک ایک کر کے میرے ذہن تک پہنچ رہی تھیں مجھے ان تمام باتوں کا احساس ہو رہا ہے ان تمام گزرے واقعات کی تفصیل میری نگاہوں میں آ رہی ہے جو میرے اور ریتا کے درمیان گزرے ان میں کچھ عجیب چیزیں تھیں لیکن لیکن ذہنی طور پر ناکارہ ہونے کی وجہ سے میں نے انہیں محسوس نہیں کیا تھا' میں کس منہ سے تمہارا شکریہ ادا کروں جہانگیر جمال شاہ۔"

"اس کے بجائے اگر کوئی ایسی جگہ ممکن ہو سکے جہاں سے آپ ہم لوگوں کی باتیں سن سکیں تو اس کا بندوبست براہ کرم کر ڈالئے۔" گوہر جہاں نے فوراً ہی کہا۔

"میرے پاس ایسی جگہ موجود ہے بھائی جان کیا خیال ہے نیچے کا آخری کمرہ جس کے اطراف میں تین کمرے موجود ہیں آپ کو علم ہے کہ وہ کمرہ ہمیشہ ہمارے لئے سحر رہا ہے کیونکہ اس میں ہونے والی ہلکی سی آواز تینوں کمروں میں سنائی دیتی ہے۔"

"ہاں واقعی لیکن لیکن کیا ہم جہانگیر جمال شاہ کی بات کا اعتبار نہ کریں کہ اس کی اور ریتا کی گفتگو سننے کی کوشش کریں۔"

"نہیں مہابت خان صاحب اس میں کوئی ہرج نہیں ہے آپ کے دل کو سکون ہو جائے گا یہ میری آرزو ہے یہ میری خواہش ہے۔"

"تو پھر آؤ تمہیں وہ جگہ دکھا دی جائے۔"

"جو جگہ مجھے دکھائی گئی وہ واقعی عجیب و غریب قسم کی جگہ تھی غالباً کمرے کی ڈائریکشن ایسی تھی کہ اس میں ہونے والی ہلکی سی بات بھی دوسری جگہوں پر سن لی جائے' میں نے اس جگہ کو بے حد پسند کیا۔

شام کے تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ریتا واپس آ گئی میں نے اسے دور ہی سے دیکھا تھا چہرہ اجڑا ہوا تھا حلیہ خراب تھا' نجانے کہاں کہاں بھٹکتی رہی تھی' میں نے فوراً ہی اس تک پہنچنا مناسب نہیں سمجھا اور اس کمرے میں آ گیا جہاں پہلے سے انتظام کر لئے گئے تھے مجھے یقین تھا کہ ریتا مجھے تلاش کرتی ہوئی آئے گی' کمرے میں عمدہ قسم کا فرنیچر لگا ہوا تھا۔ میں ایک کتاب لے کر وہاں بیٹھ گیا' کوئی سوا نو بجے ریتا میرے پاس پہنچ گئی غسل وغیرہ سے فراغت کر کے آئی تھی اور نکھری نکھری محسوس ہو رہی تھی میں اسے دیکھ کر مسکرایا تو اس نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اگر تمہارا سہارا نہ ہوتا جہانگیر جمال شاہ تو اس وقت میں کتے کی موت ماری جاتی۔" میں نے پرخیال نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کام نہیں بنا"

"نہیں بالکل نہیں' کچھ پتا ہی نہیں چل رہا مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے تقدیر الٹ گئی ہے اور اب میرے پاس کرنے کے لئے کچھ نہیں رہ گیا ہے۔ آہ جہانگیر جمال شاہ نجانے مجھے یہ کیوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرے گرد تانے بانے بنے جا رہے ہیں اور کچھ دن کے بعد میں اس جال میں پھنس کر رہ جاؤں گی۔"

"نہیں ریتا میری زندگی میں ایسا ممکن نہیں ہو گا کہانی تم نے شروع کی تھی ریتا' کہاں سے شروع کی تھی مجھے تو اس کا بھی علم نہیں ہے تم کون ہو کیا ہو کس طرح تم نے زندگی کا آغاز کیا' یہ سب ایک پراسرار داستان ہے اور ریتا جن لوگوں کو اپنی زندگی میں شامل کیا جاتا ہے جنہیں آرزوؤں کا مرکز بنا لیا جاتا ہے کیا ان کے بارے میں

دل میں یہ خواہش بیدار نہیں ہوتی کہ انسان ان کی حقیقت کو جان لے۔" ریتا نے صوفے پر بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیں اور گہری گہری سانسیں لینے لگی میں نے خوبصورتی سے اسے راستے پر لایا تھا۔ چند لمحات اسی طرح خاموشی سے گزر گئے اب یہ ان لوگوں کا معاملہ تھا نہیں میں نے یہاں ہونے والی گفتگو سننے کی دعوت دی تھی کہ وہ مستعدی سے کام لیتے ہیں یا نہیں' اصولی طور پر اب انہیں ان کمروں میں پہنچ جانا چاہئے تھا' جہاں سے یہاں ہونے والی گفتگو سننے کا انتظام کر چکے تھے نہیں پہنچے تو جہنم میں جائیں۔ اس سے زیادہ مجھے ان کی تسلی سے اور کوئی غرض نہیں تھی' کچھ دیر کے بعد ریتا نے آنکھیں کھولیں اور کہا۔

"ہاں تمہارا یہ مطالبہ بالکل درست ہے جہانگیر جمال شاہ بات بہت پیچھے سے شروع کر رہی ہوں یوں سمجھ لو اس وقت سے جب میری عمر تیرہ سال تھی اسکول میں پڑھتی تھی وہیں میرے ساتھ زندگی کا وہ کھیل کھیلا گیا جو لڑکی کو عورت بنا دیتا ہے' میں نا سمجھ تھی' معصوم تھی لیکن وہ لوگ کھلاڑی تھے اور ان کھلاڑیوں نے مجھے پوری طرح اپنے جال میں پھانس لیا مجھے نشے کا عادی بنا دیا گیا اور میں ان کی انگلیوں کے اشاروں پر ناچتی رہی وہ ہر قسم کے جرائم کرتے تھے اور میں باقاعدہ ان کے جرم میں شریک رہتی تھی' انہوں نے میرے ذریعے لاکھوں ڈالر کمائے اور اس کے بعد میں نے انہیں چھوڑ دیا۔ میرا پرسان حال کوئی نہیں تھا۔ میرے سرپرستوں نے میری حرکتوں سے تنگ آ کر مجھ سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ میں نے اپنا ایک گروہ بنایا جو دس افراد پر مشتمل تھا' یہی دس افراد جو آج یہاں آ کر روپوش ہو گئے ہیں یا کسی مصیبت میں پھنس گئے ہیں میں اس گروہ کے ساتھ چھوٹے موٹے کام کرتی رہی' بہت بڑا کام کرنے کی ہمت مجھے کبھی نہیں ہوئی تھی' کیونکہ یورپ کی پولیس بہت مستعد ہے' غرض یہ کہ میرا یہ سلسلہ جاری رہا اور اس کے بعد جہانگیر جمال شاہ مجھے رازل شاہ مل گیا' رازل شاہ ایک سیدھا سادا دیہاتی نوجوان تھا میری محبت کے جال میں گرفتار ہو گا اور اس نے مجھ سے شادی کی آرزو کی رازل شاہ کا پس منظر معلوم کرنے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ رازل شاہ سے... زیادہ مہابت خان میرے لئے موزوں رہے گا' نہ میں رازل شاہ سے محبت کرتی تھی نہ مہابت خان سے' مہابت خان پر میں نے ڈورے ڈالے اور رازل شاہ کو خاموشی اختیار کرنا پڑی۔ وہ

سا بدول گیا تھا۔ میں نے مہابت خان سے شادی کر لی اور اس کے بعد یہاں پہنچ گئی اپنے دس آدمیوں کو میں نے سانپوں کے شکاریوں کی حیثیت سے یہاں روپوش کر دیا مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس سیدھے سادے ماحول میں مجھے اپنا کام کرنے میں مشکل پیش نہیں آئے گی پھر میں نے رازل شاہ کی موت کا ڈرامہ کھیلا اور اسے دھوکے سے یہاں بلوا لیا جب کہ اس کی لاش پہلے ہی یہاں آ گئی' رازل شاہ کو اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا' یہاں لا کر میں نے اسے دولت خان کے حوالے کر دیا جس سے میرا گٹھ جوڑ ہو چکا تھا' دولت خان کو تمام تفصیل بتاتے ہوئے میں نے کہا کہ رازل شاہ کے ذریعے جو لاکھوں روپے کی دولت حاصل ہو گی اس میں سے پچیس فیصد حصہ دولت خان کو دیا جائے گا چنانچہ رازل شاہ وہاں قید ہو گیا ادھر میں مہابت خان کو نشے کا عادی بنانے کے بعد اس حد تک لے آئی کہ کسی بھی لمحے اس کی موت کا اعلان کر سکوں میں انتظار میں تھی کہ کوئی مناسب وقت آ جائے تو میں اپنا کام سرانجام دے لوں' پھر اس دوران تم آ گئے اور میں نے تمہیں دیکھ کر اپنے دل میں یہ اندازہ لگایا کہ تم رازل شاہ سے کہیں زیادہ حسین' کہیں زیادہ طاقتور اور کہیں زیادہ مستعد نوجوان ہو اگر تمہارا سہارا مجھے حاصل ہو جائے تو رازل شاہ جیسے بیوقوف کی کیا ضرورت ہے' میں نے اپنا پلان بدل دیا میں نے فیصلہ کیا کہ رازل شاہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے وہ تو بے چارہ پہلے ہی مر چکا ہے کوئی سوچ بھی نہیں سکے گا کہ دوبارہ رازل شاہ کیسے مر گیا لیکن تم رازل شاہ کی حیثیت سے اس وقت منظر عام پر آ جاؤ جب مہابت خان' خانم گل چراغ اور دوسرے لوگ موت کے گھاٹ اتر چکے ہوں تم یہاں آ کر یہ کہو کہ تمہاری موت کا اعلان جھوٹا تھا' اس دوران رازل شاہ کی جو یورپ میں ایکٹیویٹیز رہی ہیں ان کی تفصیل پولیس کو حاصل ہو سکتی ہے اور پولیس اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گی کہ اصل رازل شاہ تو واقعی زندہ تھا اور اپنے کاموں میں مصروف تھا' اس طرح ڈیئر جمال شاہ تم میری زندگی کے مالک بن جاؤ اور اس کے بعد ہم اتنی دولت بٹوریں کہ خرچ بھی نہ کر پائیں اور پھر یورپ چل پڑیں' اس کے برعکس اگر رازل شاہ سے میں یہ کام لیتی تو مجھے اسے شیشے میں اتارنے کے لئے بڑی محنت کرنا پڑتی وہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا کہ اس کے اہل خاندان کیسے ہلاک ہو گئے' یہ پریشانی میرے لئے تھی لیکن میں نے فیصلہ کیا تھا کہ رازل شاہ کو

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کسی نہ کسی طرح اس کے لئے تیار کراوں گی لیکن اب تو کھیل ہی بدل گیا اور موجودہ صورتحال میں مجھے خطرہ ہو گیا ہے کہ کہیں میرے خلاف کوئی جال ہی نہ بن دیا گیا ہو یہ جال بننے والا کون ہو سکتا ہے۔ یہ بات میرے علم میں نہیں ہے ڈیئر جہانگیر جمال شاہ اس کے علاوہ میری اور کوئی کہانی نہیں ہے اور اب اس کہانی سے واقف ہونے کے بعد تمہیں مجھ پر پورا پورا اعتبار کر لینا چاہیئے میں دل وجان سے تم پر عاشق ہوں اور تمہارے ساتھ زندگی بسر کرنے کی خواہش مند اگر اس دولت میں سے مجھے کچھ بھی نہ حاصل ہو سکے تو مجھے پرواہ نہیں ہو گی۔ تمہارے ساتھ مل کر تو میں نجانے کیا کیا کر سکتی ہوں بس پریشانی یہ ہے کہ میرے وہ دس آدمی کہاں غائب ہو گئے رازل شاہ بھی اب میری تحویل میں نہیں رہا' دولت خان کا معاملہ میرے لئے انتہائی سنگین ہے آج دن بھر کوشش کرتی رہی ہوں لیکن یہ پتا نہیں چل سکا کہ یاقوت خان کے بجائے دولت خان کے اڈے پر کس نے چھاپا مارا اور کون رازل شاہ اور دوسرے تمام لوگوں کو لے گیا۔؟" ریتا نے پریشان لہجے میں کہا اور قریب رکھا ہوا پانی کا گلاس اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ لیکن وہ لوگ برداشت نہیں کر سکے تھے اچانک ہی کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور مہابت خان اندر داخل ہو گیا تھا۔ ریتا چونک کر اسے دیکھنے لگی اس نے پانی کا گلاس رکھا اور پھر تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"تم بغیر اجازت یہاں اس طرح؟" اس نے ایسے سوال کیا کہ جیسے مہابت خان کوئی معمولی آدمی ہو لیکن مہابت خان کے پیچھے خانم گل چراغ' گوہر جہاں اور نوشاد کو دیکھ کر ریتا چونک پڑی۔

"کیا تماشہ لگا رکھا ہے۔ تم لوگوں نے؟ کیا دیکھنے آئے ہو تم لوگ یہاں۔" مہابت خان آہستہ آہستہ ایک ایک قدم آگے بڑھا مجھے خوف محسوس ہوا کہ کہیں مہابت خان دیوانگی کے عالم میں ایسا کوئی عمل نہ کر بیٹھے جس سے ریتا کی زندگی چلی جائے' ابھی ایسا کوئی عمل میں نہیں چاہتا تھا' میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کیسے مہابت خان صاحب آپ نے اپنی محترمہ اہلیہ کی تمام گفتگو سن لی؟۔"

"ہاں' جہانگیر جمال شاہ میں نے ساری باتیں سن لی ہیں۔"

"کک... کیا مطلب...؟" ریتا بوکھلا کر کھڑی ہو گئی' مہابت خان نے آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکی اور ہنستے ہوئے بولا۔

"نہیں ریتا ڈیئر نہیں کوئی بات نہیں ہے' کوئی بات نہیں ہے تمہیں اس بات کا اندازہ ہے ریتا کہ میں نے جب سے تم سے شادی کی ہے تمہاری کسی بات سے انحراف نہیں کیا۔ دل وجان سے چاہا ہے میں نے تمہیں تمہاری ہی خوشی کے لئے ریتا میں نے اپنی یہ حالت کر لی ہے' حالانکہ میری ماں ہے' بہن ہے' بھائی بھی تھا میرا سب کچھ تھا ریتا لیکن میں نے ان سب سے بڑھ کر تمہیں چاہا ہے تم ریتا تم نے تم نے یہ سب کچھ دولت کے لئے کیا۔ ایک بار مہابت خان سے یہ کہہ تو دیتیں کہ تمہیں کیا چاہیے بہت بڑا آدمی ہوں میں اپنے علاقے کا بہت بڑا آدمی ہوں' ہر خوشی پوری کر دیتا تمہاری' ہر خواہش پوری کر دیتا اگر تم کہتیں کہ تمہیں میرا دولت بھرا گھر میری جائیداد چاہئے ریتا تو سب کچھ تمہاری قدموں میں ڈال دیتا تم نے ایسا کیوں کیا' ڈیئر تم نے ایسا کیوں کیا...؟۔"

"جہانگیر جمال شاہ۔" ریتا نے خونخوار آنکھوں سے مجھے دیکھا۔

"تم نے تم نے میرے ساتھ یہ فراڈ کیا ہے تم نے ان لوگوں کو میری باتیں سنائی ہیں کیا کیا' اوہ میرے خدا' او مائی گاڈ' میں نے پہلے کیوں نہیں سوچا کہ سانپ آستین میں پل رہا ہے میں نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ جو جال میرے گرد بچھایا گیا ہے اس کے بچھانے والے تم ہو سکتے ہو' تم نے یہ سب کچھ کیا ہے جہانگیر جمال شاہ کیوں آخر کیوں...؟"

"چھوڑو ریتا تمہیں ایسے کچے سہارے نہیں حاصل کرنے چاہئے تھے' میں کل بھی تمہارا تھا آج بھی تمہارا ہوں اور آئندہ بھی تمہارا رہوں گا' مسٹر جہانگیر جمال شاہ براہ کرم چند لمحات کے اندر اندر آپ یہ عمارت چھوڑ دیجئے میں آپ کو ایک لمحہ یہاں نہیں برداشت کر سکتا ریتا نے جو کچھ کیا ہے اس کا ذمہ دار میں ہوں سمجھ رہے ہیں آپ۔"

خانم گل چراغ' گوہر جہاں اور نوشاد کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا تھا' مہابت خان نے آگے بڑھ کر ریتا کے گلے میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے قریب کر لیا اور بولا۔

"یہ میرے تحفظ میں ہے میں نے جب اس سے شادی کی تھی تو اسے ہر طرح کے تحفظ کی ضمانت دی تھی اور آج بھی ایسے میں اس کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہوں بہت عظیم عورت ہے یہ تم لوگ اس کی گرد کو بھی نہ چھو سکو گے' میں نے اپنی زندگی میں اتنی ذہین عورت نہیں

بھی' میں ریتا کی ذہانت پر ناز کرتا ہوں۔" مہابت خان نے ریتا کو اپنے بالکل قریب کھینچ لیا' تبھی خانم گل چراغ بھڑک کر بولی

"مہابت خان' آج سے پہلے میں ہمیشہ تیری عزت کرتی رہی ہوں میں نے تجھے بہت کچھ سمجھا' بہت کچھ دیا' لیکن آج تو نے اپنی عزت میری آنکھوں سے کھو دی ہے یہ جاننے کے باوجود کہ ریتا نے ہمارے رازل شاہ کو اذیتیں دی ہیں۔ یہ جاننے کے باوجود کہ وہ ہم لوگوں کو قتل کرنا چاہتی تھی تو اس کی طرفداری کر رہا ہے۔"

"ہاں مادر مہربان کیونکہ مجھ سے زیادہ بزدل' مجھ سے زیادہ ناکارہ' مجھ سے زیادہ ذلیل اور بے غیرت انسان روئے زمین پر دوسرا نہیں ہو گا۔ میں' میں اپنا فیصلہ خود کرتا ہوں مہا مادر مہربان' ریتا' ریتا میری زندگی ہے اور میں اپنی زندگی ختم کر رہا ہوں۔" مہابت خان نے اچانک ریتا کی کمر سے ہاتھ نکال کر اس کی گردن میں ڈال دیا اور اچانک ہی ریتا کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخیں نکلنے لگیں۔ میں مہابت خان کی طرف لپکا تو اس نے پستول نکال کر اس کا رخ میری جانب کر دیا۔

"نہیں' ہم لوگ اپنے ذاتی معاملات میں بیرونی مداخلت برداشت نہیں کرتے مسٹر جہانگیر جمال شاہ' اگر تم دو قدم آگے بڑھے تو' تو میں خودکشی کر لوں گا۔" مہابت خان نے پستول میری طرف سے ہٹا کر اپنی کنپٹی پر رکھ لیا' لمحہ لمحہ سچویشن بدل رہی تھی' بڑی ڈرامائی کیفیت پیدا ہو گئی تھی ریتا مہابت خان کی مضبوط کلائی کی گرفت میں پھڑپھڑا رہی تھی' میں نے محسوس کیا تھا کہ اس کا چہرہ نیلا پڑتا جا رہا ہے وہ ہر ممکن کوشش کر رہی تھی' یہاں تک کہ وہ مہابت خان کے بازو میں لٹک گئی' اس کی زبان باہر نکلنے لگی تھی' آنکھیں ابلی پڑ رہی تھیں' میں نے ایک بار پھر کہا۔

"مہابت خان اس عورت کی ضرورت ہے ہمیں' مہابت خان آئندہ اقدامات کے لئے۔" مگر مہابت خان جیسے بہرہ ہو گیا تھا وہ ریتا کی گردن دباتا رہا اس کے چہرے پر خوفناک تاثرات تھے اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کتیا کی بچی سمجھتی تھی کہ زہر کھلا کر مجھے ناکارہ کرنے کی کمزور کر دے گی' ہو چکا ہوں ناکارہ' کمزور ہو چکا ہوں اگر ایسا نہ ہوتا تو کلائی کی معمولی سی جنبش تجھے زندگی سے محروم کر دیتی لیکن تو ابھی تک زندہ ہے اس لئے کہ تو اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئی ہے لیکن لیکن تو نے دیکھا کہ تجھے اپنے گناہ کی کیا سزا مل رہی ہے ہم لوگوں کو زندگی سے محروم کرنے آئی تھی کتیا' ہم لوگوں کو...۔"

مہابت خان نے کچکچا کر گردن پر مزید دباؤ ڈالا اور اس پر بھی ریتا کی جان نہ نکلی تو دفعتہ ہی اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پستول کو اس کے سینے پر رکھا اور دھائیں دھائیں کر کے چھ گولیاں اس کے بدن میں اتار دیں' ریتا بے جان ہو کر زمین پر گر پڑی' یہ صورتحال ایسی تھی کہ میں بھی کچھ نہیں کر سکا تھا' زمین پر خون پھیل رہا تھا اور مہابت خان ریتا کے جسم کو ٹھوکریں مار رہا تھا' اس نے نہایت ڈرامائی انداز میں ریتا کی زندگی کا خاتمہ کر دیا تھا کمرے کی فضا میں ایک بھیانک سکوت ایک چیختا ہوا سناٹا طاری تھا' ذہن پھٹے جا رہے تھے' ریتا کی لاش بھیانک ہو گئی تھی اس کی زبان اور آنکھیں بھی باہر نکلی ہوئی تھیں اور جسم میں بہت بڑا سوراخ ہو گیا تھا جس سے خون مسلسل ابل رہا تھا۔ میں بھی سکتے میں تھا۔ خانم گل چراغ' گوہر جہاں اور نوشاد بھی پتھر کے بتوں کی مانند ساکت کھڑی ہوئیں تھیں مہابت خان نے پستول ایک طرف ڈال دیا اور میری طرف دیکھ کر آہستہ سے بولا۔

"مجھے معاف کرنا جہانگیر شاہ شدت جذبات میں' میں اپنے آپ پر قابو نہ پا سکا۔ اگر یہ تمہارے لئے ضروری تھی تو میں دونوں ہاتھ جوڑ کے تم سے معافی مانگتا ہوں کہ تم اس کی کسر کسی اور شکل میں پوری کر لینا... ہم لوگ کچھ روایتیں رکھتے ہیں اور ان روایتوں کو پامال کرنا ہمارے لئے بہت بڑی گالی ہوتی ہے۔ یہ عورت' یہ فرنگی عورت بے شک میری کمزوری تھی لیکن اس نے جو فریب مجھے دیا اس کے بعد یہ میری ذمہ داری تھی کہ اسے ایک لمحہ بھی اس دنیا میں سانس نہ لینے دوں۔ اگر تم اس بات سے خوفزدہ ہو کہ میں قاتل بن گیا ہوں تو جہانگیر جمال شاہ میرے دوست بس تم مجھے معاف کر دینا اور میرے خلاف کوئی کاروائی نہ کرنا اس لئے کہ یہ سب کچھ میں نے ایک مجرم عورت کے ساتھ کیا ہے باقی ہم اپنے معاملات خود طے کر لیا کرتے ہیں۔ اس کی لاش بھی دستیاب نہ ہو سکے گی اس کی ہڈیوں کا سرمہ بھی کسی کو نہ مل سکے گا کیونکہ اس کی جلی ہوئی ہڈیاں دور دور تک راکھ کی شکل میں بکھری ہوئی ہوں گی اور یہ کام میرے لئے مشکل نہیں ہو گا۔ براہ کرم جہانگیر جمال شاہ ابراہ کرم جہانگیر مجھے اس عمل کے لئے معاف کر دینا۔ معاملہ تمہاری اپنی ذات کا نہیں بلکہ میرے اپنے خاندانی وقار کا

..."

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں مہابت خان کے الفاظ کی ٹھوس کیفیت کو محسوس کررہا تھا' یہ اندازہ تو مجھے بھی ہوگیا تھا کہ مقامی طور پر مہابت خان کوئی معمولی آدمی نہیں ہے بلکہ اس کا اپنا ایک انداز ہے رہتا وقت سے پہلے اپنے انجام کو پہنچ گئی تھی۔ مہابت خان اس کو معاف نہیں کرسکا تھا اور چند لمحوں کی مہلت بھی نہیں دے سکا تھا میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"نہیں مہابت خان صاحب آپ اطمینان رکھیے' میں نے جو وقت یہاں گزارا ہے ہر قیمت پر اس کی ادائیگی کرنا چاہتا تھا اور باقی بھی جو کچھ ہوا ہے میں سمجھتا ہوں وہ فطرت کے عین مطابق ہے اور میرے لئے شکایت کا کوئی موقع نہیں ہے۔ بہرحال مجھے حکم دیجئے کہ اب میں کیا کروں...؟"

"میرے رازل شاہ کو جس قدر جلد ممکن ہو مجھ سے ملا دو۔ تم تصور نہیں کرسکتے کہ میری کیا کیفیت ہے۔۔"

"رازل شاہ کے لئے آپ کو بہرطور کچھ وقت انتظار کرنا ہوگا۔ کیونکہ وقت سے پہلے اسے منظر عام پر لے آنا اس کی زندگی کے لئے اصل خطرہ بن سکتا ہے" میں نے جواب دیا۔

"اچھا صرف اتنا بتادو آخری بار بتادو کہ وہ محفوظ ہاتھوں میں ہے' کیا تم نے اس کے تحفظ کا بندوبست کیا ہوا ہے کیا وہ بالکل محفوظ ہے.....؟۔"

"ہاں میں اس کی طرف سے آپ کو اطمینان دلاتا ہوں۔۔"

"ٹھیک ہے جہاں اتنا صبر کیا ہے ہم نے وہاں اور بھی صبر کرلیں گے۔ اب خانم آپ جائیے... میں اپنے کئے کی سزا بھگت لوں' گوہر جہاں بہن آپ بھی جائیں آپ سب سے معذرت خواہ ہوں میں ویسے اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو مجھے فوراً بتادیں جہانگیر جمال شاہ یہ نئی زندگی جو تم نے ہم لوگوں کو بخشی ہے اگر تمہارے کام آجائے گی تو ہم سمجھیں گے کہ اس کا مصرف بالکل صحیح رہا ہے۔"

"نہیں شکریہ" میں نے کہا اور خاموشی سے اس کے کمرے سے واپس باہر نکل آیا۔ اب یہ سارا معاملہ درحقیقت انہی لوگوں سے تعلق رکھتا تھا ویسے اصولی طور پر اب مجھے یہاں نہیں رکنا چاہئے تھا چنانچہ اپنے کمرے میں آکر میں تیاریاں کرنے لگا۔ ضروری تھا کہ میں یہاں سے چلا جاؤں' لیکن پھر دل میں یہ خیال آیا کہ رازل شاہ کو کم از کم یہاں پہنچانے کے بعد یہاں سے نکلنا زیادہ مناسب رہے گا ویسے تو میرے قیام کے لئے گیسٹ ہاؤس میں جگہ تھی' راجہ سبحان کی طرف بھی نکل جاتا تو کوئی مسئلہ نہیں ہوتا میں ابھی ان تیاریوں میں مصروف ہی تھا کہ گوہر جہاں آگئی اور مجھے یہ سب کچھ کرتے دیکھ کر اس کا چہرہ ستا گیا۔ وہ دردمندی سے کھڑی عجیب سے نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر دو قدم آگے بڑھی' میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور کہا...

"بہن گوہر جہاں..."

"ہاں رشتے بہرطور ترتیب دے لئے جاتے ہیں' یہ ہماری رسم ہے' روایت ہے' رواج ہے کسی سے کوئی نہ کوئی طرز مخاطب تو رکھنا ہی پڑتا ہے مگر نجانے کیوں تمہارے بہن کہنے کے انداز میں ایک عجیب سی بات ہے جو دوسری باتوں سے مختلف محسوس ہوتی ہے۔"

"کیا مطلب' میں سمجھا نہیں بہن گوہر جہاں' میں نے اس کی باتوں کو سمجھتے ہوئے بھی نہ سمجھنے کا اظہار کیا

"جارہے ہو...؟"

"ہاں جانا تو ہے..."

"کیوں...؟"

"اس میں کیوں کی کیا بات ہے' جانا تو مجھے ہے گوہر جہاں آپ خود بتائیے میں کب تک یہاں رہ سکتا ہوں۔ ؟"

"ہاں جانا تو ہے... اس سے کون منع کرتا ہے لیکن آپ اپنا وعدہ بھول گئے شاید..."

"وعدہ..."

"ہاں..."

"پلیز گوہر جہاں کھل کر بات کریں' کیا کہنا چاہ رہی ہیں آپ...؟"

"رازل شاہ کو زندہ کردیا ہے تم نے۔ اس کو ہم تک پہنچا تو دو اس کے بعد اجنبی ہوجانا۔ مان لیں گے ہم تمہیں اجنبی' اس کی شکل میں یہاں موجود ہو۔ اس کی شکل یہاں چھوڑ جاؤ پھر چلے جانا جہانگیر..."

میں سوچ میں ڈوب گیا... میں نے آہستہ سے کہا..." دن میں... میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا آپ لوگوں سے وعدہ کیا تھا میں نے کہ اس کے بعد یہاں سے چلا جاؤں گا۔ میں تو شاید کچھ اور وقت بھی یہاں رکتا۔ لیکن مجھ سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ میں یہ جگہ چھوڑ دوں۔"

گوہر جہاں سسک سسک کر رو پڑی اس نے روتے

ہوئے کہا۔

"اتنے احسانات کررہے ہو ہمارے اوپر۔ اتنے احسانات کررہے ہو' اتنا بڑا احسان کیا ہے یہ ایک احسان اور نہیں کروگے؟"

"سمجھا نہیں۔"

"ہمارے الفاظ پر ہمیں معاف نہیں کروگے" گوہر جہاں نے کہا۔

"ارے نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں..."

"تو پھر مت جاؤ جہانگیر' ہمیں معاف کردو' ہماری بات کو بھول جاؤ۔"

"میں نے کہا نا ایسی کوئی بات نہیں' میں آپ لوگوں سے کوئی فرمائش نہیں رکھتا۔ لیکن بہرحال ایک بار پھر اپنے وہی الفاظ دوہراؤں گا گوہر جہاں کہ جانا تو تھا مجھے۔"

"ابھی نہ جاؤ جہانگیر۔ ابھی نہ جاؤ میرے بھائی۔ تمہارا احسان ہوگا۔ مجھ پر' رک جاؤ' معاف کردو ہم بدنصیبوں کو' دیکھو کتنی بڑی مصیبت کا شکار ہوئے ہیں تم نے ہمیں زندگی کی سب سے بڑی خوشی دی ہے تم ہی چلے جاؤ گے تو ہم اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کرسکیں گے کچھ وقت اور رک جاؤ تمہارا احسان ہوگا مجھ پر۔"

عقب سے خانم گل چراغ بھی اندر آگئیں۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر میری جانب بڑھیں۔ اور مجھے سینے میں بھینچ لیا۔

"جاؤ گے... جاؤ گے بولو... چلے جاؤ گے؟"

"نن... نہیں مادر مہربان' جب تک آپ کی اجازت نہ ہوگی کیسے جاؤں گا۔"

"ماں کہہ رہے ہو' ماں کا مذاق تو نہیں اڑاؤ گے بیٹا بن کر دکھاؤ گے نا...؟"

"بالکل۔ یقین کریں میں آپ کا بیٹا ہی ہوں۔"

"تو ابھی نہ جاؤ' جب تک میں تمہیں اجازت نہ دوں یہاں سے نہ جاؤ' میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں' مجھے معاف کردو ہم سب تم سے شرمندہ ہیں' بہت شرمندہ ہیں۔"

"ٹھیک ہے مجھے اعتراض نہیں ہے" میں نے جواب دیا۔ بہت دیر تک یہ دونوں میرے ساتھ رہیں میں نے مہابت خان کے بارے میں پوچھا تو گوہر جہاں نے بتایا...

"مہابت خان دھن کے پکے ہیں' جو کہتے ہیں کرکے دکھاتے ہیں اس کی لاش اٹھا کر لے گئے ہیں۔ ریتا چلی تو گئی ہمارے درمیان سے لیکن ہمارے دلوں پر ایسی خلش چھوڑ گئی ہے کہ جب بھی اس کے بارے میں سوچیں گے یہ فیصلہ نہیں کرپائیں گے کہ اسے معاف کردیں یا' یا اس سے نفرت کریں..."

"بہرحال اس کی کہانی ختم ہوگئی ہے اور مجھے خوشی ہے کہ یہ کہانی تاریکی میں نہ رہی بلکہ آپ لوگوں نے اس پر پورا پورا یقین کیا۔"

"کچھ کہہ بھی تو نہیں سکتے ان الفاظ کے جواب میں۔ اچھا اب تم آرام کرو۔ رات کا کھانا تو خراب ہو ہی چکا ہے کھاؤ گے...؟"

"آپ یقین کریں ایسی بات نہیں ہے کہ میں کلفاً انکار کردوں کھانا کھانے کو واقعی جی نہیں چاہ رہا۔"

"پھر بھی ڈنر روم میں آنا پڑے گا' جو کچھ بھی کھایا جائے کھالینا۔ کم از کم تمہارے اعزاز میں ہم لوگ بھی کھالیں گے۔"

ڈنر روم میں گیا۔ تو شاد ڈنر ٹیبل پر موجود نہیں تھی میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو خانم گل چراغ نے کہا..."

"دروازہ بند کئے بیٹھی ہے دروازہ ہی نہیں کھولتی میں تو سمجھتی ہوں کہ اسے تو نئی زندگی ملی ہے۔ آہ اس کے دل میں میں نے جھانکا ہے میں نے جھانکا ہے اس کے دل میں' آہ میں اس دل کی ویرانی کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا کھانا کھایا گیا۔ مہابت خان بالکل پرسکون تھا اور زیادہ خوش وخرم نظر آرہا تھا کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد کافی پیتے ہوئے اس نے مجھ سے کہا۔

"جہانگیر جمال شاہ میں نے گندگی اپنے گھر سے نکال دی ہے' جہاں تک نشہ آور ادویات کا تعلق ہے تو میں اپنی ماں سے وعدہ کرچکا ہوں کہ آج کے بعد انہیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ اپنی قوت ارادی سے کام لے کر اس تکلیف کو رفع کروں گا جو وہ بدبخت عورت مجھے دے گئی ہے۔"

"آپ نے اس کی لاش کا کیا کیا مہابت خان صاحب"

"دھن کا پکا ہوں جہانگیر جمال شاہ میں نے اسے اس طرح خاکستر کردیا کہ اب اس کی راکھ بھی کسی کو نہیں مل سکتی۔"

"ہوں۔ بہرحال کچھ افسوسناک واقعات تو ہوئے ہیں"

"تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ان کا۔ برائی کی گئی تھی ہمارے ساتھ اور ہم نے بروں کو فنا کیا ہے کوئی ایسی بات نہیں ہے تم اس سلسلے میں بھول کر بھی نہ سوچو جہانگیر جمال شاہ' مہابت خان نے کہا اور میں خاموش ہوگیا

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

...بہرحال پھر کوئی ایسی بات نہ ہوئی جس کا تذکرہ کیا جاتا۔ رات کے تقریباً ساڑھے بارہ بجے ہوں گے کہ دروازے پر ہلکی ہلکی آہٹیں سنائی دیں۔ پھر ایک سرگوشی ۔

"سو رہے ہو... ؟"

"میں چونک پڑا" اچھل کر بیٹھ گیا آنے والی نوشاد تھی پہلے میں اس کی آواز پہچان نہیں سکا تھا نوشاد کو دیکھ کر میرا چہرہ ست گیا نوشاد آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے قریب آگئی تھی پھر وہ گھٹنوں کے بل بیٹھی اور اس نے میرے پاؤں چھونے کی کوشش کی میں نے پاؤں پیچھے ہٹا لئے تھے۔

"یقین کرو زندگی میں کبھی کسی کے سامنے سر نہیں جھکایا یقین کرو ساری زندگی ایک سرکش گھوڑے کی مانند بسر کی ہے لیکن آج تمہارے قدموں میں جھک رہی ہوں جہانگیر جمال شاہ تم نے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ اگر میں نے تم سے مزید بدکلامی کی تو معافی کے دروازے سے بند ہوجائیں گے ۔ میں ان دروازوں کو کھولنے آئی ہوں' یہ دروازے کھول دو جہانگیر جمال شاہ' مجھے معاف کردو' مجھے معاف کردو۔ مجھے معاف کردو..."

میں اسے دیکھتا رہا پھر میرے ہونٹوں سے ہنسی نکل گئی اچھا اچھا اب کھڑی ہوجائے مس نوشاد۔ دیوانگی کا مظاہرہ ختم کردیا آپ نے اب تو آپ ہوشمند ہوگئی ہیں۔

"معاف کردو گے مجھے ؟"

"جی کردیا میں نے آپ کو معاف..." میں نے کہا اور اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ عجیب سے جذبات اس کے چہرے سے نظر آرہے تھے اس نے کہا۔

"بہت خود غرض ہوتا ہے انسان' بہت خود غرض ہوتا ہے میں تسلیم کرتی ہوں کہ شاید میں ان انسانوں میں سب سے زیادہ خود غرض عورت ہوں اس وقت تمہاری عزت کرنا شروع کی جب مجھے اپنے مستقبل کا یقین ہوگیا۔ ہاں جہانگیر جمال شاہ جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ ؟ یہ ایک سچ ہے یہ ایک بہت بڑا سچ ہے لیکن ایک سچ اور بھی ہے جہانگیر جمال شاہ..."

"وہ کیا... ؟"

"تم... تم... تم عظمت کے مینار ہو تم نے مجھ بدنصیب کی تقدیر کو جو روشنی دی ہے میں... میں مرتے دم بھی اس سے منحرف نہیں ہوسکوں گی۔"

"میں خود تمہارا احترام کرتا ہوں نوشاد' سچی بات یہ ہے کہ مشرق کی وہ تمام روایات تمہارے اندر موجود ہیں جو مشرق کا سہاگ سمجھی جاسکتی ہیں۔ تم نے جس اجڑ کے ساتھ یہ بات کہی تھی کہ رازل شاہ زندہ ہے وہ نہیں مرا۔ تمہارا دل یہ بات کہتا ہے اس اعتماد نے میرے دل میں بھی تمہارے لئے بہت بڑا مقام پیدا کردیا ہے۔ بہرحال میری طرف سے اپنے رازل شاہ کی زندگی کی ایک بار پھر مبارکباد قبول کرو۔"

نوشاد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحات اسی طرح کھڑی رہی پھر گردن جھکائے وہاں سے نکل گئی۔ میں دیر تک اسی کے اس انداز پر مسکراتا رہا تھا۔

پھر باقی رات بھی اسی طرح سوتے جاگتے گزر گئی دوسرا دن بڑا پرمسرت تھا۔ نوشاد کی تو رات بھر میں جیسے صورت ہی بدل گئی تھی ۔ مہابت خان' گوہر جہاں اور خانم گل چراغ بھی مسرور نظر آرہی تھیں۔ خانم گل چراغ نے آہستہ سے کہا۔

"رازل شاہ کے بارے میں کچھ بتاؤ گے کہ کب تک کب تک... ؟"

"آج بھی ہوسکتا ہے... خانم آج بھی ہوسکتا ہے یہ سب اب تھوڑی دیر کے بعد میں جاؤں گا اور صورت حال کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔"

"ہم لوگ رات بھر نہیں سوئے تم ہماری سرخ آنکھوں سے اندازہ لگا سکتے ہو۔ بھلا کہیں یہ رات سونے کی رات تھی یہ رات تو جاگنے کی رات تھی۔"

"میں سمجھتا ہوں اور آپ لوگ بالکل یہ تصور نہ کریں کہ میں جان بوجھ کر آپ کو ان کیفیات سے گزار رہا ہوں۔ یہ نہایت ضروری تھا خانم گل چراغ' لیکن شاید آج... شاید آج سارے مسائل حل ہوجائیں۔"

اور اس کے بعد میں کوٹھی سے نکل آیا ۔ راجہ سجان سے ملاقات کرنا ضروری تھا۔ محتاط رہنا بھی ضروری تھا۔ اور کوٹھی سے نکلنے سے پہلے میں نے اپنے چاروں ساتھیوں کو بہت زیادہ مستعد کردیا۔

راجہ سجان اپنی کوٹھی میں موجود تھے انہوں نے میرا پرجوش استقبال کیا اور مسکرا کر بولے۔

"کام ہوگیا جہانگیر جمال شاہ۔"

"گڈ ویری گڈ... آپ کو کس نے اطلاع دی۔"

"کرنل شہباز نے... انہوں نے مجھے تمام رپورٹیں دی ہیں وہ بے حد مصروف تھے' ورنہ خود تمہارے پاس پہنچ جاتے۔"

"کیا ہوا ؟۔"

"دولت خان گرفتار ہوگیا ہے اسے بتایا گیا کہ اس کے بارے میں تمام تفصیلات یاقوت خان نے مہیا کی ہیں تو بس یہ بات سن کر دولت خان نے بھی زبان کھولدی۔"

"خوب بہت خوب۔ رازل شاہ کی کیا کیفیت ہے۔"

"ٹھیک ہے بس اسی کوٹھی میں بلالیا ہے میں نے اسے' ظاہر ہے ابھی اسے مہمان رکھنا تھا۔ تمہاری کیا رائے ہے ہم اسے اپنے ساتھ رکھیں یا جانے کی اجازت دے دیں ؟"

"میں اسے اپنے ساتھ لئے جارہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی" راجہ سجان نے کہا ۔

"گرفتاریاں مکمل ہوگئیں... ؟"

"کام ہورہا ہے' ساری پوزیشن کرنل شہباز نے سنبھال لی ہے ۔ ہاں اس نے ایک خط بھی دیا ہے تمہارے نام۔"

میں نے کرنل شہباز کا دیا ہوا خط پڑھا اس خط میں اس نے تفصیلات مہیا کی تھیں اور اعتراف کیا تھا کہ میری حاصل کردہ معلومات سے اسے کیا فائدہ پہنچا ہے اس نے یہ بھی کہا تھا کہ تمام تر رپورٹس آرمی ہیڈ کوارٹر کو پہنچائی جائیں گی لیکن جہانگیر جمال شاہ کے حوالے سے۔

"ضرورت نہیں تھی اس کی راجہ سجان' مجھے نام ونمود کا کوئی شوق نہیں ہے کام ہونا تھا' کام کرنا تھا' ملک دشمنوں کے خلاف سو ہوگیا۔ بہرحال مجھے اب یہ معلوم کرنا ہے کہ میری کسی مدد کی ضرورت تو نہیں ہے..."

کرنل نے اپنے خط میں لکھ بھی دیا ہے شاید زبانی بھی مجھ سے کہہ دیا تھا کہ اب ساری سچویشن اب اس کے کنٹرول میں ہے اس لئے تم بری الذمہ ہو...

"گڈ ویری گڈ' رازل شاہ کہاں ہے اسے بلا دیجئے" میں نے کہا۔

"ابھی بلاتا ہوں" راجہ سجان نے جواب دیا۔

مجھے امید نہیں تھی کہ کام اس برق رفتاری سے مکمل ہوگیا ہوگا... بہرحال صورت حال اطمینان بخش تھی رازل شاہ سے ایک تنہا کمرے میں میری ملاقات کرادی گئی ۔ وہ مجھے دیکھ کر پھیکے سے انداز میں مسکرایا تھا۔

"ہیلو رازل شاہ" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہیلو مسٹر جہانگیر جمال شاہ... کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ میری زندگی کی صبح کب ہوگی ؟۔" "میں اپنے اہل خاندان سے کب مل سکوں گا کیا ایسا ممکن ہوسکتا ہے... ؟

"رازل شاہ خاصا اعصاب کشیدہ نظر آرہا تھا۔ میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں رازل شاہ..."

"ضرور جہانگیر... مجھے بتاؤ کیا... ؟"

"اپنے اہل خاندان کے لئے تمہارے دل میں کیا گنجائش ہے ؟۔"

"مہابت خان میرے بھائی ہیں۔ خانم گل چراغ میری ماں... گوہر جہاں میری بہن... اور... اور..."

"ہاں اور..."

"ایک اور شخصیت بھی ہے وہاں' جس کا تعلق میری زندگی سے بہت گہرا ہے' میں نے درحقیقت مسٹر جہانگیر جمال شاہ اس بات کی مخالفت کی تھی کہ ہمیں تعلیم کے لئے یورپ بھیجا جائے' مجھے ابتدا ہی سے یورپ پسند نہیں تھا۔ جب کہ بھائی مہابت خان وہاں کی کہانیوں سے بہت متاثر تھے ۔ اور وہاں جانا چاہتے تھے ۔ یورپ نے ...ی دور ہر ۔ وہ کچھ نہیں دیا مجھے خوشی ہے کہ اب مجھے اپنے وطن واپس آنا نصیب ہوا ہے زندگی میں یہ جو کچھ ہوا تھا یہ شاید تقدیر کا ایک حصہ تھا لیکن اب میں سوچتا ہوں کہ اپنی بقیہ زندگی اپنے وطن ہی میں گزاروں"

"کب چلنا چاہتے ہیں اپنے گھر... ؟"

"اگر میرے بس میں ہو تو آج... اور ابھی..."

"تو پھر آیئے گھر چلتے ہیں..." میں نے کہا اور رازل شاہ اچھل کر کھڑا ہوگیا...

"کک کیا واقعی... ؟"

"ہاں..."

"مجھے خطرہ تو نہیں ہے... ؟"

"میرا مطلب ہے وہ لوگ جو یہاں... جو یہاں کی تقدیر اپنی مٹھی میں جکڑے ہوئے ہیں..."

"یہاں کی تقدیر کو ان کی مٹھی سے نکال لیا گیا ہے رازل شاہ..."

"کیا مطلب... ؟"

"وہ لوگ گرفتار ہوچکے ہیں۔"

"کیا دولت خان بھی... ؟"

"ہاں"

"اوہ میرے خدا... اوہ میرے خدا... رازل شاہ مسرت بھرے لہجے میں بولا ۔ "اور یہ کارنامہ بھی آپ نے ہی

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سرانجام دیا ہے مسٹر جہانگیر جمال شاہ...“
”تمہارا مشکل ہوں دوست اور اس کارنامہ پر تم بھی فخر کر سکتے ہو...“

”ریتا کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے...؟“
”کک کیا مطلب...؟“
” ریتا... کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ اس کی شادی مہابت خان سے ہو گئی تھی؟“
”ہاں...“
”اور ریتا نے تم سے اس بارے میں کیا کہا تھا رازل شاہ...؟“
”کچھ نہیں وہ ایک شاطر عورت ہے اور آپ یقین کیجئے بلکہ میں یہ بات ثابت کردوں گا کہ اس نے ہمارے اہل خاندان کے خلاف گہرا جال بچھایا ہوا ہے کبھی کسی زمانے میں مجھے اس سے محبت تھی لیکن اب میں اس سے نفرت کرتا ہوں۔ اگر مجھے گوہر پنا نصیب ہو گیا اور واقعی مجھے زندگی ملی تو میں مہابت خان سے کہوں گا کہ ریتا جیسی عورت سے چھٹکارا حاصل کرلینا چاہئے۔ مجھے اگر اجازت مل جائے تو میں تو اس سے اپنی تمام مصیبتوں کا انتقام لے لوں...“
”گڈ... آیئے پھر گھر چلتے ہیں۔“

رازل شاہ کو شاید یقین نہیں آرہا تھا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ درست ہے۔ بہرحال وہ میرے ساتھ آیا البتہ اب یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اب میرا وہاں رکنا مناسب نہیں ہے اور مجھے پہلی فرصت میں وہاں سے نکل جانا چاہئے“ میں مزید کسی الجھن میں پڑنے کا خواہش مند نہیں تھا۔

جب میں اور رازل شاہ کوٹھی میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے گوہر جہاں سے ملاقات ہوئی۔ گوہر جہاں کسی کام سے کوٹھی کے بیرونی حصے سے باہر آئی تھیں، رازل شاہ کو میرے ساتھ دیکھ کر ان کے ہاتھوں میں جو کچھ تھا وہ گر پڑا۔ دو مشکل ان کے سامنے تھا۔ پھر وہ سحر زدہ سے انداز میں آگے بڑھیں اور انہوں نے رازل شاہ کے ساتھ کھڑے ہو کر اسے دیکھا۔ رازل شاہ نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور سسک کر گوہر جہاں سے لپٹ گیا پھر تو وہ قیامت مچی کہ دیکھنے والے دیکھتے رہ گئے۔ میں خاموشی سے اپنے کمرے کی جانب چل پڑا تھا۔

گوہر جہاں، خانم گل چراغ، مہابت خان نوشاد سب ہی مکھیوں کی طرح رازل شاہ سے لپٹ گئے تھے اور مجھے وہاں سے باہر نکلنے کا موقع مل گیا تھا۔ میں اپنے مختصر سے سامان کا سوٹ کیس اٹھائے ہوئے خاموشی سے باہر نکل آیا اور تھوڑی دیر کے بعد اس گیسٹ ہاؤس میں پہنچ گیا جہاں باقری، ناصر، شمس وغیرہ موجود تھے شمس نے حسب عادت مسکراتے ہوئے کہا۔

”یعنی یعنی وہ تو میں کہہ نہیں سکوں گا کہ جو ایسے موقعوں پر کہا جاتا ہے 'یعنی گھر کو آئے۔“
”جوتا اٹھا کر تمہارے سر پر دس برسادوں گا۔ مجھ سے زیادہ بے تکلف ہونے کی کوشش نہ کیا کرو“ میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔

”بہرحال یہ سب اچھے دوست تھے سب کے سب میرے گرد جمع ہو گئے اور مجھ سے صورت حال کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگے۔“
”یوں سمجھو کہ اب یہاں کا کام ختم ہو گیا۔“
”تو پھر واپسی جانا ہے چیف۔“
” میرا خیال ہے یہ علاقہ اتنا برا تو نہیں کہ ہم فوراً ہی اسے چھوڑ دیں۔“
”بہت زیادہ اچھا بھی تو نہیں ہے چیف۔ اپنا شہر اپنا ہی ہوتا ہے۔“
”نہیں ڈیئر شمس۔ ملک کا ہر شہر ہمارا اپنا ہے ہمارے لئے اتنا ہی پیارا اتنا ہی قیمتی...“ میں نے کہا۔
”ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔“
”بہرحال چلنا تو ہے ایک دو دن یہاں گزارتے ہیں ذرا کچھ معلومات حاصل ہو جائیں... میں نے کہا اور سب کے سب مان گئے لیکن اس کے بعد ان کی رنگ رلیوں کا آغاز ہو گیا تھا۔“

دوسرے دن تمام ہی صبح سے غائب ہو گئے تھے جب میری آنکھ کھلی، تو ان میں سے کوئی بھی گیسٹ ہاؤس میں موجود نہیں تھا۔ ان کی بدمعاشی پر مجھے ہنسی آگئی۔ بہرحال میں اب زیادہ الجھن میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ اس بات کا علم تھا مجھے کہ خانم گل چراغ مہابت خان وغیرہ کے ہاتھ اگر میں لگ گیا تو خاصا وقت برباد ہو جائے گا۔ اب ایک اتنا سا کام کرنے کے بعد ان لوگوں پر احسان کرنے کے لئے ان پر نازل نہیں رہنا چاہتا تھا۔ راجہ سجان صاحب کو ٹیلی فون کیا تو وہ بھی موجود نہیں ملے۔ میں نے البتہ ان کے لئے ایک پیغام چھوڑ دیا کہ وہ جس وقت بھی آئیں مجھ سے اس نمبر پر رابطہ قائم کریں بات کوئی خاص نہیں تھی، بس انہیں اپنی واپسی کی اطلاع دینا چاہتا تھا۔

کرنل شہباز نے جو کچھ کیا تھا وہ تسلی بخش تھا اس کی تفصیلات مجھے حاصل ہو گئی تھیں۔ لیکن اسی دوپہر

کوئی ساڑھے بارہ بجے کے قریب شمس میرے پاس بھاگتا ہوا آیا... دوسرے لوگ اس کے ساتھ نہیں تھے شمس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔
”خیریت شمس...؟“
”چیف یہ اخبار یہ اخبار آپ کی نگاہوں سے تو نہیں گزرا ہو گا۔“ اس نے ایک اخبار میرے سامنے کرتے ہوئے کہا... دار لحکومت سے یہ اخبار چھپتا تھا اور لازمی بات ہے کہ یہاں دیر سے پہنچتا ہو گا۔“
”کوئی خاص خبر ہے...؟“
”یہ... یہ دیکھئے چیف یہ دیکھئے... اس نے ایک چار کالمی خبر میرے سامنے کر دی۔ اور میں اس پر نگاہیں دوڑانے لگا ایک لمحے کے لئے دل کو شدید دھچکا لگا تھا۔“
”سرخی تھی۔“
”وزیر خارجہ شہباز احمد کا بلجیم میں انتقال ہو گیا۔ دل کا دورہ جان لیوا ثابت ہوا وزیر خارجہ سرکاری مشن پر بلجیم گئے ہوئے تھے۔ وہاں اچانک ان پر دل کا دورہ پڑا اور وہ جان بحق ہو گئے۔“

یہ خبر اس قدر سنسنی خیز تھی کہ میرے ہاتھ پاؤں لرز گئے میں شدید سنسنی کے عالم میں خبر پر نظریں دوڑاتا رہا۔ آنکھوں کے سامنے ترمزے ناچ رہے تھے اور الفاظ ٹیڑھے میڑھے محسوس ہو رہے تھے۔ بہت بڑا سانحہ تھا۔ شہباز احمد صاحب ہی تو میری بنیاد تھے، درحقیقت انہوں نے جس طرح مجھے سنبھالا تھا وہ ایک انوکھا کارنامہ تھا۔ ایک ایسے سرکش گھوڑے کو لگام ڈال دی تھی انہوں نے جو غلط راستوں پر نکل چکا تھا۔ اور اس کے اچھائیوں کی طرف واپس آنے کے کوئی امکانات نہیں تھے۔ لیکن شہباز احمد صاحب نے مجھے بڑی خوبصورتی سے کنٹرول کر کے کار آمد بنا لیا تھا... مجھے انکی موت کا بے پناہ صدمہ ہوا اور میں دیر تک گم صم بیٹھا رہا۔

سارا کھیل ہی بگڑ گیا تھا۔
”ہماری واپسی لمحوں میں ضروری ہے شمس... فوراً ہی تمام لوگوں کو ٹرانسمیٹر پر کال کرلو اور واپسی کا بندوبست کرلو“ شمس نے مستعدی سے گردن ہلا دی تھی۔

ٹرانسمیٹر پر شمس نے باقی لوگوں کو طلب کر لیا اور کچھ ہی دیر کے بعد وہ لوگ یہاں پہنچ گئے۔ اب اس سلسلے میں کسی گفت و شنید یا کسی سے بات چیت کرنے کی قطعی گنجائش نہیں تھی۔ ہم دار لحکومت واپس چل پڑے۔ راستے بھر ایک سوگوار سی اداسی دل و دماغ پر چھائی رہی تمام ساتھی بھی اداس نظر آرہے تھے شمس ہی بہت زیادہ

بولنے والوں میں سے تھا مجھ سے کہنے لگا۔
”چیف میں تو سمجھتا ہوں ہمارا مستقبل خطرے میں پڑ گیا ہے۔“
”خیر شمس جہاں تک زندگی گزارنے کا تعلق ہے تو اس کے لئے تو بڑی وسعتیں ہوتی ہیں نجانے کیا کیا کچھ کرنا پڑتا ہے لیکن لیکن کچھ مشغلے ایسی ہوتی ہیں جن کے بغیر کام کرنے میں لطف نہیں آتا۔“
” میرا خیال ہے چیف ڈیپارٹمنٹ ٹوایٹ فور کا سرا بھی شہباز احمد ہی کے سر جاتا ہے۔“
”ہاں“ میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ اور خاموش ہو گیا۔

شہباز احمد صاحب کی تمام رسومات میں اس طرح حصہ لیا جیسے ان سے گہرا رشتہ ہو، رشتہ تھا سب سے گہرا رشتہ محبت کا ہوتا ہے اور وہ ہمارے لئے ایک شفیق انسان تھے۔

ونڈر ہاؤس میں آفتاب کمال نے کہا۔ ”چیف ایک بات کہوں برا تو نہیں مانیں گے۔“
”نہیں۔“
”ٹوایٹ فور کے مستقبل کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟۔“
”سمجھا نہیں۔“
”کیا یہ ادارہ قائم رہے گا؟۔“
” اگر سرکاری طور پر اسے تسلیم کر بھی لیا جائے آفتاب کمال تو تمہارے خیال میں کیا اسے قائم رہنا چاہئے۔؟“
”نہیں“ آفتاب کمال نے اعتماد سے کہا۔ اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا ”کیوں...؟“ میں نے پوچھا۔
”چیف دوسرے لوگ اس کا معیار قائم نہیں رکھ سکیں گے“ آفتاب کمال بولا۔
”معیار...“
”ہاں۔“
”وہ کیسے؟“
”شہباز صاحب نے ہمیں مطلق العنانی کر رکھا تھا ہم جو چاہتے تھے کرتے تھے جب کہ دوسرے ذرائع ہمیں پابند رکھیں گے“ کام کرنے کا مزا تو ختم ہو گیا۔“
”اپنے طور پر یہ ادارہ توڑ دو گے؟“
”ایسا ہی کرنا ہو گا چیف۔ بلکہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا ہوں آپ سے...“ آفتاب کمال نے عجیب سے لہجے میں

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"کہو؟"

"اس کی ترتیب ہم نے کی ہے ان سچے جذبوں کے ساتھ جن کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ یہاں پوری دنیا محفوظ ہے آپ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہ سب کچھ دوسرے تصورات کے تحت حاصل کیا گیا تھا اب یہ تصور ختم ہو گیا..."

"تو پھر...؟"

"ہم یہ کچھ یہاں نہیں چھوڑیں گے۔"

"اور یہ لوگ؟۔"

"کون؟"

"جو اسی محکمے سے منسلک ہیں۔"

"ان کا پنجرہ کھول دیا جائے گا..."

"میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔"

"کسی مناسب وقت پر ہم اپنے مستقبل کے بارے میں بھی گفتگو کریں گے چیف۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ ثوراے فور سے تمام ضروری چیزیں منتقل کر دوں۔"

"کہاں منتقل کرو گے...؟"

"اس کا بندوبست میں کر لوں گا۔"

"ٹھیک ہے... ایسا کر لو۔" میں نے بوجھل لہجے میں کہا۔

"اس رات فریدہ مجھے ملی۔"

"آپ اداس ہیں؟۔"

"ہاں فریدہ کچھ لو تو سب کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی بہت کچھ بن جاتے ہیں۔"

"شہباز صاحب کی بات کر رہے ہیں۔"

"ہاں" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

کئی دن کے بعد محکمہ خارجہ میں میری طلبی ہوئی نئے وزیر خارجہ کا انتخاب ہو چکا تھا۔ سکریٹریز کے مزاج بدل گئے تھے ایک بڑی شخصیت سے میرا انٹرویو ہوا تھا۔"

"ثوراے فور کیا ہے...؟ پوچھا گیا۔

"ایک کائنات... جس کی وسعتیں بلند ہیں" میں نے جواب دیا۔

"آپ شاعری کر رہے ہیں" لہجہ تلخ ہو گیا۔

"یہ جرات نہیں کر سکتا۔"

"ثوراے فور کیا ہے؟"

"اس میں جہاں سمٹا ہوا ہے۔"

"اس کی تفصیلی رپورٹ مجھے فراہم کرو۔"

"شاید نہ کر سکوں۔"

"کیوں؟"

"وجہ نہیں بتا سکتا۔"

"اس وقت تک ثوراے فور کے مورچے سے کوئی کام نہ کیا جائے جب تک نئے احکامات نہ ملیں۔"

"اس کا ایک بہترین طریقہ ہے۔"

"کیا؟۔"

"اسے پولیس کی تحویل میں دے دیا جائے سیل کروا دیا جائے۔"

"اچھا مشورہ ہے ایسا ہی کیا جائے گا۔"

"اجازت چاہتا ہوں" میں اٹھ گیا۔

آفتاب کمال نے کمال دکھا دیا تھا ثوراے فور میں اب تھوڑے سے ریکارڈ کے علاوہ اور کچھ نہیں رہ گیا تھا۔

دوسری طلبی بہت بڑی سرکار میں ہوئی جانا پڑا۔

"تمہارے بارے میں بڑی تفصیلی رپورٹ ہے ہمارے پاس۔"

"قابل گرفتاری ہے۔"

"یہ بھی سنا ہے بڑی جارحانہ گفتگو کرتے ہو۔"

"شرمندہ ہوں۔"

"اگر اس ادارے کو جاری رکھنا چاہتے ہو تو اس کی ڈرامائی حیثیت ختم کر کے جاری رکھ سکتے ہو۔"

"نہیں چاہتا۔"

"کیوں"

"بس اب آزادی چاہتا ہوں۔"

"ذریعہ معاش کیا رکھو گے؟"

"غیر قانونی نہیں ہو گا۔"

"حکومت کے بہت سے راز تمہارے پاس ہیں۔"

"حکومت کے راز ہیں کسی کے ذاتی نہیں حکومتیں بدلتی رہتی ہیں۔"

"تمہیں نگاہوں میں رکھا جائے گا اس کا خیال رکھنا"

"بہتر ہے۔"

"یوں ڈیپارٹمنٹ ثوراے فور ختم ہو گیا" آفتاب کمال نے کہا "چیف تمام استعفے جمع کرا دیئے گئے ہیں"

"یہ تم نے اچھا کیا اب کیا کرو گے؟"

"شادی" آفتاب کمال نے کہا اور میں نے قہقہہ لگایا

"اس سے زیادہ مصروفیات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔" میں نے کہا اور ایک بہترین وقت رضوانہ کو رضوانہ آفتاب بنانے میں صرف ہوا۔ فریدہ کے پاس ایک دلچسپ مشغلہ آیا تھا۔ خوب تفریحات رہیں اور بہترین وقت گزارا۔ آفتاب کمال ویسے بھی گھر کے ایک فرد کی حیثیت رکھتا تھا۔

"تقریباً" ایک ماہ گزر گیا ثوراے فور کے اسٹاف کے کچھ لوگ دوسرے محکموں میں ٹرانسفر ہو گئے جو استعفے دے چکے تھے۔ وہ اپنے لیے ذریعہ معاش تلاش کرنے لگے۔ کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن ایک دن ڈی آئی جی صاحب نے طلب کر لیا۔ حاضری تو دینی تھی۔"

"جناب جہانگیر جمال شاہ۔" انہوں نے طنزیہ کہا۔

"والد محترم..." میں نے گردن خم کر کے جواب دیا۔ "ہاں' یہ غلطی مجھ سے ہوئی ہے۔"

میں نے فراخ دلی سے کہا اور والد صاحب کا پارہ چڑھ گیا۔ "ہوش ٹھکانے آ جائیں گے تمہارے۔"

"کیسے ڈیڈی۔"

"محکمہ پولیس کا چیف ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے نا بے خبر ہوں میں۔ کچھ نہیں جانتا تمہارے بارے میں۔"

"نہیں ڈیڈی! میں نے کب کہا۔ ضرور جانتے ہوں گے آپ میرے بارے میں۔"

"مرحوم شہباز احمد صاحب نے تمہیں سر پہ چڑھا رکھا تھا اور ان کے بل پہ تم پھول رہے تھے۔ یہ بتاؤ' اب کیا کرو گے؟"

"پیاز کی آڑھت کروں گا اور جہانگیر شاہ دو پیازہ کہلاؤں گا۔ کیسا رہے گا ڈیڈی؟"

"مجھ سے بکواس کر رہے ہو۔"

"آپ نے ہی سوال کیا ہے ڈیڈی۔"

"اس سے پہلے تمہارا مواخذہ ہو گا۔"

"کیسا مواخذہ ڈیڈی۔"

"اپنے دور اقتدار میں تم نے جن لوگوں کے ساتھ زیادتی کی ہے' اب انہیں موقع ملا ہے۔ وہ تم سے اس کا بدلہ لیں گے۔"

"کچھ اعترافات کر رہا ہوں آپ کے سامنے' زیادہ وقت نہیں گزرا۔ شہباز احمد صاحب کی ملاقات سے کچھ عرصہ قبل میرا ذریعہ معاش بلیک میلنگ تھا۔ بہت سے لوگوں کو بلیک میل کیا ہے میں نے۔ دوسرے چھوٹے موٹے جرائم بھی کیے ہیں۔ آپ پرانی فائلیں تلاش کر سکتے ہیں۔ میں ان واقعات کی نشاندہی کرنے کا وعدہ کرتا ہوں۔ اس طرح آپ کو آسانی ہو گی۔"

"تو مجھے چیلنج کر رہا ہے؟"

"نہیں ڈیڈی! پیشکش۔ مزاج کچھ بدل گیا تھا۔ شادی شدہ ہونے کے بعد زیادہ ذمہ دار ہونا چاہتا تھا لیکن لگتا ہے نیلا ہتوں کے بغیر زندگی مشکل ہو جائے گی۔ معاف کیجیے ڈیڈی! بعض اوقات والدین ہی اولادوں کے لیے سب سے بڑے دشمن بن جاتے ہیں۔ یہی اس کی سوچ کے دھارے بدل دیتے ہیں۔ آپ نے اس وقت ایسا ہی کیا ہے۔"

"جہانگیر ایک بات سوچ لینا۔ میں ہر اس شخص کی داد رسی کروں گا جسے تمہارے ہاتھوں نقصان پہنچا ہو گا۔"

"یقین کیجیے ڈی آئی جی صاحب! اتنا خوبصورت کھیل کھیلوں گا کہ آپ بھی داد دیے بغیر نہ رہ سکیں گے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ٹھیک ہے' میں دیکھوں گا۔"

"اجازت چاہتا ہوں۔ خدا حافظ۔" میں نے جواب کا انتظار نہیں کیا اور وہاں سے باہر نکل آیا۔ "سارا موڈ چوپٹ ہو چکا تھا۔ سوچا تھا کہ نئے شادی شدہ جوڑے کو ساتھ لے کر غیر ملکی دورے پر نکل جاؤں گا۔ کچھ عرصہ عیش و عشرت سے بسر ہو گی پھر آگے کے بارے میں سوچوں گا لیکن اب... آنکھوں کے سامنے بلائیں ہی بلائیں تھیں اور وہ بلائیں بڑے گل کھلاتی تھیں۔ کوئی نہ کوئی گل ضرور کھلنے والا تھا۔

◇

اس ڈرامے کا ڈراپ سین بھی برا نہیں رہا تھا۔ کسی اور شکل میں' یا کسی اگلے پرچہ پر یہ کہانی ختم ہوتی تو شاید پریشانی کی بات ہوتی۔ مزاج بدل جاتا' رنگ ڈھنگ بدل جاتے' اس وقت سوچنا پڑتا کہ کیا کیا جائے۔ زندگی طویل ہو یا مختصر' انسان اس کا دامن تو نہیں چھوڑ دیتا۔

آفتاب کمال کی شادی نے خوب مزے دیئے تھے۔ اس کے بعد ڈی آئی جی صاحب نے چیلنج دے دیا تھا اور

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس چیلنج نے طبیعت میں جولانی پیدا کردی تھی۔ فریدہ اس بات پر میرے سے زیادہ خوش تھی۔ میرا زیادہ وقت اسی کے ساتھ گزرتا تھا۔

"سچ پوچھیے تو میں بہت خوش ہوں۔"

"کس بات پر...؟"

"آپ کی ان مصروفیات کے ختم ہو جانے پر۔"

"کیوں...؟"

"ہماری زندگی عام لوگوں سے ہٹ کر نہیں تھی؟"

"کس طرح...؟"

"آپ مہینوں کے لئے مجھ سے دور چلے جاتے تھے۔ خطرناک مہمات پر۔ اور میں وسوسوں میں گھری رہتی تھی۔"

"تمہیں کیسی زندگی پسند ہے فریدہ...؟"

"مذاق تو نہیں اڑائیں گے میرا؟"

"نہیں۔"

"بس صبح ہو۔ میں جاگ جاؤں' آپ کے لئے فکر مند رہوں۔ آج کونسا لباس پہنیں گے۔ کونسی ٹائی' کون سے موزے اور جوتے۔ سب تیار کروں۔ آپ کو ناشتہ کراؤں۔ دفتر کے لئے خدا حافظ کہوں۔ اور پھر شام تک آپ کے لئے مصروف رہوں۔ وقت مقررہ پر آپ کا انتظار کروں۔ آپ آجائیں تو خوشی سے جھوم اٹھوں۔"

میں ہنس پڑا "اس طرح ہم دونوں چند سالوں میں بور ہو جائیں گے فریدہ۔"

"کیوں؟"

"زندگی اگر مزاج سے ہم آہنگ نہ ہو تو انسان اندر ہی اندر مرتا رہتا ہے۔ اور یہ موت اس کے وجود سے ذرا ذرا نکلنے لگتی ہے۔ میری فطرت سیماب ہے۔ تڑپنا' مچلنا۔ مرنا' مارنا میری زندگی ہے' بہرحال تمہاری پسند کا احترام کیا جائے گا۔"

"نہیں۔ بالکل نہیں۔ میں اس سیماب کو تڑپتے دیکھنا چاہتی ہوں کیونکہ مجھے اس کی زندگی عزیز ہے۔"

آفتاب کمال نے کہا "چیف کیا ارادے ہیں...؟"

"تم بتاؤ"

"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہے۔"

"ظاہر ہے۔"

"میں وکالت شروع کرنا چاہتا ہوں۔"

"وکالت..." میں نے دلچسپی سے کہا۔

"لائن کی چیز ہے۔ میں نے آپ کو بتایا بھی تھا۔"

"کرلو"

"آپ کا کیا ارادہ ہے۔؟"

"میں سوچ رہا ہوں۔"

"میں نے سوچ لیا ہے۔"

"میرے لئے؟"

"جی۔"

"چلو بتاؤ"

"آپ دفتر روحانیات کھول لیجیے۔"

"دفتر روحانیات۔" میں نے دلچسپی سے آفتاب کمال کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"روحوں کی مدد سے ہر مشکل کا حل دریافت کیا جائے گا۔ دس بارہ روحیں قبضے میں کرلیں اور کام شروع کردیں۔ اب دیکھیے نا... جدید نسل کو کتنے مسائل درپیش ہیں۔ ہماری ماڈرن روحیں ہر صاحب مشکل کی مشکل حل کریں گی۔ مناسب معاوضے پر ہر مشکل کا حل حاصل کریں۔ بات اصل میں یہ ہے چیف کہ آج کل لوگ راتوں رات امیر بن رہے ہیں۔ چار دن پہلے جن کے پاس چٹخانے کو جوتیاں بھی نہیں ہوتیں اور چار دن کے بعد وہ دولت کے چٹخارے لے رہے ہوتے ہیں۔ آخر کہاں سے؟۔ یہ انکشافات روحیں کریں گی اور پھر ان لوگوں کی روحانی مشکلات کا حل دریافت کریں گے لیکن اس دولت کے حصے دار بن کر۔ یہی کر رہا ہوں وکالت۔ ظاہر ہے قانونی پہلو بھی سنبھالنے ہوں گے۔"

بات کھٹاک سے دل کو لگی تھی۔ میری پسند کا کام تھا اور نہایت دلچسپ پیرائے میں۔ "کیا خیال ہے چیف...؟"

"دفتر بنانا پڑے گا۔ تمہیں بھی اور مجھے بھی۔"

"آئیڈیل آرکیڈ۔ سیٹھ ببو خان نے یہ عمارت مکمل کرلی ہے۔ آپ نے اشتہار دیکھا ہوگا۔"

"وہ اسکوائر فٹ کے حساب سے..."

"ہاں سیٹھ ببو خان آٹھ سال پہلے ایک ایسے ادارے میں ملازم تھا جہاں کے چپراسی بھی بڑے بڑے سیٹھوں کے سیٹھ ہوتے ہیں۔ اس نے اپنا حادثہ کرایا اور اس کے بعد معذور ہو گیا جس کی وجہ سے اسے نوکری سے ریٹائر کردیا گیا۔ ساڑھے چھ سال تک اس نے دوستوں سے قرض مانگ مانگ کر زندگی گزاری اس کے بعد اپنی دولت کو منظر عام پر لایا ہے۔ ہم اس کے گہرے رازدار ہیں۔ آئیڈیل اسکوائر میں دو دفتر بھی ہمیں دے گا۔ نہ مانا تو اس کے خلاف تحقیقات شروع ہو جائے گی۔"

"میری کیا ذمہ داری ہے؟" میں نے پوچھا۔

"روحانیت پر کچھ کتابیں پڑھ لیں۔"

"اور...؟"

"بس... باقی کام میں سنبھال لوں گا۔"

"سنبھال لو..."

آفتاب کمال خود بھی ایک آئیڈیل تھا۔ اتنے ذہین [illegible]کم ہی دیکھنے میں آتے ہیں۔ ڈپارٹمنٹ ٹوائے فور کو [illegible]ایک پراسرار ادارے کی حیثیت دینے میں سرفہرست [illegible]لیکن اس کی شخصیت کا دوسرا پہلو اب سامنے آیا [illegible]۔ وہ ایک بہترین دوست اور صاحب ظرف انسان [illegible]۔ میرے ساتھ ہی اس نے سرکاری نوکری چھوڑ دی تھی۔ اور اب کا یہ انداز۔ بہرحال اس نے متاثر کیا [illegible]۔ میں دفتر روحانیات پر غور کرنے لگا اور مجھے وہ چاروں بدمعاش یاد آئے جو اپنی مثال آپ تھے۔ یعنی جون' کشوری' توفیق اور اعجاز...

اعجاز مل گیا تھا۔ منہ بنا کر مجھے دیکھنے لگا۔ "کہاں مرے ہوئے ہو آج کل۔"

"تم سے مطلب...؟"

"دماغ درست نہیں ہے کیا؟"

"آپ ہیں کون صاحب... پہچانا نہیں آپ کو..." اس نے چڑے ہوئے انداز میں کہا۔

"اوہ سوری' مجھے غلط فہمی ہو گئی تھی۔" میں آگے بڑھ گیا۔ وہ ایک لمحے کو ہکا بکا کھڑا رہا پھر دوڑ کر میرے قریب آگیا۔ "یہ شرافت..."

"جی... کوئی غلطی ہو گئی مجھ سے۔"

"اس طرح نظرانداز کردیا۔ جیسے مجھ سے کوئی واسطہ ہی نہ ہو۔"

"اب آپ کو غلط فہمی ہو رہی ہے جناب۔"

"توفیق' اسپتال میں ہے۔"

"کون توفیق؟"

"زخمی ہے وہ... ہمارے پاس دوا کے پیسے نہیں ہیں۔" اعجاز بسور کر بولا۔ "بکواس مت کرو۔"

"جوتے مار لو... اور معاف کردو... خدا کی قسم توفیق اسپتال میں ہے۔"

"کیا ہو گیا اسے...؟"

"لمبی کہانی ہے۔"

"کون سے اسپتال میں ہے۔"

"سرکاری' جنرل وارڈ۔"

توفیق زخمی تھا۔ سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ بائیں ہاتھ اور ٹانگ بھی کسی ہوئی تھی۔ جون اور کشوری پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر اچھل اٹھے۔ کھڑے ہوئے، ہنکنا شروع کردیا۔

"گھر آیا میرا پردیسی۔ پیاس بجھی میری اکھین کی۔ "کیا کرتا ہے تم لوگ۔ کل ڈاکٹر نے تم لوگ کو نکالا' آج پھر تم لوگ لفڑا کرتا ہے۔ ابھی میں جا کر ڈاکٹر کو بولتا۔"

"او نہیں نرس... پلیز نہیں... ہمارا بچھڑا ابلم گھر آگیا ہے۔ آئی مین' اسپتال آگیا ہے۔ ہم خوشی سے گا رہے تھے۔ اب نہیں گائیں گے۔"

"میرے کو نرس نہیں سسٹر بولو۔" نرس نے کہا۔

"سوری نرس۔ سسٹر تو ہم نے اپنی سسٹر کو بھی نہیں بولا۔" جون نے کہا۔

"پھر تم اسے کیا بولا؟"

"کچھ نہیں۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ ہماری کوئی سسٹر نہیں تھی۔"

"اس کے شباب کے جانے کے بعد آئے ہیں" کشوری نے لقمہ دیا اشارہ توفیق کی طرف تھا۔

"کیا مصیبت نازل ہوئی تجھ پر..." میں نے توفیق سے کہا

احوال اس فقیر کا اے دوستاں سنو
یعنی کہ راوی اس طرح کرتا بیاں سنو

"فاقہ کشی سے برا حال تھا۔ بے روزگاری کے ہاتھوں جینا محال تھا۔ تنگ دستی' فاقا مستی' پیٹ خالی' دست سوالی۔ کوئی پوچھنے والا نہیں کسی کے دل میں خوف خدا نہیں۔ بدحالی نے رسی تنگ کر رکھی تھی۔ دفتر شادی کھول لیا۔ لڑکیوں کو ماں بہن کہہ کر حیلے بہانے سے بلاتے۔ ضرورت مندوں کو دور سے دکھاتے اس طرح چار پیسے جمع ہوئے۔ برا وقت ٹلا مگر خام خیالی تھی۔ آفت آئی' بھید کھلا۔ یہ تینوں بھاگ گئے ہم تیز نہ دوڑ سکے پکڑ لئے گئے اور پھر... ہائے..." توفیق کراہا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"کہاں چوٹ آئی ہے...؟"

"آئی بھی کہو دوست۔ اس نرس سے یاد اللہ ہے ورنہ اسپتال سے نکالے جا چکے ہوتے۔ رحم کھا کر رکھ چھوڑا ہے۔ یہیں سے سب کام چل رہا ہے۔ صبح کو ناشتے میں دو انڈے ڈبل روٹی اور چائے آجاتی ہے۔ ان میں سے ایک تیمار دار ہوتا ہے۔ مگر صبح کی ڈیوٹی یہ ہوتی ہے اس کی کہ مریضوں کا بچا ہوا ناشتا اکٹھا کر لے۔ باہر جا کر تینوں تقسیم کر لیتے ہیں۔ دوپہر کو دوسرا تیمار دار ہوتا ہے۔ وہ دوپہر کا کھانا جمع کرتا ہے۔ رات کو تیسرا... اور کیا کریں بس فی الحال یہی کام چل رہا ہے۔ طے یہ کیا تھا کہ اگر ڈاکٹروں نے زخم کھول کر دیکھ لیے اور چھٹی کر دی تو اس بار کشوری بس کو ٹکر مارے گا۔ آئیڈیا برا نہیں ہے بس ذرا دست کا کام ہے۔ مگر یہ کمبخت نہیں جانتے۔ میں کہتا ہوں کہ نرس کو سسٹر کہہ دیں تو کیا حرج ہے؟ مطلب پر تو بھنگی کو بھی سسٹر کہا جا سکتا ہے۔ ہائے۔"

"یہ ہائے ہائے کیوں کرنے لگتے ہو...؟" میں نے کہا

"نرس..." توفیق چیخا... اور دوسرے بیڈ کے قریب کھڑی ہوئی نرس چونک پڑی۔ پھر وہ غصے سے قریب آگئی۔ "تم کبھی نرس بولتا ہے۔"

"والدہ کہوں... یہ پٹیاں کھولو... شریف آدمی کو قید کر رکھا ہے۔ میں پوچھتا ہوں تم آخر چاہتی کیا ہو؟۔ زخم ٹھیک نہیں ہوئے میرے' ڈاکٹروں کو دھوکہ دے رہی ہو مجھے داشتہ بنا کر رکھا ہوا ہے۔ شریف آدمی ہوں' خاندانی آدمی ہوں' میں تو شور مچا دوں گا۔" نرس کے ہوش گم ہوگئے' پھٹی پھٹی آنکھوں سے توفیق کو دیکھتی رہی پھر اس نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

"تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے کیا' کیا تم پاگل ہوگئے ہو...؟"

"ہاں' ہاں دماغ ہی خراب ہوگیا ہے۔ اور پاگل بھی ہوگیا ہوں۔ فوراً اگر یہ پٹیاں نہیں کھلیں تو انہیں کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس پہنچ جاؤں گا اور کہوں گا کہ اس نرس نے مجھے یرغمال بنا کر رکھا ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ میں ٹھیک ہوگیا ہوں مگر یہ مجھے چھٹی نہیں دینا چاہتی۔ آخر یہ چاہتی کیا ہے مجھ سے...؟"

"او گاڈ کا واسطہ آہستہ بولو تم پاگل ہوگیا ہے۔ بالکل پاگل ہوگیا ہے' میرا کیا ہے جہنم میں جاؤ' ابھی تمہارا پٹی کھولتا ہے اور تم ادھر سے دفعان ہو جاؤ' نہیں تو ہم ڈاکٹر صاحب کو خود بولے گا کہ اس آدمی نے پورا اسپتال بے وقوف بنا رکھا ہے۔"

"ارے جاؤ' جاؤ میں نے کیا بے وقوف بنا رکھا ہے۔ میں تو خود کہہ رہا ہوں ان سب کے سامنے۔ بھائیو! تم گواہ ہو ناں' دیکھو میرے زخم ٹھیک ہوگئے ہیں۔ مگر یہ نرس اس بات پر ضد کر رہی ہے کہ میں یہیں رہوں۔" توفیق نے کہا۔ ایسا ہی کمینہ آدمی تھا وہ' سارے احسانات بھول گیا تھا۔ وہ نرس کے وسیلے سے سب کے سب کھا رہے تھے اس بے چاری کے ذریعے لیکن اب توفیق اسے ذلیل کرنے پر آمادہ ہوگیا تھا۔ بہرحال نرس نے پٹیاں کھول دیں اور اس کے بعد توفیق بلبلاتا جھلتا وہاں سے چل پڑا' جان' کشوری وغیرہ ساتھ تھے۔ میں انہیں لے کر باہر آیا' کار میں بٹھایا اور چل پڑا' راستے میں کشوری نے کہا۔

"وہ جو کہتے ہیں ناں کہ بارہ سال کے بعد گھوڑے کی بھی پھرتی ہے قسمت تو شاید ہماری بھی پھر گئی' چیف ہم کیا کہیں آپ کو چیف کہیں' بگ باس کہیں یا بابا...."

"فی الحال بکواس بند رکھو..." میں نے جواب دیا۔

"دیکھو جہانگیر جمال شاہ! بیشک تم نے ہم پر بے شمار احسانات کئے ہیں لیکن ہم نے بھی تم پر کم احسانات نہیں کئے۔ اب یاد کرو کتنے موقعے ایسے آئے ہیں جب تمہارا [illegible] صحیح طریقے سے مرمت ہونے والی تھی۔ [illegible] ہوئے اور ہم نے [illegible] اٹھا کر دیکھے ہمارے یار کو تو وہ ساری باتیں بھولنے کی تو نہیں ہیں۔"

"اس بکواس کا مطلب کیا ہے...؟"

"فوراً ہی یہ بتا دو کہ کوئی عارضی ضرورت تمہیں ہم لوگوں تک پہنچنے پر مجبور کرنے کا باعث بنی ہے یا پھر واقعی ہمارے بارے میں کچھ سوچ رہے ہو۔"

"کیا میں نے پہلے تمہارے بارے میں کچھ نہیں سوچا...؟"

"سوچا تو تھا یار' اور بہت کچھ کیا بھی تھا لیکن جب سے ہم چاروں کی ایک سوکن آئی ہے' ہم چاروں صحیح معنوں میں بیوہ ہو کر رہ گئے ہیں۔"

"اپنی بھابھی کے بارے میں تم ایسی بات کرتے ہو وہ سنے گی تو کیا کہے گی...؟"

"بھابھی ہی کو ہمارا خیال نہیں آیا تو ہم کیا کہیں۔" کشوری نے منہ بنا کر کہا۔

"اچھا فضول باتوں سے گریز کرو اب کام کی بات سنو۔ صحیح معنوں میں تم لوگ کچھ کر کے کھانا چاہتے ہو...؟"

"بالکل بالکل' ہم کچھ کر کے کھانا چاہتے ہیں۔"

"تو تمہیں نوکری کرنا ہوگی..."

"نن... نوکری..." چاروں نے ایک دوسرے کی صورت دیکھی' چند لمحات خاموشی سے سوچتے رہے پھر کشوری نے جان سے کہا۔

"دیکھ بیٹا' وقت' وقت کی بات ہوتی ہے جب انسان پر پڑتی ہے ناں تو وہ سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اگر ہماری تقدیر میں بدقسمتی سے رزق حلال لکھ دیا گیا ہے تو اب کیا کیا جائے مجبوری ہے' حلال ہی کر کے کھالیں گے۔" مجھے بے ساختہ ہنسی آگئی اور میں نے ایک گھونسہ کشوری کی کمر پر جماتے ہوئے کہا۔

"ابے تو' تو ہے ہی ہندو حرام خور' اب میں تجھے حرام خوری نہیں کرنے دوں گا۔"

"دیکھو' دیکھو تعصب کی بات مت کرو' میں ٹھیک ہے ہندو کی اولاد ہوں مگر آج تک میں نے کوئی ہندوؤں جیسا کام کیا ہے؟ اب اسے دیکھو یہ تو کرسچین ہے' کالا انگریز..."

"اسے میری طرف کیوں توجہ دلا رہا ہے...؟"

"فضول باتوں سے گریز کرو' اصل میں' میں ایک [illegible]"

"کیا کام ہوگا وہاں...؟" چاروں نے پر اشتیاق انداز میں پوچھا۔

"تفریح"

"اوہو گڈ' گڈ! گویا دفتری تفریح..." توفیق بولا۔

"پھر فضول باتوں کی طرف چل پڑے..." میں نے غصیلے انداز میں کہا۔

"نن... نہیں چیف' مگر پہلے یہ تعین تو کرو کہ ہم تمہیں چیف کہیں باس کہیں' کیا کہیں...؟"

"بابا جی..." میں نے جواب دیا اور چاروں اچھل پڑے۔

"کیا..."

"ہاں' بابا جی' ماہر روحانیات' بابا جہانگیر جمال شاہ۔"

"ابے نہیں..." اعجاز عجیب سے انداز میں بولا

"ہاں اور اگر تم غیر سنجیدہ ہو تو پھر خدا حافظ بولو' چائے پیو گے یا شربت وغیرہ..."

"پچ... چائے میرا مطلب ہے اس کے بعد..."

"غیر سنجیدگی کے نتیجے میں تمہیں رخصت ہو جانا ہوگا۔"

"نہیں چیف ہم چائے یا شربت نہیں پئیں گے بلکہ معاف کیجئے گا بابا جہانگیر جمال شاہ کچھ نہیں پئیں گے بس کھانے پینے کا بندوبست ہو جائے' رہائش بھی ہو جائے تو کیا ہی بات ہے۔"

"اسی فلیٹ میں رہو گے تم چاروں' دیکھ لو کیا شاندار فلیٹ ہے۔"

"ابے نہیں..." اعجاز اپنے مخصوص انداز میں بولا۔ توفیق نے کہا۔

"میرا خیال ہے اب ہمیں سنجیدہ ہو جانا چاہئے' بابا جہانگیر جمال شاہ بھی کچھ سنجیدہ ہی نظر آرہے ہیں۔" چاروں نے سنجیدہ شکلیں بنالیں میں نے ان سے کہا۔

"میں یہ نہیں کہتا کہ معصوم اور ایسے لوگوں کو دھوکہ دو جو زندگی کے مسائل سے تنگ آئے ہوئے ہوں اور روحانیات کی طرف راغب ہوں' بلکہ میں ان لوگوں کے لئے کام کرنا چاہتا ہوں جو ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں' ہم نہ صرف یہ کہ ان کے برے کاموں سے ان کے شکاروں کو محفوظ رکھیں گے بلکہ خود ان سے اپنی روزی بھی کمائیں گے۔ مطلب سمجھ رہے ہو نا ابھی اس کام کا آغاز کیا جا رہا ہے آہستہ آہستہ آگے بڑھیں گے اور یہ دیکھیں گے کہ ہم کس طرح مزید کام کر سکتے ہیں' تم چاروں کو مختلف شکلوں میں درویشوں کی حیثیت سے اس دفتر میں بیٹھنا ہوگا۔"

"در... درویشوں کی حیثیت... سے..." توفیق برا سا منہ بنا کر

"خبردار درویشوں کی شان میں کوئی گستاخی نہ ہو' یہ لفظ شاید میں نے غلط استعمال کر لیا ہے میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ تم سب کو فقیروں کی حیثیت سے دفتر میں بیٹھنا ہوگا۔"

"ہیں' کیا بھیک بھی مانگنا پڑے گی۔"

"نہیں بھیک نہیں مانگنا پڑے گی بلکہ علم و عمل کا پرچار کرنا پڑے گا' تو پنڈت کشوری لعل کیا سمجھا...؟"

"ایں...!" کشوری اچھل پڑا۔

"ہاں' پنڈت کے روپ میں ہو سکتا ہے میں تجھے سر گھٹانے کا مشورہ بھی دوں..."

"نہیں چلے گی چیف استعفیٰ ریزائن ریزائن..." کشوری نے اپنے خوبصورت بالوں کو دونوں ہاتھوں سے ڈھکتے ہوئے کہا۔

"ابے کمائی کی بات کر سر گنجا ہو جائے گا تو کیا' بال تو اپنی کھیتی ہوتے ہیں دوبارہ آجائیں گے..."

"چھوڑو چیف ہم تو ہیں ہی مست قلندر کم از کم اپنے خوبصورت بالوں کو دیکھ کر ہی خوش ہو لیتے ہیں کبھی نہیں

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گھٹاؤں گا سر کہہ دیا تم نے۔"

"اچھا چل سر مت گھٹانا' دھوتی وغیرہ تو باندھ سکتا ہے۔؟"

"اگر کھینچ کر نہ بھاگنے کا وعدہ کرو تو..." کشوری نے کہا اور سب کے حلق سے قہقہے نکل پڑے۔

"چل ٹھیک ہے تجھ سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ کوئی تیری دھوتی کھینچ کر نہیں بھاگے گا۔"

"مم... مگر یار یہ پنڈت کشوری لعل کیا ہوگا...؟"

"پنڈت کشوری لعل جی کالے جادو کے ستائے ہوؤں کے جادو کا توڑ کریں گے کیا سمجھا...؟"

"کالے جادو کا توڑ...؟"

"ہاں"

"اور اگر یار کوئی سچ مچ ہی کالے جادو کا شکار آگیا تو اپنی توڑ پھوڑ نہیں ہو جائے گی۔؟"

"نہیں غور کر کے کام کیا جائے گا' کالے جادو کا اگر کوئی شکار ہوگا تو اسے وہاں سے رفو چکر کر دیا جائے گا۔"

"اور میں..." جان نے کہا۔

"ابے انگریزی میں بھی تو جادو ہوتا ہے' کیا سمجھا' تجھے کرسچین پارٹیز کا استقبال کرنا ہوگا کیا سمجھا...؟"

"گویا انگریز درویش یا فقیر" جان نے کہا۔

"ہاں"

"چلو ٹھیک ہے ذرا غور کر کے کام کریں گے۔"

"اور تم دونوں جانتے ہی ہو کہ تمہیں کیا کرنا ہے...؟"

"حق اللہ' مست ملنگ' مست ملنگ" اعجاز اور توفیق اٹھ کر ناچنے لگے' میں نے ادھر ادھر دیکھا تو تھوڑے فاصلے پر رکھی ہوئی چمڑے کی ایک بیلٹ اٹھالی' دونوں جلدی سے بیٹھ گئے تھے۔

"تو تم لوگوں نے سمجھ لیا کہ تمہیں کیا کرنا ہے' ہم ایک باقاعدہ ماحول بنائیں گے' دفتر کا بندوبست کیا جارہا ہے' اس وقت تک تم لوگ کھاؤ پیو اور مست رہو بعد میں تمہیں روٹی' کپڑا اور مکان ملے گا۔"

"زندہ باد' انقلاب زندہ باد"

"یہ شریف آدمیوں کا علاقہ ہے یہاں اگر کسی قسم کی بدمعاشی کی تو یہ سمجھ لو نوکری سے بھی نکالے جاؤ گے اور فلیٹ سے بھی۔"

"نہیں کریں گے چیف' بس تم یہ ثابت کر دو کہ تم سنجیدہ ہو ان تمام معاملات میں"

"تم لوگ یقین کرو میں بالکل سنجیدہ ہوں۔"

"مم... مگر چیف کیا نوکری چھوڑ دی ہے۔؟"

"ہاں' ایک بار پھر زندہ باد۔" چاروں نے کھڑے ہونے کی کوشش کی اور پھر میری آنکھیں دیکھ کر جلدی سے بیٹھ گئے ان کی غیر سنجیدگی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی' بہر طور ان چاروں کو وہاں مقیم کر کے میں نے توفیق کو کچھ رقم دی اور کہا کہ اس کا ایک ایک پیسے کا حساب دینا ہوگا' وہ ساری رقم اپنے ہی استعمال میں نہ لے آئے' فلیٹ میری اپنی ملکیت ہے اور یہاں مجھے کوئی پوچھنے والا نہیں ہوگا' جس وقت تک کام کا آغاز نہ ہو اس وقت تک یہاں آرام کریں' ویسے میران سے براہ راست رابطہ رہے گا۔ چاروں کو وہاں متعین کرنے کے بعد میں مطمئن ہو گیا' کم از کم اس کام کا کسی حد تک آغاز ہو گیا تھا بس ذہن پر وہی نیلا بنیں سوار تھیں' اول تو یہ کہ ڈی آئی جی صاحب نے اس قسم کی گفتگو کر دی تھی' دوئم یہ کہ کچھ نہ کچھ کرنا تھا اور سچی بات یہ ہے کہ شرافت سے بیٹھ کر کچھ کرنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ فطرت میں ابھی تک وہی سیمابیت تھی اور میں اس سیمابیت کو ختم نہیں کر سکتا تھا۔

آفتاب کمال نے مجھے کوٹھی پر ٹیلی فون کے ذریعے اطلاع دی۔

"چیف بو سیٹھ سے ابتدائی گفتگو ہو گئی ہے۔ ابھی تک اسے صورت حال کے بارے میں نہیں بتایا گیا مگر میرا خیال ہے آج اس سے بات فائنل کر لی جائے کیا آپ شرکت کرنا پسند کریں گے۔؟"

"مناسب ہوگا...؟" میں نے سوال کیا

"بالکل مناسب ہوگا بلکہ میں چاہتا ہوں کہ تھوڑی سی تفریح رہے گی۔"

"ٹھیک ہے تو پھر کب چلنا ہے...؟"

"شام کے پانچ بجے"

"تم میری طرف آجاؤ گے...؟"

"ہاں چیف بالکل آجاؤں گا بلکہ رضوانہ بھی فریدہ بھابھی کے پاس آنے کے لئے کہہ رہی تھی اسے آپ کے گھر چھوڑ دوں گا' دونوں ساتھ چلیں گے۔"

"پھر آجاؤ..." میں نے کہا اور آفتاب کمال نے ٹیلی فون کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

شام کو تقریباً پونے پانچ بجے وہ دونوں ہمارے گھر پہنچ گئے' فریدہ اور رضوانہ کی اچھی خاصی دوستی ہو چکی تھی ٹھیک ٹھاک ماحول تھا' ان دونوں کو وہاں چھوڑنے کے بعد ہم کار میں بیٹھ کر چل پڑے' راستے میں' میں نے آفتاب کمال سے کہا۔

"بو سیٹھ سے کیا کہا تم نے...؟"

"بس میں نے اس سے ملاقات کا وقت لیا ہے پہلے تو میرے بارے میں چھان بین کرتا رہا' مگر میں نے اس سے کہا کہ اس کا مجھ سے ملنا اس کے حق میں فائدہ مند رہے گا۔"

"ہوں' بس اتنی بات ہوئی ہے...؟"

"ہاں"

"کس قسم کا آدمی ہے؟"

"چیف ایسے آدمی جس قسم کے ہو سکتے ہیں ویسا ہی آدمی ہے وہ اوپر سے سخت اندر سے نرم اور نرم بھی یوں کہ دل کا چور ہے ہم با آسانی اسے ٹریپ کر لیں گے۔" آفتاب کمال نے کہا۔ شخصیتیں ہم دونوں ہی کی متاثر کن تھیں۔ بو سیٹھ نے اپنے شاندار ایئر کنڈیشنڈ آفس میں ہمارا استقبال کیا۔ بھاری جسامت کا بھاری جبڑوں والا آدمی تھا۔ چہرے سے دیکھ کر یہ اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ آسانی سے زیر ہو جائے گا۔ لیکن بہر حال ہم اپنے مقصد میں کامیابی بھی چاہتے تھے۔ ہم دونوں کو اس نے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا اور بولا۔

"آپ کا طریقہ گفتگو بہت عجیب تھا مسٹر' آپ دونوں میں سے جس نے بھی مجھ سے بات کی تھی' مگر بہر حال میں انسان دوست آدمی ہوں' میں نے سوچا ذرا ملاقات کر ہی لی جائے فرمایئے کیا کام تھا آپ کو مجھ سے...؟"

"بو سیٹھ! فرصت ہے ناں آپ کو...؟"

"جی ہاں' میں نے آپ کے لئے وقت نکالا ہے۔"

"مصروفیات کیا چل رہی ہیں آج کل۔؟"

"بہت سی مصروفیات ہیں' پہلے آپ اپنا مکمل تعارف کرایئے۔"

"بہتر ہے کہ کچھ پینے کو منگا لیا جائے بو سیٹھ کیونکہ ہمارے تعارف کے بعد تمہیں کوئی ٹھنڈی چیز پینے کی ضرورت پیش آئے گی۔"

"مطلب...؟" اس نے بھنویں سکوڑ کر پوچھا۔

"اب ہم کیا کریں ہماری بدقسمتی ہے کہ جاتے تو ہیں بڑے اچھے تصورات اور خیالات لے کر لیکن جس شخص سے ملاقات ہوتی ہے کچھ دیر کے بعد وہ ہمیں دشمنوں میں شمار کرنے لگتا ہے۔"

"بلیک میلنگ" بو سیٹھ نے ہماری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"جی بالکل درست خیال ہے آپ کا۔"

"پولیس..." اس نے ٹیلی فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"بہتر ہے پہلے پولیس سے رابطہ قائم کر لیں۔"

آفتاب کمال پر اطمینان لہجے میں بولا اور بو سیٹھ کا ہاتھ رک گیا۔ وہ چند لمحات ہمیں دیکھتا رہا پھر ہمت کر کے مسکرایا اور بولا۔

"خیر اس کا فیصلہ بعد میں کریں گے' کیا پینا پسند کریں گے آپ...؟"

"آپ کے لئے کوئی ٹھنڈی چیز اور ہمارے لئے چائے۔"

"ہوں' بہت زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش کر رہے ہو خیر منگوا لیتا ہوں..." اس نے انٹر کام پر ملازم کو چائے لانے کے لئے کہا اور کچھ دیر کے بعد چائے آگئی۔

"گڈ میرا خیال ہے اب ذرا اکسا گرم گفتگو ہو سکے گی۔" آفتاب کمال نے چائے کے گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"عموماً میں ایسے آدمیوں کو اپنے دفتر سے نکلوا دیا کرتا ہوں جو میرے دفتر میں داخل ہو کر بہت زیادہ تیز اور ذہین بننے کی کوشش کرتے ہیں' لیکن نہ جانے کیوں آپ لوگوں کے لئے یہ دل بھی نہیں چاہتا فرمایئے کیا کرنا ہے آپ کے لئے مجھے۔؟"

"آپ نے ایک کہاوت نہیں سنی ہوگی بو سیٹھ..."

"کون سی کہاوت...؟" بو سیٹھ نے کہا۔

"اصل میں' میں نے بھی نہیں سنی اس لئے میں آپ کو کیا بتاؤں' کہنا یہ تھا کہ کچھ عرصے پہلے ایک شخص کے بارے میں بڑے زبردست پیمانے پر تحقیقات کا آغاز ہونے والا ہے۔ یہ شخص ایک ایسے محکمے میں ملازم تھا جہاں بس کیا کہا جائے یوں سمجھ لیجئے کہ آمدنی ضرورت سے بہت زیادہ ہو جاتی تھی۔ پھر اس شخص نے ایک مصنوعی حادثہ کیا اور اپنے آپ کو معذور ظاہر کر کے وہاں سے ریٹائرمنٹ لے لیا' اس کے بعد یہ شخص چھ سال' بلکہ ساڑھے چھ سال تک نہایت کسمپرسی کی زندگی بسر

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کرتا رہا' دوست اس کی مدد کرتے تھے اور اس پر رحم کھاتے تھے۔ لیکن اس کے بعد اس شخص نے وہ شہر ہی چھوڑ دیا جہاں اس کی اصلیت کو پہچانا جاتا تھا اور یہاں واپس آگیا' یہاں آنے کے بعد اس نے اپنی وہ اصل دولت نکالی جو درحقیقت اس محکمے سے کمائی گئی تھی' لاکھوں کیا بلکہ کروڑوں تک کے قریب کی رشوت' نام تھا اس کا بو سیٹھ اور آج کل وہ یہاں بڑے عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہا ہے..." بو سیٹھ کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے تاریکی نظر آئی تھی لیکن پھر اس نے اپنے آپ کو فوراً ہی سنبھال لیا۔

"تم لوگ واقعی بلیک میلر ہو۔؟"

"ہاں بو سیٹھ ہیں' مگر اتنے شریف بلیک میلر تم نے آج تک نہیں دیکھے ہوں گے' تمہارے بارے میں تمام تحقیقاتی مواد جمع کر لیا ہے ہم نے اور اب یہ سوچ رہے ہیں کہ پولیس پولیس کھیلا جائے' کیا خیال ہے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھاؤ گے؟"

"چاہتے کیا ہو۔؟"

"کچھ نہیں بے روزگار ہیں' غربت اور افلاس کے مارے ہوئے سوچتے ہیں کوئی دھندہ کریں۔"

"کتنی رقم درکار ہے...؟" بو سیٹھ نے پوچھا۔

"رقم نہیں چاہئے بو سیٹھ ہم فقیر نہیں ہیں' دراصل آئیڈیل اسکوائر میں ہمیں دو دفتر درکار ہیں' جہاں بیٹھ کر ہم اپنا اپنا کام شروع کریں۔"

"کک... کیا بکواس ہے...؟"

"گفتگو میں سلیقے کا خیال رکھا جانا چاہئے بو سیٹھ' تم یہ سوچ لو کہ وہ تمام تفصیلات تمہارے سامنے موجود ہیں اور تم کسی بھی طور اپنے آپ کو ان سے الگ ظاہر نہیں کر سوگے' تمہاری ٹانگ کا پورا ایکسرے کرایا جائے گا' کولہے کی اس ہڈی کی تمام تفصیلات معلوم کی جائیں گی' اس وقت تو ظاہر ہے ایک ایسا حادثہ تھا جس پر سب لوگ کھل کر افسوس کر رہے تھے لیکن اگر کوئی جسمانی نقص ہو جاتا ہے تو اس کے بہت سے اثرات رہ جاتے ہیں۔ اس وقت کی بھی ساری تفصیلات اسپتال کے ریکارڈ سے نکلوائی جا سکتی ہیں اور اب بھی ان کا تجزیہ کرایا جا سکتا ہے۔ پتا یہ چلے گا کہ کہیں تمہارا ایکسیڈنٹ نہیں ہوا تھا اور کوئی معذوری نہیں ہوئی تھی تمہیں بلکہ تم بالکل ٹھیک ٹھاک آدمی تھے بس یہ ایک کھیل تھا ایک ڈرامہ تھا' اس کے بعد تمہارے ماضی کے بارے میں تمام تفصیلات منظر عام پر لائی جائیں گی اور بالآخر اس کیس کو یہاں تک پہنچا دیا جائے گا یہ ایک لمبا چکر ہو جائے گا بو سیٹھ ظاہر ہے تم اس کے بعد بے انتہا مصروف ہو جاؤ گے بلکہ زندگی کے وہ تمام سال جو اس دوران تم سکون اور خوشی سے بسر کر سکتے ہو اس کیس کی نذر ہو جائیں گے کیا فائدہ ان تمام باتوں سے' اس کے بدلے میں اتنے بڑے پروجیکٹ میں سے صرف دو دفتر' صرف دو دفتر بھلا بتاؤ کتنے اسکوائر فٹ کے دفتر درکار ہوں گے ہمیں مسٹر شاہ۔" آفتاب کمال نے کہا۔

"بس ذرا اچھے ہوں ایک عمدہ دفتر بنانے کے لئے جتنی بھی جگہ درکار ہوگی۔"

"اور اس کے بعد اس کی ڈیکوریشن بھی بو سیٹھ ہی کے ذمے ہوگی۔"

"کک۔ کیا بکواس کرتے ہو' میں تمہیں ایک پائی نہیں دوں گا..." بو سیٹھ نے کہا اور آفتاب کمال نے چائے کا آخری گھونٹ لیا' اس کے بعد اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا بو سیٹھ چائے کا بہت بہت شکریہ" اجازت چاہتے ہیں۔"

"ب... بیٹھو تو سہی بات تو پوری کر کے جاؤ..."

"آپ نے یہ کہہ دیا کہ آپ ہمیں اس میں سے کچھ نہیں دیں گے اب کیا گفتگو باقی رہ گئی ہے۔؟"

"دیکھو دیکھو وہ بہت قیمتی دفاتر ہیں' لاکھوں روپے کی مالیت کے' اگر تم میرا مطلب ہے تم مجھ سے تھوڑے بہت پیسے لے لو اور کہیں اور دفتر بنا لو۔"

"آئیڈیل آرکیڈ درحقیقت ہمارا آئیڈیل ہے اور وہاں دو ڈیکوریٹ آفس' سوا ایک منٹ کے اندر اندر ہو جانا چاہئے' ایک دو' تین چار' پانچ' چھ' سات۔" آفتاب کمال کلائی سیدھی کر کے گھڑی میں سیکنڈ کی سوئی کو دیکھنے لگا۔ بو سیٹھ کے چہرے پر ہیجان نظر آ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"یہ ڈرامہ مت کرو بیٹھو ذرا قاعدے سے گفتگو کرو۔"

"ہماری گفتگو ختم ہو چکی ہے بو سیٹھ تیس' اکتیس' بتیس' تینتیس' چونتیس"

"ہوں ٹھیک ہے میں تمہیں دفتر دے دوں گا۔"

"ڈیکوریٹ کر کے۔"

"جہنم میں جاؤ..." بو سیٹھ نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"یعنی چلے جائیں۔" آفتاب کمال نے ایک بار پھر کرسی چھوڑنے کی کوشش کی۔

"دفتر ڈیکوریٹ بھی ہو جائیں گے۔" بو سیٹھ نے جواب دیا۔

"یہ بات ہوئی نا..." آفتاب کمال مسکرا کر بولا۔

"لیکن یاد رکھنا۔"

"کوئی دھمکی نہیں بو سیٹھ۔ کوئی دھمکی نہیں۔ جب ہمیں تمہارے بارے میں اتنا کچھ معلوم ہے تو سمجھ لو کہ ابھی بہت کچھ معلوم ہوگا۔"

"کیا مطلب...؟"

"تمہاری کسی بھی دھمکی کی کیا اہمیت ہوگی۔ اس کا جائزہ لے لیا گیا ہے۔ اس لئے کوئی مزاحیہ بات کرنا بے کار ہوگی۔ کیا سمجھے۔ اچھا اجازت..."

اس دور میں کوئی بھی کسی سے کم نہیں ہوتا۔ بو سیٹھ وہ آدمی تھا جس نے باقاعدہ حکومت کو دھوکا دے کر اپنی دولت محفوظ کی تھی لیکن اپنے آپ کو چھپا نہیں سکا تھا وہ اور کسی کے علم میں ہو یا نہ ہو لیکن آفتاب کمال کے جال میں پھنس گیا تھا وہ۔ بڑے پینترے بدلے' بڑا سر پٹخا جب کوئی اتنی ذہانت سے اسے بلیک میل کر سکتا ہے تو بھلا دوسرے عمل کے لئے اس جیسے شخص کو کیا دشواری ہو سکتی ہے لیکن بد قسمتی یہ تھی اس کی کہ ہم جیسے انٹرنیشنل لوگوں کے ہاتھوں میں پھنسا تھا۔ کچھ نہ ہونے کے باوجود ابھی بہت کچھ تھا۔ ہم نے تو اسے نیچ نہیں کیا تھا۔ ورنہ اس حیثیت میں زندگی گزارنے کی ضرورت نہ پیش آتی۔

دفتر اس نے مہیا کر دیئے' ڈیکوریشن پر بھی اس نے زبردست رقمیں خرچ کیں۔ لیکن آخر تک پاؤں پٹختا رہا تھا جب ہم نے اپنے اپنے بورڈ لگائے تو اس کا پارہ بری طرح چڑھ گیا۔

"تو اب تم لوگ یہ فراڈ کرو گے یہاں پر...؟ کیا تم وکیل ہو اور اگر ہو تو مجھے اپنے کاغذات دکھاؤ... اور تم یہ روحانیات یہ کیا چکر ہے' سمجھ گیا ہوں تم لوگ بہت بڑے فراڈ ہو۔ سچ مچ کے بلیک میلر۔ یہاں بیٹھ کر بلیک میلنگ کا کاروبار کرو گے۔"

"بو سیٹھ اب جب کہ تم نے یہ کڑوی گولی نگل ہی لی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ سمجھداری کا کام کیا ہے۔ ورنہ ہو سکتا ہے اس کڑوی گولی کے بجائے تمہیں پستول کی گولی نگلنا پڑتی۔ تو پھر اتنی بڑبڑ کیوں کر رہے ہو۔؟"

"اس لئے کہ میں آئیڈیل اسکوائر کو ایک شاندار کاروباری عمارت بنانا چاہتا ہوں۔ تم لوگوں نے یہاں اس گندگی کا آغاز کر کے میرا پورا پروجیکٹ برباد کر دیا ہے۔"

"نہیں مائی ڈیر بو سیٹھ ہم اسے بالکل آباد کریں گے تم اس کی فکر مت کرو... باقی جہاں تک رہا مسئلہ ہماری کارکردگی کا... تو آگے چل کر تم خود دیکھ لینا۔ بلکہ ہو سکتا ہے ہم تمہیں اپنا کمیشن ایجنٹ ہی مقرر کر دیں۔"

"کیا بکواس ہے... میں... تمہارا کمیشن ایجنٹ بنوں گا؟"

"ہاں بو سیٹھ اب اس سلسلے کو باقاعدہ مسئلہ نہ بناؤ ورنہ ہم تمہیں آج ہی سے اپنا کمیشن ایجنٹ مقرر کر دیں گے اور کمیشن بھی نہیں دیں گے سمجھ لو۔"

"سمجھوں گا تو میں تمہیں اس طرح کہ دنیا یاد کرے گی۔ ٹھیک ہے اس وقت تمہاری گھوڑی چڑھی ہوئی ہے۔ لیکن بعد میں دیکھوں گا۔ جہاں بھی کہیں مجھے موقع ملا تمہیں چھوڑوں گا نہیں اس بات کو یاد رکھنا۔"

"تمہیں کون چھوڑے گا بو سیٹھ' اب تو ہماری ضروریات کا ذریعہ تم ہی ہو' فی الحال جب تک کاروبار نہیں چلے گا ہماری زندگی کا کاروبار کیسے چلے گا۔ تم سے ہی مدد مانگ سکتے ہیں ایک تم ہی اپنے ہو اس وقت" آفتاب کمال نے کہا۔

"بکواس مت کرو' خودکشی کر لوں گا۔ مگر تمہیں ایک پیسہ نہیں دوں گا۔"

"چلو ٹھیک ہے خودکشی کرنے سے پہلے اپنی دولت کا کچھ حصہ ہمارے نام کر دینا... ورنہ کیا فائدہ تمہاری لاش قبر سے نکلوا کر اس کا پوسٹ مارٹم کیا جائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ یہ رقم تم نے کہاں سے حاصل کی... اب دیکھو نا صرف نام بدل لینے سے یا شہر بدل لینے سے شخصیتیں تو نہیں بدل جاتیں۔ تمہارا پورا ریکارڈ سرکار کے پاس موجود ہے' کیا ہوگا تمہارے پورے اہل خاندان کا میں تو ان کے لئے فکر مند ہوں..." آفتاب کمال نے کہا اور بو سیٹھ دانت پیسنے لگا۔

"تم... تم... تم..." بو سیٹھ غرایا۔ مگر اس کے آگے کہنے کے لئے اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔ وہ بے بس تھا ہم لوگوں کے ہاتھوں... اس حیثیت سے اسے جاننے والے ہم ہی تھے ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں تھا... بہرحال اس کے بعد اس کی مصیبت ٹل گئی۔ ہم شاندار طریقے سے اپنے آفس میں آ بیٹھے' جان اشوری' اعجاز اور توفیق

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

وغیرہ تو تھے ہی سدا کے بدمعاش چاروں نے وہ حلیہ بدا کہ دیکھنے والے دیکھتے ہی رہ گئے۔ کوئی انھیں نہیں پہچان سکتا تھا۔ اب وہ بالکل درویش نظر آتے تھے۔ دفتر میں بیٹھتے' قوالیاں گاتے' عیش و آرام کرتے' ابھی تک ہم نے کسی کام کا آغاز نہیں کیا تھا۔ اور ویسے بھی ہم اندھے اقدامات کرنے کے قائل نہیں تھے۔ اب اتنی بھی مصیبت نہیں آرہی تھی مجھ پر کہ فوری طور پر کوئی ذریعے معاش درکار ہوتا۔ یہ تو صرف ایک تفریحی ذریعہ تھا۔ جیٹھ گئے تھے۔ اگر میں اور آفتاب کمال مل کر کوئی کام ہی کرنا چاہتے تو وہ بلاشبہ بڑی طوفانی حیثیت کا حامل ہوتا۔

فریدہ کے اپنے معاملات تھے اب اس کی خواہش بھی پوری ہوچکی تھی کہ میں صبح کو گھر سے نکلوں' دفتر جاؤں اور شام کو وہ مقررہ وقت پر میرا انتظار کرے۔ میں نے اس کی یہ خواہش بھی پوری کردی تھی لیکن یہ اس وقت تک [illegible] تھا جب تک میں کسی کام میں مصروف نہیں ہوجاتا۔ اور اس کے لئے میں نے فریدہ کو پہلے سے آگاہ کردیا تھا۔ اس نے پر خلوص انداز میں کہا تھا۔

"میرا اپنا کام ہے بھلا میں اس میں مداخلت کرسکتی ہوں؟"

اس دن ہم صبح کے ناشتے سے فارغ ہوکر بیٹھے ہی تھے کہ طاہر جمال شاہ آگیا۔ یہ میرا سب سے چھوٹا بھائی تھا اور درحقیقت اس کی شخصیت ابھی گول مول تھی۔ یعنی یہ کہ وہ رہتا تو وہیں یعنی ڈی آئی جی تیمور جمال شاہ کے ساتھ تھا لیکن والدہ کا ساتھی تھا۔ جبکہ اس کے برعکس اکبر جمال شاہ صاحب والد صاحب کے چمچے محترم تھے۔ طاہر نے ابھی تک کسی جانبداری کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ ہاں جب ماموں اختیار بیگ کا مسئلہ سامنے آیا تھا تو وہ والدہ کا ساتھی بنا ہوا تھا اور ماموں اختیار بیگ سے اس کے بہت اچھے تعلقات تھے۔ طاہر کی آمد سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ والدہ صاحبہ بھی کافی عرصے سے نہیں آئی تھیں۔ بہرحال یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا جب بھی چاہتا ان سے مل سکتا تھا۔ طاہر جمال شاہ نے مجھے سلام کیا فریدہ نے اس کا پرجوش استقبال کیا۔ کہنے لگی۔

"اگر یہاں آنے کا ارادہ تھا تو تھوڑی دیر پہلے ہی نکل آتے ناشتا ہمارے ساتھ ہی کرتے۔"

"آج صبح سے بڑا اچھا ناشتا چل رہا ہے۔ اگر آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ آپ مجھے ناشتا نہیں کرائیں گی بھابھی جان تو اس تصور کو ذہن سے نکال دیجیے۔ فوراً ناشتا کرائیے مجھے۔"

"اچھا ایک بات بتاؤ۔۔۔ آمد کسی خاص وجہ سے ہوئی ہے۔ ویسے تو تم سر آنکھوں پر ہمیشہ۔ بلکہ میں کہتی ہوں کہ تم اپنے بھائی کے ساتھ ہی رہو۔ لیکن اس وقت جس انداز میں آئے ہو مجھے کچھ عجیب سے لگ رہا ہے۔"

"وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک آپ ناشتا لے کر نہیں آجائیں گی اپنی آمد کی وجہ کا انکشاف نہیں کروں گا۔"

"ارے میں ابھی ملازم کو کہے دیتی ہوں۔ بس ذرا باہر جانا ہے دو منٹ کے لئے ناشتا یہیں لگوالیا جائے گا۔"

"اوکے بھابھی اوکے۔۔۔" طاہر جمال شاہ نے کہا۔

فریدہ باہر نکل گئی اور میں طاہر جمال شاہ کا چہرہ دیکھنے لگا۔ پھر میں نے طاہر سے کہا۔

"کوئی خاص بات ہے۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔ انتہائی خاص۔۔۔"

"کیا۔۔۔؟"

"ویسے تو سب خیریت ہے۔۔۔؟"

"جی ہاں' بس اس خیریت کے درمیان یہ ٹیپ ریکارڈ ہے۔" طاہر جمال شاہ نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سے ٹیپ ریکارڈ نکال کر جو غیر ملکی تھا اور نہایت نفیس بنا ہوا تھا رکھ دیا۔

"یہ کیا ہے۔۔۔؟"

"اسے ٹیپ ریکارڈر کہا جاتا ہے۔۔۔"

"طاہر۔۔۔"

"سوری بھائی جان۔۔۔ بھابھی کے آنے سے پہلے کوئی انکشاف نہیں کیا جاسکتا آپ اس سلسلے میں مجھے معاف کردیجیے گا" طاہر جمال شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور اس دوران فریدہ واپس آگئی۔

"میں نے اپنا قول نبھایا ہے بھابھی۔۔۔ حالانکہ بھائی جان بڑی خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھتے رہے ہیں۔"

"بتاؤ طاہر کوئی خاص بات ہے۔؟"

"جی ہاں بھابھی بہت خاص بات۔"

"ہوا کیا۔۔؟"

"گھر میں زبردست لڑائی ہوئی ہے" طاہر جمال شاہ نے کہا۔

"لڑائی"

"جی ہاں"

"کس کی"

"ڈیڈی اور ممی کے درمیان۔۔۔ اصل میں' میں ممی صرف ڈیڈی کی رعایت سے کہہ رہا ہوں۔ ورنہ آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے درمیان ڈیڈی اور امی ہیں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب تم بہت زیادہ بقراط بننے کی کوشش نہ کرو۔ یہ بتاؤ لڑائی کس سلسلے میں ہوئی' ان دونوں کے درمیان اور مجھے تمہاری اس بات میں تھوڑا سا جھوٹ بھی نظر آتا ہے۔"

"وہ بھلا کیوں۔۔۔؟"

"امی اور ڈیڈی سے لڑیں گی۔۔۔؟ وہ بے چاری تو بڑی معمولی سی شخصیت ہیں۔ بھلا ڈی آئی جی صاحب سے کیسے ٹکر لے سکتی ہیں۔؟"

"لی ہے بھائی جان اور آپ یقین کیجیے زندگی میں پہلی بار لی ہے اور ایسی ٹکر لی ہے کہ خود ڈی آئی جی صاحب کو بھی دن میں تارے نظر آگئے ہوں گے" طاہر جمال شاہ نے کہا۔

"تعجب ہے ہوا کیا۔۔؟"

"ابتدا تو میں کئے دیتا ہوں کیونکہ ابتدا ریکارڈ نہیں کی جاسکی۔ لیکن اس کے بعد کی تمام گفتگو میں نے خصوصی طور پر ریکارڈ کرلی ہے آپ کے لئے۔"

"اور یہ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔۔۔؟"

"بس پیش آگئی تھی۔ وہاں بھی ناشتے ہی کی میز پر اس سلسلے کا آغاز ہوا تھا۔ بات یہ تھی کہ ہماری بھابھی یعنی مسز اکبر جمال شاہ کچھ بیمار ہیں ان دنوں' ان کی دیکھ بھال امی جان ہی کو کرنی پڑ رہی ہے۔ ناشتے کی میز پر ڈی آئی جی صاحب تشریف فرما تھے۔ اکبر کمال بھی تھے بھابھی بھی تھیں اور تمام افراد موجود تھے مجھ سمیت۔۔۔ والدہ صاحبہ نے بس اتنا کہا کہ دیکھو کیسی عجیب بات ہے ہمارا لخت جگر موجود ہے اس کی بیوی بھی موجود ہے لیکن ہم سے کتنا فاصلہ ہے اس کا۔ اگر فریدہ بھی اسی گھر میں رہتی تو کیا حرج تھا۔۔۔ آج اس کی طبیعت خراب ہے تو فریدہ سنبھال سکتی تھی گھر کے حالات کو بس نہ جانے کیا ہوا۔" ڈی آئی جی صاحب کو چڑھ گئی۔ کہنے لگے۔

"کہ یہ سب کچھ تمہارا ہی کیا دھرا ہے"

"عجیب باتیں کررہے ہیں آپ یہ تو وہی بات ہوئی الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔۔۔ میں تو ویسے ہی پریشان ہوں اتنے دنوں سے کہ دلہن کی طبیعت خراب ہے' ٹھیک ہے گھر میں ملازم بھی ہیں۔ میں بھی ہوں سب لوگ ہیں اگر فریدہ بھی یہاں ہوتی تو کیا حرج تھا۔" بس والد صاحب بھڑک گئے۔

"کیا کہہ رہی ہیں آپ۔ فریدہ یہاں کیسے ہوتی۔ آپ کا بیٹا من مانی کررہا ہے اور اب وہ وقت آگیا ہے جب اس کی ساری من مانیاں ختم ہوجائیں۔"

بس شاید یہی جملے تھے جو امی جان کو برے لگ گئے کہنے لگیں "آپ کا بس چلے تو آپ اسے پھانسی پر لٹکوادیں۔ مگر بس نہیں چلتا ہے نا آپ کا اس پر۔۔۔" ڈی آئی جی صاحب کے لئے تو یہ چیلنج تھا اپنی جگہ سے اٹھے اور سرد لہجے میں بولے۔

"میرے کمرے میں آیئے"

"ہاں ہاں آرہی ہوں بہت عرصہ ہوگیا آپ کی سنتے ہوئے۔"

"بس بھائی جان یہاں سے میں نے یہ سوچا کہ یہ گفتگو ریکارڈ ہونی چاہئے تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آجائے۔ ناشتا تو گزبڑ ہو ہی چکا تھا۔ میں نے جلدی جلدی اپنے حلق میں چائے اتاری اور یہ ٹیپ ریکارڈ جو میں نے ابھی کچھ عرصے پہلے ایک دوست سے باہر سے منگوایا ہے استعمال کرنے کے لئے لے چلا۔ بڑی شاندار ریکارڈنگ ہے اس کی۔ آپ بھی سنیے کیا آفت چیز ہے۔"

میں نے دلچسپی سے فریدہ کی طرف دیکھا۔ وہ بھی مسکرا رہی تھی ہنس کر بولی۔۔۔ "طاہر جمال شاہ تو بڑے تیز آدمی ہیں ڈی آئی جی صاحب کو تو پتا بھی نہ چلا ہوگا کہ ان کی گفتگو ریکارڈ ہورہی ہے۔"

"تو خواتین و حضرات آیئے کمرے سے آغاز کرتے ہیں۔" کچھ ہلکی ہلکی چاپ کچھ ہلکی ہلکی آہٹیں سنائی دیں۔ اور اس کے بعد جناب ڈی آئی جی صاحب کی بھرائی ہوئی آواز۔

"جی آپ فرمارہی تھیں کہ میرا بس نہیں چلتا"

"جی ہاں یہی عرض کررہی تھی میں۔۔۔" امی کے لہجے میں ایک حیرتناک تبدیلی پائی جارہی تھی۔

"کیا چاہتی ہیں آپ اس سلسلے میں۔؟"

"میری چاہت سے کیا ہوتا ہے' جو میں چاہتی ہوں وہ آپ کبھی نہیں کرسکیں گے۔"

"ارشاد تو فرمایئے گا۔" ڈی آئی جی صاحب کی آواز سنائی دی۔

"میں یہ چاہتی ہوں کہ وہ بھی اسی گھر میں آجائے۔ یہاں اسے بھی ایک باعزت مقام ملے۔ یہاں وہ بھی اس گھر کے مکینوں کی حیثیت سے رہے۔"

"اور اس کے ساتھ آپ کے بھائی اختیار بیگ' ان کا مختار بیگ' اس کی بیوی اور بچے وہ بھی یہیں رہیں گے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ان کا کیا ذکر ہے"

"بھئی آپ نے ان کی پرورش کا پورا پورا بندوبست جو کردیا ہے جہانگیر جمال شاہ کے ساتھ۔"

"دیکھیں آپ ایسی باتیں نہ کیا کریں۔ وہ اپنا کماتے ہیں اور اپنا کھاتے ہیں۔"

"بس اپنا رہتے تمہیں ہیں... کیوں یہی بات ہے نا..."

"کیوں میں نے کہا تھا ان سے کہ وہاں رہیں۔"

"جی ہاں کہا تو آپ نے نہیں ہے' لیکن صاحبزادے اپنی محبت کا اظہار اس طرح کررہے ہیں آپ سے۔ آپ کے خاندان والوں کو سنبھال لیا ہے انہوں نے۔"

"تو اس سے آپ پر کیا اثر پڑتا ہے' نہ آپ کی جیب سے ایک پیسہ خرچ ہوتا ہے... وہ جو کچھ کررہا ہے اسے کرنے دیجیے۔"

"نہیں بیگم صاحب... وہ جو کچھ کررہا ہے میں اسے نہیں کرنے دوں گا... چند روز قبل ایک صاحب تھے ہمارے وزیر خارجہ شہباز احمد صاحب... نہ جانے انہیں کیا سوجھی کہ انہوں نے ایک نہایت نکمے' آوارہ مزاج' بلیک میلر اور ڈاکہ زن کو ایک سرکاری محکمہ دے دیا۔ ایک ذیپارٹمنٹ ترتیب دے دیا گیا' اس کے لیے بس شہباز احمد صاحب کے شانوں پر بندوق رکھ کر چلانے لگے صاحبزادے اور ان کے باج گزار بن گئے۔ حاشیہ برداری میں تو ان کا ثانی نہیں ہے۔ جو چھوٹے موٹے کام کئے ان کی داد شہباز احمد صاحب نے خوب دی بلکہ دلوائی بھی۔ کچھ اور بھی رابطے قائم ہوئے اور اس کے بعد وہ اپنے آپ کو تیس مار خاں سمجھنے لگے ہیں۔ بیگم صاحب یہ زندگی بہت مختلف ہے۔ میں نے ایک انسپکٹر کی حیثیت سے زندگی کا آغاز کیا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ آج ڈی آئی جی ہوں۔ اور اس رب عظیم کی عنایت سے ایک نیک نام انسان ہوں۔ اگر بدقسمتی سے میرے ہاں جہانگیر جمال شاہ جیسا لڑکا نہ پیدا ہو جاتا تو شاید اور زیادہ باعزت اور نیک آدمی کہلاتا۔ لیکن بدقسمتی کہیں نہ کہیں پیشانی پر کوئی دھبہ لگا دیتی ہے یوں سمجھ لیجیے کہ ذہنی طور پر تو میں اسے عاق کرہی چکا ہوں زبانی طور پر بھی کسی وقت کردوں گا... لیکن آپ کا یہ فرمانا کہ اس پر میرا بس نہیں چلتا مجھے ذرا زیادہ کی طرف مائل کررہا ہے۔"

"کیا کریں گے آپ' اسے گولی ماردیں گے؟ مار دیجیے تاریخ میں ایسے واقعات بہت سے ہیں جب ایک باپ اپنے بیٹے کا خود ہی دشمن بن گیا ہو۔"

"اسے تو خیر گولی مار ہی دیں گے۔ لیکن آپ کی زبان درازی آپ کو بھی نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"ارے چھوڑیے اب ساری زندگی گزر گئی' سب سے بڑا نقصان انسان کی زندگی میں موت ہی ہوگا' ہے نا آپ مجھے بھی گولی مار دیجیے کیا فرق پڑتا ہے' لکھ کردے دوں گی کہ میں اپنے مرضی سے خود کشی کررہی ہوں۔ میری موت کی ذمہ داری میرے شوہر پر نہ عائد کی جائے۔"

"جی نہیں میں آپ کو نہ خود کشی کرنے دوں گا نہ گولی ماروں گا... میں آپ کو یہ دکھاؤں گا کہ میں کیا ہوں..."

"یہی الفاظ آپ کے صاحبزادے نے بھی کہے تھے۔ کہا تھا کہ ڈیڈی ایسا کھیل دکھاؤں گا کہ آپ بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔"

"کیا کھیل... شہباز احمد کا ہاتھ سر سے اٹھ جانے کے بعد آخر وہ کیا رہ گئے ہیں' کیا کررہے ہیں' کیا کریں گے' یہ دیکھنا ہے مجھے' لیکن یہ تمام کرنے سے اور دیکھنے سے پہلے میں آپ کو یہ ضرور بتاؤں گا کہ میں کیا ہوں... گھر کی مرغی دال برابر سمجھ رکھا ہے آپ نے... میں آپ کو بتاؤں گا کہ ان جیسے لڑکوں کے ساتھ میں کیا کرسکتا ہوں۔ اس کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر رونا پڑے گا۔ آپ کو سمجھ لیں بیگم صاحب۔"

"ہاں' ہاں سمجھ لیا اچھی طرح سمجھ لیا میں سر پر ہاتھ رکھ کر رونا چاہتی ہوں سمجھے آپ...؟"

"تو پھر ٹھیک ہے یہ بات میں ان تمام لڑکوں کے سامنے کہہ دیتا ہوں کہ اس بار میں اسے نہیں چھوڑوں گا کوئی رشتہ نہیں ہے کوئی ناتا نہیں ہے میرا اس سے۔ وہ میری پیشانی کا بدنما داغ ہے اور میں اس داغ کو اپنی پیشانی سے ختم کرکے رہوں گا۔"

"ضرور ختم کردیجیے آپ۔ دیکھوں گی میں بھی کہ آپ کیسے ڈی آئی جی صاحب ہیں اور اگر کچھ نہ بگاڑ سکے اس کا تو اس کے بعد کم از کم میرے سامنے گردن تان کر یہ جملہ آپ نہیں کہیں گے۔" امی کی آواز ابھری۔

"آپ کے ہوش درست نہیں شاید۔" ڈی آئی جی صاحب غرائے۔

"جی ہاں ایسا ہی ہوا ہے۔"

"آپ نہیں جانتیں آپ اس کے لئے قبر تیار کررہی ہیں۔ میں اسے زندہ دفن کرسکتا ہوں۔"

"یہ مثال بھی قائم کردیجیے۔ لوگ عرصے تک آپ کو یاد رکھیں گے۔"

"ٹھیک ہے' بالکل ٹھیک ہے' بالکل ٹھیک ہے۔"

ٹیپ ختم ہوگیا...

فریدہ کے چہرے پر آزردگی نظر آرہی تھی۔ میں بوکھلایا ہوا بیٹھا تھا۔ طاہر جمال شاہ نے دونوں ہاتھوں میں چہرہ تھاما ہوا تھا۔

"ناشتے میں کیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"ایں..." طاہر چونک پڑا۔

"امی کسی حکیم کی دوا تو تمہیں کھا رہی ہیں..."

"آپ اس سنجیدہ بات کو مذاق میں لے رہے ہیں۔" طاہر جمال شاہ نے کہا۔

"نہیں۔ ابتداء سے تفتیش کررہا ہوں۔ امی نے غالباً اپنی شادی کے بعد پہلی بار اس طرح قبلہ و کعبہ کے سامنے لب کشائی کی ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"اس کی وجوہات کیا ہیں۔؟"

"مثلاً"

"کوئی ایسا لمحہ بھی آگیا تھا جب ڈیڈی کو آپ کے سامنے سلوٹ کرنا پڑا تھا۔"

"اس میں میرا کیا قصور تھا۔؟"

"آیا تھا کوئی ایسا وقت؟"

"ہاں"

"تو پھر... آپ خود سوچیں ڈیڈی کس قدر منتقم المزاج انسان ہیں وہ بھولیں گے ان لمحات کو۔؟"

"اور کیا حالات ہیں سب لوگ ٹھیک ہیں نا... تمہاری تعلیمی پوزیشن کیا چل رہی ہے۔؟"

"کیا مطلب..." طاہر حیرت سے بولا۔

"مطلب یہ کہ اب تشویش کا پیریڈ ختم۔ دوسری باتیں کریں۔ موضوع طویل نہیں ہوگیا۔؟"

"اس مسئلے کے بارے میں بتایئے۔"

"تم نے مجھے بروقت خطرے سے آگاہ کردیا۔ یہ بہت اچھا قدم اٹھا تم نے اس ریکارڈنگ سے ڈیڈی کے لہجے کا پتا چل گیا۔ یہ لہجہ نہ سنتا تو سوچتا کہ بس غصے میں کہہ گئے ہیں سب کچھ۔ لیکن یہ لہجہ بتاتا ہے کہ پتھر پر لکیر پڑ گئی ہے۔"

"میرا بھی یہی انداز ہے۔"

"بات ختم"

"وہ کیسے"

"کیا مطلب۔"

"ہوسکتا ہے ڈیڈی کچھ کرہی بیٹھیں۔ دراصل ان کے خلاف بھی تو کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ اور پھر مجھے اس بات کا غم ہے کہ میں بھی کچھ نہیں کرسکتی۔"

"میرا ڈیڈی کے ساتھ یہ پرانا مذاق چلتا ہے فریدہ۔ اس کے لئے فکر مند نہ ہو۔ ابھی تو انہیں دفتر روحانیات کے بارے میں کچھ نہیں پتا چلا ہے۔ ورنہ کام وہیں سے شروع ہوتا۔"

"خدا کے لئے ہوشیار رہنا۔"

میں نے ہنس کر بات ٹال دی۔ کوئی خاص توجہ بھی نہیں دی تھی۔ مجھ سے پہلے سے آفتاب کمال کے کام کا آغاز ہوگیا۔ آئیڈیل اسکوائر ہی میں قائم ایک آفس اس سے رابطہ قائم کرکے ایک کیس دیا تھا جس پر آفتاب نے کام شروع کردیا۔

"میں نے سوچا کورٹ میں وکیل کی حیثیت سے خود کو روشناس تو کرادوں۔"

"کیا حرج ہے۔ کیس لیتے رہو۔"

"آپ اشتہار ریلیز کردیں"

"ابھی نہیں۔ بلکہ اچھا ہے ہم نے جلد بازی نہیں کی۔"

"کوئی خاص بات ہے۔؟"

"ہاں"

"کیا...؟" اس نے پوچھا اور جواب میں میں نے اسے ڈی آئی جی صاحب کی وارننگ کے بارے میں بتادیا۔

"اوہ خطرناک بات ہے..."

"نہیں آفتاب... ڈیڈی کو خوش ہونے دو بعد میں سب سنبھال لیں گے۔"

"اچھا ہے آپ نے بتادیا۔ ورنہ کہیں بے خبری میں کچھ ہو جاتا..." آفتاب کمال سوچ میں ڈوب گیا تھا...

دفتر روحانیات میں پہلا کیس آگیا۔ ایک نوجوان تھا۔ اچھی شکل صورت و صحت کا مالک۔ جھجکتا ہوا اندر آیا تھا۔ توفیق نے فوراً اسے جا پکڑا۔

"مسلمان ہو۔؟"

"جی... جی"

"کرپچین کیوں نہیں ہو...؟" جان بولا۔

"اصولی طور پر تمہیں ہندو ہونا چاہئے۔"

"میرا کیس ہے..." اعجاز اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

"ہوسکتا ہے اس پر سفلی علم کیا گیا ہو۔ کالا جادو کا توڑ صرف میرے پاس ہے۔ عزیزم مجھے پنڈت کشوری لعل کہتے ہیں۔"

"اور اگر اس پر انگریزی جادو کرایا گیا ہو...." جان

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نے کہا۔

"بس... سیدھے تو... مجھ پر کسی نے جادو نہیں کرایا ہے۔ آپ میری بات تو سن نہیں رہے۔"

"پھر کیسے آنا ہوا...؟" توفیق بولا۔

"پہلے مجھے بتائیے کہ مجھے کس سے بات کرنی چاہئے۔"

"مجھ سے..." توفیق بولا۔

"تو آپ تنہائی میں میری بات سن لیجئے۔"

"آجاؤ... میرے ساتھ آجاؤ..." توفیق اسے اپنے کمرے میں لے گیا۔ اسے اپنے سامنے کرسی پر بٹھا کر توفیق نے کہا۔ "اب بتاؤ کیا مشکل ہے۔؟"

دفتر روحانیات میں جو کمرے بنائے گئے تھے ان کی میزوں میں ڈکٹو فون لگے ہوئے تھے جن کے ریسیور میرے کمرے میں تھے۔ یہ سب کچھ پھکڑپن تھا، لیکن مجھ پر جو جنون سوار ہو رہا تھا وہ بھی ایسا تھا جس کے لئے یہ پھکڑپن ضروری ہو گیا تھا۔ چاروں درویشوں کو میں نے ٹرینڈ کیا تھا اور انہیں بریف کیا تھا کہ موکلوں سے کیا معلومات کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں کیا کارروائی کرنی ہوتی ہے۔

توفیق کے سوال کے جواب میں نوجوان نے کہا "دراصل مجھے ایک لڑکی سے عشق ہو گیا ہے۔"

"خودکشی کرلو۔" توفیق دھڑ سے بولا۔

"جی...؟" نوجوان حیرت سے بولا۔

"میرا مطلب ہے شادی کرلو۔ ایک ہی بات ہے"

"میرا مطلب ہے ہمارا یہ دفتر کیسے نظر آگیا تمہیں؟"

"میں سیڑھیوں کے ذریعے آتا ہوں۔"

"تنخواہ کیا ملتی ہے۔؟" توفیق بولا۔

"جی پونے تین ہزار..."

"کلرک ہو کر عشق کرتے ہو شرم نہیں آتی۔؟"

"کیا کلرک انسان نہیں ہوتے؟" نوجوان بولا۔

"نئے پے اسکیل پر اترا رہے ہو شہزادے۔ مگر صرف پے اسکیل دیکھا ہے۔ بڑھتی ہوئی مہنگائی پر غور نہیں کیا۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ عشق ہوا ہے تو شادی بھی ہوگی۔ پھر شملہ اونچا کرنے کے لئے بچے بھی پیدا کرو گے۔ خدانخواستہ اگر کسی سے مقابلہ ہو گیا تو خاندانی منصوبہ بندی والے سر پیٹیں گے اور اس کے بعد خودکشی شروع ہو جائے گی۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں جناب؟" نوجوان ...

مان کر بولا۔

"نہیں نوجوان... ہم مستقبل میں چلے گئے تھے۔ خیر تو تمہیں عشق ہو گیا ہے!"

"جی ہاں۔"

"کس سے"

"لڑکی کا نام شیرازہ ہے۔ ایک گرلز کالج میں پڑھتی ہے۔"

"بس سارا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ وہ بھی تمہیں چاہتی ہے۔؟"

"جی ہاں..."

"چشمہ لگاتی ہے۔"

"ج... جی ہاں مگر آپ کو کیسے معلوم ہوا...؟" نوجوان بولا۔

"اندازہ ہو گیا... نمبر بدل وا دوں گا اس کا۔ نام بتاؤ۔"

"اقبال احمد"

"شادی کا پیغام دیا۔"

"ہاں"

"کیا نتیجہ نکلا۔؟"

"منع کر دیا ان لوگوں نے"

"لڑکی کیا کہتی ہے۔؟"

"روتی ہے بس"

"اور تم"

"میں بھی۔" نوجوان بے ساختہ بولا پھر سنبھل گیا۔ اور پھر کرسی سے اٹھ گیا۔

"بیٹھو" توفیق نے گرج کر کہا اور وہ سہم کر بیٹھ گیا۔ "احمق، بے وقوف گدھے۔ ہیں لڑکی کے گھر والے۔ میری آنکھوں میں دیکھو... دیکھو میری آنکھوں میں۔" نوجوان نے توفیق کی آنکھوں میں دیکھا۔ "شادی کی تیاریاں کرلی ہیں تم نے۔؟"

"جی ہاں۔ بری تیار ہے۔"

"پتا بتاؤ... اپنا اور لڑکی کے گھر کا..." نوجوان نے دونوں پتے لکھوا دیئے "جاؤ۔ شادی ہو جائے گی"

"مجھے کیا خدمت کرنا ہوگی۔؟"

"برتن صاف کرنے پڑیں گے، کھانا پکانا پڑے گا۔ کپڑے دھونے پڑیں گے محبت کی شادیوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔ ہم جو کچھ بھی لیتے ہیں کام ہونے کے بعد لیتے ہیں۔ جاؤ۔" توفیق نے کہا اور نوجوان سلام کر کے باہر نکل گیا۔ سب ٹھیک تھا۔ توفیق کو اندازہ تھا کہ یہ کلرک بے چارہ کیا دے سکے گا۔ ابھی دفتر کی پبلسٹی درکار تھی۔

میں نے توفیق کو طلب کر لیا۔

"بکواس زیادہ کرتے ہو، اور بہت ہی کمینے انسان ہو۔ بے چارے کا مذاق اڑا رہے تھے۔"

"اور تو ولی غلطی نہیں ہوئی بابا صاحب۔"

"کیا کرو گے۔"

"کیس ہاتھ میں لیا ہے، شادی تو ہوگی اقبال احمد کی شیرازہ سے۔ ٹھیک ہے یہ تمہارا امتحان ہے۔"

"او کے باباجی" توفیق گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔ میں مسکراتا رہا۔ بہرحال یہ جو کچھ بھی تھا میں اس سے پرامید تھا۔ دوسرے کچھ سمجھیں یا نہ سمجھیں اور اس سلسلے میں بھی والد صاحب قبلہ نے ہی مدد کی تھی۔

چھٹی کا دن تھا کوٹھی کے دروازے پر پولیس کی جیپ رکی اور ایک انسپکٹر، چار کانسٹیبلوں کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ جیپ دیکھ کر ہی ماتھا ٹھنکا تھا۔ خود ہی باہر نکل آیا۔

"ہیلو انسپکٹر"

"جہانگیر جمال شاہ صاحب کون ہیں۔؟"

"میں ہوں فرمائیے۔"

"سر آپ کی گرفتاری لینا ہے۔"

"وجہ"

"یہ وارنٹ ہے۔ ڈی اے فیضی صاحب نے آپ کی ایف آئی آر کٹوائی ہے۔"

"ڈی اے فیضی۔ پورا نام کیا ہے۔؟"

"دلاور عالم فیضی" انسپکٹر نے کہا۔ اور میں ذہن کے خانوں میں یہ نام ٹٹولنے لگا۔ کچھ یاد آرہا تھا۔

"کون سے تھانے سے آئے ہو۔؟"

"رانا پوری... انسپکٹر آفاقی کے نام سے جانا جاتا ہوں۔"

"مجھے جانتے ہو۔"

"جی سر اسی لئے آپ سے اتنی بات بھی کر رہا ہوں آپ گرفتاری دے رہے ہیں نا۔"

"ہاں ہاں ظاہر ہے ذرا ایک فون کرلوں؟"

"نہیں سر... آپ قانون کو جانتے ہیں"

"ہوں... قانون اس سے روکتا تو نہیں ہے۔"

"سر ہم رسک نہیں لے سکتے۔" انسپکٹر نے ہتھکڑیاں آگے کر دیں۔

"ہتھکڑیاں لگاؤ گے انسپکٹر؟"

"حکم ملا ہے سر۔" اتنی دیر میں ایک ملازم سامنے آگیا میں نے اسے اشارے سے بلایا۔

"آفتاب کمال کو بتا دینا کہ انسپکٹر آفاق مجھے رانا پوری تھانے لے گئے ہیں او کے انسپکٹر چلیے ہتھکڑیاں لگائیے۔" انسپکٹر نے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی تھیں۔

اے ڈی فیضی یاد آگیا۔ پرانی بات تھی۔ بہت پرانی میں نے ایک اہم مسئلے میں اسے بلیک میل کیا تھا۔ بہت دولت مند آدمی تھا اور اس کی بیٹی نے میری مدد کی تھی۔ وہ لڑکی جس کا نام یاد نہیں آرہا تھا۔ میری دوست رہی تھی اور دوستی کی آڑ میں کام ہوا تھا۔ مگر اب یہ تو بہت پرانی بات تھی۔ اس وقت کی جب میں سرکش گھوڑا تھا اور کوئی درست کام کرنے کو جی ہی نہیں چاہتا تھا... اوہو... یہ ڈی آئی جی صاحب کی کوشش تھی۔ اس کی تصدیق تھانے چل کر ہو گئی۔

انسپکٹر مجھے آفس میں لایا "خانہ پری ہو گئی۔ انسپکٹر اب آگے کا پروگرام بتاؤ۔"

"لاک اپ..."

"کوئی اور مناسب جگہ نہیں ہے تمہارے پاس۔؟"

"آپ کو رعایت نہیں دی جائے گی۔ مسٹر جمال شاہ۔ ہمیں نوکری خطرے میں نہیں ڈالنی"

"اور زندگی..." میں نے پوچھا۔ انسپکٹر مجھے گھورنے لگا۔ پھر بولا "اس کا جواب کل دوں گا۔ ذرا یہ پتا چل جائے کہ کہاں تک اجازت ہے۔ تمہاری بدقسمتی ہے کہ آفاقی کو نہیں جانتے تم۔"

"اتنا ہی بتا دو کہ رپورٹ کیا ہے اور تمہیں یہ احکامات کتنی بلندی سے ملے ہیں۔؟"

"میری زندگی خطرے میں ہے۔ بہت بڑے بدمعاش ہو تم۔ ڈی آئی جی کے بیٹے ہو ایک روز گزر جانے دو شہزادے کل تمہیں اس بارے میں سارے جواب مل جائیں گے۔ رحم داد خان۔ شہزادے کو لاک اپ دکھاؤ۔ جاؤ... ذرا خیال رکھنا بہت بڑے آدمی ہیں یہ۔"

"سنو انسپکٹر... صرف اپنا فرض پورا کرو... اس سے آگے نہ بڑھو۔ کسی کے بل پر واقعی اپنے آپ کو مشکل میں نہ ڈالو... ڈی اے فیضی کی رپورٹ کیا ہے؟ تفصیل بتاؤ اس کے بعد مجھے لاک اپ بھجوا دینا۔"

"شٹ اپ... رحم دار خان" انسپکٹر دھاڑا۔ رحم داد خان سادہ لباس میں ایک قوی ہیکل تخیم آدمی تھا۔ آگے بڑھا اور بولا۔

"چلو لالے کی جان... ورنہ رحم دار خان کا نام اس کے ماں باپ نے بالکل انحار کھا ہے۔ رحم کے علاوہ سب ہے اپنے پاس۔"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"چلو ٹھیک ہے۔ براہ راست معاملہ ہو رہا ہے تو یہی سہی اپنا کیا جاتا ہے۔" میں نے کہا اور مجھے لاک اپ پہنچا دیا گیا۔ پر سکون تھا سوچنے کے لئے تنہائی مل گئی تھی رات کو آٹھ بجے آفتاب کمال آیا۔ انسپکٹر نے مجھے لاک اپ سے بلوایا تھا۔ آفتاب کمال کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ انسپکٹر آفاقی نے کہا۔

"جی وکیل صاحب جو بات کریں میرے سامنے کریں آپ کے ساتھ رعایت کی ہے میں نے ورنہ... میرا نام آفاقی ہے۔"

"کوئی بدسلوکی ہوئی آپ کے ساتھ مسٹر جہانگیر۔"

"ہاں۔ انسپکٹر صاحب نے اپنا کھاتا کھول لیا ہے۔ حساب شروع ہو گیا ہے۔"

"یہ تھانہ ہے مسٹر جمال شاہ اور..." انسپکٹر نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"آ گئے انسپکٹر..." آفتاب کمال چبھتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"وکیل صاحب! میرا وقت قیمتی ہے۔" انسپکٹر نے کہا

"یقیناً سر... اب یہ فرمایئے کہ فرد جرم کیا ہے۔؟"

"ابھی کچھ نہیں بتایا جا سکتا۔"

"ٹھیک ہے آفاقی صاحب۔ ویسے آپ کے نام کے ساتھ پیچھے بھی کچھ ہے؟ میرا مطلب ہے ناظر اللہ آفاقی... یا گلزار، گلو... آ... فاقی..." آفتاب کمال نے کمال دکھانا شروع کر دیا۔ انسپکٹر آفاقی اچھل پڑا تھا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار نمایاں ہو گئے۔

"کیا... کیا بکواس ہے۔؟"

"گلزار ٹرانسپورٹ کمپنی... نادر پورہ ایکسیڈنٹ... گلو شاہ"

"تمہارا دماغ خراب ہے کیا۔؟" انسپکٹر نے پستول نکال لیا۔

"فون نمبر سات دو آٹھ تین تین ایک تین، رنگ کرکے پوری رپورٹ لے لو اپنے بارے میں وہ لوگ تمہیں یہ بھی بتائیں گے کہ آفتاب کمال ایڈووکیٹ اس وقت تمہارے پاس ہے۔"

"کون ہو تم...؟"

"آفتاب کمال ایڈووکیٹ"

"اس بارے میں کیا جانتے ہو۔؟"

"یہی کہ گلزار ٹرانسپورٹ میں اس وقت آٹھ ٹرکوں کا بیڑا شامل ہے نادر پورہ میں جو ٹرک کا حادثہ ہوا ہے اس میں عینی گواہوں کو بیس بیس ہزار روپے دے کر ان کی زبانیں بند کی گئی ہیں۔ مزید یہ کہ گمشدہ ڈرائیور صوفی شوکت شاہ ہمارے پاس ہے۔"

"او خدا کے بندے میرے دماغ کی رگ پھٹ جائے گی۔ یہ سب آخر یہ سب کیا ہے"

"پستول کا رخ میری طرف ہے انسپکٹر صاحب"

"او یار... پاگل... پاگل کر دیا ہے تم نے۔"

"تمہارے میٹرک کے سرٹیفکیٹ میں تمہارا نام گلزار خان ہی ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ تمہارا باپ جڑی فروش تھا۔ آٹھ ٹرک کہاں سے آ گئے... اور اس کے علاوہ گلزار خان بھلا ناظر اللہ آفاقی کیسے بن گیا؟۔ یہ تو گورنمنٹ کے ساتھ بہت بڑا فراڈ ہے مائی ڈیئر انسپکٹر اور یہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ فون نمبر ۷۲۸۳۳۱۳ تمہارے لئے پوری طرح تیار ہے اور وہ لوگ بہت خطرناک لوگ ہیں۔"

"گویا تم... گویا تم مجھے بلیک میل کر رہے ہو"

"آپ نے فرمایا تھا انسپکٹر صاحب کہ یہ تھانہ ہے۔"

"ہوں کہا تو تھا میں نے۔ لیکن تم نے مجھ سے جو کچھ کہا ہے وہ بھی اپنی جگہ ایک حیثیت رکھتا ہے۔ کیا کرنا ہے مجھے، یہ بتاؤ اور یہ بھی بتاؤ کہ ان تمام معلومات کا ذریعہ کیا تھا جو تم نے حاصل کی ہیں۔؟"

"بہت اچھے انسپکٹر بہت اچھے۔ لگتا ہے ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے محکمہ پولیس میں۔ صرف روایتوں پر چل رہے ہو میری جان خیر ہم تو دوست نواز ہیں۔ اگر گلزار گلو انسپکٹر ناظر اللہ آفاقی بنا ہوا ہے تو بنا رہے لیکن شرط یہ ہو گی کہ وہ صرف وہی کرے گا جو ہم چاہیں گے۔ راستہ بدلا اس نے تو پھر ناظر اللہ کیس بھی سامنے آ جائے گا اور اگر مزید معلومات حاصل کرنے کی ضرورت پیش آ گئی ڈیئر گلو تو سمجھ لو انجام کیا ہو گا۔" انسپکٹر ہونٹ بھینچے ہوئے آفتاب کمال کو دیکھ رہا تھا۔ آفتاب کمال غراتی ہوئی آواز میں بولا۔

"کام کی باتیں کرو دوست تم بھی یہ بات اچھی طرح جانتے ہو کہ کوئی بھی اتنا بڑا ہاتھ کسی بیک گراؤنڈ کے بغیر نہیں ڈال سکتا۔ میں بے شک اس وقت تمہارے سامنے ہلکا پڑ گیا ہوں لیکن یہ بات بھی جانتا ہوں کہ جن لوگوں نے جہانگیر جمال شاہ کے خلاف اس ساری کارروائی کا بیڑہ اٹھایا ہے وہ معمولی آدمی نہیں ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ جہانگیر جمال شاہ، ڈی آئی جی تیمور جمال کے بیٹے ہیں یہ بات مجھے ایس پی اکبر خان نے بتا دی تھی۔"

"ایس پی اکبر خان" آفتاب کمال نے سرد لہجے میں

کہا۔

"ہاں اب تم سے کچھ چھپانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اکبر خان کے ساتھ ہی ڈی اے فیضی نے یہ رپورٹ درج کرائی تھی اور اکبر خان نے مجھ سے کہا کہ سب کچھ فیضی صاحب کی خواہش کے مطابق کیا جائے اس کے پیچھے بہت بڑا ہاتھ ہے۔ رپورٹ درج کر لی گئی۔ ایف آئی آر کاٹنے کے بعد جب ڈی اے فیضی چلا گیا تو میں نے اکبر خان سے کہا کہ ڈی آئی جی صاحب کے بیٹے پر ہاتھ ڈالنے کے نتائج کیا ہو سکتے ہیں؟ تو وہ مسکرا کر بولا کہ یہ ڈی آئی جی صاحب جانیں۔ آپ خود سوچیں بھلا اس کے بعد میری کیا مجال کہ میں ان لوگوں کے احکامات سے روگردانی کروں؟۔ بے شک الجھی ہوئی بات ہے لیکن میرا کوئی قصور ہو تو مجھے بتا دیا جائے۔"

"ہوں اس کا مطلب ہے کہ ایس پی اکبر خان نے اس سکیم کو شروع کیا ہے۔ ڈی آئی جی تیمور جمال شاہ کے کہنے پر۔"

"اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ اس بات نے مجھے بھی حیران کیا تھا۔"

"چلو چھوڑو ان باتوں میں کیا رکھا ہے، مائی ڈیئر انسپکٹر ایف آئی آر کیا ہے کیا اس کی تفصیل بتا دی تم نے...؟"

"ابھی تک نہیں لیکن زبانی بتائے دیتا ہوں۔ ڈی اے فیضی نے چند سال قبل کے ایک واقعہ کے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا تھا کہ ایک بلیک میلر نے کچھ اہم کاغذات کے ساتھ اسے بلیک میل کرنا شروع کیا اور پانچ لاکھ روپے طلب کئے۔ کاغذات کاروباری نوعیت کے تھے۔ اور اس وقت کی حکومت ان کاغذات کے خلاف عمل کر سکتی تھی چنانچہ فیضی نے پانچ لاکھ روپے اپنے سیکریٹری بلال کے ہمراہ روانہ کر دیئے۔ لیکن بلیک میلر نے نہ صرف وہ کاغذات فیضی کے حوالے نہ کئے بلکہ اس کے سیکریٹری بلال کو بھی اغوا کر لیا۔ غالباً کوئی اور چکر درمیان میں ہو گیا تھا بلال اس کی قید میں طویل عرصے تک رہا اور تشدد کے ذریعے ذہنی توازن کھو بیٹھا۔ اتفاق سے ڈی اے فیضی ایک اسپتال کا دورہ کرتا ہوا وہاں پہنچا تو اس نے بلال کو اسپتال میں داخل دیکھا۔ اپنے اغوا شدہ سیکریٹری کو پہچان کر وہ اسے اپنے ساتھ لے آیا اور اس نے خاموشی سے اس کا علاج کرایا۔ بلال ٹھیک ہو گیا تو اس نے اس بلیک میلر کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور بہت سے ایسے ثبوت مہیا کئے جس سے بلیک میلر کی نشاندہی پر روشنی پڑتی تھی۔ ڈی اے فیضی نے اس سلسلے میں تیمور جمال شاہ سے براہ راست رابطہ قائم کیا تو انہوں نے اپنے بیٹے جہانگیر جمال شاہ کے خلاف باقاعدہ کارروائی کا حکم دے دیا۔ اس طرح تیمور جمال شاہ نے قانون کا بول بالا کیا ہے اور ڈی اے فیضی کی داد رسی کی ہے۔"

میرے ہونٹ بھینچ گئے۔ آفتاب کمال کی گردن جھک گئی۔ چند لمحات ہم دونوں چپ رہے۔ پھر آفتاب کمال نے کہا۔

"ضمانت کی کیا پوزیشن ہے انسپکٹر...؟"

"خدا کی قسم تو کری بھی چلی جائے گی اور شاید گرفتار بھی ہو جاؤں۔ اکبر خان صاحب نے کہہ دیا ہے کہ ابھی کوئی ضمانت وغیرہ نہیں ہو گی۔ ذمہ داری وہ خود قبول کرتے ہیں۔"

"اچھا... تم کیا تعاون دو گے...؟" آفتاب کمال نے پوچھا اور انسپکٹر چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"تعاون...؟"

"ہاں..."

"بھلا میں کیا تعاون کر سکتا ہوں؟۔ ظاہر ہے گرفتار شدہ شخص کی پوری پوری نگرانی کی جائے گی۔ اکبر خان صاحب خود اس پر نظر رکھیں گے اور اس کا کیس پورا کریں گے۔ میں تو صرف ایک ذریعہ ہوں۔" دفعتاً ہی میں نے درمیان میں مداخلت کی اور کہا۔

"انسپکٹر میرے اور تمہارے درمیان جو بھی گفتگو اب تک ہو چکی ہے اسے نظر انداز بھی کیا جا سکتا ہے۔ ایک کام کرنا ہو گا تمہیں۔"

انسپکٹر چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔ "کیا...؟"

"مجھے ابھی تھوڑی دیر کے بعد یہاں سے جانا ہے۔"

"کک کیا..."

"ہاں ہو سکتا ہے رات کے تین چار بجے تک واپس آ جاؤں ہو سکتا ہے صبح سات بجے تک واپسی ہو بہرحال مجھے نکلنا ضرور ہے۔" انسپکٹر جیسے کانپ کر رہ گیا بمشکل تمام بولا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مسٹر جہانگیر جمال شاہ۔؟"

"اس کی ذمہ داری تمہیں قبول کرنا ہو گی۔ ظاہر ہے بہت سے ایسے کام تم خود بھی کرتے ہو۔ اتنی پارسائی کا اظہار مت کرو اکبر خان اگر آ جائے تو جو بھی مسئلہ ہو تمہیں اپنے طور پر نمٹانا ہے میرا یہاں سے جانا بہت ضروری ہے۔"

"ممکن نہیں ہے۔" انسپکٹر نے خشک لہجے میں کہا

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور آفتاب کمال کی غراہٹ ابھری۔

"ناممکن کو ممکن بناؤ انسپکٹر کیونکہ بہت سے ناممکن، ممکن ہو جاتے ہیں اور بہت سے ممکن ناممکن کیا سمجھے۔؟"

"بھئی میری پوزیشن کو سمجھو... اگر بات اتنے بڑے لوگوں کی نہ ہوتی تو میں تم جو کہتے وہ کر ڈالتا لیکن میری جان کیوں مصیبت میں ڈال رہے ہو۔؟"

"اس سے بڑی مصیبت تو تمہیں پیش آئے گی تمہیں انسپکٹر آفاقی جو ہمارے ذریعے پیش آسکتی ہے۔"

"ہاں یہ بات جانتا ہوں لیکن، لیکن۔ سوچنے دو بھائی مجھے سوچنے دو کس مصیبت میں پڑ گیا۔"

"نہیں انسپکٹر ایک وعدہ تم سے کیا جاتا ہے تعاون کرو گے تو تعاون پاؤ گے اور بات یہیں ختم نہیں ہو جائے گی بلکہ آگے بھی دور تک چلے گی، ہو سکتا ہے ہمارے تمہارے درمیان بہت سے رابطے رہیں۔ سوچ لو یہیں سے دشمنی اور دوستی کا فیصلہ ہو جائے گا اور یہ فیصلہ کرنے میں تمہیں دیر نہیں کرنا چاہئے۔"

"واپسی ممکن ہوگی۔؟" انسپکٹر آفاقی نے سوال کیا۔

"تمہیں اپنا معیار بڑھانا چاہئے انسپکٹر۔ آخر ایک اچھے عہدے پر فائز ہو۔"

"کیا مطلب۔"

"تمہارا اپنا ... ہم فرار ہونا چاہتے ہیں"

"ہاں میرا یہی خیال ہے۔"

"تب پھر خود تمہاری جان کے عوض تم سے یہ مطالبہ کیا جا سکتا تھا کہ تم اپنی نوکری کی قربانی دو۔"

"کیا مطلب؟"

"گرفتاری ہی نہ دکھاؤ... فرار ہونے کا مطلب چھپنا ہی ہے کیونکہ ایف آئی آر کٹی ہوئی ہے۔ پھر ہمیں سے کیوں کام نہ شروع کیا جاتا، بروقت واپسی ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے کس وقت نکلنا ہے؟"

"کس وقت نکال سکتے ہو؟"

انسپکٹر نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھا اور بولا

"بس شفٹ بدل جائے۔"

"کتنی دیر لگے گی؟"

"بس تھوڑی دیر باقی رہی ہے۔"

"میں باہر انتظار کروں گا۔" آفتاب کمال نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے" میں نے گردن ہلا دی۔

"بیٹھو کیا پیو گے؟" انسپکٹر بولا۔

"اس وقت تم مجھے زہر کے علاوہ کچھ نہیں پلاؤ گے انسپکٹر اور میں ابھی زہر نہیں پینا چاہتا اس لئے... او کے" آفتاب کمال باہر نکل گیا۔

انسپکٹر دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا۔ میری طرف دیکھ کر اس نے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔

"او بابا جی۔ تم بھی مجھے معاف کر دینا۔ پولیس کی نوکری میں ایسی بری عادتیں پڑ جاتی ہیں۔ ایک بات ہمیں اچھی طرح معلوم ہے دو بڑے ہاتھیوں کے بیچ میں پسنے کے سوا اور کچھ نہیں ملتا ایک اچھا تجربہ ہوا ہے ہمیں۔"

"کھاتے کماتے آئے ہو انسپکٹر۔ معصوم بننے کی کوشش مت کرو۔ بہرحال چونکہ مستقبل میں تم سے کچھ کام نکل سکتے ہیں اس لئے رجسٹر میں کچھ اور اضافہ نہیں کیا جائے گا۔"

"شکریہ جی... بہت شکریہ... دراصل یہ بڑے افسر اپنی پبلسٹی کے لئے بھی ایسے کام کرتے ہیں۔ اب تمہارا کیس سامنے آئے گا تو لوگ کہیں گے کہ ڈی آئی جی تیمور جمال کس قدر فرض شناس اور قانون پسند انسان ہیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو بھی نہیں چھوڑا۔ ویسے دوست ایف آئی آر ٹھیک ہے کیا۔؟"

"بہت اچھے۔ پولیس والی چال چل رہے ہو۔"

"خدا کی قسم نہیں۔ میں تو خود تمہارے جال میں پھنسا ہوا ہوں۔ یہ وکیل صاحب کون تھے نہ کبھی کورٹ میں دیکھا اور نہ کہیں اور ملاقات ہوئی۔"

"تعارف بعد میں کریں گے تم سے آفاقی جلد بازی مت کرو۔"

"چلو ٹھیک ہے... اچھا ایک بات بتا دو۔"

"کہو"

"گرفتاری دکھاؤں یا نہ دکھاؤں۔"

"کیا مطلب؟"

"واپس آؤ گے؟"

"ہاں آفاقی... چھپنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ چھپا تو جرم پکا ہو جائے گا۔"

"کوئی چکر چلا کر آؤ گے۔"

"جو کچھ کروں گا تمہیں بتا دوں گا۔"

"مردوں والا وعدہ؟"

"ہاں یار... تم نے تو بالکل ہی ہتھیار ڈال دیئے۔" میں نے ہنس کر کہا اور انسپکٹر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ پھر بولا۔

"لاک اپ چلے جاؤ۔ تھوڑی دیر میں شفٹ بدلنے

والی ہے۔ میں اپنے خاص آدمی فٹ کر دوں تاکہ راز راز رہے۔" میں نے گردن ہلا دی تھی۔

انسپکٹر نے بڑی محنت سے اپنی کارروائی مکمل کی تھی۔ کوئی پونے گیارہ بجے میں خاموشی سے لاک اپ سے نکل آیا۔ تھانے کے سامنے ایک ریستوران تھا۔ آفتاب کمال اس میں بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر دوڑا آیا اور میرے قریب پہنچ گیا

"گاڑی لائے ہو۔"

"ہاں وہ کھڑی ہوئی ہے۔"

"چلو..." میں نے کہا اور آفتاب کمال خاموشی سے کار کی طرف چل پڑا۔ "کسی اچھے ہوٹل میں کافی پئیں گے۔" میں نے کہا اور کمال نے بلو مون کے سامنے کار روک دی۔ کافی آگئی اور ہم چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے رہے۔

"جی سر... کچھ تفصیلی بات ہو جائے۔"

"کیس بنایا گیا ہے۔"

"وجہ...؟"

"ڈی آئی جی تیمور جمال۔"

"کیا مطلب؟" آفتاب جمال اچھل پڑا۔

"باپ بیٹے طاقت طاقت کھیل رہے ہیں۔ میں نے دلاور فیضی سے کسی زمانے میں پانچ لاکھ روپے ضرور وصول کئے تھے باقی سب ڈرامہ ہے۔"

"لیکن..."

"کھیل دلچسپی سے کھیلنا ہے۔ مگر یہ انسپکٹر والا کیا معاملہ ہے؟"

"حکومتی کھیل ہے۔ وہ جرائم پیشہ آدمی تھا۔ نام تھا گلزار، گلو کے نام سے جانا جاتا تھا۔ نئی حکومت کی جدوجہد کے دور میں اس نے اس حکومت کی پارٹی کا ساتھ رہا تھا۔ برسراقتدار آئی تو اس کی کاوشوں کا صلہ دیا گیا۔ اس لئے گلزار کا نام ناظر اللہ آفاقی ہو گیا اور اسے محکمہ پولیس میں اس کی خواہش کے مطابق نوکری مل گئی۔ پولیس کی اس نوکری سے اس نے ٹرانسپورٹ کا بڑا کاروبار پھیلا لیا۔ جو گلزار کے نام سے چلتا ہے۔ پھر حکومت بدل گئی وہ کان دبا کر کام کرنے لگا۔ یہ اس کا برا دور ہے ہو سکتا ہے آئندہ الیکشن میں اس کی حلیف حکومت آجائے اور اسے ڈی ایس پی کا عہدہ مل جائے۔"

"مگر تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟"

"آپ کا غلام ہوں جناب۔ نوائے فور بے شک ختم ہو گیا لیکن کیا آپ کے خیال میں میری صلاحیتیں بھی ختم ہو گئیں؟۔ یہ ذخیرہ آج بھی محفوظ ہے۔ اور اس میں بہت کچھ ہے۔"

"گڈ..." میں نے تحسین بھرے انداز میں کہا۔

"پروگرام کیا ہے چیف؟"

"یہ ڈی اے فیضی سے ملاقات کریں گے کچھ معلومات حاصل ہو جائیں تو اچھا ہے۔"

"سمجھ گیا... سیدھے چلیں گے؟"

"ہاں کچھ دیر کے بعد"

"کوٹھی کا پتا ہے۔"

"پرانی کوٹھی تو پتا ہے کہیں اور چلا گیا ہو گا تو پتا چل جائے گا۔" میں نے کہا۔ آفتاب کمال گردن ہلانے لگا۔

تقریباً پونے ایک بجے ہم اس کوٹھی کے سامنے کھڑے تھے جس پر پیتل کی پلیٹ پر ڈی اے فیضی لکھا ہوا تھا۔ کوٹھی کا بیرونی حصہ تاریک تھا۔ البتہ اوپری منزل کے ایک کمرے کی کھڑکیوں سے تیز روشنی چھن رہی تھی۔ گیٹ پر چوکیدار موجود تھا۔ احاطے میں چھ گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں جو نہایت قیمتی تھیں۔ آفتاب کمال نے مجھے دیکھا۔

"آؤ..." میں کوٹھی کے بغلی حصے کی طرف چل پڑا۔ یہاں بھی کوٹھی تھی۔ ہمیں اس کوٹھی کے دروازے پر چوکیدار نظر نہیں آیا۔ چنانچہ ہم دونوں اس دوسری کوٹھی میں داخل ہو گئے۔ اور یہاں سے فیضی کی کوٹھی میں داخل ہونا مشکل نہیں ہوا۔ ہم دونوں دبے پاؤں آگے بڑھے۔ اندر داخل ہونے کے لئے صدر گیٹ ہی استعمال کیا تھا۔

نیچے بالکل خاموشی تھی۔

"موسیقی کی آوازیں محسوس کر رہے ہو؟"

"موسیقی...؟"

"ہاں... غور کرو۔"

"بالکل آرہی ہیں مغربی موسیقی۔"

"جو کوئی بھی ہے اوپر ہے۔"

"اوپر چلیں..." آفتاب کمال نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ چوڑے زینے ہمیں اوپری منزل تک لے گئے۔ ان پر دبیز قالین بچھا ہوا تھا جس کی وجہ سے ہلکی سی چاپ بھی کہیں نہیں سنی جا سکتی تھی۔ ویسے تھوڑا سا تردد بے شک ہو گیا تھا۔ اگر ڈی اے فیضی کچھ دوستوں کے ساتھ محفل موسیقی میں مصروف ہوا تو پھر اس محفل کے ختم

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہونے کا انتظار کرنا پڑے گا کیونکہ اس وقت جو منصوبہ میرے ذہن میں تھا وہ یہ ہی تھا کہ ڈی اے فیضی سے اس سلسلے میں تمام معلومات حاصل کی جائیں اور پھر اس کا دماغ درست کیا جائے۔ بے شک اس میں کچھ خطرات تھے لیکن اسکے لئے بھی ہم نے فیصلہ کرلیا تھا کہ ہمیں کیا کرنا ہے کوٹھی کے دوسرے مکین شاید گہری نیند سوئے ہوئے تھے یا پھر اس بات کے بھی امکانات تھے کہ اس کوٹھی میں فیضی کے علاوہ اور کوئی نہیں رہتا ہو۔ بہر حال یہ ہمارا مسئلہ نہیں تھا ہم نہایت احتیاط سے اس تیز روشن کمرے کے قریب پہنچ گئے اور پھر کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے لگے جہاں سے اندر جھانکا جاسکے اس قسم کی کوٹھیوں میں ایسی جگہوں کی کمی نہیں ہوتی۔ بہت بڑی

کھڑکی تھی جس پر پردے پڑے ہوئے تھے لیکن ان پردوں کے بہت سے حصے اس طرح سرکے ہوئے تھے کہ شیشوں سے دوسری جانب جھانکا جاسکتا تھا۔ سلائیڈنگ ڈور بند تھے اور ان کے صرف و شفاف شیشے عریاں' اندر چونکہ تیز روشنی تھی اور باہر گہری تاریکی بس ان شیشوں ہی سے جو روشنی چھن رہی تھی اس نے باہر کے حصے کو ذرا سا منور کر رکھا تھا۔ ہمیں اندر جھانکنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی۔ موسیقی کا ریکارڈ چل رہا تھا۔ بہت ہی اعلٰی پائے کی غیر ملکی موسیقی تھی اور کسی بہت ہی شاندار ٹیپ ریکارڈ سے نشر ہو رہی تھی۔ بہت بڑا کمرہ تھا جس میں انتہائی اعلٰی درجے کا فرنیچر سجا ہوا تھا۔ تقریباً بارہ تیرہ افراد اس وقت کمرے میں موجود تھے جن میں کچھ مرد اور کچھ خواتین لیکن درمیان میں ایک مستانہ عالم رقصاں تھی۔ سیاہ رنگ کے ایک حسین لباس میں پیکر حسن و جمال جس کے وجود کی دلکشی در حقیقت کمرے کے ماحول میں آگ لگائے ہوئے تھی اس طرح لچک رہی تھی جیسے مشینی جسم رکھتی ہو' خوبصورت بھی بہت زیادہ تھی۔ گھونگھریالے سنہری بال جن کی لٹیں پسینے میں ڈوبے ہوئے چہرے پر بکھری ہوئی تھیں بدن کی جنبش ایسی دل موہ لینے والی کہ انسان سحر میں مبتلا ہو جائے۔ وہ اس موسیقی پر رقص کر رہی تھی اور دیکھنے والے محو حیرت تھے' شراب کے جام ان کے ہاتھوں میں تھے' بوتلیں کھلی ہوئی تھیں اور شاہ فاروق کا دربار محسوس ہوتا تھا۔ ایک لمحے کے لئے تو میں بھی مبہوت ہوگیا لیکن پھر فوراً ہی سنبھل گیا۔ میں نے آفتاب کمال کی جانب دیکھا لیکن آفتاب کمال اس طرح اندر کے

نظارے میں محو ہوگیا تھا کہ مجھے بھول ہی گیا تھا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو اس نے مضبوطی سے اپنا ہاتھ میرے بازو پر رکھا اس کے ہاتھ کی گرفت اتنی سخت تھی کہ مجھے چونکنا پڑا۔ آفتاب کمال کے اندر ایک عجیب سی ہیجان خیزی پیدا ہوگئی تھی۔ پھر اس نے مجھے پیچھے کھینچنا شروع کردیا۔ میں کچھ بھی نہیں سمجھا تھا میں اس کے ساتھ کھنچتا چلا گیا۔ وہ مجھے اس جگہ سے کافی دور ایک ایسی جگہ لے گیا جہاں تاریکی اور خاموشی تھی۔ اس نے سرگوشی کے لہجے میں کہا۔

"چیف! بات اچانک عجیب و غریب رخ اختیار کرگئی ہے اگر آپ میری یادداشت اور میری عقل پر بھروسہ کریں تو میں آپ کے سامنے ایک عجیب و غریب انکشاف کرنا چاہتا ہوں"

"کیا...؟" میں نے سرسراتے ہوئے لہجے میں پوچھا

"وہاں کمرے میں کون کون موجود ہے؟ آپ نے ان کے خدو خال کا جائزہ تو لے لیا ہوگا۔ ان میں ایک غیر ملکی جوڑا بھی ہے اندازہ لگایا آپ نے..؟"

"دو غیر ملکی مرد اور ایک عورت" میں نے جواب دیا

"بالکل درست بالکل درست" مگر چیف جو لڑکی کمرے کے درمیان میں رقص کررہی ہے آپ جانتے ہیں وہ کون ہے۔"

"افسوس نہیں جانتا کاش جانتا ہوتا۔"

"چیف میرے پاس اس کا ریکارڈ موجود ہے وہ اسرائیلی جاسوسہ کرسٹینا لیمبرٹ ہے۔"

"کیا...؟" میرے منہ سے ہلکی سی آواز نکل گئی۔

"آپ کو میرے ماضی پر اتنا بھروسہ ضرور رکھنا چاہئے چیف کہ جب کوئی بات پورے اعتماد سے کہتا ہوں تو اس کا کوئی مقصد ہوتا ہے۔"

"کرسٹینا لیمبرٹ"

"ہاں چیف یہ وہی عورت ہے جس نے افریقی لیڈر شومبے کا جہاز اغوا کیا تھا آپ کو یاد ہوگا میرے پاس اس وقت سے اس کے بارے میں تفصیلات موجود ہیں۔"

"اسرائیل کے لئے کام کرتی ہے۔؟"

"ہاں"

"یہاں کیا کررہی ہے۔؟"

"رقص" آفتاب کمال نے جواب دیا اور میں پر خیال انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

"اوہو... اوہو"

"سمجھ گئے چیف آپ بالکل سمجھ گئے کیا خیال ہے؟"

"دلچسپ انتہائی دلچسپ"

"کوئی جلدی تو نہیں ہے...؟"

"بالکل نہیں"

"تو پھر آیئے باہر نکلیں یہاں سے۔"

"ایک بار پھر اس کا جائزہ لے لیا جائے۔"

"نہیں چیف وہ ناگن ہے زیادہ خطرناک اور زہریلی ہے اور اس وقت کی صورتحال بہت مختلف ہے چیف آپ کا کیا اندازہ ہے یہ لوگ کتنی دیر تک یہاں رک سکتے ہیں...؟"

"جس انداز میں پروگرام جاری ہے اس سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ دیر لگ جائے گی"

"تو پھر چیف آیئے باہر آیئے" ہم لوگ نہایت احتیاط کے ساتھ باہر نکلے اور اس کے بعد اس کوٹھی سے باہر نکل گئے جس میں داخل ہوکر یہاں تک پہنچے تھے۔ یہ کوٹھی ہمارے لئے بڑی معاون ثابت ہوئی تھی۔ آفتاب کمال کے چہرے پر انتہائی جوش پھیلا ہوا تھا اس نے کہا۔

"میں گاڑی لے کر جارہا ہوں چیف کچھ ضروری چیزیں لے آؤں آپ اس وقت تک یہاں موجود رہیں گے اور ان لوگوں کی نگرانی کرتے رہیں گے" میں نے ہونٹ بھینچ کر گردن ہلادی اور بولا۔

"تفصیل تو بتاؤ۔"

"چیف پلیز بعد میں ساری تفصیلات بتادوں گا تھانے واپس جانے سے پہلے ہم لوگ ایک پروگرام ترتیب دے لیں گے۔"

"جا بھائی جا تو' تو ہے ہی پراسرار بجر بٹو۔"

میں نے کہا اور آفتاب کمال برق رفتاری سے اپنی کار کی جانب دوڑ گیا۔ میں نے کوٹھی سے کچھ فاصلے پر ایک ایسی جگہ سنبھال لی تھی جہاں سے دروازے پر نظر رکھی جاسکے۔ ویسے میں یہ سوچ رہا تھا کہ میرا یہاں رکنا ایک طرح سے بے کار ہی ہے فرض کرو اگر یہ لوگ نکل کر جاتے ہیں یہاں سے تو میں کیا کرسکوں گا۔ میرے پاس تو ان کا تعاقب کرنے کے لئے گاڑی وغیرہ بھی موجود نہیں ہے۔ بہر طور یہ ایک الگ بات تھی لیکن آفتاب کمال کے انکشاف نے مجھے ششدر کردیا تھا۔ کرسٹینا لیمبرٹ جیسی عورت اگر یہاں موجود ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ ڈی اے فیضی مصیبت میں گرفتار ہونے والا ہے۔ کیا اس کا تعلق کسی طور اس اسرائیلی جاسوسہ سے ہے یا پھر وہ بے خبری ہی میں کسی خاص خطرے کا شکار

ہو رہا ہے۔ میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ اگر ایسی بات ہے تو بے چارے ڈی آئی جی صاحب ایک بار پھر خطرے میں پڑ جائیں گے اگر انہوں نے کسی بھی طرح ڈی اے فیضی سے رابطہ قائم کر رکھا ہے۔ چلو ٹھیک ہے میں نے مانا کہ فیضی خود بھی اس مسئلے میں شریک نہیں ہے لیکن اگر کرسٹینا لیمبرٹ جیسی عورت اس کے گھر میں پہنچ کر آسانی سے رقص کرسکتی ہے تو اسے کسی بھی مشکل میں پھنسایا جاسکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اسرائیلی جاسوسہ کا اس کی کوٹھی تک آنا کوئی خاص معنی رکھتا ہو اوہو اوہو اس طرح سے تو ڈی آئی جی صاحب بھی مصیبت میں گرفتار ہوسکتے ہیں۔ مجھے کافی عرصے پہلے کے وہ لمحات یاد آگئے جب میری وجہ سے ایک چالاک عورت نے جو غیر ملکی جاسوسہ ہی تھی ڈی آئی جی صاحب کے کمرے سے کچھ کاغذات اڑا لیے تھے۔ اور اس کے بعد اگر میں کوشش کرکے وہ کاغذات ڈی آئی جی صاحب کو واپس نہ کرتا تو وہ یقینی طور پر مصیبت میں گرفتار ہوچکے ہوتے۔ اس وقت بھی کچھ ایسی ہی چویشن آگئی تھی میں بہت دیر تک اس معاملے پر غور کرتا رہا۔ اور میرے ذہن میں ایک منصوبہ ترتیب پاتا رہا۔ آفتاب کمال نہ جانے کہاں مر گیا تھا میرا اندازہ تھا کہ اسے واپسی میں خاصی دیر لگ جائے گی۔ لیکن اس نے طوفانی انداز میں یہ سفر کیا تھا اور واپس پہنچ گیا تھا۔ میں نے تاریکی میں اس کی گاڑی دیکھ لی تھی۔ جس کی ہیڈ لائٹس بجھی ہوئی تھیں وہ کسی قسم کے شبے کا موقع کسی کو نہیں دینا چاہتا تھا۔ میرے قریب دوڑتا ہوا پہنچا اور جلدی سے پوچھا۔

"کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوئی' میرا مطلب ہے وہ لوگ واپس تو نہیں گئے۔؟"

"نہیں بالکل نہیں"

"آپ چل رہے ہیں اندر یا باہر رکیں گے۔"

"تم اندر جا رہے ہو۔؟"

"ہاں چیف میں الٹرا وائلیٹ کیمرہ لے کر آیا ہوں ان لوگوں کی تصویریں بناؤں گا۔"

"تو پھر چلو ظاہر ہے میں تمہیں خطرے میں نہیں چھوڑ سکتا۔" میں نے کہا اور آفتاب کمال نے سائلنسر لگا ہوا پستول میرے ہاتھ میں تھما دیا' دوسرا پستول خود اس کے ہاتھ میں موجود تھا۔ غالباً وہ الٹرا وائلیٹ کیمرہ بہت چھوٹا سا تھا اور اس کے لباس میں محفوظ تھا۔ ورنہ سامنے نظر آتا اس نے پستول کے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

فالتو کارتوس مجھے دیئے جنہیں میں نے جیب میں ڈال لیا اور ایک بار پھر ہم نے اسی کوٹھی کا رخ کیا۔ بڑے بے تکے لوگ معلوم ہوتے تھے۔ گیٹ سنسان پڑا ہوا تھا جبکہ برابر کی کوٹھی کے گیٹ پر چوکیدار موجود تھا یا پھر ہو سکتا ہے چوکیدار دونوں ہی کوٹھیوں کی نگرانی کرتا ہو کیونکہ دونوں کے گیٹ تقریباً ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے۔ البتہ چوکیدار اپنی ذمہ داری با آسانی پوری نہیں کر رہا تھا۔ غرضیکہ وہ تمام کارروائی ہوتی رہی جس کا منصوبہ آفتاب کمال نے بنایا تھا۔ ہم لوگ ایک بار پھر وہیں پہنچ گئے جہاں سے ہم نے اس رقص کو دیکھا تھا۔ اندر قہقہے اڑ رہے تھے۔ کرسٹینا لیمبرٹ اس دوسرے غیر ملکی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی جو تنہا تھا جبکہ ایک غیر ملکی کے پاس اس کی ہم نسل عورت موجود تھی۔ قہقہوں کے درمیان جام چل رہے تھے۔ شیشے کی دوسری جانب سے آفتاب کمال کا الٹرا وائلیٹ کیمرہ اپنا کمال دکھاتا رہا اس میں کسی فلیش گن کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ یہ تو تاریکی میں تصویریں بنا لیتا تھا جبکہ اندر تو تیز روشنی ہو رہی تھی البتہ شیشے کو کراس کرنے کے لئے آفتاب کمال نے اس پر ایک خصوصی لینس لگایا تھا۔ آفتاب کمال کے کمالات سے تو خیر میں بہت پہلے سے واقف تھا بہر طور وہاں سے نکلنے کے بعد اس نے کہا۔

"چیف اب احاطے میں کھڑی ہوئی گاڑیوں کی تصویریں بھی بنانی ہے آپ ایسا کیجئے کسی ترکیب سے چوکیدار کو اپنی جانب متوجہ کریں یا رہنے دیں آپ باہر نکل جائیں میں احاطے میں جاتا ہوں' خاموشی سے تصویریں بناؤں گا" میں نے اس کی اس بات سے اتفاق کیا اور کوٹھی سے باہر آگیا۔ چوکیدار کو واقعی متوجہ کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے ایک چھوٹا سا پتھر اٹھایا اور گیٹ کی جانب اچھال دیا اس کے بعد میں خود ایسی جگہ ہو گیا جہاں سے چوکیدار مجھے دیکھ نہ سکے۔ چوکیدار نے ذیلی کھڑکی کھولی اور باہر جھانکنے لگا پھر وہ بندوق لئے ہوئے باہر آگیا اور اس کے بعد تقریباً پچاس گز دور تک اس نے ایک لمبی واک کی اور جب کسی کو نہ پایا تو اس ذیلی کھڑکی سے اندر داخل ہو گیا۔ اتنی دیر میں آفتاب کمال دیوار کود کر میرے پاس پہنچ گیا۔

"کام ہو گیا چیف! اب یہ بتایئے اب کیا پروگرام ہے...؟"

"تم بتاؤ' تمہارا کام تمہاری مرضی کے مطابق ہو گیا

"ہاں چیف اور اب میں کرسٹینا لیمبرٹ کا تعاقب کروں گا۔"

"مگر..."

"چیف! انتظار کئے لیتا ہوں ہو سکتا ہے یہ کمبخت ساری رات یہاں موجود رہے ویسے رقص ختم ہو گیا تھا ہو سکتا ہے یہ لوگ واپس جائیں۔"

"میرا اندازہ ہے کہ یہ لوگ واپس نہیں جائیں گے۔

"

"تو پھر ٹھیک ہے چیف میں آپ کو بھی ساتھ ہی رکھوں گا ہم لوگ احتیاط سے اس کا تعاقب کریں گے اب یہ کیسے اندازہ ہو کہ کرسٹینا لیمبرٹ کونسی گاڑی میں جاتی ہے۔"

"یہ رسک تو لینا ہی پڑے گا۔"

"بہر حال چیف' ہمیں ان غیر ملکیوں کا تعاقب کرنا ہو گا' ذرا ایسا اندازہ لگالیں گے۔"

ہمیں تقریباً تین بجے تک وہاں رکنا پڑا۔ اور تین بجے عمارت کے احاطے کی روشنیاں جل گئیں۔ غالباً وہ لوگ جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ مگر یہ روشنیاں ہمارے لئے کار آمد ثابت ہوئیں۔ کرسٹینا لیمبرٹ کو ہم نے ایک بند گاڑی میں بیٹھتے ہوئے دیکھ لیا تھا جو ایک ایمبیسی کی گاڑی تھی۔ اس کے ساتھ وہ غیر ملکی بھی بیٹھا ہوا تھا جو دوسرا سفید فام تھا' پہلا سفید فام جوڑا ایک اور خوبصورت کار میں بیٹھا ہوا تھا یہ کار بھی سفارت خانے ہی کی تھی اور اس کا نمبر وغیرہ نوٹ کر لیا گیا تھا۔ پھر تین چار گاڑیاں ایک ساتھ نکلیں اور آفتاب کمال نے اپنی کار اسٹارٹ کر کے ان کے پیچھے لگا دی۔ اس کی نظریں اس بند گاڑی پر جمی ہوئی تھیں' بند گاڑی کا تعاقب کیا جا رہا تھا' آفتاب کمال کا اندازہ بالکل درست تھا' کرسٹینا لیمبرٹ کو ایک شاندار فائیو اسٹار ہوٹل پر چھوڑنے کے بعد وہ گاڑی چلی گئی لیکن آفتاب کمال فوراً ہی اپنی گاڑی سے اتر گیا۔ اس نے سرگوشی میں مجھ سے کہا۔

"چیف! اب اس شخص کا تعاقب کرنا بے کار ہے اس کی گاڑی سے ہمیں پتا چل گیا ہے کہ وہ کونسے ملک کے سفارت خانے سے تعلق رکھتا ہے۔ میں ذرا اس میڈم کے پیچھے جا رہا ہوں اس کی رہائش گاہ بھی دیکھ آؤں۔"

آفتاب کمال کی واپسی کوئی پندرہ منٹ کے بعد ہوئی تھی۔

"اس نے آہستہ سے کہا۔

"روم نمبر آٹھ سو تیرہ"

"ٹھیک اور کچھ تفصیلات معلوم ہوئیں...؟"

"معلوم کرنا مناسب نہیں سمجھا میں نے چیف' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس خطرناک عورت کے بارے میں مجھے ساری تفصیلات معلوم ہیں۔"

"ہوں۔ اب؟" میں نے پوچھا۔

"چیف اس کے بارے میں تفصیلی رپورٹ پیش کروں گا۔ آپ کوفی الحال تھانے چھوڑے دیتا ہوں' آرام کیجئے زندگی کی یہ تبدیلی بھی آپ کے لئے باعث دلچسپی ہوگی۔"

میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی' راستے میں میں اور آفتاب کمال اپنے آئندہ کے منصوبے کے بارے میں گفتگو کرتے رہے تھے۔ آفتاب کمال نے کہا۔

"چیف واقعی اس شخص سے دوستی رکھی جا سکتی ہے اب دیکھیے نا فرشتے کہاں سے تلاش کریں گے جو کچھ کہہ چکا ہے اسے معاف کر دیں اور اس کے بعد اسے اپنا ذریعے بنائیں۔"

"انسپکٹر کی بات کر رہے ہو...؟"

"ہاں چیف..."

"ظاہر ہے میں چھوٹی چھوٹی باتوں کو اہمیت نہیں دیتا' وہ اگر ہمارے کام آرہا ہے تو پھر ہمیں بھی اس کے کام آنا پڑے گا۔"

"تو پھر کل کے بارے میں کیا پروگرام ہے چیف...؟

"دیکھنا یہ ہے کہ کل ڈی آئی جی صاحب کی طرف سے کیا کارروائی ہوتی ہے۔ یا ایس پی اکبر خان صاحب اس سلسلے میں کیا کیا تقریبات منعقد کرتے ہیں۔ میں ان ساری چیزوں سے نمٹ لوں گا تم یہ بتاؤ کہ کل کس وقت میرے پاس پہنچو گے؟"

"اول تو چیف میں آپ کی خبر گیری رکھوں گا' دوسری بات یہ ہے کہ انسپکٹر آفاقی ہمارا معاون رہے گا۔ آپ اسے تفصیلات بتا دیجئے پھر یہ کہ رات کو جس وقت بھی کوئی مناسب وقت ملا میں آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا یہ دونوں ریورٹیں آپ کو پہنچانی ہیں۔"

"اوکے' اوکے" میں نے جواب دیا۔

آفتاب کمال نے مجھے تھانے کے گیٹ [illegible] اور میں خفیہ طریقے سے اندر داخل ہو گیا' انسپکٹر بے چارہ شاید میرے ہی انتظار میں آج رات بھر کی ڈیوٹی دے رہا تھا اپنے کمرے میں وہ کرسی پر دراز' میز پر پاؤں رکھے آنکھیں بند کئے گہرے گہرے خراٹے لے رہا تھا۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اندر پہنچ گیا' میں نے اسے جگانا

مناسب سمجھا تھا۔ انسپکٹر ہڑبڑا کر اٹھ گیا' میری شکل دیکھی' دیر تک دیکھتا رہا اور پھر ایک دم اسے سب کچھ یاد آگیا وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"اوہ تھینک یو مائی ڈیئر جہانگیر جمال شاہ' تھینک یو' تھینک یو ویری مچ' آؤ میں تمہیں لاک اپ میں پہنچا دوں' خدا کی قسم اتنی دیر میں جتنا خون خشک ہوا ہے شاید سال بھر کی بیماری سے خشک نہ ہوتا۔ لاک اپ میں میں نے تمہارے لئے بہترین بستر کرا دیا ہے بس صبح ذرا جلدی اٹھا دیا جائے گا تاکہ [illegible]۔"

"[illegible] بھی تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں ڈیئر مسٹر آفاقی۔"

تھوڑی دیر کے بعد میں لاک اپ میں ایک نرم و گداز گدے پر لیٹا ہوا واقعات پر غور کر رہا تھا اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ سب کچھ میری توقع کے خلاف ہو رہا تھا۔ اگر کرسٹینا لیمبرٹ یہاں کھلی کھیل کھیل رہی ہے تو اس کے نتائج خوفناک نکلیں گے۔ اور وہ دونوں غیر ملکی' مجھے ہنسی آگئی۔ ڈی آئی جی صاحب نے نہ جانے کس طرح ڈی اے فیضی کو پرانے کیس کو دوبارہ اٹھانے کے لئے کہا ہو گا مگر نتیجہ.....

دوسری صبح خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا کہ سنتری نے زور زور سے لاک اپ کا دروازہ بجانا شروع کر دیا۔ آنکھ کھل گئی۔ غصیلی نظروں سے سنتری کو دیکھا تو وہ عاجزی سے بولا۔

"ہمارا قصور نہیں ہے صاحب جی... آپ کا ملاقاتی ہی اتنی صبح آگیا۔ جلدی صاحب جی یہ بستر اٹھا کر ہمیں دے دیں ورنہ صاحب ناراض ہو جائیں گے۔"

"کون ملاقاتی آگیا اتنی صبح؟" میں نے جھلا کر کہا۔

"طاہر جمال شاہ نام بتایا ہے۔"

"اوئے اسے بلاؤ... میرا چھوٹا بھائی ہے۔"

"صاحب جی... خدا کے لئے بستر' آفاقی صاحب ہمیں ہدایت کر کے گئے تھے۔"

"حوالدار اسے بھیج دو" میں نے کمبل اور گدا اٹھا کر لاک اپ کے باہر پھینک دیا۔ سنتری جلدی سے دونوں چیزیں اٹھا کر لے گیا۔ پھر وہ طاہر کو ساتھ لے کر آگیا۔

"بھائی جان..." طاہر گلوگیر لہجے میں بولا۔

"کیا بات ہے...؟"

"ڈیڈی نے یہ اچھا نہیں کیا۔"

"زیادہ عقلمند بننے کی کوشش مت کرو..." میں نے آہستہ سے کہا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"کیا مطلب۔؟"

"یہ ایک پروگرام ہے جس پر عمل ہو رہا ہے۔ کبھی کبھی ڈی آئی جی صاحب کو بھی ڈرامے سوجھتے ہیں۔"

"ڈرامے؟"

"سب کچھ ایک ڈرامہ ہے۔ اس کے لئے مجھے یہاں بھیجا گیا ہے۔ لیکن کوئی ظاہر نہ کرے ورنہ کام بگڑ جائے گا۔"

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟"

"ظاہر یہی کرتے رہو کہ ڈیڈی میرے خلاف ہو گئے ہیں"

"یہ مصیبت نہیں ہے"

"طاہر... کیا اتنا کہہ دینا کافی نہیں ہے۔ کوئی تک دو مت کرنے بیٹھ جائے ڈیڈی احتیاط پسند ہیں ان کا کھیل بگڑ جائے گا تو خوامخواہ بگڑیں گے۔"

"کمال ہے... ہم تو کھانا پینا چھوڑے بیٹھے ہوئے ہیں"

"اب شروع کر دو... جاؤ کوئی آ بھی سکتا ہے" طاہر کو روانہ کرنے کے بعد میں نے سکھ کی سانس لی تھی۔ طاہر گیا ہی تھا کہ ایک اے ایس آئی آ گیا۔

"آیئے صاحب... نہا لیجیے... جلدی کیجیے" بے چارے آفاقی نے اپنی زندگی بچانے کے لئے ہر طرح کے جتن شروع کر دیئے تھے۔ تھانہ ہی کی عمارت کے ایک غسل خانے میں غسل کیا پھر ایک کمرے میں بیٹھ کر ناشتا کیا اور پھر لاک اپ میں آ گیا۔

کوئی گیارہ بجے کارروائی شروع ہوئی۔ ایس پی کے آنے پر عملہ الرٹ ہو گیا تھا۔ اکبر خان اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو بھی لایا تھا جنہیں تھانے کے احاطے میں اتار دیا گیا۔ آفاقی بھی مصروف تھا۔ پھر دو کانسٹیبل مجھے بھی باہر لے گئے۔ شناختی پریڈ ہونی تھی۔ ایس پی اکبر خان ایک معمر آدمی تھا، مجھے دیکھ کر مسکرایا۔

"او بھائی کس نے کہہ دیا تم سے کہ ڈی آئی جی کے بیٹے کے پاس بھی ڈی آئی جی کی پاور ہوتی ہے۔"

"کوئی بیٹا ہے آپ کا۔؟" میں نے پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

"محروم لگتے ہیں" میں نے مسکرا کر کہا۔

"او کیا بک رہا ہے تو؟"

"مجھے افسوس ہے۔ بیٹیاں تو ہوں گی۔ کیا عمریں ہیں ان کی" میں نے پوچھا۔

"اوہ تو بک کیا رہا ہے۔"

"آپ خوبصورت آدمی ہیں۔ یقیناً لڑکیاں بھی حسین ہوں گی" میں نے دانت پر دانت جما کر کہا۔

"جبڑے توڑ دوں گا تیرے... تو بکواس کیا کر رہا ہے؟" ایس پی صاحب آپے سے باہر ہو گئے اور میں نے اوباش انداز میں انہیں آنکھ مار دی۔

اس وقت ایک کار اندر داخل ہوئی اور احاطے کے ایک گوشے میں رک گئی اس میں سے ڈی اے فیضی اور ایک اور شخص باہر نکل آئے۔ ایس ایچ او نے مجھے ان لوگوں کے ساتھ لائن میں کھڑا کر دیا جو شناختی پریڈ کے لئے لائے گئے تھے۔

ڈی اے فیضی کو دور روک لیا گیا اور دوسرے آدمی کو سامنے لے گیا۔ وہ کچھ بجھا بجھا سا نظر آ رہا تھا۔ ایس پی صاحب قریب آ گئے پھر اس شخص سے پوچھا۔

"ہاں بھئی غور سے دیکھ لو انہیں۔ وہ شخص ان میں موجود ہے یا نہیں...؟"

"بھلا مجھے کیا مشکل ہو سکتی ہے سر۔ جن کے مظالم کا اتنے عرصے شکار رہا ہوں میں اسے پہچاننے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہو سکتی۔"

"کون ہے؟" ایس پی صاحب نے پوچھا۔

"یہ..." اس شخص نے میری طرف انگلی اٹھا دی۔

"اچھی طرح غور کر لیا ہے۔"

"جی سر"

"ڈس مس" ایس پی صاحب نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور لوگ منتشر ہو گئے۔ مجھے دوبارہ لاک اپ میں پہنچا دیا گیا۔ دوپہر کا کھانا لاک اپ میں ہی آیا تھا لیکن عمدہ تھا اور ایک اچھے ہوٹل سے منگوایا گیا تھا۔ شام پانچ بجے آفاقی آ گیا۔

"وہ سر... پرسوں آپ کو عدالت میں پیش کیا جائے گا اور اس کے بعد جیل بھیج دیا جائے گا۔"

"فکر مت کرو... سب ٹھیک ہے" میں نے گردن ہلا دی تعجب بھی ہو رہا تھا ڈی آئی جی صاحب اس حد تک جا سکتے ہیں کوئی رعایت نہیں برتی تھی انہوں نے۔ ان لوگوں کو بھی اجازت دے دی تھی کہ میرے ساتھ عام لوگوں کا سا سلوک کریں۔ بہرحال شوق تھا ان کا۔ ممکن ہے کوئی احساس پل رہا ہو اور شدت اختیار کر گیا ہو۔

رات کو آفتاب کمال آ گیا... حالات پر سکون تھے۔ آفاقی کے کمرے میں اس سے ملاقات ہوئی۔ آفاقی خود باہر نکل گیا تھا ہم نے اس سے درخواست کی تھی۔

"ہاں سناؤ"

"کل رات موکو ہاؤس میں چند اہم لوگ مل رہے ہیں یہ پروگرام کرسٹینا لیمبرٹ کا ہے۔"

"لوکو ہاؤس؟"

"ہم وہاں موجود ہوں گے، انتظام ہو گیا ہے۔ یہ عمارت جی اے نائر کی ہے آپ اسے جانتے ہیں۔"

"اوہ... آفتاب کمال واقعی کمال ہے تم نے وہاں بندوبست کر لیا۔"

"پورا پورا چیف اور جانتے ہیں اس کے ملاقاتی کون ہوں گے۔"

"کون؟"

"دو ملکوں کے سفیر، دونوں اسرائیلی مفادات کے لئے کام کر رہے ہیں۔" آفتاب کمال نے مجھے ان غیر ملکیوں کے نام بتائے۔ میں ششدر رہ گیا۔ دیر تک پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"تمہیں پتہ کیسے چلا؟۔"

"ایم لی سے چیف! ماسٹر ٹرانسمیٹر سے اس کی فریکوئنسی ٹریس کی اور کام بن گیا" آفتاب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"رضوانہ سے پوچھنا پڑے گا" میں نے گردن ہلا کر کہا۔

"کیا چیف"

"یہ کہ تم واقعی انسان ہو... یا کوئی مافوق الفطرت ہستی۔"

"کھانا کھا لیا چیف؟"

"ابھی نہیں"

"تو پھر تیار ہو جائیں کسی اچھے سے ہوٹل میں کھائیں گے میں آپ کے کپڑے بھی لایا ہوں" آفتاب کمال نے کہا اور میں بے اختیار ہنس پڑا۔

"تم بے چارے آفاقی کو ادھ موا کر دو گے۔"

"ارے چھوڑیے چیف... نہ جانے کیا کیا گل کھلاتے ہیں یہ لوگ۔ یہ سب لوگ اس قدر اہم نہیں ہیں۔ میں اس سے بات کر کے آتا ہوں" آفتاب کمال نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

انسپکٹر آفاقی تو پوری طرح ہماری مٹھی میں تھا اور پھر آفتاب کمال، صاحب کمال، بھلا آفاقی کی مجال کہ آفتاب کمال کے کمال سے منحرف ہو جائے، ایک شاندار ہوٹل میں کھانا کھانے پہنچ گئے۔ میں نے اطمینان سے بیٹھنے کے بعد کہا۔

"گھر کی بھی کچھ خبر لی ہے تم نے، میں نے تو رابطہ ہی نہیں کیا..."

"واپسی میں فریدہ بھابھی سے ملتے چلے جایئے۔ ویسے رضوانہ انہی کے پاس موجود ہے۔" آفتاب کمال سے اس بات کی توقع تھی۔ میں نے دفتر روحانیات کے روحانی عاملوں کے بارے میں پوچھا تو آفتاب کمال ہنس پڑا کہنے لگا

"چیف آپ کی دریافت ہے انوکھی، نہیں ہو گی تو اور کیا ہو گا بڑے دلچسپ ہیں وہ سب کے سب۔"

"ملے تھے۔؟"

"ظاہر ہے چیف ان سے تو ملاقات ہوتی ہی رہتی ہے۔" آفتاب کمال نے کہا۔

"ہوں کیا پوچھ رہے تھے میرے بارے میں۔"

"بس چیف کہانی سنادی ہے انہیں، ایک اور وہ مطمئن ہیں، کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے اب لوکو ہاؤس پر آ جاؤ..."

"لوکو ہاؤس میں میٹنگ جاری ہے، نائر اپنا آدمی ہے، یہ میٹنگ وہی ارینج کر رہا ہے۔ حالانکہ غلط آدمی ہے جرائم پیشہ رہا ہے، لیکن میرے اوپر مکمل اعتماد کرتا ہے، یہ بتا دیا ہے البتہ میں نے اسے کہ ہم لوگ ایک خاص مقصد کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اور اگر وہ براہ راست اسرائیلی مفادات سے تعلق نہیں رکھتا تو اسے کوئی دقت نہیں ہو گی۔ وہ ہمارے کام آئے گا۔"

"کیا بولا...؟"

"اسرائیل کا نام سن کر ہی کانوں پر ہاتھ رکھنے لگا۔ وہ خود یہودیوں سے نفرت کرتا ہے... تو ہو گا یہ چیف کہ ہم لوگ اس کے فراہم کردہ آدمی ہوں گے اور یہ میٹنگ اٹینڈ کریں گے اس سے پہلے اس نے وہاں انتظامات کی اجازت لی ہوئی ہے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ پوری طرح میری مٹھی میں ہے۔؟"

"تمہاری مٹھی عمرو عیار کی زنبیل سے کم تو نہیں ہے، کیا کیا ہے اس مٹھی میں۔"

"بس چیف آپ کی دعائیں ہیں اور کچھ نہیں ہے۔"

"بلیک میل کیا ہو گا اسے بھی...؟"

"تو کیا کیا جائے چیف، اس وقت ساری دنیا کا سیاسی اور سماجی نظام بلیک میلنگ پر چل رہا ہے جو بڑا بلیک میلر ہوتا ہے وہ چھوٹے بلیک میلر کو بلیک میل کرتا ہے اور جو چھوٹا

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بلیک میلر ہوتا ہے وہ اپنے سے چھوٹا ڈھونڈتا ہے' یوں ہمارا یہ سیاسی و سماجی نظام چل رہا ہے اور اگر آپ غور کریں چیف تو خصوصی طور پر کم از کم دنیا کا سیاسی نظام اسی عمل کا شکار ہے۔ بلیک میلنگ کی مختلف اقسام ہیں' ہتھیاروں کے ذریعے بلیک میلنگ ہوتی ہے' کاروباری انحاپنچ ہوتی ہے۔ ہر شخص کوئی نہ کوئی طریقہ نکال لیتا ہے۔ دوسرے کو مجبور کرنے کا اب دیکھیں نا یہ سب کیا ہو رہا ہے... آپ کے ساتھ بھی تو یہی مسئلہ ہے چیف۔"

"ہوں' کام کی بات کرو..."

"کام کی بات فی الحال یہی ہے چیف کہ کرسٹینا لیمبرٹ یقینی طور پر کسی اہم چکر میں آئی ہے' دونوں ملکوں کے سفیر اس سے تعاون کر رہے ہیں اور دفتر خارجہ کے کچھ افراد پر جال ڈالا جا رہا ہے' چیف صاف ظاہر ہے کہ کرسٹینا لیمبرٹ کسی خاص منصوبے کے تحت یہاں پہنچی ہے۔ ہو سکتا ہے کل کی میٹنگ میں ہمیں اس منصوبے کی تفصیلات معلوم ہو جائیں۔"

"کل کا کیا پروگرام ہے...؟"

"بس چیف اوکو ہاؤس میں نئی وائرنگ کرائی ہے' ٹرانسمیٹر سیٹ کرنے ہیں' اٹینڈینٹ کی حیثیت سے ایک آدی کیفے میں یا آپ وہاں موجود رہیں گے' دوسرا ان ریسیورز پر بیٹھے گا جہاں سے اندر کی آوازیں ریکارڈ کی جا رہی ہوں گی' میرا خیال ہے کہ آپ ان سے ذرا فاصلے پر رہیں کیونکہ ہو سکتا ہے ڈی اے فیضی بھی اس میٹنگ میں شریک ہو جائے اور اب ذرا غور کرنے کی بات ہے چیف' ویسے اندر کیمروں کا نظام بھی قائم کر دیا گیا ہے۔ دراصل چیف اندر فوٹو گرافی تو ہو نہیں سکتی کیونکہ اس کے لئے ایک فلش لائٹ درکار ہو گی میں اس کے لئے ایک نئی حکمت عملی کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"کیا...؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"چیف میں وہاں مووی کیمرہ لگا رہا ہوں ایک ایسا طاقتور لینس والا کیمرہ جو اندر کی تمام مووی بنائے گا' ٹرانسمیٹر جو وہاں موجود ہوں گے آوازوں کو ہم تک پہنچائیں گے اور یہاں مانیٹر سے باقاعدہ ان لوگوں کی تمام کارروائی دیکھی جا سکے گی اور یہیں سے مووی کے بارے میں اندازہ ہو جائے گا۔"

"خدا کی پناہ' اور تم یہ سارا انتظام قائم کر لو گے؟۔"

"چیف شاید آپ اس بریف کیس کو بھول گئے ہیں جو چیف خود ہی ایک غیر ملکی سے حاصل کر کے لائے تھے اور اسے ڈپارٹمنٹ نوائے فور کے حوالے کر دیا تھا۔"

"او مائی گاڈ!! او مائی گاڈ!"

"حالانکہ میں بریف کیس ہی کو بھول گیا تھا۔" آفتاب کمال ہنسنے لگا تو میں نے کہا۔

"کیوں اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے...؟"

"آپ کے لطیفوں پر کبھی کبھی ہنسی آجاتی ہے۔"

"اس وقت میں نے کونسا لطیفہ سنایا ہے تمہیں؟۔"

"بریف کیس کو بھول جانے کا۔"

"تمہارا خیال ہے کہ میں غلط کہہ رہا ہوں؟۔"

"اب میں یہ الفاظ اپنی زبان سے کیسے ادا کر سکتا ہوں چیف' آخر میرے اور آپ کے درمیان احترام کا رشتہ بھی ہے۔"

"نہیں آفتاب کمال یقین کرو کم از کم اس وقت مجھے وہ بریف کیس استعمال کرنے کا خیال نہیں آیا تھا۔"

"صورت حال کافی گھمبیر ہے چیف' ویسے آپ کو حیرانی ہو گی کہ ڈی آئی جی صاحب بھی اکثر ڈی اے فیضی کے ہاں نظر آتے ہیں' تصویروں میں وہ بھی موجود ہیں' وہ تصویریں جو بعد میں' میں نے حاصل کی ہیں' میرا مطلب آپ سمجھ رہے ہوں گے۔"

میں پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا ایک دلچسپ خیال میرے ذہن میں ابھر رہا تھا' بہر طور ساری باتیں اپنی جگہ' اپنے باپ کے بارے میں اتنا میں جانتا تھا کہ جس شخص کی پوری زندگی بے داغ گزری ہو' اس نے کبھی کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو قانون کے لئے نقصان دہ ہو یا ملک و ملت کے خلاف ہو وہ بھلا ایسے کسی کام میں کیسے ہاتھ ڈال سکتا ہے' بس وہ جنون کام کر رہا ہے اور اس نے جناب قبلہ تیمور جمال شاہ کو عقل و ہوش سے عاری کر دیا ہے جو میرے خلاف ہے' لیکن یہ ایسی کوئی بات نہیں تھی' میرے والد تھے وہ' کچھ بھی کریں میرے لئے انتہائی قابل احترام ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ میری اپنی ہی فطرت میں کچھ خرابیاں تھیں جن کی وجہ سے وہ مجھ سے برگشتہ ہو گئے تھے۔

بہت دیر تک آفتاب کمال سے اس سلسلے میں باتیں ہوتی رہیں۔ ہم نے عمدہ قسم کا کھانا کھایا تھا' آفتاب کمال کہنے لگا۔

"اصل میں چیف' بے چارہ انسپکٹر آفاقی سخت پریشان ہے اور بڑی منت سماجت کر رہا ہے کہ اس کی مشکل حل

کر دی جائے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"وہ کہتا ہے کہ فوری طور پر اگر آپ جیل میں شفٹ ہو جائیں تو کم از کم اسے اس خوف و دہشت سے نجات ملے کہ آپ اس کی تحویل میں نہیں ہیں' جبکہ ایس پی اکبر خان مسلسل آپ کی تاک میں ہے آپ نے اسے شاید ہراساں کر دیا ہے۔" جواب میں مجھے ہنسی آ گئی تھی۔ جو گفتگو میں نے اکبر خان سے کی تھی اس نے واقعی اسے ذہنی طور پر معطل کر دیا ہو گا وہ تو اس وقت ڈی اے فیضی کا خاتی پریڈ کے لئے آگیا تھا ورنہ ایس پی اکبر خان اور بھی کچھ کرتا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"تمہیں جمیل درانی یاد ہے؟"

"آپ کی دعاؤں سے چیف..."

"اگر جیل میں بھی منتقل کر دیا جاتا ہے تو جمیل درانی انسپکٹر آفاقی سے زیادہ اچھا معاون ثابت ہو سکے گا۔"

"آپ یقین کیجئے چیف کہ میرے ذہن میں یہ بات موجود تھی اور اس لئے مجھے کوئی فکر نہیں تھی۔"

"تو پھر آؤ اب اٹھا جائے' انسپکٹر آفاقی اگر اسی طرح دہشت کا شکار رہا تو بیمار ہو کر بستر سے جا لگے گا اور اس کی جگہ کسی اور آدمی کو اس تھانے میں تعینات کرنا پڑے گا' فریدہ سے مل لیتے ہیں۔"

ہم لوگ تیز رفتاری سے گاڑی دوڑاتے ہوئے گھر پہنچے تھے۔ یہاں تمام لوگ موجود تھے' گھر پر ایک سوگ کی سی کیفیت طاری تھی' ظاہر سی بات ہے کہ فریدہ کو میری غیر موجودگی اور بعد کے واقعات پر خوف بھی ہو گا۔ اور پریشانی بھی' فریدہ اور رضوانہ باتیں کر رہی تھیں۔ میں خاموشی سے آفتاب کمال کے ساتھ اندر داخل ہوا تو دونوں مجھے دیکھ کر بھونچکی رہ گئیں۔ فریدہ جذباتی انداز میں اٹھی اور پھر صورتحال کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے سنبھل گئی' میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا حال ہے بھئی خواتین آپ لوگوں کا؟۔"

"آپ' جہانگیر بھائی آپ...؟" رضوانہ نے کہا۔

"اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اپنی بیوی سے کچھ باتیں کر لوں۔" رضوانہ' آفتاب کمال کے ساتھ باہر نکل گئی تھی' فریدہ سسکتی ہوئی میرے قریب آ گئی۔

"یہ... یہ سب کیا ہو گیا...؟"

"اللہ اکبر' اللہ اکبر!"

"آپ کو تھانے میں بند کر دیا گیا ہے۔"

"تو پھر..."

"وہاں' وہاں آپ کے ساتھ سختی ہو رہی ہو گی۔" فریدہ سسکتی ہوئی بولی اور میرے حلق سے ایک دلخراش قہقہہ نکل گیا' میں نے کہا۔

"نہیں میرے ساتھ تو سختی نہیں ہو رہی لیکن..."

"لیکن کیا..."

"تھانے کے انچارج کے ساتھ بے شک سختی ہو رہی ہے۔" یہ سارے قانون کے کھیل ہیں' بعض اوقات قانون کے ڈرامے بھی کرنے پڑتے ہیں فریدہ' مجھے امید نہیں تھی کہ تم اتنی احمقانہ سوچ کی مالک ہو گی۔"

"تت... تو کیا...؟"

"کیس پر کام ہو رہا ہے بھئی' کیس پر کام ہو رہا ہے..."

"مگر میں جانتی ہوں ڈیڈی آپ کے خلاف ہیں مجھے بھی اطلاعات ملی ہیں۔"

"افوہ' اپنے ذہن کو خراب کرتی ہو بھئی' میں اس لئے اچھا ہوا آگیا تمہارے پاس کہ کہیں تم حماقتوں کا شکار نہ ہو گئی ہو۔ سب ٹھیک ہے کوئی بات نہیں ہے ایک کیس پر کام ہو رہا ہے' کیس کا مسئلہ حل ہو جائے گا میں واپس آجاؤں گا' اس وقت تک پوری ہمت سے کام لینا ہے' کوئی احمقانہ بات نہیں کرو گی تم سمجھیں۔"

"میرا تو سیروں خون خشک ہو گیا ہے۔"

"کمال کی بات ہے فریدہ' اب کب تک اس قدر احمق رہو گی تم...؟"

"نہیں معافی چاہتی ہوں' واقعی غلطی ہو گئی' مجھے کیا معلوم تھا۔"

"اور آئندہ بھی تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اگر کوئی ایسا مرحلہ اچانک ہی پیش آ جائے تو بجائے اس کے کہ تم احمقوں کی طرح آنسو بہانے بیٹھ جاؤ' یہ خیال کر لینا کہ تمہارا شوہر جہانگیر جمال شاہ ہے' اب دیکھو نا رضوانہ کیا سوچ رہی ہو گی تمہارے بارے میں۔"

"معافی چاہتی ہوں۔"

"تو پھر اجازت۔"

"کمال صرف ایک ہی ہے اور اس کا نام ہے آفتاب کمال چلو بھائی بے چارے انسپکٹر آفاقی کی موت نہ واقع ہو جائے۔" میں نے کہا اور ہم دونوں باہر نکل آئے لیکن ایک عجیب واقعہ ہوا تھا۔ ہم ابھی گاڑی میں بیٹھ ہی رہے تھے کہ میں نے تیمور جمال شاہ صاحب کی جیپ دیکھی' کوٹھی کے سامنے سست رفتاری سے گزر رہی تھی' تیمور

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جمال شاہ صاحب نے مجھے دیکھ لیا اور بری طرح اچھل پڑے' ڈی آئی جی صاحب اس وقت یہاں میں نے حیرانی سے سوچا' آفتاب کمال نے بھی ڈی آئی جی صاحب کو دیکھ لیا تھا وہ مجھ سے زیادہ باعمل انسان تھا یہ بات ہزاروں بار ثابت ہوچکی تھی۔ ڈی آئی جی صاحب کی جیپ کچھ دور چل کر ہی واپس پلٹی تھی لیکن اس سے پہلے ہی آفتاب کمال نے اپنی کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی اور اس نے اس کی روشنیاں بند رکھی تھیں۔ تاکہ ڈی آئی جی صاحب کی گاڑی سے اس گاڑی کے نمبر نہ دیکھے جاسکیں۔ آفتاب کمال نے انتہائی برق رفتاری سے گاڑی دوڑانا شروع کردی تھی اور میں سمجھ گیا تھا' راستے میں میں نے کہا۔

"یہ ڈی آئی جی صاحب میری کوٹھی کے سامنے سے گزر رہے ہیں۔"

"کیا کہا جاسکتا ہے چیف۔"

"چلو یار ورنہ انسپکٹر آفاقی شہید ہو ہی جائے گا۔"

پولیس جیپ جس میں ڈی آئی جی صاحب گزر رہے تھے درحقیقت آفتاب کمال کی برق رفتار ڈرائیونگ کا مقابلہ نہ کرسکی۔ آفتاب کمال اسے بہت پیچھے چھوڑ آیا تھا لیکن ہم لوگ یہ بات جانتے تھے کہ ڈی آئی جی صاحب کی گاڑی کہاں پہنچے گی' چنانچہ پھرتی سے آفتاب کمال نے مجھے تھانے کے سامنے اتارا اور پھر بولا۔

"لباس وغیرہ تبدیل کرکے نہایت بے بسی کے عالم میں لاک اپ میں جاکر لیٹ جایئے' انسپکٹر آفاقی کو بھی صورتحال بتادیجئے تاکہ وہ منتظر رہے اس بات کا کہ ڈی آئی جی صاحب وہاں پہنچنے والے ہوں گے میں چلتا ہوں شکر ہے کہ میری گاڑی کا نمبر نہیں دیکھا جاسکا۔"

"اور اگر دیکھ لیا گیا ہوگا تو۔"

"تب بھی چیف کون قبول کرے گا جو ہوگا دیکھا جائے گا آپ فکر نہ کریں۔" آفتاب کمال نے کہا اور مجھے مزید ہدایات دے کر گاڑی آگے بڑھادی۔ میں دوڑتا ہوا اندر پہنچا' انسپکٹر آفاقی موجود تھا۔ مجھے اس طرح دوڑ کر اندر آتے دیکھ کر اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

"کیا کوئی خاص بات ہوگئی۔"

"ہاں۔"

"کیا...؟"

"گھبرانے کی بات نہیں انسپکٹر' پہلے میں لباس وغیرہ تبدیل کرلوں' مجھے لاک اپ میں پہنچادو' اس کے بعد وہیں پر صورتحال بتادوں گا

"ہوا کیا ہے؟۔"

"ڈی آئی جی صاحب نے مجھے دیکھ لیا ہے۔"

"کک... کہاں...؟"

"میری کوٹھی کے سامنے..."

"ارے باپ رے... مم... مرگیا اب کیا ہوگا۔؟"

"اگر حماقت کی باتیں کیں تو واقعی مرجاؤ گے اور بہت کچھ ہوجائے گا۔"

"تت... تو میں کیا کروں؟"

"سنتریوں کو سمجھادو جو ڈیوٹی پر موجود ہیں کسی قیمت پر یہ بات نہ کہیں کہ میں لاک اپ میں موجود نہ تھا۔ ڈی آئی جی صاحب اگر تشریف لائیں تو ان سے یہی کہو کہ سر آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے' یہ تو شروع ہی سے لاک اپ میں ہیں بھلا کہاں جاسکتے ہیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے' آرہے ہیں کیا وہ۔؟"

"ہاں پیچھے پیچھے آرہے ہوں گے اور اب ان کی گاڑی یقینی طور پر تھانے کی عمارت میں داخل ہونے والی ہوگی۔" میں نے کہا اور انسپکٹر آفاقی نے دوڑ لگادی۔ دونوں سنتریوں کو اس نے شانوں سے پکڑ کر دبوچ لیا اور پھر انہیں جلدی جلدی کچھ سمجھانے لگا اس کے بعد پھرتی سے باہر نکل کر اس نے احاطے کو دیکھا اور پھر اپنے کمرے میں آبیٹھا مجھے پتا نہیں کہ ڈی آئی جی صاحب کب وہاں پہنچے' انسپکٹر آفاقی سے کیا باتیں ہوئیں' میں تو ایک کمبل اوڑھ کر کروٹ لے کر لیٹ گیا تھا' تھوڑی دیر کے بعد لاک اپ کے دروازے پر تالا کھلنے کی آہٹیں سنائیں دیں اور میں سمجھ گیا کہ ڈی آئی جی صاحب قبلہ تشریف لے آئے ہیں۔ اپنے باپ کے استقبال کے لئے میں ذہنی طور پر تیار ہوگیا۔ لیکن یونہی کروٹ بدلے اور کمبل اوڑھے لیٹا رہا۔ پھر لاک اپ کا تالا کھل گیا اور انسپکٹر آفاقی کی آواز سنائی دی۔

"جہانگیر جمال شاہ صاحب اٹھیے ڈی آئی جی صاحب آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے بڑے نقاہت بھرے انداز میں کروٹ بدلی اور نندی سی آنکھوں سے انسپکٹر کو دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے...؟" میرے لہجے میں غراہٹ تھی۔

"ڈی آئی جی صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"یہ ملنے کا وقت ہے۔؟"

"اٹھ جایئے جہانگیر صاحب' آپ کو اٹھنا ہے۔"

میں نے کمبل پھینک دیا پھر میں نے سامنے کھڑے ہوئے ڈی آئی جی صاحب کو دیکھا' ان کے ساتھ دو ایس پی ...ت بھی تھے' پتا نہیں کس مشن پر نکلے تھے یہ لوگ کہ

آخر میں نظر آگیا۔ ڈی آئی جی صاحب تند نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے' غرائے ہوئے لہجے میں بولے۔

"اسے آفس میں لے کر آؤ..." اور اس کے بعد وہ واپسی کے لئے مڑ گئے۔ ان کے ساتھ دو ایس پی بھی چلے گئے۔ انسپکٹر آفاقی نے کہا۔

"جل تو جلال تو' میری تو جان نکلی جارہی ہے۔ یقین کرو ہوسکتا ہے دل کی حرکت ہی بند ہوجائے۔"

"اگر نہ بھی ہوئی تو میں گھونسا مار کر تمہارے دل کی حرکت بند کردوں گا۔ کہہ رہا ہوں اپنے آپ کو ہوش و حواس میں رکھو۔"

"اچھا ٹھیک ہے آؤ۔" انسپکٹر آفاقی نے کہا۔ ڈی آئی جی صاحب انسپکٹر آفاقی کی کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے' میں اندر داخل ہوا تو ڈی آئی جی صاحب نے غرائی ہوئی آواز میں انسپکٹر آفاقی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ملزم کو جب لاک اپ سے نکالا جاتا ہے تو اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالی جاتی ہیں۔ کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں انسپکٹر!"

"جج... جی سر... سس... سوری سر...؟" انسپکٹر آفاقی گھبرا گیا' اس نے جلدی سے اپنے ایس آئی کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی جائیں' ڈی آئی جی صاحب شاید اپنی تمام آرزوئیں پوری کرنا چاہتے تھے۔ میں خاموشی سے کھڑا ان کی صورت دیکھتا رہا' ایس آئی نے میرے دونوں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں' تب ڈی آئی جی صاحب نے سامنے رکھا ہوا رول اٹھاتے ہوئے کہا۔

"آگے آؤ..." میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ گیا' ڈی آئی جی صاحب مجھے گہری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے میں نے کہا۔

"سر بیٹھنے کی اجازت چاہتا ہوں' مجھے بخار ہے۔"

ایک لمحے کے لئے ڈی آئی جی صاحب کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا تھا' زندگی کا دلچسپ ترین ڈرامہ تھا یہ' وہ رنگ جو ان کے چہرے سے آکر گزرا تھا میرے بخار ہونے کی وجہ سے گزرا تھا' آخر باپ تھے' لیکن پھر فوراً ہی اپنے وقار کا خیال آگیا' انسپکٹر آفاقی سے کہنے لگے۔

"اسے بخار ہے...؟"

"جی... جی سر' دوپہر سے نزلہ بخار میں مبتلا ہوگئے ہیں۔" "ڈاکٹر کو بلایا۔"

"نن... نہیں سر' میں نے ان سے کہا تھا مگر انہوں نے کہا کہ وہ کوئی علاج کرنا پسند نہیں کریں گے۔"

"ہوں ٹھیک ہے یہاں بھی پسند و ناپسند کا مسئلہ ہے جو یہ چاہتا ہے اسے کرنے دو لیکن میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے تم کہاں تھے؟" میں نے جھکی جھکی پلکیں اٹھا کر ڈی آئی جی صاحب کو دیکھا اور پھر انسپکٹر آفاقی کو' میں نے کہا۔

"ڈی آئی جی صاحب کیا کہہ رہے ہیں؟"

"سر پوچھ رہے ہیں آپ تھوڑی دیر پہلے کہاں تھے؟"

"اس کا جواب مجھے دینا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"نن... نہیں' مم... میں' سر یہ لاک اپ میں تھے۔"

"جھوٹ بولتے ہو انسپکٹر' میری آنکھوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہو' یہ شخص جتنا شاطر ہے میں جانتا ہوں لیکن میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ انسپکٹر کہ تم اس کی شطرنج کی چالوں میں کیسے آگئے' کیا دھمکی دی ہے اس نے تمہیں' کیا بہکایا ہے' رشوت لی ہے اس سے یا بلیک میل کررہا ہے تمہیں۔؟"

"نہیں سر ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ آپ تحقیقات کرسکتے ہیں' بھلا آپ کے حکم سے سرتابی کی مجال ہوسکتی ہے مجھے۔" انسپکٹر آفاقی نے کہا۔

"انسپکٹر میں تم سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہیں کس طرح مجبور کیا ہے اس نے' بے دھڑک کہو' بے فکر رہو کہو' یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا' اس کے تمام ہتھیار ضائع ہوچکے ہیں' میں اسے صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہر عہدہ اپنی جگہ مکمل ہوتا ہے کسی وقتی اقتدار کے مل جانے سے انسان کی شخصیت بہت بڑی نہیں ہوجاتی۔ اس کے لئے عمر گزارنی پڑتی ہے' میں نے زندگی کے طویل سال پولیس کی نوکری میں گزارے ہیں' میری اپنی حیثیت اپنی جگہ ہے اور اسے کسی بھی طرح نقصان نہیں پہنچایا جاسکتا

۔ یہ احمق بارہا میرے مقابلے پر آنے کی کوشش کرچکا ہے' ٹھیک ہے یہ میرا بیٹا ہے لیکن قانون ان تمام چیزوں سے بالاتر اور افضل ہے' میں جب بھی چاہتا اسے رگڑ سکتا تھا لیکن اس نے چند لمحاتی کامیابیوں کو مدنظر رکھ کر یہ سوچا کہ یہ اپنے باپ سے بھی آگے بڑھ گیا ہے' سنو انسپکٹر! میں اسے سزا دلوانا چاہتا ہوں اور جب یہ اپنے کیے کی سزا پا جائے گا تو وہ میں ہوں گا جو اس کی گلوخلاصی کراؤں گا' لیکن اس درمیان میں کوئی سازش برداشت نہیں کرسکتا

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سمجھے' بتاؤ کیا کہہ کر اس نے تمہیں بلیک میل کیا اور کس طرح یہ لاک اپ سے نکلا۔۔؟"

صورتحال ذرا پریشان کن ہو گئی تھی' اگر انسپکٹر آفاقی آئی جی صاحب کی دی ہوئی اس مراعات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا تو بے موت مارا جاتا لیکن اسے فیصلے کرنا تھا' کہیں ایسا نہ ہو کہ فیصلہ غلط ہو جائے' مگر احمق نہیں تھا وہ۔ ڈی آئی جی صاحب اسے کسی بنیاد پر معاف کر دیتے لیکن جو ثبوت آفتاب کمال کے پاس تھے ان کی تردید بھلا کیسے کی جا سکتی تھی۔ اس نے پر وثوق لہجے میں کہا۔

"سر آپ کے سامنے جھوٹ بولنے کی جرات نہیں کر سکتا میں' یہ گرفتاری کے بعد سے اب تک یہیں موجود ہیں بھلا باہر نکلنے کا کیا تصور ہو سکتا ہے۔۔؟"

ڈی آئی جی صاحب نے سامنے بیٹھے ہوئے ایک ایس پی کو اشارہ کیا اور ایس پی گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ کیا صورتحال ہے' ایس پی یقینی طور پر سنتریوں کے بیانات لینے گیا تھا' اس دوران مکمل خاموشی رہی' میں نے بھی کوئی ایسا جملہ نہ کہا' جو ڈی آئی جی تیمور جمال کی آتش غضب کو بھڑکا دے۔ کوئی فائدہ نہیں تھا اور ویسے بھی بہر طور وہ میرے باپ تھے بھلا ان کے کسی غصے سے مجبور ہو کر میں ان سے بدزبانی پر تو آمادہ نہیں ہو سکتا تھا' چنانچہ خاموش کھڑا رہا۔ ایس پی تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گیا' اس نے کہا۔

"نہیں سر سنتری بھی یہی کہتے ہیں کہ جہانگیر جمال شاہ صاحب کہیں باہر نہیں گئے۔"

"اور میں اندھا ہوں' میری آنکھوں نے دھوکہ کھایا ہے' انسپکٹر آفاقی تمہیں کل ہیڈ کوارٹر میرے پاس پہنچنا ہے کل دن میں ساڑھے دس بجے میں تمہارا انتظار کروں گا' ٹھیک ہے مسٹر جہانگیر جمال شاہ اس وقت آپ نے شاطرانہ عمل سے کام لے کر مجھے ذہنی طور پر صدمہ پہنچایا ہے آپ کو اس کا پورا پورا خمیازہ بھگتنا ہو گا۔"

"ڈیڈی میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔"

"کوئی ڈیڈی ویڈی نہیں' میں ڈی آئی جی تیمور جمال شاہ ہوں' مسٹر جہانگیر جمال شاہ۔"

"جی سر۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ ڈی آئی جی صاحب اپنی جگہ سے اٹھ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد باہر نکل گئے۔ انسپکٹر آفاقی نے ان کے سامنے ہی سپاہیوں کو بلا کر مجھے لاک اپ میں پہنچانے کا اشارہ کر دیا تھا' پھر شاید وہ ڈی آئی جی صاحب کو باہر تک چھوڑنے گیا تھا' کوئی پندرہ منٹ کے بعد واپس آیا تو بری طرح کانپ رہا تھا' چہرہ اترا ہوا تھا کہنے لگا۔

"مارا گیا ناں آخر میں' مارا گیا ناں۔"

"انسپکٹر آفاقی ایسے بہت سے کھیل تم اس سے پہلے کھیل چکے ہو' اگر فضول باتیں کیں تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ ڈی آئی جی صاحب کو ان کا شوق پورا کرنے کی اجازت میں نے خود دی ہوئی ہے۔ ورنہ ان کی مجال نہیں کہ یہاں ایک لمحے کے لئے مجھے لاک اپ میں رکھ سکیں۔ سنو کل ہیڈ کوارٹر جاؤ' اور سختی سے اپنے موقف پر ڈٹے رہو۔ کسی بھی دھمکی پر یہ بات قبول مت کرو کہ میں لاک اپ سے نکلا تھا' یہ سلسلہ جاری رہے گا اور مکمل طور پر جاری رہے گا تم جانتے ہو کہ اگر یہ سلسلہ جاری نہ رہا تو تمہاری نوکری ہی نہیں بلکہ شاید تمہاری زندگی کو بھی خطرہ لاحق ہو جائے۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ تم کیا کر چکے ہو۔" انسپکٹر آفاقی بے بسی کی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"لیکن نوکری تو پھر بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"تمہیں نوکری کی ضرورت نہیں ہے انسپکٹر آفاقی لیکن یہ وعدہ بھی میں تم سے کرتا ہوں کہ تمہاری نوکری کسی قیمت پر خطرے میں نہیں پڑے گی سمجھے اور اس کے بعد مجھ سے کوئی وعدہ مت لینا میں ڈی آئی جی صاحب سے زیادہ غصہ ور ہوں"

انسپکٹر آفاقی مجھے کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا مگر بے بس تھا۔ کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ اسے دیکھ کر ہنسی آ جاتی تھی۔

ڈی آئی جی صاحب نے جو کھیل ذاتی بنیاد پر شروع کیا تھا وہ ایک دلچسپ شکل اختیار کر چکا تھا اور میں پوری طرح اس میں دلچسپی لے رہا تھا۔ دوسرے دن انسپکٹر آفاقی کی کوئی ایک بجے ملاقات ہوئی' ہانپتا کانپتا سیدھا میرے پاس پہنچا تھا کہنے لگا۔

"او بابا جی تم نے تو میری زندگی تباہ کر کے رکھ دی' کونسا برا وقت تھا جب یہ ذمہ داری میرے سپرد کی گئی تھی"۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور کہا۔

"کیا ہوا انسپکٹر آفاقی۔"

"ہوا تو کچھ بھی نہیں' اللہ کا فضل ہے' مگر اتنی دھمکیاں اتنے ڈراوے دیئے گئے کہ میری تو جان ہی نکل گئی تھی۔"

"چھوڑو یار تمہاری جان اتنی آسانی سے کہاں نکل سکتی ہے۔ نجانے کیا کیا ڈرامے کرتے رہے ہو اب تک اور ایک چھوٹی سی بات پر کہہ رہے ہو کہ جان نکل رہی ہے تمہاری۔ انسپکٹر آفاقی مجھے چکر دینا آسان نہیں ہو گا تمہارے لئے سوچ لو اچھی طرح سے۔"

"او بھائی جی اللہ کے واسطے' او خدا کے واسطے' تم اپنی منتقلی جیل کرا لو' خود کوشش کر لو۔"

"تو تم بھیج دو مجھے جیل۔"

"او بھائی ادھر سے اور کوئی ہدایت بھی تو نہیں ملی۔ ایس پی اکبر خان صاحب بھی وہیں مل گئے تھے ویسے اس وقت بے چاروں نے میری بڑی مدد کی اور ڈی آئی جی صاحب کو مسلسل یہ یقین دلاتے رہے کہ میں غدار آدمی نہیں ہوں اور قانون کا وفادار ہوں۔ مگر ڈی آئی جی صاحب اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے تمہیں۔ اب یہ بتاؤ کیا اب بھی تمہیں تھانے سے کہیں جانا ہو گا۔؟"

"مسٹر آفاقی' دیکھو ان باتوں سے گریز کرو تم میری مٹھی میں پھنسے ہوئے ہو' اتنے معصوم اور بھولے نہیں ہو کہ ایسی چھوٹی موٹی باتیں تمہیں خوفزدہ کر دیں۔ ایک بار تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ کسی ایسی بات کا شکار مت ہو جو غلط ہو کوئی ایسا مشکل کام نہیں ہے جو نہ ہو سکے' سب ٹھیک ہو جائے گا۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہاں بلاوجہ اگر مجھے غصہ دلاؤ گے تو وہ تمہارے حق میں نقصان دہ ہو سکتا ہے' مجھے بہت کام کرنا ہے اتنا کام کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے اور اس کے لئے ظاہر ہے کہ مجھے بار بار یہاں سے نکلنا ہو گا۔"

"او تو آج بھی جاؤ گے۔۔؟"

"آج تو میں جلدی چلا جاؤں گا۔"

"اور اگر ڈی آئی جی صاحب نے چھاپہ مار لیا تو۔۔"

"تو کیا ہوا۔۔ زیادہ سے زیادہ تمہاری ملازمت ہی خطرے میں پڑ جائے گی نا' تو پڑنے دینا۔۔ لیکن ایک بات یاد بھی رکھنا میں ہی وہ آدمی ہوں جو تمہیں ہر خطرے سے بچا سکتا ہوں۔ دوسرے کسی کی ہمت نہیں ہو سکتی' کچھ بھی ہو جائے معطل کر دیئے جاؤ' یا نوکری سے نکال دیئے جاؤ میں سارے معاملات ٹھیک کرا لوں گا بالکل فکر مت کرنا۔"

"پھنس گیا ہوں اب کیا کر سکتا ہوں۔"

"ہاں بری طرح پھنس گئے ہو۔۔ لیکن ڈی آئی جی صاحب زیادہ سے زیادہ تمہیں معطل کر سکتے ہیں اور میں' میرے بارے میں تم جانتے ہو کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"او بابا جی بار بار یہ دھمکی کیوں دیتے ہو۔۔؟"

"اس لئے کہ تم بار بار اس موضوع پر بات کرتے ہو مجھ سے۔"

"لیکن ایک بات تم بھی سن لو بابا جی۔"

"ہاں کہو۔"

"ڈی آئی جی صاحب بھی معمولی آدمی نہیں ہیں تمہیں اگر جانا ہو تو سامنے کے حصے سے مت جانا' میں تمہیں پیچھے سے نکال دوں گا۔"

"ہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ پھر میں آفتاب کمال کا انتظار کرنے لگا۔ شام کے پانچ بجے آفتاب کمال آیا تھا' صرف دس منٹ کے لئے آیا تھا۔ کہنے لگا۔

"آپ کا میک اپ چیف میں اپنے دفتر میں کروں گا اور اس کے بعد آپ کو روانہ ہونا ہو گا' سات بجے ٹھیک سات بجے دفتر پہنچ جایئے کیونکہ اس کے بعد ہمیں اپنی ڈیوٹیاں سنبھال لینا ہوں گی۔"

"ہوں ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور آفتاب کمال چلا گیا۔ ساڑھے چھ بجے میں نے انسپکٹر آفاقی سے کہا کہ اب مجھے جانا ہے' اس کا تو دم ہی نکل جاتا تھا میری یہ بات سن کر۔ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

"ٹھیک ہے جی جاؤ' ہمیں اللہ کے حوالے کرتے جاؤ۔"

"بالکل۔۔ بالکل۔ میں بھی کسی غلط کام سے نہیں جا رہا چنانچہ تم فکر مت کرنا۔"

انسپکٹر آفاقی خاموش ہو گیا۔ بہرحال میں تیار ہو کر عمارت کے پچھلے حصے سے باہر نکل آیا۔ انسپکٹر آفاقی کا کہنا بالکل درست تھا۔ ڈی آئی جی صاحب کسی قیمت پر یہ بات تسلیم نہ کرتے کہ وہ میں نہیں تھا جسے انہوں نے دیکھا تھا۔ چنانچہ لازمی امر تھا کہ وہ تھانے کی بھی نگرانی کرائیں گے ان کے لئے مشکل کام نہیں تھا۔ ویسے اندازہ ہو جائے گا اسی بات کا بھی کہ آگے کیا ہوتا ہے۔ میں خاموشی سے وہاں سے نکلا ایک ٹیکسی روکی اور سیدھا دفتر پہنچ گیا جہاں آفتاب کمال میک اپ کا سامان لئے میرا انتظار کر رہا تھا۔ میرے چہرے کو بالکل تبدیل کر دیا گیا اس کے ساتھ ہی ہم نے کچھ اور انتظامات کئے اور پھر برق رفتاری سے چل پڑے۔ آفتاب کمال نے اپنا چہرہ بھی تبدیل کر لیا تھا۔ ہم بس دو ملازم قسم کے آدمی لگ رہے تھے۔ پھر ہم ایک آٹو

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رکشہ میں بیٹھ کر لوکو ہاؤس پہنچے تھے لوکو ہاؤس ایک خوبصورت عمارت تھی۔ وہاں مختلف قسم کے فنکشن ہوا کرتے تھے۔ اس وقت چار آدمی وہاں موجود تھے۔ لیکن نجانے نائز نے انہیں کیا ہدایت کردی تھی کہ ایک لمبی چوڑی مونچھوں والا شخص ہماری طرف دیکھ کر دھاڑ کر بولا۔

"او کتنی دیر لگادی تم لوگوں نے۔ تیاریاں بھی کرنی ہیں او بھلا تم لوگوں کو اپنی ڈیوٹی کا احساس بھی ہے یا نہیں۔"

میں نے آفتاب کمال کو دیکھا اور آفتاب کمال نے مجھے ۔ پھر آفتاب کمال سوکھا سا منہ بنا کر بولا۔

"جی سر ہم تیار ہیں۔"

"سر کے بچوں' جاؤ وردی پہن لو۔ او رفیق جا انہیں وردی دے دے۔"

سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا قصہ ہے۔ آفتاب کمال مطمئن تھا ہمیں خاص قسم کی وردیاں دی گئیں اور اس کے بعد ہم لوگوں کو اپنی اپنی جگہ ڈیوٹی پر تعینات کردیا گیا۔ میں ایک خاص کمرے میں اس مانیٹر پر پہنچ گیا جو آفتاب کمال نے تیار کیا تھا۔ میرا کمرہ بند کردیا گیا تھا اور سب سے خطرناک بات یہ تھی کہ وہ چاروں ہی مجھ سے تعاون کررہے تھے۔ یہی کیفیت آفتاب کمال کی تھی۔ وہ اس ہال میں پہنچ گیا تھا جسے کانفرنس روم کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس قدر اقتدار حاصل کرلینا معمولی بات نہیں تھی لیکن آفتاب کمال بھی معمولی انسان تو نہیں تھا۔ جو کچھ کرتا تھا اس قدر پر اعتماد انداز میں کرتا تھا کہ حیرانی ہونے لگتی تھی۔ بہر طور یہ سارا کام جاری رہا سات بجے سے ہم لوگوں نے ڈیوٹیاں سنبھالی تھیں' آٹھ بجے 'نو بجے' دس بجے اور پھر گیارہ بج گئے' ٹھیک گیارہ بجے وہاں مہمانوں کی آمد شروع ہوگئی تھی۔ چاروں طرف گہرا سناٹا طاری تھا۔ لوکو ہاؤس کی بیرونی روشنیاں بھی بجھادی گئی تھیں جس سے یہ اندازہ ہو کہ آج وہاں کوئی خاص فنکشن نہیں ہے۔ میں باہر ہی سے نظارہ کررہا تھا اتنی دیر ظاہر ہے کمرے میں تو گھسا نہیں بیٹھا رہ سکتا تھا گاڑیاں بھی لوکو ہاؤس کی تھیں پارکنگ پر پارک ہوئیں جو سامنے سے نظر نہیں آتا تھا۔ پھر کسی خیال کے تحت میں نے وہ چھوٹا سا پاکٹ کیمرہ نکالا اور گاڑیوں کے عقبی حصے کی جانب رینگ گیا وہاں سے میں نے ان تمام گاڑیوں کی نمبر پلیٹوں کے فوٹو گراف حاصل کرلئے تھے۔ تقریباً آٹھ گاڑیاں وہاں آکر رکی تھیں۔ اتنے لوگوں کے وہاں آنے کی امید نہیں تھی چند گاڑیاں غیر ملکی سفارت خانوں کی بھی تھیں ان لوگوں نے اس سلسلے میں کسی خوف کا احساس نہیں کیا تھا بہر حال اس کے بعد میں سمجھ گیا کہ صورتحال کیا ہوگی اور اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ کیمرے اپنا کام شروع کرچکے تھے' بلکہ پہلے ہی پورے ماحول پر فوکس تھے جو اس مانیٹر پر مجھے تصویریں بھیج رہے تھے اور یقینی طور پر اب وہاں کی وڈیو کا آغاز ہونے والا تھا۔

مانیٹر پر میں نے کانفرنس روم کا منظر دیکھا' کرسٹنا لیمبرٹ موجود تھی وہ غیر ملکی بھی موجود تھے جنہیں میں ڈی اے فیضی کی کوٹھی پر دیکھ چکا تھا اس کے ساتھ ہی کچھ مقامی چہرے بھی نظر آرہے تھے اور کچھ غیر ملکی بھی تقریباً گیارہ افراد وہاں اس کانفرنس میں شریک تھے۔ کانفرنس کی آوازیں بھی آرہی تھیں۔ میں آفتاب کمال کی ذہانت کی داد دینے لگا' کس طرح ان انتہائی شاطر لوگوں کو شکست دے کر اس نے وہ ماحول مہیا کردیا تھا جس کا تصور بھی آسانی سے نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ایک عمر رسیدہ غیر ملکی شخص نے انگریزی میں اپنے مقصد کا آغاز کیا اس نے کہا۔

"معزز دوستوں میں تم سب کو اس میٹنگ میں خوش آمدید کہتا ہوں اور آپ سب کے تعاون کے لئے دلی طور پر شکر گزار ہوں۔ میڈم کرسٹنا لیمبرٹ نے آپ لوگوں کے سپرد جو ذمہ داریاں کی تھیں' ان میں سے چند ذمہ داریاں آپ لوگ پوری کرچکے ہیں۔ میں آئندہ کے پروگرام آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔" اس کے بعد اس شخص نے تمام تفصیلات ان لوگوں کو بتانا شروع کردیں اس سلسلے میں بحث و مباحثے کا بھی آغاز ہوگیا۔ کرسٹنا لیمبرٹ بھی اس میں پوری پوری دلچسپی لے رہی تھی اور میری آنکھیں شدت حیرت اور خوف سے پھٹی ہوئی تھیں۔ یہاں درحقیقت بہت بڑی سازش ہورہی تھی گو ڈی اے فیضی یہاں موجود نہیں تھا لیکن وہ باآسانی اس جال میں پھنس سکتا تھا۔ کیونکہ ہمارے پاس کرسٹنا لیمبرٹ اور اس کی مشترکہ تصاویر ان دونوں غیر ملک سفیروں کے ساتھ موجود تھیں۔ جو کام یہاں کیا جارہا تھا وہ بدترین حیثیت کا حامل تھا۔ کرسٹنا لیمبرٹ اسرائیل کے لئے ہمارے بہت سے خفیہ منصوبے اور خصوصاً ایٹمی پروگرام حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اور اس کا ایک بہت بڑا حصہ وہ چند غداروں کی مدد سے حاصل کرچکی تھی اور انہی غداروں کو وہ آئندہ کے لئے احکامات دے رہی تھی کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ اس

سلسلے میں اس نے صرف ایک ہفتے کا وقت دیا تھا اور بتادیا تھا کہ ٹھیک ایک ہفتے کے بعد وہ ان کا وطن چھوڑ دے گی اور انہیں وہ تمام فوائد حاصل ہوجائیں گے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور جن کے سلسلے میں آدھی ادائیگی انہیں کردی گئی ہے ایک ایک شخص باعث توجہ تھا غداروں کو دیکھ کر میری آنکھوں میں نفرت کے آثار ابھر رہے تھے۔ اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ ڈی آئی جی تیمور جمال شاہ صاحب نے جو کھیل کھیلا تھا اس کے نتائج بہت ہی شاندار نکلے ہیں۔ اگر کرسٹنا لیمبرٹ میرے ہاتھ سے نکل گئی تو میں خود کشی ہی کرلوں گا۔ اگر وہ بھی نہ کرسکا وطن عزیز کی خاطر تو لعنت ہے مجھ پر.....

ڈی آئی جی صاحب اولاد کی دشمنی میں آخری حدوں کو چھو رہے تھے۔ دوسرے دن عدالت سے جیل ریمانڈ لئے بغیر مجھے جیل روانہ کردیا گیا۔ جیل کے ہرکارے مجھے لینے کے لئے آئے تو میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا۔

"مجھے عدالت میں نہیں پیش کیا جائے گا۔؟"

"نہیں"

"کیوں؟"

"ہم نہیں بتاسکتے۔"

"احکامات کہاں سے ملے ہیں۔؟"

"یہ بھی ہمیں نہیں معلوم۔"

"انسپکٹر آفاقی۔"

"خدا کی قسم' مجھے بھی پہلے سے کچھ معلوم نہیں تھا۔"

"اب کیا معلوم ہوا ہے۔"

"اکبر خان صاحب کا فون آیا تھا۔"

"کیا۔"

"یہی کہ آپ کو جیل حکام کے حوالے کردیا جائے۔"

"تم نے تفصیل نہیں پوچھی تھی۔"

"اکبر خان صاحب سے پوچھتا۔؟" آفاقی نے مظلومیت سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہمارے یہاں سے جاتے ہی ایک کام کرنا"

"بتاؤ۔"

"یہ نمبر نوٹ کرلو... فون کرکے آفتاب کمال کو پوری تفصیل بتادینا۔"

"یہ وعدہ ہے۔"

میں جیل پہنچادیا گیا۔ سخت جھنجلاہٹ ابھری تھی دل میں۔ مگر اتفاق سے جیلر جمیل درانی نظر آگیا۔ مجھے دیکھ کر حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔ اور بولا۔

"آپ...؟"

"ایک کیس کا سلسلہ ہے۔ کچھ دیر کے بعد مجھ سے ملنا"

"اوہ۔ ٹھیک ہے۔" جمیل درانی نے آہستہ سے کہا میں نے کچھ دیر ہی آرام کیا تھا کہ وہ آگیا۔ "کیا قصہ ہے۔"

"فوجی حکام کے لئے ایک کیس پر کام ہورہا ہے۔"

"مگر آپ کا روزنامچہ آیا ہے۔"

"تو پھر...؟" میں نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"نہیں۔ میرا مطلب ہے کہ پولیس نے باقاعدہ کارروائی کی ہے۔"

"یہ ضروری تھا۔"

"میرے لئے کوئی خدمت۔؟"

"ابھی کچھ نہیں۔ آفتاب کمال آئے تو اسے میرے پاس پہنچادینا۔"

آفتاب کمال کوئی چار بجے شام آیا تھا۔

"میرے خیال میں یہ بہتر ہوا ہے"

"کیا...؟"

"آپ جیل آگئے۔"

"جمیل درانی تعاون کرے گا۔؟"

"دل و جان سے تیار ہے۔ اتفاق سے آپ نے بھی یہی بات کہی اس سے جو میں نے کہی ہے۔"

"بات ہوگئی اس سے۔"

"ہاں۔"

"تم نے کیا کہا۔"

"یہی کہ فوجی حکام کا کیس ہے اور پولیس کو اس کی ہوا نہیں لگنے دی گئی۔ اسے تعاون کرنا ہوگا۔"

"کیا بولا۔؟"

"دل و جان سے تیار ہے۔"

"گڈ۔ اب ادھر کی سناؤ۔"

"اپنے طور پر تو کام کر آیا ہوں۔ پرانے دوستوں سے رجوع کرکے ان کی چھٹیاں کروائیں۔ اور کوئی نصف درجن افراد کو کرسٹنا پر لگا دیا ہے۔ میرے خیال میں یہ سب سے اہم ہے۔ باقی لوگوں کا صرف لسٹ پر رہنا کافی ہے۔"

"اب تم ایک کام کرو۔"

"جی کیا...؟" آفتاب کمال نے مستعدی سے کہا۔

"ڈی اے فیضی کے اس سیکریٹری کا نام بلال ہے نا جس کی رپورٹ پر ہم گرفتار ہوئے ہیں۔"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"جی ہاں۔"

"اسے اغوا کرلو۔"

"اوہ گڈ۔ ٹھیک ہے ہوجائے گا۔" آفتاب کمال کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"سمجھ گئے۔"

"بالکل سمجھ گیا۔"

"آج ممکن ہوگا۔؟"

"پوری کوشش کروں گا بشرطیکہ کسی مناسب جگہ... اوہ مگر نہیں۔ ٹھیک ہے چیف ہوجائے گا۔"

"کوئی ترکیب ذہن میں آگئی۔"

"بالکل چیف۔"

"بس ایک مشکل ہے۔"

"کیا... ؟"

"کہاں لے جاؤ گے... ؟"

"ٹوائے فور کی عمارت میں۔"

"کیا... ؟" میں اچھل پڑا۔

"ہاں چیف۔"

"مگر وہ تو سیل ہے اور وہاں پولیس رہتی ہے۔"

"آپ اس کا انڈر گراؤنڈ ونگ بھول گئے۔ جس کا راستہ باہر سے ہے اس جگہ سے جہاں پولیس کا ذہن نہیں پہنچ سکتا۔"

"ونڈر فل۔ واقعی مجھے یاد نہیں تھا۔ شاندار آفتاب کمال شاندار ی۔"

"آپ کو کب اطلاع دوں۔؟"

"تمہیں آنا تو پڑے گا... ؟"

"کوئی بات نہیں آجاؤں گا چیف۔" آفتاب کمال بولا۔ کچھ دیر اس سے گفتگو رہی۔ پھر وہ چلا گیا۔ اور میں زمین پر لیٹ کر سوچوں میں گم ہوگیا۔ دس بجے کھانے وغیرہ سے فراغت ہوگئی۔ سوا دس بجے آفتاب کمال آگیا۔ جمیل درانی اس کے ساتھ آیا تھا۔

"کپڑے پہن لیجئے چیف۔" اس نے ایک سوٹ مجھے دیتے ہوئے کہا۔ اور میں لباس لے کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ پھر باہر نکلا تو دروازے کھلے ہوئے تھے۔ آفتاب کمال کے ساتھ کار میں آبیٹھا۔

"ہاں آفتاب سناؤ۔"

"کام آپ کی پسند کے مطابق ہوگیا ہے چیف۔"

"کیا کیا تھا۔"

"اکبر خان صاحب کی آواز میں فون کرکے اس کو انسپکٹر آفاقی کے تھانے میں طلب کیا تھا۔"

"گڈ... پھر"

"ٹیکسی کی تلاش میں کھڑا تھا۔ اسے ٹیکسی مل گئی پھر ٹیکسی اسے لے کر ٹوائے فور کے تہ خانے میں پہنچ گئی۔"

"ہوش کے عالم میں" میں چونک کر پوچھا۔

"نہیں چیف اس کا سوال پیدا ہوسکتا ہے۔"

"بے ہوش کیسے کیا۔؟"

"راستے میں شمس کلوروفارم کے ساتھ تیار کھڑا تھا۔ میں نے ٹیکسی روکی اور شمس دروازے کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ بلال نے احتجاج کیا تو شمس نے اسے دبوچ کر کلوروفارم اس کی ناک پر رکھ دیا۔"

"شمس وہیں ہے۔؟"

"جی ہاں۔"

"گڈ!..." میں نے مطمئن لہجے میں کہا اور پھر بقیہ سفر خاموشی سے طے ہوا۔ ٹوائے فور میں یہ خفیہ تہ خانہ ہم نے بنایا تھا۔ بڑے پیچیدہ میکنزم پر مشتمل تھا۔ راستہ باہر ایک گٹر لائن سے گزرتا تھا جو ناکارہ اور خشک پڑی ہوئی تھی۔ ہم نے اسے صاف ستھرا کرکے راستہ بنایا تھا یہ صرف اتفاق تھا کہ اس کا چارج نہیں دیا گیا تھا۔

بلال ہوش میں تھا مگر شمس نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر منہ میں کپڑا ٹھونسا ہوا تھا۔ آفتاب کمال دوسرے انتظامات کرکے آیا تھا۔ اس نے ٹیپ ریکارڈ آن کردیا۔ میں نے نفرت سے بلال کو دیکھتے ہوئے شمس سے پوچھا۔

"اسے زندہ کیوں رکھا گیا ہے۔؟"

"چیف مجھے اس پر رحم آگیا ہے۔ میں آپ سے اس کی سفارش کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں... ؟" میں غرا کر بولا۔

"پریشان حال آدمی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ اس نے فیضی کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے۔" شمس نے پروگرام پر عمل شروع کردیا۔

"بکواس" میں نے حقارت سے کہا۔ اور بلال ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ وہ رحم طلب نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کچھ کہنا چاہتا تھا۔

"اس کا منہ کھولو" میں نے کہا اور آفتاب کمال نے بلال کا منہ کھول دیا۔

"پانی... آہ... خدا کے لئے.... خدا کے لئے۔"

فرج میں پانی کے بجائے کوک کے ڈبے نکل آئے۔

اس کو کوک پلائی گئی۔ وہ حلق تر کرنے کے بعد بولا۔

"یہ سچ ہے۔ خدا کی قسم یہ سچ ہے۔"

"کیا سچ ہے۔؟"

"میں مفلوک حال آدمی ہوں۔ سات بچے ہیں میرے۔ فیضی صاحب نے مجھے مجبور کیا تھا۔"

"کیا مجبور کیا تھا۔؟"

"یہی کہ میں آپ پر یہ جھوٹا الزام لگاؤں۔"

"اغوا کا الزام جھوٹا تھا۔؟"

"بالکل۔ مجھے نور پور کے دیہی فارم پر بھیج دیا گیا تھا۔ میرے بال بچے بھی وہیں رہتے ہیں۔"

"پھر... ؟"

"پھر فیضی صاحب نے مجھے بلایا۔"

"پھر... ؟" میں نے ڈپٹ کر پوچھا۔

"مجھے آپ کی تصویریں دکھائی گئیں اور یہ کہانی تیار کی گئی.... بعد میں بھی میں ان کے ہاتھوں میں کھیلتا رہا ہوں۔"

"یہ بیان عدالت کے نام لکھ کر دو۔"

"میں تیار ہوں۔ مگر میری نوکری چلی جائے گی۔"

"فکر مت کرو نہیں جائے گی۔"

"میں تیار ہوں۔"

میں نے آفتاب کمال کو اشارہ کیا۔ آفتاب کمال نے کاغذ اور قلم اس کے حوالے کیا اور بیان ڈکٹیٹ کرانے لگا۔ اس نے عدالت کے نام درخواست لکھی جس میں کہا گیا تھا کہ وہ ڈی اے فیضی کا ملازم ہے 'نور پور میں کام کرتا تھا۔ فیضی نے اسے بلا کر جہانگیر جمال شاہ کے خلاف سازش کرائی اور جہانگیر جمال شاہ کو پھنسا دیا اس نے لکھا کہ اس کا ضمیر کسی بے گناہ انسان کو نقصان پہنچانے پر ملامت کررہا ہے مگر فیضی نے اسے جان سے مارنے کی دھمکی دی ہے۔ اس لئے وہ عدالت کی پناہ میں آنا چاہتا ہے۔ یہی بیان اس نے اپنی آواز میں ریکارڈ بھی کرایا تھا۔

"ہوسکتا ہے تمہیں عدالت میں پیش نہ ہونا پڑے۔ فی الحال یہاں رہو۔ تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

آفتاب کمال نے مجھے اشارہ کیا۔ اور کچھ دور لے جاکر بولا۔ "یہ جگہ اتنی محفوظ نہیں ہے چیف۔"

"پھر کہاں رکھا جائے۔؟"

"میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا"

"حفاظت کرسکو گے... ؟"

"شمس موجود رہے گا۔"

"او کے 'پھر ٹھیک ہے۔ انتظام کرلو۔" آفتاب کمال اسے اپنے بنگلے پر لے گیا۔ رضوانہ 'فریدہ کے پاس تھی۔ یہاں صرف ملازم رہ گیا تھا۔ اس کا چارج شمس کو دے دیا گیا اور پھر ہم نے وہاں بیٹھ کر چائے پی۔

"اب چیف... ؟"

"یہی میں سوچ رہا ہوں ہوں۔"

"میری ایک رائے ہے۔"

"کیا... ؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا خیال ہے ہمیں کرسٹینا لیمبرٹ پر ہاتھ ڈال دینا چاہئے۔ آپ کو علم ہے چیف وہ ہمارے اہم ترین راز حاصل کرچکی ہے۔ بے شک یہ سچ ہے کہ وہ اس سلسلے میں مزید کام کرنا چاہتی ہے۔ لیکن یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اپنے اس مقصد میں ناکام رہ کر وہ یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرے۔ ایسی صورت میں چیف اس کا کیا بگڑے گا وہ تو اہم ترین فوجی راز لے کر فرار ہوجائے گی یہاں سے' بس یہ خوف ہے میرے دل میں۔ اب آپ بتائیے اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ غداران قوم اسے جس طرح تھوڑے بہت راز فراہم کرچکے ہیں اسی طرح مزید اور بھی اس کے حوالے کردیں۔ چیف بس اس سے اتنا ہی فائدہ ہوگا کہ مزید کچھ غدار روشنی میں آجائے گے۔ لیکن کیا ہم ان کے لئے اتنا بڑا خطرہ مول لے سکتے ہیں... ؟۔"

میں گہری سوچ میں پڑ گیا۔

"آپ کی اس سلسلے میں ذاتی رائے کیا ہے چیف۔"

"یار میں ایک دوسرا کھیل کھیلنا چاہتا تھا اب تھوڑی سی اقربا پرستی میرے اندر بھی ہے۔ مطلب سمجھ رہے ہوں نا۔"

"جی جی تو اس سے کسے انکار ہے۔؟" آفتاب کمال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ڈی آئی جی صاحب کو بالکل کلیئر کرنا ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ فوجی حکام کے سامنے ڈی آئی جی صاحب کے کردار کو پیش کیا جائے۔ یار باپ ہیں وہ میرے اپنے باپ کے لئے بھی اگر کچھ نہ کیا تو پھر یوں سمجھ لو کہ زندگی میں کچھ کام ہی نہیں کیا۔"

آفتاب کمال سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے کہا۔

"تو پھر آپ کا کیا ارادہ ہے چیف... ؟"

"پرانے تعلقات کو ٹٹولتا ہوں۔ کرنل اعجاز یاد ہوں گے تمہیں... ؟"

"بہت اچھی طرح آپ کو یہ معلوم ہے کہ کرنل اعجاز اب چیف آف ملٹری انٹیلی جنس ہیں۔"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"نہیں میرے علم میں یہ بات نہیں ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"انہیں یہ اعزاز مل چکا ہے۔"

"گڈ یہ تو اور بھی اچھی بات ہے اس طرح ہمارا کام آسان ہوجائے گا۔"

"ہاں یہ بات تو ہے..." آفتاب کمال بولا۔

"ویسے ایک بات تو بتاؤ آفتاب کرسٹینا لیمبرٹ ہمارے ملک میں کس نام سے آئی ہے۔ کیا تمہیں اس بارے میں تفصیلات معلوم ہیں۔"

"ہاں... وہ کرسٹینا لیمبرٹ کے نام سے ہی آئی ہے۔ اس کی دیدہ دلیری قابل دید ہے چیف۔ یہاں ایک ہوٹل میں رقص کرتی ہے اس کے طائفے میں نو آدمی ہیں سارے کے سارے غیر ملکی۔ قانونی طور پر یہاں آئی ہے غیر قانونی طور پر نہیں۔"

"اوہ اس کا مطلب ہے کہ صورتحال خطرناک ہوجائے گی۔"

"نہیں ہوگی چیف۔"

"کیوں...؟"

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں اگر وہ باقاعدہ ایک ثقافتی پروگرام... یا ثقافتی نہ سہی 'کمرشل پروگرام کررہی ہے یہاں اور اپنے وطن سے پاسپورٹ وغیرہ حاصل کرکے یہاں پہنچی ہے تو آپ کے خیال میں اس پر ہاتھ ڈالنے میں آپ کو دقت ہوگی"

"چیف میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ڈپارٹمنٹ نو اے فور سے میں نے سارا ریکارڈ ہٹا لیا ہے اور وہ ریکارڈ میرے پاس موجود ہے۔" میں پرخیال انداز میں آفتاب کمال کو دیکھتا رہا۔ آفتاب کمال کو تو پہلے ہی میں ایک عالمی انسائیکلوپیڈیا قرار دے چکا تھا۔ یقیناً اس کے پاس ہر طرح کے ریکارڈ موجود ہوا کرتے تھے کرسٹینا لیمبرٹ کو اس نے ایک لمحے میں بلا وجہ ہی نہیں پہچان لیا تھا۔ بہت ہی دلچسپ صورتحال ہوگئی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"آفتاب کمال یہ ریکارڈ تم نے بڑی مشکل سے محفوظ کیا ہوگا...؟"

"چیف حالات کچھ بہتر ہوجائیں تو ہمیں ڈپارٹمنٹ نو اے فور کی طرز کی ایک عمارت بنانا ہوگی۔ ہمارا کام بہرطور اس انداز میں چلے گا۔"

"حالات تو شاید چند روز میں ٹھیک ہوجائیں" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"وہ کیسے چیف...؟"

"ڈی اے فیضی۔"

"کیا مطلب میں سمجھا نہیں۔"

"اصل میں 'میں' تمہیں بہت سی باتیں بتانے سے گریز کرتا رہا ہوں۔ لیکن یہ بات بھی میں جانتا ہوں کہ تم میرا ماضی بہت اچھی طرح جانتے ہو۔ یار ماضی میں اخراجات وغیرہ کا مسئلہ ذرا کچھ مشکل ہوجاتا تھا۔ ہاتھ کھلا ہوا تھا اور آمدنی کچھ تھی نہیں بھلا ڈی آئی جی صاحب میرا جیب خرچ کیسے چلا سکتے تھے۔ ان کی تو کل آمدنی اتنی نہیں تھی جتنی میں ہفتے بھر میں خرچ کردیا کرتا تھا۔ چنانچہ ڈی اے فیضی جیسے لوگ میرے کام آتے تھے۔ میں نے اسے بلیک میل کیا تھا۔ اور پانچ لاکھ روپے کی رقم اس سے حاصل کی تھی اس بات سے میں کم از کم تمہارے سامنے انکار نہیں کرسکتا۔ لیکن ڈی اے فیضی ڈی آئی جی صاحب کے جال میں پھنسا اور یقینی طور پر اسے مجھ سے ان پانچ لاکھ روپوں کی دشمنی ہی ہوگی۔ اب میں چاہتا ہوں کہ یہ دشمنی تیس لاکھ روپے کی دشمنی میں تبدیل ہوجائے"

"تت... تیس لاکھ...؟"

"ہاں... پانچ لاکھ وہ جو پہلے حاصل کرچکا ہوں اور پچیس لاکھ یہ..."

"یعنی یعنی..."

"ہاں... اب میں ڈی اے فیضی کو ایسے نہیں چھوڑوں گا بلکہ اس سلسلے میں... میں ڈی آئی جی صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ایک بار پھر مجھے اس کی جانب متوجہ کیا۔ اب تو اس نے خاصی رقم کمائی ہوگی بھئی اس میں سے میرا بھی کچھ حصہ ہونا چاہئے نا" آفتاب کمال ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

"وہ باآسانی پھنس جائے گا چیف... بھلا یہ بھی اب کوئی مشکل کام ہے۔"

"خیر چھوڑو ہاں بات یہ ہورہی تھی کہ کرسٹینا لیمبرٹ پر کہاں ہاتھ ڈالا جائے۔ ویسے ایک بات تو بتاؤ اگر اس کے ان لمحات میں جب وہ ہوٹل کے اسٹیج پر رقص کررہی ہوتی ہے اس دوران اگر ہم اس کی قیام گاہ کا جائزہ لے لیں تو..."

"آپ کا کیا خیال ہے چیف 'کیا اتنی قیمتی چیزیں اس نے اس انداز میں چھپائی ہوں گی کہ وہ کسی کے ہاتھ لگ

[ہو]ں۔ اصل میں اس کا انکشاف تو وہ خود کرے گی کہ وہ [...]ب کچھ ہے کہاں..."

"ٹھیک ہے آفتاب میں اس سلسلے میں تم سے متفق ہوں 'تمہارا کہنا بالکل درست ہے 'کرسٹینا لیمبرٹ اتنی [احم]ق عورت نظر نہیں آتی اور پھر چونکہ ہم اس میں فوج کو [باق]اعدہ ملوث کررہے ہیں اس لئے بھی ضروری ہے۔ [حا]لانکہ کام ڈی آئی جی صاحب کے ذریعے بھی ہوسکتا تھا۔ [لی]کن ایک بات میں جانتا ہوں کہ ڈی آئی جی صاحب صرف [کا]م خراب ہی کرائیں گے اولاد کی دشمنی میں..."

"نہیں چیف آپ خطرہ مول نہ لیں۔ میرا خیال ہے [ک]رنل اعجاز سے آپ ملاقات کریں"

"میں بات کئے لیتا ہوں یا اگر تم مناسب سمجھو تو تم [اس] سلسلے میں کرنل اعجاز سے ملاقات کا وقت طے کرکے [مکم]ل تفصیلات مجھے فراہم کردو۔"

"یہ کام میں کراؤں گا چیف۔ کرنل اعجاز یقیناً آپ کو [فو]راً ہی پہچان جائیں گے۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے اب تم آرام کرو۔ بے چارے [جم]یل درانی کو بھی زیادہ پریشانیاں نہیں اٹھانی چاہئیں جو [ک]ہ ہم سے تعاون کررہے ہیں ہم ان کا پورا پورا خیال [رکھ]یں گے۔"

"اوکے چیف... اوکے 'بالکل ٹھیک ہے۔" آفتاب [کم]ال نے کہا۔

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ اس کے بعد میں نے [آ]نکھیں بند کرکے گردن ہلا دی۔ گویا یہ معاملہ طے ہوچکا [تھا] کہ آفتاب کمال 'کرنل اعجاز سے ملاقات کا وقت لے [لے] اور اس کے بعد میں اس سے ملاقات کروں۔ یعنی [تم]ام کاموں کو پس پشت ڈال کر ہم کرسٹینا لیمبرٹ کے [خل]اف عمل کریں۔

آفتاب کمال مجھ سے رخصت ہوگیا اور میں گہری [س]وچوں میں ڈوبا رہا۔ ڈی آئی جی صاحب کو اس معاملے میں [...] سے مکھی کی طرح نکالنا تھا ان پر کوئی حرف نہیں آنا [چا]ہئے تھا۔ باقی سب خیریت ہے۔ پھر میں اور تمام سوچوں [ک]و ذہن سے جھٹک کر اس بارے میں سوچتا رہا دوسرے دن آفتاب کمال نے مجھے بتایا کہ کرنل اعجاز خود میری تلاش [م]یں تھے اور میرے بارے میں اپنے پاس ریکارڈ رکھنا چاہتے [ت]ھے۔ ٹیلی فون پر ہی انہوں نے کہا کہ اتنی دیر کیوں کی گئی [پہ]لے ہی ان سے ملاقات کیوں نہیں کی گئی۔ ویسے انہیں

تمام تفصیلات معلوم ہوچکی ہیں۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے اب کسی باقاعدہ جال میں تو پھنسنا نہیں ہے۔ اپنا دفتر روحانیات ہی کیا کم ہے ہمارے مسائل کو حل کرنے میں... یہ تو اصل میں درمیان میں ڈی آئی جی صاحب نے 'طاقت' طاقت کھیلنا شروع کردیا تھا۔ اس کا جواب بھی دینا پڑگیا انہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہتر ہی ہوا۔ کم از کم ڈی آئی جی صاحب آئندہ مجھے پریشان نہیں کریں گے"

پروگرام کے مطابق سات بجے میں جیل سے نکل آیا اس کے بعد دوسرے تمام انتظامات کئے۔ ایک اعلیٰ فوجی افسر سے ملاقات کا معاملہ تھا ہنسی مذاق کی بات نہیں تھی۔ پوری سنجیدگی سے مطلوبہ جگہ پہنچ گیا 'آفتاب کمال کو اس وقت ساتھ نہیں لیا جاسکتا تھا۔ لیکن کرنل اعجاز نے بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کیا اور مجھے بہت اعزاز بخشا ان کی کوٹھی پر ہی ان سے ملاقات کی تھی۔ حالانکہ وہ اپنے دفتر میں عام طور سے قیام پذیر ہوتے تھے اور وہیں انہوں نے اپنے تمام معاملات طے کرلیے تھے۔ لیکن مجھ سے ملاقات کے لئے وہ اپنی ذاتی کوٹھی میں پہنچے تھے۔ چونکہ یہ ملاقات سرکاری نوعیت کی نہیں تھی۔

بڑا پرجوش استقبال کیا انہوں نے میرا کہنے لگے۔

"ساری تفصیلات میرے علم میں آچکی ہیں۔ بھئی چلو ٹھیک ہے تم نے ڈپارٹمنٹ نو اے فور ختم کردیا جس کا تعلق وزارت خارجہ سے تھا۔ لیکن کم از کم ملٹری سے تو تمہارا رشتہ نہیں ٹوٹا۔ ہمارے لئے بھی اتنا کچھ کرچکے ہو کہ ہم تمہیں نظرانداز نہیں کرسکتے۔ میں تمہیں ایک پیشکش کرتا ہوں۔ باقاعدہ فوجی انٹیلی جنس میں شامل ہوجاؤ۔"

"سر میری دلی آرزو ہے کہ آپ مجھے ہر اس معاملے میں استعمال کریں جس میں میری خدمات کی ضرورت پیش آئیں لیکن کسی باقاعدہ ملازمت میں نہ الجھائیں۔ میرے لئے مشکل ہوجائے گی۔"

"خیر یہ تو تم پر منحصر ہے میں اس کے لئے تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ یہ بتاؤ میری کیا ضرورت پیش آگئی۔ اچھا ٹھہرو چونکہ میں اس وقت خالصتاً فوجی نہیں ہوں بلکہ تمہارا میزبان ہوں اس لئے بتاؤ کیا پیو گے...؟"

"سر کافی..." میں نے جواب دیا اور کرنل اعجاز نے اپنے ملازم کو بلا کر کافی لانے کے لئے کہا۔ پھر مسکراتی

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے۔ میں نے چند لمحات انتظار کرنے کے بعد کہا۔

"ڈیپارٹمنٹ تو اے فور ختم ہو گیا' لیکن مجھے جو عادت ڈال دی گئی وہ میں نہیں چھوڑ سکا' یعنی یہ سر کہ ملک کی بہتری اور بقاء کے لئے جو چھوٹا موٹا کام میں سرانجام دے سکوں اس سے گریز نہ کروں۔"

"فوجی مقاصد کے لئے تم نے جس قدر بیش بہا کارنامے سرانجام دیئے ہیں جہانگیر جمال شاہ' انہیں کون نظرانداز کر سکتا ہے۔"

"بے حد شکریہ سر' بس اب چونکہ میرے پاس وہ وسائل نہیں ہیں کہ میں براہ راست کام کر سکوں اس لئے ایک انتہائی اہم مسئلے میں مجھے آپ کی مدد درکار ہے۔"

"دل و جان سے... دل و جان سے۔ حالانکہ تم نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ کوئی ملکی مفادتی کا معاملہ ہے لیکن میں تمہیں پیشکش کرتا ہوں' جہانگیر جمال شاہ کہ کسی ذاتی مسئلے میں بھی تم ہر لمحے میری مدد حاصل کر سکتے ہو' جو کچھ کر سکوں گا ضرور کروں گا۔ اب ذرا جلدی سے بتاؤ معاملہ کیا ہے مگر ٹھہرو' سوری ویری سوری' ملازم آجائے۔ کافی پیتے ہوئے گفتگو کریں گے۔"

کافی بھی آگئی اور کرنل اعجاز نے محبت سے مجھے کافی پینے کی پیشکش کی۔ میں نے شکریہ کے ساتھ اپنا کپ قبول کیا۔ کرنل اعجاز مطمئن ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر بولے۔

"ہاں اب بے دھڑک وہ ساری تفصیلات مجھے بتاؤ جس کے لئے تمہیں مجھ تک پہنچنا پڑا۔"

"سر آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد محکمہ پولیس میں ایک اہم عہدے پر فائز ہیں۔"

"ڈی آئی جی تیمور جمال شاہ کو میں ذاتی طور پر بھی جانتا ہوں۔ گو ان سے میری بہت زیادہ ملاقاتیں نہیں ہوئیں۔ دوسروں کی معرفت ہی شناسائی رہی لیکن بہرحال میں ان سے واقف ہوں۔"

"بعض معاملات ایسے ہوتے ہی سر جن کے لئے محکمہ پولیس براہ راست اقدامات نہیں کرتا بلکہ ذاتی طور پر کوششیں کر کے ایسی کارروائیاں کرتا ہے جس سے کسی خاص شخصیت کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں اور معاملہ اگر قابل دست اندازی پولیس ہو تو پھر اس بات کو آگے بڑھا دیا جاتا ہے۔ ایسے کچھ افراد ہوتے ہیں محکمہ پولیس کے پاس جو ذاتی طور پر کاوشیں کر کے ایسے معاملات میں مدد کرتے ہیں۔"

"ہاں مجھے علم ہے۔"

"تو سر یہ معاملہ اس سطح کا تھا جو عام لوگوں کی نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے تھوڑا سا تجربہ بھی ضروری ہوتا ہے اور یہ تجربہ مجھے دیا گیا ہے۔ چنانچہ والد صاحب نے میری توجہ ایک شخص کی جانب مبذول کرائی یہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں رقص کرنے والی رقاصہ کرشنا لیمبرٹ تھی جو نو افراد کے طائفے کے ساتھ کمرشل شو کرنے یہاں پہنچی ہے۔ ایک ہوٹل سے اس کا کنٹریکٹ ہوا ہے اور وہ اس ہوٹل کے اسٹیج پر رقص کرتی ہے' آرکسٹرا انہی نو افراد پر مشتمل ہے جو غیر ملکی ہیں اور اس کے ساتھ باہر سے آئے ہیں۔ لیکن ڈی آئی جی صاحب نے اسے دیکھ کر اپنے ذہن کو ٹٹولا تو انہیں ایک ایسی شخصیت یاد آئی' جسے وہ غیر ملکی جاسوسہ کی حیثیت سے جانتے تھے اس کا نام کرشنا لیمبرٹ ہی تھا اور شکل و صورت بھی وہی تھی جو اس رقاصہ کی ہے لیکن چونکہ وہ غیر ملکی پاسپورٹ پر آئی ہے اور اسے یہاں داخلے کی قانونی حیثیت حاصل ہے اس لئے براہ راست اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا جا سکتا تھا۔ یا شبے کی بنیاد پر بھی اس کے خلاف کوئی عمل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سر! والد صاحب نے مجھے پیشکش کی کہ میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں اور میں نے جو معلومات حاصل کیں ہیں وہ انتہائی سنسنی خیز ہیں۔"

"کیا...؟" کرنل اعجاز نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

"کرشنا لیمبرٹ سالا یہودی ہے اور اپنے ملک کے لئے ہی کام کر رہی ہے اس نے یہاں ہمارے ایٹمی راز حاصل کئے ہیں' سر یہ کہتے ہوئے انتہائی غم زدہ ہوں میں کہ ان رازوں کے حصول کے سلسلے میں ہمارے ہی ساتھی ملوث ہیں۔ ظاہر ہے بکنے والے بک جاتے ہیں' یہ سوچے سمجھے بغیر کہ ملک و قوم کو وہ کیا نقصان پہنچا رہے ہیں' چنانچہ کرشنا لیمبرٹ ہمارے ایٹمی راز حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ اور راز اس نے حاصل کئے ہیں' لیکن یہیں پر اکتفا نہیں کیا اس نے بلکہ کچھ اور غداران قوم کو اس نے مختلف ذمہ داریاں سونپی ہیں اور وہ اس کے لئے کام کرنے پر آمادہ ہیں' سر یہ تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد مجھے یہ احساس ہوا کہ یہ کام محکمہ پولیس کی سطح کا نہیں ہے بلکہ یہ باقاعدہ ایک فوجی معاملہ ہے جس میں فوجی مداخلت زیادہ مناسب

رہے گی۔ سر میرے پاس وہ تمام تفصیلات موجود ہیں جو کرشنا لیمبرٹ کو مجرم ثابت کرتی ہیں' یہاں دو غیر ملکی سفارتخانوں کے سفیر براہ راست اس معاملے میں ملوث ہیں۔ میں نے انتہائی جانفشانی سے کام کرتے ہوئے ان کے بارے میں تمام ثبوت اور تفصیلات حاصل کی ہیں۔ میں انتظار کرتا سر اس بات کا کہ کرشنا لیمبرٹ وہ دوسرے معاملات بھی طے کر لیتی جو اس کے پروگرام میں شامل ہیں لیکن مجھ سے صبر نہ ہو سکا' میں نے یہ غور کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کرشنا باقی کاموں میں کامیاب نہ ہو پائے اور انہیں رازوں پر انحصار کر کے یہاں سے نکل جائے' یہ خطرہ میں مول نہیں لے سکتا تھا' چنانچہ میں نے آپ تک پہنچنا ضروری سمجھا تاہم یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کرشنا لیمبرٹ جیسا کہ میں نے کہا اسرائیلی جاسوسہ ہے اور ہمارے ملک کے خلاف کام کر رہی ہے' بس اتنا ہی کافی سمجھا ہے میں نے اور آپ بھی اگر مناسب تصور فرمائیں تو اتنا ہی کافی سمجھیں' ہمارا اس پر ہاتھ ڈال دینا اشد ضروری ہے ورنہ ہم کسی نقصان سے دوچار ہو جائیں گے۔" کرنل اعجاز بہت زیادہ پرجوش نظر آنے لگے پھر بولے۔

"یہ تو تصور بھی نہیں کر سکتا میں کہ تمہیں کہیں کسی بھی جگہ غلط فہمی ہوئی ہوگی' لیکن کیا یہ ممکن ہے' کیا تم یہ مناسب سمجھتے ہو کہ اپنے پاس موجود وہ ثبوت مجھے فراہم کر دو جن سے کرشنا لیمبرٹ اپنی اصل شخصیت میں واضح ہوتی ہے' یا کم از کم اتنا ہی بتا دو کہ جو راز اس نے حاصل کئے ہیں وہ اس کے پاس کہاں محفوظ اور موجود ہیں۔"

"سر اس کا قیام ایک ہوٹل میں ہے اور پورا طائفہ اس کے ساتھ اسی ہوٹل میں رہتا ہے۔ نیز یہ کہ وہ مسلسل اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہے' ہمیں اگر یہ چیزیں اس کے پاس سے حاصل بھی نہیں ہوتیں' تب بھی میں آپ کو ایسے ثبوت فراہم کر سکتا ہوں جن کی بنیاد پر آپ اس پر ہاتھ ڈال سکتے ہیں۔ اور میرے خیال میں یہی مناسب ہوگا' میں وہ ثبوت آپ کے سامنے پیش کرنے میں کوئی الجھن نہیں محسوس کرتا۔"

"ویری گڈ' ویری گڈ' تو پھر مجھے بتاؤ کہ کافی پینے کے بعد ہم اس سلسلے میں کیا فوری اقدام اٹھا سکتے ہیں...؟"

"اگر آپ مجھے ٹیلی فون کرنے کی اجازت دیں تو ایک شخص کو یہاں طلب کروں گا اور وہ ہمیں تمام تفصیلات فراہم کرے گا۔"

"ہاں ہاں بالکل اس سے زیادہ اہم بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ تم اس پر فوری طور پر عمل کر ڈالو۔"

"ٹھیک ہے سر' میں حاضر ہوں۔" میں نے جواب دیا' کافی کے بڑے بڑے گھونٹ لینے کے بعد میں نے وہیں سے آفتاب کمال کو ٹیلی فون کیا' حالانکہ یہ بات پروگرام میں شامل نہیں تھی لیکن چونکہ کرنل اعجاز بھی اس معاملے میں پوری پوری دلچسپی لے رہے تھے اور براہ راست ملوث ہو گئے تھے' اس لئے میں نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ آفتاب کمال سے رابطہ قائم کرنے میں تھوڑی سی دقت بے شک ہوئی تھی لیکن رابطہ ناممکن نہ رہا اور میں نے آفتاب کمال کو اس سلسلے میں ہدایات جاری کر دیں' کرنل اعجاز نے مجھے اجازت دے دی تھی کہ اگر میں کسی شخص کو طلب کر رہا ہوں تو وہ مع اپنے ساز و سامان کے یہاں پہنچ سکتا ہے اور اب ہمیں آفتاب کمال کی آمد کا انتظار تھا' آفتاب کمال نے تمام تفصیلات اور اشیاء کے ساتھ یہاں پہنچنے میں دیر نہیں لگائی' کرنل اعجاز اپنی کوٹھی کے دروازے پر متعین گارڈز کو آفتاب کمال کے بارے میں ہدایات دے چکے تھے۔ چنانچہ گارڈز ہی آفتاب کمال کو یہاں تک پہنچانے آئے اور آفتاب کمال سلام کر کے اندر داخل ہو گیا۔ اس نے ایک بڑا سا کینوس بیگ اٹھایا ہوا تھا جس میں مانیٹر اور وی سی آر وغیرہ موجود تھا' ساتھ ہی ساتھ وہ تصاویر کے پیکٹ بھی لایا تھا چنانچہ مختصر تعارف کے بعد کرنل اعجاز کو لوکو ہاؤس میں تیار ہونے والی فلم اور اس کے ڈائیلاگ سنائے گئے۔ کرنل اعجاز بڑے غور سے ایک ایک شکل دیکھ رہے تھے اور ان کے چہرے پر شدید سنسنی کے آثار تھے۔ فلم ختم ہوئی تو وہ ران پر ہاتھ مار کر اٹھ کھڑے ہوئے اور پرجوش لہجے میں بولے۔

"نوجوان دوستو! بھلا اس کے بعد اس بات کے کیا امکانات رہ جاتے ہیں کہ میں فوری عمل نہ کروں اور تم لوگوں کا یقین نہ کروں' بے فکر رہو ابھی سارے انتظامات کئے لیتا ہوں' تمہارا کیا خیال ہے اس وقت وہ رقاصہ' کیا کلب میں موجود ہوگی...؟"

"آپ فوری طور پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔"

"اس فلم کو دیکھنے کے بعد تو یوں سمجھ لو کہ مجھے ایک

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لمحہ بھی خوفناک محسوس ہو رہا ہے بھلا اب بھی اسے چھوڑا جاسکتا ہے۔"

"سر جیسا آپ پسند فرمائیں۔ آپ انتظامات کر لیجئے میں ہر تعاون کے لئے حاضر ہوں۔"

"تو تم لوگ یہاں رکو بلکہ اپنے دوست کو بھی کافی پلاؤ میں ملازم کے ہاتھ برتن وغیرہ بھجوائے دیتا ہوں' پلیز تھوڑی دیر کی اجازت دو مجھے' ہوسکتا ہے پندرہ سے بیس منٹ لگ جائیں۔"

"جی سر..." میں نے جواب دیا اور کرنل اعجاز سنسنی خیز چہرہ لئے ہوئے باہر نکل گئے۔ آفتاب کمال پر اطمینان انداز میں میری صورت دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کام بن گیا چیف لیکن' لیکن باقی معاملات۔"

"سب ٹھیک ہے آفتاب کمال تمہیں تفصیلات بعد میں بتادوں گا۔"

کرنل اعجاز تقریباً پچیس منٹ کے بعد واپس آئے' پوری وردی میں ملبوس تھے اور بہت شاندار نظر آرہے تھے ۔ہمیں دیکھ کر مسکرائے اور بولے۔

"کیا خیال ہے چلیں...؟"

"جی سر..."

"آجاؤ تم میرے ساتھ آجاؤ۔"

تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک پرائیویٹ گاڑی میں بیٹھے' چھاؤنی کی جانب جا رہے تھے' کرنل اعجاز کو جو انتظامات کرنے تھے وہ چھاؤنی جا کر ہی کرنے تھے۔ میں اور آفتاب کمال بڑی سنسنی محسوس کر رہے تھے۔ بالآخر ہم کرنل کی گاڑی میں فوجی چھاؤنی پہنچ گئے۔ قانون کے محافظوں نے' وطن کی سرحدوں کے محافظوں نے مکمل طور پر اطمینان کرنے کے بعد کرنل اعجاز کی ضمانت پر ہمیں اندر جانے کی اجازت دے دی' حالانکہ کرنل اعجاز فوجی چھاؤنی سے تمام گفتگو کر چکے تھے اور وہاں ان کی خواہشوں کے مطابق انتظامات بھی موجود تھے ملٹری انٹیلی جنس کے چوکس سپاہی' کرنل اعجاز کی آمد کا انتظار کر رہے تھے' اس کے بعد ایک فوجی گاڑی میں اور ایک جیپ میں سفر شروع ہو گیا' رہنمائی ہمیں کرنی تھی۔ چنانچہ میں کرنل اعجاز کو لئے ہوئے پہلے اس ہوٹل پہنچا جہاں کرشنا لیمبرٹ رقص کرتی تھی اور جب مجھے اس بات کا علم ہوا کہ آج کا دن اس کے رقص کا دن نہیں ہے تو ہم اس ہوٹل کے گرد پہنچ گئے' آفتاب کمال نے وہاں اپنے آدمیوں کو پھیلا ہوا تھا چنانچہ اس نے ان سے رابطہ قائم کیا تو پتا چلا کہ کرشنا ہوٹل میں اپنے کمرے میں موجود ہے اور اس کے وہ تمام ساتھی بھی جو سازندوں کی حیثیت سے اس کے ساتھ ہیں' حالانکہ اس بات کا شبہ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ کرشنا لیمبرٹ کو کسی بات کا اندیشہ ہوگا' لیکن اس کے باوجود ایک فوجی افسر نے تمام تر فوجی احتیاط مدنگاہ رکھیں۔ ہم لوگ بڑی خاموشی سے کمرے میں داخل ہوئے' کوشش کی کہ زیادہ ہنگامہ آرائی نہ ہونے پائے اور پھر اس کے بعد پوری احتیاط کے ساتھ اس پورے فلور کو گھیرے میں لے لیا گیا' جس میں کرشنا لیمبرٹ مقیم تھی۔ کرنل اعجاز' میں' آفتاب کمال اور دوسرے بہت سے فوجی افراد ان کمروں کے دروازوں پر پہنچ گئے لیکن کرشنا لیمبرٹ اس قدر غافل عورت بھی نہیں تھی' ہوسکتا ہے کہ اُسے اس بات کا علم ہو گیا ہو کہ فوج نے ہوٹل کو گھیرے میں لے لیا ہے اور وہ یہاں سے نکلنے کی کوشش میں کامیاب نہ ہو پائی ہو' اچانک ہی بند کمروں سے فائرنگ شروع ہو گئی' کرنل اعجاز فوجی مستعدی کے ساتھ اپنے آدمیوں کو سامنے سے ہٹا کر دیواروں کی آڑ میں ہو گئے میں البتہ بے حد حیران تھا' کرشنا لیمبرٹ کو یہاں تمام تر تحفظ حاصل تھا وہ لوگ خاموشی سے اپنے آپ کو فوج کے حوالے کر دیتے تو مسائل بھی پیدا ہو سکتے تھے اسے مجرم ثابت کرنے کے لئے بہت سے ثبوتوں کی ضرورت پیش آسکتی تھی لیکن اس نے مقابلے کا آغاز نجانے کیا سوچ کر کیا تھا۔

ہمیں تعجب تھا کہ ان لوگوں نے ایسے بھاری ہتھیار جمع کر رکھے ہیں۔ ظاہر ہے یہ مقامی تعاون کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ ہوٹل کے دوسرے کمروں سے چیخوں کی آوازیں بلند ہونے لگی تھیں۔ خوفزدہ لوگوں نے دروازے تک نہ کھولے لیکن نچلی منزل پر بھگدڑ مچ گئی اور پھر پورے ہوٹل کے مسافر نکل بھاگے۔

فوج نے ایک بھی فائر نہیں کیا تھا بلکہ میگا فون پر ہوٹل میں قیام کرنے والوں کو پرسکون رہنے کی ہدایت کی جارہی تھی کمروں کے بند دروازے چھلنی ہو چکے تھے۔ کرنل اعجاز جوانوں کو ہدایات دے رہے تھے اور جوانوں نے ان کمروں کی پشت پر بھی مورچے سنبھال لئے تھے۔

پھر فوجی جوانوں نے فائر کھول دیئے یہ فائر ان جوانوں نے کئے تھے جو کمروں کی پشت پر تعینات تھے۔ کرشنا

لیمبرٹ کے دو ساتھی کمروں کی پشت سے فرار ہونے کی کوشش کر رہے تھے وہ سینٹری پائپ سے نیچے اتر رہے تھے حیرت کن بات یہ تھی کہ ان کے پاس ہتھیاروں کے بجائے ساز تھے ایک کے پاس وائلن تھا اور دوسرے کے پاس گٹار فوجی جوانوں نے انہیں صرف نشانے پر لے لیا تھا لیکن جیسے ہی انہوں نے فوجی جوانوں کو دیکھا اچانک اپنے ساز سیدھے کئے' نغمے اگلنے والے وائلن اور گٹار گولیاں اگلنے لگے۔ یہ حیرت انگیز ہتھیار تھے۔ کئی فوجی زخمی ہوئے اور مجبوراً فوجیوں کو ان پر فائر کرنے پڑے اس طرح وہ دونوں ہلاک ہو گئے۔ باقی مقابلہ کرتے رہے۔ ان سے بار بار ہتھیار ڈالنے کی درخواست کی جارہی تھی۔ لیکن بہت دیر کے بعد انہیں خواب آور گیس کے ذریعے بے ہوش کر کے گرفتار کیا جاسکا۔ سات غیر ملکی سازندے نشے میں دھت کرشنا لیمبرٹ کے ساتھ گرفتار کر لئے گئے۔

کرشنا آئنی آؤٹ ہو رہی تھی کہ اس نے کرنل اعجاز کو دیکھ کر بے ہودہ حرکتیں شروع کردیں۔ بہرحال اسے قابو میں کر لیا گیا۔ کرنل اعجاز نے اسے فوجی جوانوں کے حوالے کرنے کے بعد ان کے کمروں کی تلاشی لی۔ میں اور آفتاب کمال اس کام میں پیش پیش تھے۔ اور پھر ہمیں مطلوبہ اشیاء حاصل ہو گئیں۔ کرنل اعجاز کا چہرہ ستا ہوا تھا۔ آفتاب کمال نے جب ایٹمی منصوبوں کی فائل اور دفتر خارجہ کے کچھ اہم رازوں کی فائل پیش کی تو ان کا چہرہ دمک اٹھا...

"خدا کا احسان ہے... خدا کا احسان ہے۔ جانتے ہو میری کیا حالت ہو رہی تھی اس وقت۔"

"جی سر۔"

"اچانک ہی مجھے خوفناک غلطی کا احساس ہو رہا تھا۔"

"کیوں"

"کرشنا لیمبرٹ ان چیزوں کو ضائع بھی کر سکتی تھی۔"

"ہاں۔ بحالت مجبوری وہ ایسا کر سکتی تھی لیکن سر اس وقت غیبی مدد حاصل ہوئی ہمیں۔"

"بھلا کیسے...؟"

"وہ چھٹی منا رہی تھی۔ چونکہ وہ نشے میں تھی اس لئے ہوسکتا ہے اس کے آدمیوں نے فوج کو دیکھ کر اس سے ہدایت لی ہو تو اس نے ترنگ میں کہا ہو فائر کھول دو۔"

"سو فیصد۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ اور اس لئے اس نے ان دستاویزات کو ضائع بھی نہیں کیا۔"

"بلاشک..." میں نے کہا۔

"کمبختوں کے ہتھیار دیکھو.... سازوں کی شکل کے ہیں خطرناک چیز ہیں۔"

ہوٹل کا عملہ بھی باہر نکل بھاگا تھا۔ بمشکل تمام وہ لوگ دستیاب ہوئے منیجر کو نرمی سے تفصیل بتائی گئی۔ معذرت کی گئی اور اس کے بعد فوجی ٹرک مجرموں کو لے کر وہاں سے چل پڑا۔ ہم لوگ جیپ میں ساتھ تھے کرنل اعجاز نے ہمیں مکمل طور پر شریک رکھا تھا۔ میرا ذہن ایک اور الجھن کا شکار تھا مجھے واپس جانا تھا کیونکہ بے چارے جمیل درانی کا معاملہ تھا اس پہلو پر میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔

کچھ دیر کے بعد میں نے کہا۔ "سر کیا ہمارا فوجی چھاؤنی جانا ضروری ہے۔"

"کچھ اور چاہتے ہو۔"

"جی سر۔"

"بولو"

"سر فوری طور پر اگر ضرورت نہ ہو تو۔"

"نہیں ہوگی۔ کل کسی وقت مل سکتے ہو۔"

"آپ کے کام کے مطابق۔"

"تمہیں کیا کال کیا جاسکتا ہے۔"

"ایک لمبا چکر ہے سر۔ اس کے بارے میں میں آپ کو نہیں بتا سکا تھا۔"

"کیا۔"

"میں ان دنوں جیل میں ہوں۔"

"کہاں....؟"

"جیل میں۔"

"کیوں۔؟"

"اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے طویل جدوجہد کرنی پڑی ہے۔ کرشنا لیمبرٹ کو ٹریس کرنے کے لئے ایک مجرم کی حیثیت سے جیل جانا ضروری تھا۔ چنانچہ مجھ پر الزام لگا کر پہلے مجھے جیل بھجوا دیا گیا اس کے بعد میں معلومات حاصل کر سکا۔"

"تو پھر..." کرنل اعجاز کچھ نہ سمجھ پائے۔

"سر میں اب بھی قیدی ہوں۔ الزام اپنی جگہ ہے۔"

"مگر تم تو اس وقت..."

"کنڈول ہے سر۔ واپس جیل جانا ہے۔ جیلر صاحب نے صرف شناسائی کی وجہ سے یہ عارضی آزادی دی ہے۔"

"او مائی گاڈ... قید ہوئی ہے۔" کرنل اعجاز چکرا کر بولے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"نہیں سر ریمانڈ پر ہوں۔"

کرنل اعجاز کچھ سوچتے رہے۔ پھر بولے۔ "ٹھیک ہے فوجی ضروریات کے لئے تمہیں کل جیل سے طلب کرلیا جائے گا۔ کل کسی بھی وقت میجر سلطان تمہیں لینے پہنچ جائیں گے۔"

"اوکے سر۔"

"باقی ساری تفصیل میرے علم میں ہے۔ کہاں اترنا ہے تمہیں۔"

"بس اسی جگہ سر۔"

"ٹھیک ہے۔" کرنل اعجاز نے کہا اور گاڑی رکوادی۔ میں آفتاب کمال کے ساتھ اتر گیا۔ پھر ایک ٹیکسی لے کر ہم چل پڑے۔ راستے میں میں نے کہا۔

"اس وقت واقعی بڑی حماقت ہوگئی تھی۔"

"ہاں چیف! میں بھی سوچتا رہ گیا تھا۔ میں نے تو سوچا تھا کہ معاملہ اب چوپٹ ہوگیا۔ مگر ایک بات آپ نے محسوس کی ہوگی چیف۔"

"وہ کیا..." میں نے آفتاب کمال کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہماری غیبی امداد ہوتی ہے۔ وہ کمبخت اگر نشے میں نہ ہوتی تو کم از کم وہ فائل ہمیں سلامت نہ ملتی۔"

"یقیناً۔"

"کل کے لئے کیا حکم ہے۔"

"بس کھیل ختم سمجھو۔ مگر ہمارا ذاتی کھیل ابھی جاری ہے۔ کرنل اعجاز مجھے جیل سے نکال لے جائیں گے۔ پھر شاید دوبارہ آنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

"مجھ سے رابطہ...."

"جہاں سے بھی ممکن ہوسکا کرلوں گا۔"

"آفس میں ملوں گا"

"ٹھیک ہے۔" آفتاب کمال نے کہا وہ مجھے جیل کے عقب میں اتار کر ٹیکسی ہی میں چلا گیا۔ باقی کام اسے کرنے تھے۔ میں پھر اپنے قید خانے میں آگیا۔ جمیل درانی دوست تھا اور اعتبار کرتا تھا۔

دوسرے دن ایک بجے مجھے جیلر کے دفتر میں طلب کرلیا گیا۔ میجر سلطان موجود تھے۔ جمیل درانی نے کہا۔

"جہانگیر جمال شاہ ملٹری کی ضروریات کے تحت تمہیں فوجی تحویل میں دیا جارہا ہے۔ سرکاری کام مکمل ہوتے ہی تمہیں دوبارہ طلب کرلیا جائے گا۔"

میجر سلطان نے میری وصولیابی کے دستخط کئے اور پھر میرا لباس پہننے کے لئے دیا گیا جسے پہن کر میں تیار ہوگیا۔ میجر مجھے لے کر چل پڑے تھے۔ راستے میں ان سے کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ میں ملٹری چھاؤنی پہنچ گیا۔ یہاں مجھے کرنل اعجاز کے پاس پہنچا دیا گیا۔ رسمی گفتگو کے بعد انہوں نے کہا۔

"تم سے رخصت ہونے کے بعد میں رات بھر مصروف رہا ہوں۔ تمام ضروری امور طے ہوگئے، چند گرفتاریاں لے لی گئیں ہیں۔ تمہاری فراہم کردہ فلم کی بنیاد پر ان سفارت خانوں سے رابطے کرکے انہیں ان کے ناپسندیدہ اقدامات سے واقفیت کی اطلاع دے دی گئی ہے۔ متعلقہ حکام وزارت داخلہ کے لئے رپورٹ تیار کررہے ہیں۔"

"کرسٹینا لیمبرٹ کی کیا کیفیت ہے۔"

"سکتے میں ہے۔ پوچھ رہی ہے اسے کیوں گرفتار کیا گیا ہے اس ملک کے سفارت خانے سے بھی رابطہ کیا جارہا ہے جس کے پاسپورٹ پر وہ یہاں آئی ہے۔"

"تمام ثبوت تسلی بخش ہیں۔"

"ہاں بالکل۔ پوری رپورٹ تیار ہوگئی ہے۔ تم اسے پڑھ کر دستخط کردو۔"

"جی سر۔"

"اب جیل میں کیوں ہو۔؟"

"سر کیس حقیقی ہی بنایا گیا ہے۔"

"اوہ اس قدر پائیداری کی ضرورت تھی۔؟"

"جی سر۔"

"تم اطمینان رکھو۔ تمہیں فوجی ضرورت کے لئے حاصل کیا گیا ہے اور اب تم فوجی ضمانت پر آزاد ہو۔ ہوم ڈپارٹمنٹ اس مسئلے کو رپورٹ کی بنیاد پر سنبھال لے گا۔"

"بہتر سر۔"

"اب تم رابطے میں رہو گے۔ مجھے اپنا فون نمبر دے" میں نے آفس اور بنگلے کا نمبر دے دیا۔ پھر ضروری تفصیلات کے کاغذات پر دستخط کئے۔ رپورٹ وہی تھی۔ اور اس میں ڈی آئی جی تیمور جمال شاہ کا نام بڑے احترام سے لیا گیا تھا۔ کہ انہوں نے ملک و قوم کے لئے اپنی شاندار روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اس بار بھی ایک ایسی

ملک دشمن ہستی کو گرفتار کروایا جو ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانے کی تیاریاں کرچکی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اس کے بعد کوئی مشکل نہیں ہوگی۔ لیکن میں ڈی آئی جی صاحب کو جانتا تھا۔ کہیں اکیلے میں مل گیا تو کبھی نہیں چھوڑیں گے اس وقت تک جب تک انہیں ساری تفصیلات معلوم نہ ہوجائیں۔

یہاں سے دفتر پہنچا۔ آفتاب کمال میرے فون کا منتظر تھا۔ مجھے دیکھ کر چونک پڑا۔

"فنش چیف۔"

"ابھی کہاں آفتاب کمال۔"

"اوہ میں سمجھا۔"

"وہ بھی درست سمجھے ہو۔"

"مطلب...؟" اس نے کہا اور میں نے آفتاب کمال کو تمام تفصیلات بتائیں پھر کہا۔

"اب وقت نہیں ضائع کرنا۔ ڈی اے فیضی سے نمٹ لو۔ ورنہ کام خراب ہوجائے گا۔"

"حکم چیف۔"

"وہی جگہ کا مسئلہ ہے۔ میں ڈی اے فیضی کو اب کچھ دیر کے لئے اپنے قبضے میں لے لینا چاہتا ہوں۔"

"عارضی طور پر اپنے گھر سے ہی کام چلا لیتے ہیں چیف مجبوری ہے۔ اسے اغوا کرنا ہے۔"

"ہوں۔"

"تو میں نکلتا ہوں۔ اسے لے کر گھر میں پہنچوں گا۔ باقی لوازمات یعنی اس فلم کے پرنٹ اور فیضی کے گھر کی تصویریں وغیرہ میرے پاس گھر میں محفوظ ہیں۔ بے چارہ بلال بھی بڑا پرامن رہ رہا ہے۔"

"میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

"ارے کہاں چیف۔ ایک آدمی کو ہی تو اغوا کرکے لانا ہے کوئی بڑی بات نہیں۔ آپ ابھی دوسروں سے رابطہ نہ رکھیں۔ گھر ہی پہنچیں ویسے بھی یہی ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد خاموشی سے عمارت سے باہر نکل آیا۔

بعض اوقات کام کچھ اس طرح ہوجاتے ہیں کہ خود کو بھی یقین نہیں ہوتا۔ بات یہ نہیں ہے کہ وقت ہمارے تابع ہو بلکہ جو پلاننگ کی جاتی ہے وہ اس ذہانت سے کی جاتی ہے کہ کام ہو کر ہی ختم ہو۔ اب اسی سلسلے کو لے لیا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہم نے ہر قدم پر کامیابی حاصل کی تھی اور سخت ترین حالات ہونے کے باوجود ہمارے راستوں میں کوئی ایسی رکاوٹ پیش نہیں آئی تھی جو کسی بھی جگہ ہمیں معطل کردے اب وہاں سے سلسلہ شروع کیا جائے جہاں شہباز احمد صاحب سے رابطہ منقطع ہوا تھا تو بات لمبی ہوجاتی ہے۔ دفتر روحانیات صحیح طور پر کاروبار شروع بھی نہیں کرپایا تھا کہ ڈی آئی جی صاحب کو سوجھ گئی اور انہوں نے اہل خانہ کو چیلنج کرڈالا۔ بے شک وہ اپنی کاوشوں میں کامیاب رہے، لیکن تقدیر کچھ اور ہی گل کھلانے کا فیصلہ کرچکی تھی۔ اگر آفتاب کمال کو انسپکٹر آفاقی کا پس منظر معلوم نہ ہوتا تو تھانے سے رہائی مشکل تھی اور تھانے سے رہا ہوکر ہم ڈی اے فیضی کے پاس یہ معلومات کرنے کے لئے نہ پہنچتے کہ آخر اس نے ڈی آئی جی صاحب سے کیا گٹھ جوڑ کیا ہے کہ کرسٹینا لیمبرٹ نگاہوں کے سامنے آئی۔ کرسٹینا لیمبرٹ کو آفتاب کمال پہچانتا تھا اس لئے اسرائیلی جاسوسہ کا انکشاف ہوا پھر جہاں ان لوگوں نے اپنی میٹنگ رکھی تھی وہاں بھی آفتاب کمال کا ہاتھ موجود تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام آسانیاں غیر حقیقی طور پر ہمیں حاصل ہوئی تھیں۔ لیکن اب اسے کو کیا کہا جائے کہ بعض لوگ ذہانتوں میں یکتا ہوتے ہیں۔ آفتاب کمال کا نام اس کی ضمانت تھا، میں نے بارہا یہ اعتراف کیا ہے اور کھلے دل سے کہا ہے کہ میری شہرت میں صحیح معنوں میں آفتاب کمال ہی کا ہاتھ تھا اس نے ایک مشینی انسان کی طرح لمحہ لمحہ میری مدد کی اور بعض جگہ تو مجھے یہ اعتراف کھلے دل سے کرنا پڑتا ہے کہ اگر آفتاب کمال کی مدد مجھے حاصل نہ ہوتی تو کامیابیاں میرے لئے مشکل ہوجاتیں۔

اس کے علاوہ وہ کچھ ایسی صفات کا مالک تھا کہ کوئی بھی کام اس کے سپرد کرکے ایک مکمل اطمینان کا احساس ہوتا تھا۔ غرض یہ کہ آفتاب کمال اس سلسلے میں بھی بہت آگے رہا تھا مگر بات وہی آجاتی ہے۔ میں ہوتا یا آفتاب کمال ہوتا بعض جگہ ذہانتیں عمل پذیر ہوتی ہیں، ہم اس کیس میں بھی نمایاں کامیابیاں حاصل کرتے رہے تھے اور بالآخر اس آخری نکتے پر پہنچ گئے تھے جہاں ہمیں مکمل کامیابی حاصل ہوچکی تھی۔ اور اب دوسرے معاملات شروع ہوئے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ آفتاب کمال ڈی اے فیضی کو حاصل کرلے گا، پہلے بھی اس نے بلال کو حاصل کرنے میں جس کمال کا ثبوت دیا تھا وہ عام لوگوں کے لئے ناقابل یقین ہی تھا لیکن میں جانتا تھا کہ وہ ذہانت کا کوئی ایسا ہی گل کھلائے گا جو کامیابی کے راستے کھول دے گا۔ ڈی

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اے فیضی اور بلال میں فرق تھا۔ دیکھنا یہ ہے کہ ڈی اے فیضی کو آفتاب کمال کس طرح حاصل کرتا ہے اس کی کوٹھی میں میری ملاقات بلال سے ہوئی' وہ مطمئن اور مسرور تھا' مجھے دیکھ کر کسی قدر شرمندگی سے آنکھیں جھکا لیں۔

"ہیلو بلال کیسے ہو؟"

"ٹھیک ہوں جہانگیر جمال شاہ صاحب' بس دل میں جو کچھ ہے اسے کہتے ہوئے بھی شرمندگی ہی کا احساس ہوتا ہے۔"

"کیوں۔؟"

"مجبوریاں انسان کی شخصیت کو اس قدر مسخ کر دیتی ہیں کہ بعض اوقات وہ اپنے آپ کو بھی نہیں پہچان پاتا۔ آپ یقین کیجئے کہ میں اتنا برا انسان نہیں ہوں لیکن اپنے بال بچوں کا قیدی ہوں۔"

"میں جانتا ہو یار... تمہارا کام اتنا ہی تھا' ختم ہو گیا۔ ویسے ایک بات ہے بلال ڈی اے فیضی کے معاملے میں جو کچھ بھی ہوا' ڈی اے فیضی زیادہ برا آدمی نہیں ہے۔" میں نے کہا اور بلال مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"خیر چھوڑو ان باتوں کو' مطمئن تو ہو یہاں۔"

"آفتاب کمال صاحب نے مجھے اخلاقی طور پر اس قدر شرمندہ کر دیا ہے کہ آپ یقین کیجئے میں ان سے نگاہیں نہیں ملا سکتا۔ کہاں میں کہ جس نے آپ لوگوں کو مصیبت میں پھنسانے کی کوشش کی' کہاں آپ لوگ جنہوں نے میری اتنی پذیرائی کی۔ شاید مجھے زندگی میں اتنا عیش و آرام کبھی نہیں ملا جو مجھے یہاں حاصل ہوا ہے اس کے علاوہ آفتاب کمال صاحب بے مثال شخصیت کے مالک ہیں۔ میں ان بیس ہزار روپوں کو کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا جو انہوں نے میرے اہل خانہ کو بھجوائے ہیں۔"

"کیا...؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"آپ۔ آپ کو علم نہیں ہے۔"

"کس بات کا..."

"وہ... وہ میرا مطلب ہے جو آپ نے' آپ نے بیس ہزار روپے میرے گھر والوں کو بھجوائے تھے' یعنی آفتاب کمال صاحب نے' یعنی وہ... میرا مطلب ہے' میرا مطلب ہے وہ تو یہی کہہ رہے تھے کہ یہ بیس ہزار آپ نے انہیں دیئے ہیں۔ تاکہ میرے گھر والوں کو میری غیر موجودگی سے کوئی تکلیف نہ ہو۔"

آفتاب کمال کا ایک نیا روپ میری نگاہوں کے سامنے آگیا۔ تذکرہ بھی نہیں کیا تھا اس نے ان بیس ہزار روپوں کا مجھ سے' جو اس نے بلال کے گھر والوں کو بھجوائے تھے۔ بلال ہی سے یہ انکشاف ہوا تھا۔ بہرحال آفتاب کمال کے اندر یہ خوبیاں موجود تھیں۔ یقینی طور پر کسی بنیاد پر ہی تھیں۔ میں نے بلال سے کہا۔

"ڈی اے فیضی صاحب بہت جلد یہاں پہنچنے والے ہیں' ہو سکتا ہے تمہارا ان سے سامنا ہو جائے۔"

"میں صرف ایک سوال کرنا چاہتا ہوں جہانگیر جمال شاہ صاحب..."

"ہاں پوچھو۔"

"کیا اس کے بعد بھی مجھے ڈی اے فیضی کے پاس ملازمت کرنا ہوگی۔؟"

"نہیں کرو گے تو کوئی اور انتظام کر دیا جائے گا۔ بے فکر رہو۔"

"آپ کریں گے یہ انتظام۔؟"

"ہاں بے فکر رہو۔ سارا انتظام ہو جائے گا جو کچھ تمہیں ڈی اے فیضی کے پاس سے ملتا ہے وہ کہیں سے بھی حاصل ہو جائے گا۔ تم پریشان مت ہو اس سلسلے میں۔"

"آہ کاش' آہ کاش..." بلال نے اتنا کہا اور خاموش ہو گیا۔

آفتاب کمال سے جو توقعات وابستہ کی جا سکتی تھیں وہ غلط ثابت نہیں ہوئیں۔ ڈی اے فیضی بھی عمارت میں پہنچ گیا۔ بے ہوشی کی حالت میں ہی پہنچا تھا۔ اور یہی مناسب بھی تھا۔ کیونکہ اسے اس عمارت کو پہچاننا نہیں چاہئے تھا۔ ہمارے پاس اس کے لئے ایک بہترین منصوبہ تیار تھا۔ اور اس منصوبے کے لئے ہم نے تمام تیاریاں مکمل کر لی تھیں۔

ڈی اے فیضی کو آفتاب کمال کی رہائش گاہ کے ایک کمرے میں ہوش میں لایا گیا۔ میں اور آفتاب کمال سامنے موجود تھے۔ وہ پر اطمینان انداز میں بستر پر پڑا ہوا تھا۔ البتہ اسے ایسی چیزوں سے دور رکھا گیا تھا جو وقتی ہیجان کے سبب ہتھیار کے طور پر استعمال کی جا سکتی ہیں۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پھر اچھل کر بیٹھ گیا۔ پھر اس کی نظر مجھ پر اور آفتاب کمال پر پڑی اس نے آنکھیں بند کر کے اور کھول کھول کر دیکھا پھر اس کی نگاہیں مجھ پر جم گئیں۔ چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ پہلے تو وہ حیرت اور خوف کا شکار رہا اس کے بعد کسی قدر غصے میں آگیا۔ پھر اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"تو تم مجھ سے انتقام لینا چاہتے ہو۔ مگر... مگر... تم تو جیل میں تھے۔"

آفتاب کمال نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مسٹر ولاور عالم ہوش و حواس قائم رکھیے' یہاں آپ کے بدن کے مختلف حصوں کو آپ کے جسم کے مختلف حصوں کو آپ کے جسم سے جدا کیا جا سکتا ہے۔ جو کچھ کہیں سوچ سمجھ کر کہیں۔ ورنہ نتیجے کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے۔"

"ارے... مم... مگر یہ جگہ کون سی ہے اوہ تم... تم ہی تو تھے۔ اس کا مقصد ہے کہ مجھے اغوا کیا گیا ہے۔"

"اور اس کے بعد آپ کی کہانی دوبارہ کبھی منظر عام پر نہیں آئے گی۔"

آفتاب کمال نے خوفناک لہجے میں کہا۔

"کک... کیا مطلب ہے تمہارا کیا مطلب ہے۔؟"

"مطلب یہ ہے ڈی اے فیضی صاحب کہ بعض اوقات انسان ایسی غلطیاں کر جاتا ہے جن پر پھر مرنے کے بعد بھی اسے افسوس کرنا پڑتا ہے جو کچھ آپ نے کیا ہے اس کے نتیجے کا تصور نہیں کیا تھا آپ نے جبکہ جہانگیر جمال شاہ صاحب سے آپ کی شناسائی نئی نہیں ہے۔"

"ارے یہ میرے دوست کا بیٹا ہے۔ یہ میرے دوست کا بیٹا ہے۔ ڈی آئی جی تیمور جمال شاہ سے تو میرے بڑے پرانے تعلقات ہیں' میرے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے گا۔"

"میرے پیارے چچا جان! واقعی میں آپ کے بہت اچھے دوست کا بیٹا ہوں اور اسی بہت اچھے دوست نے آپ کو مجبور کیا کہ اپنے بھتیجے کو جیل بھجوا دیجئے گا' پیارے چچا جان اس کے بعد میری محبتوں کا کیا ٹھکانہ ہو سکتا ہے آپ کو اس کا اندازہ ہے..."

"تت... تت... تو اس میں میرا' میرا یقین کرو میں تو' میں تو صبر کر کے بیٹھ گیا تھا اپنے ان پانچ لاکھ روپوں کو بھلا بھی دیا تھا میں نے انہیں مجھے بھلا کیا پرواہ ہو سکتی ہے' کوئی فقیر نہیں ہوں' کنگال نہیں ہوں میں' وہ تو ڈی آئی صاحب نے' بھئی تمہارا اور ان کا مسئلہ ہے میں کیا کر سکتا ہوں اس سلسلے میں...؟"

"مگر چچا جان اس وقت تو آپ کو ہوش میں آ جانا چاہئے آپ اب بھی بے ہوشی کے عالم جیسی باتیں کریں گے" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"تمہارا مطلب نہیں سمجھا میں اور یہ سب' یہ سب آخر یہ کونسی جگہ ہے یہ کیا کھیل' کھیل رہے ہو تم۔ دیکھو یہ اچھا نہیں ہے' معاملہ میرا بالکل نہیں تھا' تیمور جمال شاہ ہی نے مجھے اس کے لئے مجبور کیا تھا ورنہ میں تو... میں تو... اف توبہ کیا بکواس کر رہا ہوں میں؟"

"جتنی دل چاہے بکواس کر لیجئے چچا جان! صرف تین منٹ دیئے جا سکتے ہیں آپ کو! اور تین منٹ کے بعد جو ہوگا وہ آپ کے تصور سے بھی باہر ہوگا۔ میں رشتوں سے سخت نفرت کرتا ہوں سمجھے آپ۔"

"تم آخر چاہتے کیا ہو...؟ تم آخر چاہتے کیا ہو' بھئی دیکھو مجھ سے بات کرو تم یقین کرو' میں نے تو بہت منع کیا تھا تمہارے باپ کو' وہی میرے پاس آئے تھے۔ اصل میں بات بہت پرانی ہے کوئی آج کی بات تو نہیں ہے۔ تمہیں خود یاد ہوگا کتنا عرصہ گزر چکا ہے جب تم نے مجھے بلیک میل کر کے پانچ لاکھ روپے حاصل کئے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں نے ڈی آئی جی تیمور جمال شاہ سے شکایت کی تھی' مگر انہوں نے کہا تھا کہ میں کوئی ثبوت فراہم کروں اور ثبوت میرے پاس کوئی نہیں تھا' میں بھی خاموش ہو گیا اور وہ بھی خاموش ہو گئے۔ اب اتنے عرصے کے بعد انہوں نے خود ہی مجھ سے رابطہ قائم کر کے کہا کہ میں نے ایک شکایت کی تھی اور... اور اس شکایت کی ایف آئی آر بھی درج نہیں کرائی تھی تمہارے علم میں آگئی ہے۔"

"بلال کہاں ہے فیضی صاحب۔؟"

"پتا نہیں کہاں غائب ہو گیا ہے میری خود کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا میں تو خود پریشان ہوں..."

"ابھی تو آپ کی پریشانیوں میں بے پناہ اضافہ ہونے والا ہے' بلال نے ساری صورتحال بتا دی ہے' آپ سننا پسند کریں گے...؟"

"کک... کیا مطلب... بلال سے تمہاری کہاں ملاقات ہوئی' بلال کہاں ہے' کیا وہ بھی یہیں موجود ہے" ڈی اے فیضی نے چونک کر کہا۔

"پہلی بات ڈی اے فیضی صاحب آپ اپنے انداز میں تبدیلی پیدا کریں یا پھر یہ تبدیلی پیدا کرنے کے لئے میں کچھ ابتداء کروں..."

آفتاب کمال نے کہا اور ایک سمت بڑھ گیا' میں خود بھی نہیں سمجھ پایا تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ اصل میں ڈی اے فیضی ابھی تک اپنے آپ کو بہت زیادہ نڈر اور لاپرواہ

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا اس کی گفتگو کے انداز میں یہی کیفیت پائی جاتی تھی اس لئے آفتاب کمال نے یہ سوچا ہوگا کہ پہلے اسے تھوڑا سا نروس کر دیا جائے تاکہ وہ باتوں کے صحیح جوابات دے اور حقیقتوں کو پہچان لے' اس نے ایک چمڑے کا چابک نکالا تھا اور اسے دو چار بار زمین پر پٹکا تھا' پھر وہ آہستہ آہستہ ڈی اے فیضی کی جانب بڑھ گیا' ڈی اے فیضی کی آنکھوں میں حیرت کے نقوش نظر آئے وہ آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے کھسک رہا تھا۔ پھر اس نے مسہری کے نیچے قدم ٹکا دیئے۔

"یعنی' یعنی مجھ پر تشدد کیا جائے گا۔ یعنی... یعنی یہ کیا بدتمیزی ہے' تم میری حیثیت جانتے ہو' یہ پتا ہے تمہیں کہ میں کون ہوں' ارے جہانگیر جمال شاہ تم نے غور نہیں کیا تم نے نہیں دیکھا۔ یہ یہ کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ یہ کیا بدتمیزی ہے' جہانگیر یہ' یہ کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ' یہ کیا بدتمیزی ہے' جہانگیر یہ شخص کون ہے' کیا تم نے اسے اس کی اجازت دی ہے.... ؟" میں نے کچھ نہ کہا' آفتاب کمال نے دلاور عالم فیضی کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر اس کی قمیض کھینچ لی' سارے بٹن ٹوٹ گئے' آفتاب کمال نے مضبوط ہاتھوں سے قمیض کو ڈی اے فیضی کے بدن سے دور کر دیا اور پھر اس کی پتلون کی بیلٹ پکڑ کر اسے مسہری سے نیچے کھینچ کر فرش پر ڈال دیا' ڈی اے فیضی خوف کے عالم میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"سنو بدتمیزی مت کرو میرے ساتھ' بزرگ ہوں میں تمہارا' بہت عمر ہے میری' ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو۔ آخر تم' یہ کیا کر رہے ہو۔؟"

آفتاب کمال نے اس طرح کوڑا گھمایا کہ وہ پورے کا پورا فیضی کے جسم پر نہ پڑے' کوڑے کا آخری حصہ فیضی کی کمر سے لگا اور اس کے حلق سے ایسی دلخراش چیخ نکلی جیسے کسی بکرے کی گردن پر چھری پھیر دی گئی ہو۔ وہ اپنی جگہ سے اچھل کر دور جا گرا' نیچے اگر قالین نہ ہوتا تو زبردست چوٹ لگی ہوتی اس کے بدن میں' لیکن اب بھی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کی کمر پر کوڑے کا سرا نہیں بلکہ چھرا لگا ہو' وہ اس حصے کو پکڑے ہوئے زمین پر لوٹیں لگا رہا تھا' مجھے ہنسی آ رہی تھی اور آفتاب کمال بھی بمشکل تمام اپنی ہنسی روکے ہوئے تھا۔ ڈی اے فیضی پالتی مار کر زمین پر بیٹھ گیا' اب وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"اوہ' اوہ اس کا مطلب ہے کہ تم لوگ مکمل مجرم ہو'

ہاں ٹھیک ہی کہا تھا تم نے' بالکل ٹھیک کہا تھا' کوئی رشتہ کوئی ناطہ نہیں' صحیح ہے' معافی چاہتا ہوں سوری سوری' اب تم جو کچھ بھی کہو گے میں اس کا بالکل صحیح جواب دوں گا۔ جو کچھ بھی مجھ سے پوچھنا چاہو گے میں بتاؤں گا' دراصل میں بھول گیا تھا کہ میں مجرموں کے قبضے میں ہوں میں یہ سوچ رہا تھا کہ میرے دوست کا بیٹا میرے سامنے ہے اور وہ کسی بھی طور میرے اوپر کوئی زیادتی کرنا پسند نہیں کرے گا۔"

"ایک بات پھر پیارے چچا جان! آپ نے مجھ پر ایک شخص کے اغوا کا' اسے حبس بے جا میں رکھنے کا الزام لگایا ہے جس کے نتیجے میں مجھے کئی سال کی سزا ہو سکتی ہے' آپ نے چچا ہونے کا ثبوت دیا تھا۔"

"اب کچھ نہیں کہوں گا' سمجھ سکتے ہو تو خود ہی سمجھ لو جو کچھ کیا دھرا ہے تمہارے باپ کا ہے میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔"

"ہے چچا جان میں چاہتا ہوں کہ آپ خاموشی سے بلال احمد کا بیان سنیں۔"

میں نے آفتاب کمال کو اشارہ کیا اور آفتاب کمال نے سامنے رکھا ہوا ٹیپ ریکارڈر آن کر دیا' بلال کی آواز اس پر ابھرنے لگی تھی' ٹیپ ختم ہوا تو اس نے کہا۔

"ہاں جو کچھ وہ کہتا ہے ٹھیک کہتا ہے' بالکل ٹھیک کہتا ہے۔"

"آپ کو شاید اس بات کا علم نہیں ہے فیضی صاحب کہ بات اتنی معمولی سی نہیں ہے یوں سمجھ لیجئے' آپ اپنی زندگی کے آخری لمحات گزار رہے ہیں' آپ کو علم ہے کہ غیر ملکی جاسوسوں کی مدد کرنا اسی طرح ہے جیسے اپنے ملک میں جاسوسی کرنا اور جاسوسوں کو حکومت صرف گولی مار دیتی ہے ان پر کوئی مقدمہ بھی نہیں چلایا جاتا بس ان کے خلاف ثبوت حاصل ہونے چاہئیں۔ اور ڈی اے فیضی صاحب ان دنوں آپ کی جو سرگرمیاں رہی ہیں کیا آپ کو اس کا اندازہ ہے۔؟"

ڈی اے فیضی مجھے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہ تھا۔ کئی بار اس کے ہونٹ ہلے لیکن یوں لگا جیسے آواز اس کے منہ سے نکل نہیں پا رہی ہو' گویا اب وہ شدید خوف کا شکار ہو چکا تھا۔ میں نے ایک بار پھر پختہ لہجے میں کہا۔

"آپ مجھے کرسٹینا لیمبرٹ کے بارے میں پوری تفصیل بتائیں گے۔ مسٹر ڈی اے فیضی مگر مجھے پہلے یہ سکتا

ہے آپ اس سے انحراف کرنے کی کوشش کریں' پہلے میں آپ کو یہ بتا دوں کہ کرسٹینا لیمبرٹ آپ کی مدد سے یہاں کیا کیا کر چکی ہے۔ چلو ڈی اے فیضی صاحب کو ان واقعات سے روشناس کراؤ کیونکہ اتفاق سے اس دن کی میٹنگ میں یہ شریک نہیں تھے۔"

آفتاب کمال نے گردن خم کی اور اس کے بعد اس نے وی سی آر آن کر دیا اور سامنے چوڑے اسکرین پر لوکو ہاؤس کی میٹنگ کی تفصیلات سامنے آنے لگیں' مہمان' ہال میں جمع ہوتے جا رہے تھے وہ سفید غیر ملکی افراد' دوسرے تمام لوگ اور پھر میٹنگ کا آغاز ہو گیا' نہایت صاف آواز میں ڈبنگ کی گئی تھی' ہر چیز واضح تھی۔ کمرے میں مکمل خاموشی اور سکوت طاری تھا۔ اور اس میں میٹنگ کی تمام کارروائی' اس میں ہونے والی گفتگو کی تفصیلات' ڈی اے فیضی کی نگاہوں کے سامنے آ رہی تھیں۔ اس کا چہرہ دہشت سے سفید پڑ گیا تھا۔ میں اور آفتاب کمال خاموش تھے' فلم کچھ دیر کے بعد ختم ہو گئی اور آفتاب کمال نے وی سی آر بند کر دیا' فیضی کا جیسے دم نکلا جا رہا تھا۔ میں نے آفتاب کمال کی جانب ہاتھ بڑھایا اور آفتاب کمال نے ایک سمت رکھا ہوا وہ لفافہ نکال کر میرے سامنے رکھ دیا جس میں ڈی اے فیضی کے اپنے گھر کی تصاویر تھیں' میں نے ان میں سے ایک تصویر نکالی اور آہستہ سے ڈی اے فیضی سے کہا۔

"آپ کسی قیمت پر یہ نہیں ثابت کر سکیں گے دلاور عالم فیضی صاحب کہ آپ کا کرسٹینا لیمبرٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے ہمارے پاس تقریباً ڈیڑھ درجن ایسے ثبوت موجود ہیں جن میں آپ کا کرسٹینا لیمبرٹ سے براہ راست تعلق ثابت ہوتا ہے اس میں سے پہلا ثبوت ان تصاویر کی شکل میں موجود ہے۔ یہ اس رات کی بات ہے جب دو غیر ملکوں کے سفیر آپ کی کوٹھی میں کرسٹینا لیمبرٹ کے ساتھ موجود تھے۔ اور یہ افراد بھی جن سے ملکی رازوں کے بارے میں سودے بازی ہوئی ہے آپ ان میں نمایاں نظر آ رہے ہیں ذرا ملاحظہ فرمایئے۔"

ڈی اے فیضی کا ہاتھ تک تصویر لینے کے لئے نہ اٹھ سکا' میں خود ہی اس کی نگاہوں کے سامنے وہ تصویریں ایک ایک کر کے لاتا رہا اور ڈی اے فیضی کا دم نکلتا رہا' میں نے تمام تصویریں اس کے سامنے کر دیں اس کی گردن کرسی کی پشت سے جا لگی تھی۔

"اب آپ دوسرے وہ ثبوت ملاحظہ کیجئے فیضی صاحب جن کی بنیاد پر آپ کو مستقبل کے بارے میں مناسب اندازے ہو جائیں گے۔"

اس کے ہاتھ بے اختیار اوپر اٹھے اور وہ رندھی ہوئی آواز میں بولا۔

"خدا کے لئے نہیں.... خدا کے لئے بس کرو' خدا کے لئے بس کرو میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔ میں مر جاؤں گا۔ خدا کے لئے.... خدا کے لئے۔"

"ٹھیک ہے جیسا آپ مناسب فرمائیں گے بہرطور حقیقت واضح ہو گئی ہے۔ مسٹر ڈی اے فیضی یا اگر آپ اپنے طور پر مجھ سے کچھ سننا چاہیں تو عرض کئے دیتا ہوں' اصل میں پہلے جو سلسلہ جاری تھا اور جن کی بنیاد پر آپ کو پانچ لاکھ روپے مجھے ادا کرنے پڑے تھے وہ تو ختم ہو گیا' اس کے بعد ایک گھرے اور اچھے دوست کی حیثیت سے ڈی آئی جی صاحب نے آپ کو یقیناً بتایا ہوگا کہ میں وزارت خارجہ کے لئے کچھ اہم امور سرانجام دیتا ہوں اور ان کی بنیاد پر مجھے ایک عہدہ حاصل ہو گیا ہے۔ پچھلے دنوں مجھے اس عہدے سے ہاتھ دھونا پڑے اور میں نے اپنے طور پر ایک ادارہ کھول لیا۔ ڈی آئی جی صاحب یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ میں کتنا بھی ان معاملات سے الگ رہوں لیکن ملکی مفادات کے لئے اگر کوئی نقصان دہ عمل میرے سامنے آیا تو میں اس کا ڈیفنس کروں گا۔ یہ نقصان دہ عمل کرسٹینا لیمبرٹ کی شکل میں یہاں موجود تھا کرسٹینا یہاں کچھ ایسے مذموم مقاصد کے لئے پہنچی تھی جس میں ملکی مفادات کو شدید نقصانات کا خطرہ تھا۔ ظاہری بات ہے کہ یہاں پہنچنے کے بعد اس نے ایسے اہم چہروں پر ہاتھ ڈالا جو اس کے معاون ہو سکتے تھے۔ دو غیر ملکی سفیر اور بہت سے ایسے افراد جو اس کے کام آ سکتے تھے ان میں مسٹر ڈی اے فیضی اور جناب تیمور جمال شاہ صاحب بھی تھے جو کرسٹینا لیمبرٹ کے دوستوں میں شامل ہو گئے ظاہری بات ہے انہیں غیر ملکی سرمائے کی پیشکش کی گئی ہوگی۔ ڈی آئی جی صاحب نے سوچا کہ ہو سکتا ہے میں ان کے راستوں میں مزاحمت کروں چنانچہ مسٹر ڈی اے فیضی انہوں نے آپ کے ساتھ مل کر میرے خلاف ایک سازش کی جس کا اعتراف بلال کر چکا ہے اور آپ کو اس کا بھرپور علم ہے اس سازش کے تحت مجھے پہلے لاک اپ اور پھر جیل تک پہنچا دیا گیا۔ لیکن بہرحال میں آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ میری کچھ حیثیت رہی ہے جب مجھے اس بات کا علم ہوا کہ کرسٹینا لیمبرٹ میرے ملک کے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مفادات کے خلاف کام کررہی ہے تو بالآخر میں کیسے خاموش رہ سکتا تھا۔ میں نے آپ لوگوں کے خلاف کام کیا، کس طرح کیا یہ بات آپ مجھ تک رہنے دیجئے لیکن آپ کی نسبت میں مکمل طور پر کامیاب رہا، میں نے فوجی حکام سے رابطہ قائم کرکے کرسٹینا لیمبرٹ کے بارے میں تفصیلات فراہم کیں اور کرسٹینا لیمبرٹ اپنے ان نو ساتھیوں کے ساتھ گرفتار ہوگئی جس میں سے دو فوج سے مقابلہ کرتے ہوئے ہلاک ہوگئے باقی اس وقت فوجی تحویل میں ہیں اور فوجی حکام مجھ سے کرسٹینا لیمبرٹ کے ان ساتھیوں کے بارے میں معلومات حاصل کررہے ہیں جن کی مدد سے وہ اس سازش میں کامیاب ہوئی، اس کے پاس سے بہت سے ملکی راز برآمد ہوئے ہیں اور اب مسٹر ڈی اے فیضی آپ اور ڈی آئی جی تیمور جمال شاہ صاحب باقی ہیں اور آپ نے دیکھ لیا کہ آپ کتنی آسانی سے کرسٹینا لیمبرٹ کے ساتھی ثابت ہوسکتے ہیں۔"

"خدا کے لئے..... خدا کے لئے مجھے معاف کردو۔ مم... میں یقین کرو میں تمہیں کیسے بتاؤں، یقین کرسکتے ہو تو میری بات پر یقین کرلو، میں اس سازش میں شریک نہیں ہوں، میں تو بس..... میں تو بس، میرا مطلب ہے کہ کچھ اور لوگوں کی سازشوں کا شکار ہوگیا۔ جھوٹ نہیں بولوں گا، حقیقتوں سے انکار نہیں کروں گا۔ کرسٹینا لیمبرٹ کے سلسلے میں ڈی آئی جی صاحب تیمور جمال نے بھی مجھ سے کوئی ساز باز نہیں کی وہ بے شک کرسٹینا لیمبرٹ کو ایک ایسی رقاصہ کی حیثیت سے جانتے ہیں جو میری دوست تھی، اکثر کچھ میٹنگوں میں وہ اس طرح سامنے آگئے ہیں"

"میں جانتا ہوں، اچھی طرح جانتا ہوں، تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ سچائی ہے لیکن، لیکن اگر ہوسکے تو میری لاج رکھنا، میری اس عمر کی لاج رکھنا، میں تم سے یہ کہنے کی کوئی حیثیت نہیں رکھتا، تمہاری مجھ سے دشمنی اپنی جگہ، حقیقت یہ ہے کہ تمہاری جگہ کوئی بھی ہوتا تو مجھ سے تعاون نہ کرتا لیکن براہ کرم، براہ کرم تم مجھ سے تعاون کرو، میری زندگی برباد ہوجائے گی، مجھے اپنی فکر نہیں ہے۔ لیکن... لیکن آہ اس میں تمہارے والد بھی تو ملوث ہیں، کچھ کرو، آہ کچھ تو کرو۔"

"مسٹر ڈی اے فیضی ہر چیز کی ایک قیمت ہوتی ہے ہر کام کی ایک قیمت ہوتی ہے اگر آپ مجھے اس کی قیمت ادا کردیں گے تو ظاہر ہے مجھے آپ کی مدد کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

پچیس لاکھ نقد، کیش کی شکل میں اور وہ بھی چند گھنٹوں کے اندر اندر... کیونکہ اس کے بعد ظاہر ہے فوجی حکام مجھ سے ثبوتوں کا مطالبہ کریں گے اور مجھے یہ تمام چیزیں انہیں پیش کرنا پڑیں گی۔ دوسری صورت میں میں آپ دونوں کو یا آپ کو ان معاملات سے بچا سکتا ہوں، جی دلاور عالم فیضی، آپ تو جانتے ہیں کہ اب میرا ذریعہ معاش صرف یہی رہ گیا ہے، مجھے یہی سب کچھ کرنا ہے لیکن براہ کرم فیصلہ کرنے میں دیر نہ لگایئے۔"

دلاور عالم فیضی نے آنکھیں بند کرلیں تھیں۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر خوف کے سائے لرزاں تھے۔ کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔

"میں تیار ہوں۔ میں تمہیں یہ رقم ادا کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"کیش۔؟"

"ہاں، جس طرح تم پسند کرو۔ جب دینا ہی ہے تو جس شکل میں تم چاہو۔ بھلا میں کیسے انکار کرسکتا ہوں۔؟"

"تو پھر جس قدر جلد مکمل ہوسکے آپ یہ کام کر ڈالیے فوری طور پر۔"

"ٹھیک ہے مجھے اس کا موقع دو بتاؤ، میں کیسے تمہیں رقم ادا کرسکتا ہوں۔"

"مسٹر دلاور عالم فیضی آپ اس سلسلے میں خود ہی فرمایئے۔"

"مجھے موقعہ دے دو تھوڑا سا، ظاہر ہے کہیں نہیں جاسکتا میں یہ رقم تمہیں اپنے گھر سے فراہم کرسکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے ہم لوگ آپ کے ساتھ چلتے ہیں، کیش رقم دے دیجئے تمام چیزیں ہم آپ کو واپس کردیں گے۔ میرا مطلب ہے یہ تمام ثبوت۔"

"یہی میں تم سے پوچھنا چاہتا تھا۔ اگر میں تمہیں یہ رقم دے دوں تو کیا تم کیا تم..."

"فوراً آپ کو علم ہے کہ پہلے بھی جب میں نے آپ سے پانچ لاکھ روپے لیے تھے تو کام تسلی بخش ہوا تھا میں نے آپ سے کسی قسم کا معاملہ خراب نہیں کیا تھا۔"

ڈی اے فیضی تھوک نگل رہا تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا تو پھر میں اس سودے کے لئے تیار ہوں۔"

میں اور آفتاب کمال تیار ہوگئے۔ ڈی اے فیضی نے کہا۔

"ایک بات بتاؤ گے.....؟"۔

"ضرور چچا جان"۔ میں نے ادب سے کہا۔ میرے ان الفاظ سے ڈی اے فیضی کا چہرہ ہمیشہ تاریک [illegible] تھا اس وقت بھی وہ اس احساس سے باز نہ رہ سکا پھر آہستہ سے بولا... "مجھ پر درے برسانے سے باز نہیں آؤ گے"۔

"چچا جان اب تو آفتاب کمال کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے"۔

"تم مجھے چچا جان کہہ رہے ہو مسلسل اور اس کے بعد میرے ساتھ جو سلوک کررہے ہو...؟"۔

"معافی چاہتا ہوں چچا جان یہ سلوک جس وجہ سے ہوا ہے آپ جانتے ہیں۔ آپ نے مجھ پر کیا الزامات لگائے تھے۔ بلال کا اغوا اور اس کے علاوہ بلیک میلنگ آپ غور کیجئے اگر میں ہاتھ پاؤں نہ مارتا تو کیا موت کی گہرائیوں تک نہ جا پہنچتا۔ چچا جان یہ تو اس ہاتھ دے اور اس ہاتھ لے والی بات ہے آپ نے ڈی آئی جی تیمور جمال شاہ کے اشارے پر ہی سہی، جو کچھ کیا اس کے نتائج مجھے بھگتنے پڑے۔ اور اب جو کچھ میں کررہا ہوں اس کے نتائج آپ بھگت رہے ہیں....."۔

"مجھے صرف فیضی کہہ کر پکارو....."۔

"بہتر ہے محترم فیضی صاحب ایک سوال آپ سے کرسکتا ہوں.....؟"۔

"ہاں پوچھو....."۔

"کیا پچیس لاکھ روپے آپ نے اپنے پاس محفوظ کر رکھے ہیں میرا مطلب ہے کیش کی شکل میں...؟"۔

"ہاں میرے پاس ان کا انتظام ہے"۔

"دوسرا سوال اور چچا جان، آپ اتنی آسانی سے اتنی بڑی رقم دینے کے لئے کیسے تیار ہوگئے.....؟"۔

"براہ کرم تم پھل کھانے سے مطلب رکھو، پیڑ گننے سے کیا فائدہ؟"۔

"بہتر ہے تو پھر چلا جائے...!"۔

"لیکن وہ فائل جو تم نے میرے خلاف ترتیب دیا ہے....."۔

"جب آپ سے پانچ لاکھ روپے لئے تھے چچا جان میرا مطلب ہے فیضی صاحب، تب بھی نہایت ایمانداری سے میں نے آپ کے ساتھ ڈیلنگ کی تھی اور آج بھی یہی سب کچھ ہے، فائل آپ کے حوالے بے شک کردیا جائے گا لیکن پہلے آپ یہ رقم ہمارے حوالے کردیں۔ چنانچہ آپ رقم نکالیں گے اور ہمارے ساتھ یہاں آجائیں گے۔ ہم بھی تو آپ کے ساتھ رقم لینے آپ کے گھر جارہے ہیں یہاں وہ فائل بڑے احترام کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کردیا جائے گا مع ان تمام ثبوتوں کے"۔

"ٹھیک ہے۔ ظاہر ہے اس کے علاوہ میں اور کر کیا سکتا ہوں؟"۔ ڈی اے فیضی نے بے بسی سے کہا۔

میرے ذہن میں تصور بھی یہی تھا بھلا اس کے بعد وہ فائل، میرے لئے کس کام کا رہ جاتا۔ کرنل اعجاز کرسٹینا لیمبرٹ کو اپنے قبضے میں لے چکے تھے۔ وہ تمام کاغذات جن کا تعلق، ہمارے ملکی رازوں سے تھا کرنل صاحب کی تحویل میں پہنچ چکے تھے۔ چنانچہ ایک طرح سے اب ہماری ذمہ داریاں ختم ہی ہوجاتی تھیں۔ جہاں تک ڈی آئی جی صاحب کا معاملہ تھا تو ان کے لئے میں نے ایک انتہائی معقول بندوبست کردیا تھا۔ اور انہیں وہ عزت واحترام ملنے والا تھا۔ جو بہر طور میری طرف سے بطور تحفہ ان کے لئے تھا۔ انہوں نے جو کچھ کیا میرے فائدہ کے لئے ہی کیا۔

ہم ڈی اے فیضی کے ساتھ چل پڑے۔ وہ ہمیں اپنی کوٹھی میں لے گیا تھا اس نے کسی قسم کا کوئی فریب یا جعلسازی نہیں کی، ہمیں بٹھایا اور اس کے بعد پچیس لاکھ روپے کی پچیس گڈیاں لاکر ہمارے سامنے رکھ دیں۔

"آفتاب کمال ان گڈیوں کو اچھی طرح چیک کرلو بلکہ گھر جاکر چیک کرلیں گے ظاہر ہے فیضی صاحب نے ہمارے ساتھ کوئی فریب نہیں کیا ہوگا"۔

"کیا پیو گے.....؟"۔

"کچھ نہیں فیضی صاحب، ویسے بھی زہر پینے سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں ہے"۔

"کک کیا مطلب ہے تمہارا.....؟"۔

"اگر آپ کے ہاں کچھ پئیں گے تو وہ زہر کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے۔ بہترین موقع ہے۔ ہم لوگ آپ کی کوٹھی میں ہیں۔ پچیس لاکھ روپے کے نوٹ ہمارے سامنے رکھے ہوئے ہیں۔ اگر ہماری لاشیں بھی یہاں سے دستیاب ہوں گی تو ان کے سلسلے میں آپ باآسانی پولیس کو بیان دے سکتے ہیں کہ ہم [illegible] کو بلیک میل کررہے تھے

ڈی اے فیضی کے چہرے پر ایک [illegible] مسکراہٹ [illegible] آئی پھر اس نے کہا

"اصل میں میں جرائم پیشہ نہیں ہوں ورنہ، ورنہ شاید تم یہ رقم مجھ سے حاصل نہ کرسکتے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ میں پھنسایا گیا ہوں بری طرح پھنسایا گیا ہوں"۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"وہ کیسے فیضی صاحب۔۔۔؟"۔

"ہو بھی سکتا ہے' ہو بھی سکتا ہے' جب بیٹا بلیک میلر ہو سکتا ہے تو باپ کیوں نہیں ہو سکتا؟"۔

"دفعتاً ہی میرے بدن میں چنگاریاں سی دہک گئیں میں نے زہریلے لہجے میں کہا' "مطلب کیا ہے آپ کا۔۔۔؟"۔

"مطلب یہ ہے کہ ڈی آئی جی تیمور جمال نے ہو سکتا ہے یہ سارا منصوبہ تم سے مل کر بنایا ہو' مجھ سے پچیس لاکھ روپے کی رقم اینٹھنے کے لئے"۔

"فیضی صاحب ان جملوں کے پانچ لاکھ آپ کو اور ادا کرنے ہوں گے' سمجھے آپ۔۔۔؟"۔

"کک کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔؟"۔

"آپ نے میرے سامنے میرے باپ پر الزام لگایا ہے۔ پانچ لاکھ روپے میں میرا غصہ ٹھنڈا ہو سکتا ہے۔ ورنہ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ یہ سودا کینسل ہو سکتا ہے۔"۔

"بکواس کر رہے ہو تم ایک روپیہ نہیں دوں گا تمہیں اس کے علاوہ۔۔۔"۔

"پچیس لاکھ روپے سنبھالئے۔ اب ہم چلتے ہیں۔ خدا حافظ"۔

"کک کیا بکواس کر رہے ہو کیا بکواس کر رہے ہو؟"۔

"بکواس تم نے کی ہے مسٹر ولاور عالم فیضی! میرے باپ کے بارے میں تم نے اس قسم کے الفاظ ادا کئے ہیں تمہارے دوست ہیں وہ۔ ان کا پورا کیریکٹر جانتے ہو' جو کچھ کیا ہے میں نے کیا ہے اور وہ بھی تمہاری کمینگی کی وجہ سے۔ کیا تم کوئی شریف آدمی ہو؟ تم نے جو بکواس کی ہے میرے باپ کے خلاف اس کے نتیجے میں تمہیں ایسے حالات سے دوچار کر سکتا ہوں کہ تم سڑکوں پر اپنا کوڑھ زدہ بدن گھسیٹتے ہوئے نظر آؤ لیکن تمہیں صرف اتنی سزا دیتا ہوں میں کہ پانچ لاکھ روپے فوراً ادا کر دو۔ اس کے بعد کوئی دوسرا جملہ کہو۔ تو اس کی قیمت تقریباً دس لاکھ ہوگی اور تیسرا جملہ اگر تم اپنی زبان سے میرے باپ کے خلاف ادا کرو گے تو۔ تو اس کے نتائج اتنے برے ہوں گے کہ تم تصور بھی نہیں کر سکو گے"۔

"دیکھو میں جو کچھ بھی ہوں بڑی محنت سے کمایا ہے یہ پیسہ میں نے۔ پچیس لاکھ روپے کی رقم دینی پڑ رہی ہے مجھے' میرا کوئی گناہ نہیں تھا' میں تو خود بھی تمہارے خلاف کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن ڈی آئی جی صاحب نے مجھے اس کے لئے مجبور کیا باپ بیٹے کا معاملہ تھا میرا سارا لینے کی ضرورت کیا تھی' مجھے یہ جو پچیس لاکھ روپے ادا کرنے پڑ رہے ہیں کیا یہ کوئی مجھے واپس کر دے گا۔۔۔؟"

"ساری باتیں اپنی جگہ' آپ کو تیار ہی نہیں ہونا چاہئے تھا۔ آپ معذرت کر سکتے تھے ان سے۔۔۔"۔

"ایک غلطی ہی کا تو خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے ایک ہی غلطی تو ہوئی تھی شیطان سے' جو جنت سے نکال دیا گیا تھا۔ تو آپ وہ غلطی کر چکے ہیں اور اس کا خمیازہ پچیس لاکھ روپے کی شکل میں آپ کو بھگتنا پڑا ہے۔ دوسری غلطی کی قیمت پانچ لاکھ اور اگر آپ نے اس سے انحراف کیا تو دس لاکھ اور اگر مزید انحراف کیا تو پندرہ لاکھ۔۔۔"

"اس وقت میرے پاس اور کوئی رقم کیش نہیں ہے صرف یہ پچیس لاکھ روپے تھے"۔

"تو پھر یہ پانچ لاکھ روپے آپ پر قرض رہے"۔

"دیکھو معاف کر دو خدا کے لئے معاف کر دو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں"۔

"ہوں یہ ذرا غور طلب بات ہے کیوں آفتاب کمال کیا کہتے ہو؟"۔

"میں اس معاملے میں کچھ نہیں بول سکتا چیف" آفتاب کمال نے جواب دیا۔

میرے انداز پر وہ خود حیران رہ گیا تھا شاید اس لئے کہ اس بات کی توقع نہیں تھی کہ ڈی آئی جی تیمور جمال شاہ صاحب کے بارے میں ایسا لفظ سننے کے بعد میری ذہنی کیفیت یہ بھی ہو سکتی ہے۔ وہ تو یہی سمجھتا تھا کہ میں خود بھی ذہنی طور پر ڈی آئی جی صاحب سے اتنا ہی دور ہوں اور ان سے شدید اختلاف رکھتا ہوں۔ لیکن بہرطور اسے یہ اعتراف کرنا پڑا تھا کہ باپ اور بیٹے کے درمیان کسی تیسرے کی مداخلت حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتی' بمشکل تمام میں نے فیضی کو معاف کیا تھا اور اس کے بعد جب ہم وہاں سے چلے تو ڈی اے فیضی بھی ہمارے ساتھ تھا۔ آفتاب کمال خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس اسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے ڈی اے فیضی کو لے کر گئے تھے۔ میں نے وہ تمام کاغذات اور فائل اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"سنو ڈی اے فیضی اس کے بعد اگر تم نے اس جانب کا رخ کیا یا میرے خلاف کسی سازش میں ملوث ہوئے تو اس کا بدل کوئی رقم نہیں ہوگی بلکہ جو کچھ ہوگا تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے"۔

"ایک بات کہنا چاہتا ہوں تم سے سنجیدگی سے سن لو گے؟"۔

"ضرور ضرور"۔

"جانتے ہو کہ ڈی آئی جی تیمور جمال شاہ میرے بہت ...نے دوست ہیں"۔

"جی' جانتا ہوں فیضی صاحب"۔

"شکوہ تو کر سکتا ہوں ان سے' یہ ساری چیزیں تو انہیں ...ا سکتا ہوں"۔

"اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے یہاں سے جانے ...ے بعد سب کچھ آپ کا ذاتی معاملہ ہوگا اور میں کسی کے ...ی معاملے میں ٹانگ اڑانا پسند نہیں کرتا۔ لیکن بات ...رف اتنی سی تھی کہ آپ نے میرے سامنے میرے والد کو ...بھلا کہا تھا۔ اور ایک بیٹا ہونے کے ناطے سے میں ان ...ے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتا"۔

ڈی اے فیضی خاموش ہو گیا اور اس کے بعد وہ فائل ...ذات لے کر وہاں سے نکل گیا' میں اور آفتاب کمال ...ب دوسرے کو دیکھ کر مسکرانے لگے۔ آفتاب کمال نے

"چیف آپ واقعی ناراض ہو گئے تھے؟"

"تم خود سوچو آفتاب کمال اس نے ڈی آئی جی صاحب ...بلیک میلر کہا تھا' حالانکہ ڈی آئی جی صاحب نے ساری ...ی رشوت کا ایک پیسہ بھی نہیں لیا۔ پولیس ...پارٹمنٹ میں رہ کر انہوں نے ایک ایسی مثال قائم کی ...جو ناقابل یقین محسوس ہوتی ہے۔ لیکن اس بات کا گواہ ...ں ہوں۔ اور آفتاب کمال جب کسی چیز کی گواہی خود ...ے اپنے دل میں موجود ہو تو پھر بھلا غلط بات میں کیسے ...شت کر سکتا ہوں۔

آفتاب کمال مسکرانے لگا' پھر بولا "اس میں کوئی شک ...ں ہے کہ آپ دونوں باپ بیٹے بے حد عجیب ہیں؟"۔

ہم لوگ وہاں سے اٹھے اور اس کے بعد بہت دن کے ...میں نے دفتر روحانیات میں قدم رکھا چاروں ساتھی ...موجود تھے۔ مجھے دیکھ کر اچھلنے کودنے لگے۔ ویسے ...ی سے گھر بھی جا سکتا تھا فریدہ کو بھی اطلاع دینی تھی ...ب میرا جیل سے کوئی تعلق نہیں رہا اور یہ معاملہ ختم ...لیکن اس سلسلے میں اتنی جلد بازی کی ضرورت نہیں ...پچیس لاکھ روپے کی رقم ہمارے پاس تھی اور اس ...ے میں ہمیں مناسب منصوبہ بندیاں کرنی تھیں تاکہ یہ ...ٹھکانے لگ جائے ہمارے پاس اس کی موجودگی ...ک بھی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ ہم لوگ کمرہ بند کر کے بیٹھ گئے اور میں نے آفتاب کمال سے کہا۔

اب اس رقم کے حصے وغیرہ ہو جانے چاہئیں"

"یہ صرف تمہارا حصہ ہے آفتاب کمال"۔

"نہیں چیف یہ بہت زیادہ ہے' میں اتنا نہیں لوں گا' اگر آپ کچھ دینا ہی چاہتے ہیں تو صرف بیس پرسنٹ کا حساب رکھئے میرا"۔

"بھئی بات سنو' رقم آتی جاتی رہے گی اور ویسے بھی دولت کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ آنی جانی چیز ہے اس لئے کوئی مسئلہ نہیں بنانا چاہئے میں چاہتا ہوں آفتاب کمال کہ اگر ہمیں ایسے طریقے سے کوئی رقم حاصل ہو تو ہم اسے اس طرح آپس میں تقسیم کریں کہ دونوں کا کام بہتر انداز میں چل جائے۔ اب دیکھو میں سوا' سوا لاکھ روپے ان چاروں احمقوں کے نام سے بنک میں جمع کراؤں گا تاکہ یہ بھی لکھ پتی بن جائیں۔ رقم تھوڑی تھوڑی ملے گی انہیں چیک بکیں میرے پاس رہیں گی۔ لیکن یہ اکاؤنٹ ان کا اپنا ہوگا۔ اس طرح میں چاہتا ہوں آفتاب کمال کہ شمس' باقر' فیروز' اور ناصر کا بھی اکاؤنٹ کھل جائے یا پھر اگر تم چاہو تو ہم انہیں ایک اچھی رقم دے دیں تاکہ وہ مستقل طور پر تمہارے لئے کام کر سکیں میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ ہماری خفیہ فورس میں شامل رہیں تو کوئی حرج نہیں ہے میں تو تم سے یہ بھی کہتا ہوں کہ ان چاروں کو مستقل طور پر ملازم رکھ لو۔ لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ دفتر روحانیات یا تمہاری وکالت سے ہمیں کیا حاصل ہوگا؟ چاروں اچھی کارکردگی کے مالک ہیں دلچسپ لوگ ہیں یہ جو کچھ بھی کریں اگر اسی رقم میں گزارا کرتے رہتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ میرا خیال ہے کچھ نہ کچھ کیس تو ملتے رہیں گے اور اگر اس سے الگ بات ہوتی ہے تو پھر ایسا کرو کہ جب کبھی ان کی ضرورت ہو تو ان کو کرائے پر حاصل کر لو۔ یہ ان کی مرضی پر چھوڑ دینا جس طرح وہ پسند کریں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی جیب میں بھی اچھی خاصی رقم پہنچ جانی چاہئے' تاکہ وہ بھی اس کارکردگی سے مطمئن ہو جائیں"۔

"میں اپنا حصہ وصول کر چکا ہوں' باقی پانچ لاکھ جو ہیں اس میں ہم اس انداز میں تقسیم کر لیتے ہیں"۔

"چیف میں اپنے آپ کو آپ کے برابر کا درجہ نہیں دے سکتا"۔

"یار چھوڑو ان باتوں کو' اس سلسلے میں ساری سوچیں بے کار ہیں۔ رقم کے مسئلے کو ہمیں درمیان میں نہیں لانا

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چاہئے' اب آجاؤ دوسرے موضوعات پر اور ہاں یہ نوٹ سنبھال کر رکھ لو"۔

آفتاب کمال نے صرف میری ہدایت پر عمل کیا تھا میں نے بھی نوٹ سنبھال کر رکھ لئے اور اس کے بعد میں نے کہا۔

"اب اس سلسلے میں اور تو کوئی کام رہ نہیں گیا ہے۔

"چیف آج دفتر کی چھٹی کیوں نہ کی جائے' میرے خیال میں ایک آدھ دن آرام بھی ہونا چاہئے' آپ بھی بس گھر جائیے اور ان لوگوں کو یہیں چھوڑ دیجئے۔ ویسے چیف یہ جو سوا سوا لاکھ روپے کی رقم کا مژدہ ہے وہ ذرا سنبھال کر سنائیں"۔

"تم انہیں نہیں جانتے آفتاب کمال بہت ہی شیطان صفت ہیں۔ نہ ہونے پر دس روپے کا نوٹ انتہائی قیمتی ہوتا ہے اور اگر ہو تو لاکھ دو لاکھ ان کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ جس سے انہیں کوئی تکلیف پہنچ جائے"۔ آفتاب کمال ہنسنے لگا تھا۔بالآخر آفتاب کمال چلا گیا۔ میرے چاروں دوست اس وقت بھی موجود تھے ایک لمحے کے لئے میں نے سوچا کہ انہیں بھی یہ خوشخبری سنا دوں' لیکن پھر اسے بعد کے لئے اٹھا رکھا۔ نجانے کیا کیا چھچھوری حرکتیں کرتے۔ ٹائپ ہی یہ تھا ان کا' میں کیا کرتا۔ بہرطور جب سے یہاں آئے تھے آرام کی زندگی گزار رہے تھے اور خوش نظر آتے تھے کام بھلا ان سے کیا لیا جا سکتا تھا بس یہ تھا کہ اگر واقعی کوئی ضرورت پیش آجاتی تو استعمال کر لیا جاتا ورنہ ان کی پرورش میری ذمہ داری ہی تھی۔

بہت سے منصوبے اس دن ذہن نے ترتیب دیئے تھے شام کے پانچ بجے تھے اور ہم اپنی حسین کوٹھی کے خوب صورت لان پر چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ طاہر جمال شاہ کی کار اندر داخل ہوتی ہوئی نظر آئی' والدہ صاحبہ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔

میں جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ فریدہ بھی میرے ساتھ ہی کار تک پہنچی تھی۔ ہم نے پچھلا دروازہ کھول کر احترام سے والدہ صاحبہ کو اتارا۔ چہرہ ستا ہوا تھا' طاہر جمال شاہ بھی کچھ متفکر نظر آرہا تھا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کہو طاہر خیریت تو ہے....؟" طاہر نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا جھکے جھکے سے انداز میں مسکرایا اور بولا....

"خیریت ہوتی تو ہم اس طرح آپ کے پاس آتے؟" اطلاع دیتے آپ کو" والدہ صاحبہ کو ساتھ لئے ہوئے میں لان پر ہی آگیا اور ان کے لئے کرسی کھینچی فریدہ نے فوراً ہی ملازم کو بلا کر مزید چائے کا ساز و سامان لانے کے لئے کہا تھا.... طاہر بھی بیٹھ گیا اور میں نے ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اب جلدی سے مجھے خیریت بتا ڈالئے"۔

"والدہ صاحبہ نے مجھے گھورتے ہوئے کہا"۔

"تو تم نے انتقامی کارروائی کر ڈالی....؟"۔

"جی....؟"۔

"تم نے انتقامی کارروائی کر ڈالی....؟"۔

"کس کے خلاف امی....؟"۔

"اپنے ابو کے خلاف"۔ جواب میں میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا۔ والدہ صاحبہ غصیلے لہجے میں بولیں۔

"تم ہنس رہے ہو؟"۔

"نہیں امی"۔

"تو پھر میری بات کا جواب دو....؟"۔

"کیا جواب دوں امی کیا آپ یہ سوچ سکتی ہیں کہ میں ڈیڈی کے خلاف کوئی کارروائی کروں گا....؟"۔

"تو پھر کیا کیا ہے تم نے....؟"۔

"میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا امی' آخر بات کیا ہوئی" میں نے کہا۔

"ٹھہریں بھائی جان' میں آپ کو تفصیل بتاتا ہوں' میں نے امی سے کہا تھا' کہا تھا میں نے ان سے کہ تمہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بھائی جان نے یقینی طور پر ڈیڈی کے لئے کوئی سیف سائیڈ رکھا ہو گا لیکن بس ڈیڈی پریشان ہیں تو امی بھی پریشان ہو گئیں"۔ میں پھر ہنسا میں نے کہا۔

"تو تم کیا سمجھتے ہو' زندگی بھر کی رفاقت ہے' اولاد بے شک اپنا ایک مقام رکھتی ہے طاہر.... لیکن عورت کے دل میں جو مقام اپنے شوہر کے لئے ہوتا ہے وہ اولاد کے لئے نہیں پیدا ہو سکتا"۔

"جھوٹ بول رہے ہو تم ایسی کوئی بات نہیں ہے' لیکن ان مقامات کا الگ الگ حصہ ہوتا ہے"۔

"مجھے اس سے انکار نہیں ہے امی' ایسا ہوتا ہے' لیکن خیر کوئی بات نہیں یہاں تک میرا اندازہ ہے صورت حال میری سمجھ میں آرہی ہے البتہ میں اس کی تصحیح کرنا ضرور چاہوں گا"۔

"پہلے یہ بتاؤ کیا وہ واقعی خطرے میں پڑ گئے ہیں؟" والدہ صاحبہ نے پوچھا....

"ہرگز نہیں' میرے ہوتے ہوئے بھلا میرے ڈیڈی کو ...ئی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے"۔

"تو پھر' تو پھر۔ ان کی تو بہت بری حالت ہے' صبح سے ...رہ بند کئے ہوئے گھر میں پڑے ہوئے ہیں۔ کوئی شخص ...ئے تو ڈانٹ کر بھگا دیتے ہیں' نہ ناشتا کیا ہے نہ دوپہر کا ...انا کھایا ہے میں نے لاکھ آوازیں دیں۔ کہتے ہیں چلی ...' مجھے سوچنے دو میں سوچ رہا ہوں۔ میں یہ سوچ رہا ہوں ...میں نے اولاد پیدا کر کے کتنی بڑی غلطی کی ہے"۔

"اب بتایئے نہ ہنسوں تو کیا کروں؟" میں نے کہا طاہر ...ل شاہ بھی ہنسنے لگا اور بولا۔

"میں نے انہیں سمجھایا تھا بھائی جان۔ لیکن آپ کا کہنا ...ل درست ہے۔ جب تک آپ انہیں تفصیلات نہیں ...یں گے انہیں سکون نہیں آئے گا۔ ویسے صورت حال ...ی خطرناک معلوم ہوتی ہے' قصہ کیا ہے؟"۔

"پہلے تم یہ بتاؤ کہ وہاں کیا صورت حال رہی" میں نے ...کیا اور طاہر شاہ پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا غالباً ...میں بتانے کے لئے الفاظ تلاش کر رہا تھا کچھ دیر کے بعد ...نے کہا"۔

"ڈی۔ اے فیضی کے بارے میں مجھے تفصیلات ...ہیں' ڈیڈی نے اسی کے ذریعے آپ پر مقدمہ قائم ...تھا بھائی جان' ایک شخص کو اغواء کرنے کا اور ڈی اے ...سے پانچ لاکھ روپے کی رقم وصول کرنے کا' یہ ...صیلات تو میرے علم میں آچکی ہیں' اب آگے کے ...ت سنیے' ڈی اے فیضی ڈیڈی کے پاس پہنچا تھا بڑی ...ل کود مچا رہا تھا' اصل میں ہم لوگوں کو عادت ہو گئی ہے ...ڈیڈی کی ٹوہ میں رہتے ہیں یہ سمجھ لیجئے یہ بھی ایک ...دار بن گئی ہے۔ ڈیڈی کو ابھی تک اس کا علم نہیں ...لہ ان کے خلاف خفیہ جاسوسی ہو رہی ہے۔ اور ہم ان ...خبریں آپ تک پہنچاتے رہتے ہیں' تو ڈی اے فیضی ...نے کیا کیا اچھل کود مچا کر گیا تھا' نجانے کیا کیا باتیں کر رہا ...بس یوں سمجھ لیجئے کہ ڈیڈی اسی وقت سے پریشان تھے' ...نے تفصیلات معلوم کیں تو کمرہ بند کر کے بیٹھ گئے میں ...طرح سے کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ ان کی ناک ...رہتا ہوں اور اس کے لئے میں پہلے بھی آپ کو ان کا ...رڈ شدہ کیسٹ سنا چکا ہوں' آپ کو علم ہے کہ اکبر ...ل شاہ صاحب ان کی ناک کا بال بنے ہوئے ہیں حالانکہ ...نے اچھا خاصا ڈانٹا تھا انہیں کہ تم بھائی کے خلاف ...ش کر رہے ہو' لیکن اکبر صاحب غالباً اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ڈیڈی کا بچاؤ کریں۔ ان سے ڈیڈی کی ملاقات ہوئی اور وہ ملاقات میں نے ریکارڈ کر لی' ڈیڈی پریشان ہیں انہوں نے اکبر جمال شاہ صاحب کو یہ بتایا تھا صرف کہ وہ مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ اور ان پر ایک بہت بڑا عذاب نازل ہو سکتا ہے جب اکبر جمال شاہ صاحب نے اس کی تفصیلات پوچھیں تو ڈیڈی نے کہا کہ یہ سارا کیا دھرا جہانگیر جمال شاہ نے کا ہے۔ ایک غیر ملکی جاسوسہ یہاں کچھ کارروائیاں کر رہی تھی اتفاق سے ڈی۔ اے فیضی کا اس سے تعلق نکلا اور جہانگیر جمال شاہ اس پورے کیس کو میری طرف منتقل کر دیا۔ ظاہر ہے ایک غیر ملکی جاسوسہ کا مسئلہ ہے۔ جو کچھ نہ ہو جائے کم ہے' ڈیڈی نے مختصر یہ تفصیلات اکبر جمال شاہ کو بتائی تھی ان کے پاس اپنی گلو خلاصی کا کوئی حل نہیں ہے"۔

"اور تو اب انہیں گرفتار کرا دے گا۔ ایک غیر ملکی جاسوسہ کی مدد کے الزام میں"

"تو پھر یہ ہو کیا رہا ہے مجھے کچھ پتا تو چلے؟۔

"میں آپ کو تفصیل بتائے دیتا ہوں' آپ کو یقیناً خوشی ہو گی یہ ساری تفصیل سن کر بات اصل میں یہ ہے کہ ڈیڈی نے اپنی برتری ظاہر کرنے کے لئے جو کچھ کیا اس کا آپ کو علم ہے یہ دوسری بات ہے کہ ماں باپ کی بددعائیں بھی اولاد کے لئے دعا ہوتی ہیں۔ ڈیڈی کی یہ کاوش میرے لئے مناسب بخشش بن گئی۔ اور میں نے ڈی اے فیضی سے پہلے پانچ لاکھ روپے لئے تھے' اب یوں سمجھ لیجئے کہ سارے اخراجات نکال کر دس لاکھ روپے پھر کمائے ہیں۔ اس سے" طاہر شاہ ہنس پڑا' پھر بولا۔

"ہوں تو یہ اچھل کود اس سلسلے میں ہو رہی تھی واقعی یہ تو بڑا مسئلہ ہو گیا۔ لیکن اس غیر ملکی جاسوسہ کا کیا قصہ ہے؟"۔

"گرفتار ہو گئی ہے ہمارے ملک سے اہم ترین راز لئے جا رہی تھی لیکن اب ایسا بھی ممکن نہیں تھا۔ ہاں یہ ایک سچ ہے کہ مجھے اس کی جانب متوجہ تیمور جمال شاہ صاحب ہی نے کیا اگر وہ ڈیڈی' ڈی' اے فیضی کے سلسلے میں یہ سب کچھ نہ کرتے تو میں ڈی اے فیضی تک نہ پہنچتا اور وہ غیر ملکی جاسوسہ میرے علم میں نہ آتی اب یہ ہوا کہ وہ گرفتار ہو گئی ہے۔ حالانکہ ڈی اے فیضی بے گناہ آدمی ہے لیکن وہ اس میں ملوث ہو سکتا ہے۔ میں نے اسے اس کیس سے نکالنے کے لئے اس سے کچھ رقم حاصل کر لی ہے؟"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"خدا تجھے سمجھے جہانگیر کیسا شیطانی دماغ پایا ہے تو نے مگر اب یہ بتا کہ ان کا کیا ہو گا۔۔۔؟"۔

"کن کا امی۔۔۔؟"۔

"بکواس کرے گا تو جوتی اتار کر ماروں گی سر پر" والدہ صاحب نے چراغ پا ہو کر کہا۔

"ان کا کچھ نہیں ہو گا' انہیں صرف ایک اعزاز ملے گا میں ان کے لئے ایک پیغام ریکارڈ کئے دیتا ہوں"۔

"جا کر مل لے"۔ والدہ صاحب نے کہا۔

"جوتے کھلوائے بغیر باز نہیں آئیں گے آپ' ڈیڈی مجھے چھوڑ دیں گے؟"۔

"امی یہ سب کچھ نہ کریں واقعی بھائی جان کا یہ کہنا بالکل درست ہے لیکن بھائی ریکارڈ کیا کرنا چاہتے ہیں آپ۔۔۔؟"۔

"بس کچھ بھی کرنا چاہتا ہوں تمہارے سامنے ہی کروں گا' فریدہ ذرا ٹیپ ریکارڈر وغیرہ منگواؤ ہمیں' ریکارڈنگ کرنی چاہئے"۔

"یہاں نہ کر' اگر ہم میں سے کسی کی آواز اس میں ریکارڈ ہو گئی تو وہ یہ سوچیں گے کہ ہمارا تم سے براہ راست رابطہ ہے"

"خیر امی رابطہ تو آپ سے میرا براہ راست ہے"۔

"بھئی اس وقت تو یہ سب کچھ نہ کرو' مجھے بتا دو ایک خط لکھ کر دے دو یہ ریکارڈنگ کیا معنی رکھتی ہے"۔

"نہیں ذرا ندرت ہو جاتی ہے' تحریر کا مسئلہ بالکل الگ ہوتا ہے"۔

"تم جانو اور تمہارا کام"۔

فریدہ ٹیپ ریکارڈر لے آئی میں نے بڑی مہذب آواز سلام دعا کے بعد کہا۔

"ڈیڈی! آپ ہی کا خون ہوں آپ ہی کی کمائی سے پروان چڑھا ہوں یہ دوسری بات ہے کہ مزاج میں شیطان داخل ہو گیا اصل میں کرسٹینا لیمبوٹ کا معاملہ صرف اس طرح میرے علم میں آیا جب آپ نے مجھے لاک اپ میں پہنچا دیا تو میں نے تفصیلات معلوم کرنے کے بعد فیضی کو اپنے جال میں پھنسانا چاہا وہاں پہنچا تو کرسٹینا لیمبرٹ کو ان چند افراد کے ساتھ دیکھا اور میں نے اسے پہچان لیا۔ ڈیڈی یہ خوف دامن گیر ہو گیا مجھے کہ کرسٹینا لیمبرٹ آپ کے لئے بھی عذاب بن سکتی ہے کیونکہ ڈی اے فیضی سے بہرحال اس کا کسی نہ کسی شکل میں رابطہ رہا ہے۔ بعد میں کسی نے اس کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں تو پتا چلا کہ فیضی اس سلسلے میں بالکل بے گناہ ہے' لیکن ڈیڈی آپ بھی پھنس سکتے تھے اور فیضی بھی پھنس سکتا تھا' چنانچہ میں نے ملٹری کے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کر کے کرسٹینا لیمبرٹ کا کیس اس طرح ان کے سامنے پٹ اپ کیا کہ ان کے علم میں یہ بات آئی کہ ڈی آئی جی تیمور جمال شاہ صاحب نے کرسٹینا لیمبرٹ کی نشاندہی کی ہے اور خفیہ طور پر اس کی گرفتاری کے لئے میری خدمات مخصوص کی ہیں۔ فوجی ریکارڈ میں یہی تفصیلات درج ہیں اور بہت مختصر عرصے میں آپ کو کرسٹیا لیمبرٹ کیس کے سلسلے میں مبارکباد دینے کے لئے فوجی حکام طلب کریں گے۔ ڈیڈی میری طرف سے یہ اعزاز ایک تحفہ سمجھئے باقی جہاں تک رہا آپ کی برہمی کا معاملہ تو اب میں کیا کروں؟ میری تقدیر میں یہی رزق لکھا ہوا ہے ہاں فیضی صاحب کو تسلیاں دیتے رہئے میں اس وقت بالکل اعتراف نہیں کروں گا کہ میرے اور فیضی کے درمیان کیا معاملات طے پائے ہیں کیونکہ اس اعتراف کو آپ کسی بھی شکل میں میرے خلاف استعمال کر سکتے ہیں البتہ جو کچھ اس نے آپ سے کہا ہے جو فریاد اس نے آپ سے کی ہے وہ بالکل سچ ہے میرے خلاف آلۂ کار بننے کی سزا اسے تھوڑی بہت تو ملنی چاہئے تھی باقی جہاں تک رہا آپ کا مسئلہ تو آپ اس بات کو پوری طرح ذہن نشین رکھیے کہ فوجی حکام آپ کو صرف مبارکباد دینے کے لئے طلب کریں گے آپ کی نشاندہی اور کاوشوں سے ملکی راز غیر ممالک کے حوالے ہونے سے بچ گئے اور آپ نے اپنی قانونی زندگی کا ایک اور کارنامہ سرانجام دیا ہے ویسے ڈیڈی میں چاہتا ہوں کہ آئندہ بھی آپ اسی طرح میرے لئے روزگار مہیا کرتے رہیں ظاہر ہے آپ کا سہارا نہیں حاصل ہو گا تو پھر کسی کا ہو گا۔۔۔؟

شکر گزار

جہانگیر جمال شاہ۔

طاہر' والدہ صاحب اور فریدہ مجھے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے کیسٹ بکس میں رکھ کر طاہر جمال شاہ کے حوالے کر دیا اور وہ ہنستا ہوا بولا۔

"خدا کی قسم بھائی جان ہم تو آپ کے عشر عشیر بھی نہیں ہیں ایک بات میں جانتا ہوں اس سلسلے میں سب سے زیادہ لعن طعن اگر ہوئی تو اکبر بھائی کو ہو گی"۔

"انہیں کیوں۔۔۔؟"۔

"بس وہی ڈیڈی کی الٹی سیدھی ۔۔۔

"اکبر کے لئے کچھ تحائف دوں گا کسی وقت طاہر وہ لے جانا"۔

"ارے باپ رے وہ تحائف بھی یقیناً خوفناک ہوں گے"۔

"نہیں' بھائی ہے میرا"۔

"تو پھر میں مطمئن رہوں"۔

"یقیناً غیر اطمینانی کی کیا بات ہے امی؟"۔ میں نے کہا۔ اور والدہ صاحب کرسی کی پشت سے گردن لگا کر گہری گہری سانسیں لینے لگیں' فریدہ مسکرا رہی تھی۔

بہرحال یہ کیس ختم ہو گیا۔ ڈی آئی جی صاحب کو کرنل کی طرف سے مبارکباد موصول ہو گئی لیکن وہ اس کی میری بدلی کا ثبوت نہ دے سکے جو دیا جانا چاہئے تھا۔ مجھ سے رہا آپ کا رابطہ نہیں قائم کیا گیا میں اس کا متمنی بھی نہیں تھا۔ میں یہی رہن اگر کچھ بھی نہ کریں تب بھی قابل احترام ہوتے رہے میں اس بنیادی اصول کا قائل تھا۔ وقت کچھ اور آگے بڑھ گیا' دفتر روحانیات کا باقاعدہ آغاز تو ہو ہی چکا تھا کیونکہ اس ایک دن میں نے وہ کھیل بھی کھیل ڈالا یعنی وہ رقم ان استعمار والوں کے سامنے رکھ دی اکاؤنٹس انہیں ہی کھولنے تھے جو فرہادوں کو بٹھا کر میں نے جیب سے نوٹوں کی گڈیاں نکالیں اور ان چاروں کے سامنے سجا دیں۔ ان کے چہرے فق ہو گئے تھے آوازیں بند ہو گئی تھیں چہرے سرخ ہو گئے بمشکل تمام کشوری نے کہا۔

"چیف' یہ اصل نوٹ ہیں ناں؟"۔

"ہاں بالکل اصلی"۔

"مم۔ مگر چیف یہ گڈی تو ہزار ہزار کے نوٹوں کی ہے اور جو نوٹ رکھے ہوئے ہیں وہ کم از کم پچیس ہیں"۔

"فرض کرو اگر میں تم سے یہ کہوں کشوری کہ اپنے سامنے رکھی ہوئی گڈی اٹھا لو تو تم کیا کرو گے؟"۔

"چیف اٹھا کر فوراً بھاگ جاؤں گا" کشوری نے جواب دیا۔

"نہیں میں سنجیدگی سے تم سے یہ سوال کر رہا ہوں"۔

"چیف اگر آپ کا حکم ہو گا تو میں انہیں اٹھا لوں گا بعد کا حکم بھی صادر فرما دیجئے"۔

"بعد کا حکم؟"۔

"ہاں اٹھانے کے بعد مجھے کیا کرنا ہو گا؟"۔

"انہیں اپنی جیب میں رکھ لینا ہو گا"۔

"پھپ۔۔۔ پھر۔۔۔"۔ کشوری کا سانس پھولنے لگا۔

"پھر اس رقم سے تم سامنے والے بینک کی برانچ میں اپنا اکاؤنٹ کھلواؤ گے"۔

"پھپ۔۔۔ پھر چیف"۔

"اور اس میں سے صرف اتنی رقم خرچ کرو گے جتنی ضرورت کے تحت ہو"۔

"چچ۔۔۔ چیف' یعنی مم۔۔۔ میں میں خود یعنی اس رقم کا مالک کون ہو گا۔۔۔؟"۔

"اکاؤنٹ تمہارے نام سے ہی کھلے گا"۔

چیف دیکھیے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو معاف کر دیجئے گا' آخر اس طرح زندگی لینے پر کیوں تل گئے ہیں آپ؟"

"سنجیدگی سے سنو یہ رقم تم لوگوں کی ہے ایک کیس میں مجھے یہ منافع حاصل ہوا ہے اور اس میں سے تمہارا یہ حصہ میں نے نکالا ہے۔ لیکن تم کوئی فضول خرچی نہیں کرو گے کوئی عیاشی نہیں کرو گے"۔

"مم۔۔۔ مر جائیں گے بخدا مر جائیں گے"۔ توفیق نے کہا۔

"بکواس کرنے کی ضرورت نہیں' تم میں سے کوئی بھی نہیں مرے گا"۔

"مم۔۔۔ مگر چیف یہ یہ' مطلب یہ کہ یہ واقعی ہماری ہے؟"۔

"میں نے کہا ناں پھر فضول بکواس کر رہے ہو"۔

"تب۔۔۔ تو پھر کک۔۔۔ کیا کریں؟"۔

"اپنے آپ کو اس رقم کا مالک سمجھو اور جو کچھ میں نے کہا ہے وہ کرو' چیک بکیں لا کر میرے حوالے کر دو اپنی ضرورت بتاؤ اور رقم حاصل کر لو"۔ چاروں اچانک ہی کھڑے ہو گئے اور اس کے بعد انہوں نے پورے کمرے میں رقص شروع کر دیا۔ میں مسکراتی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ ان تمام باتوں کی توقع تو مجھے تھی ہی' نجانے کیا کیا بکواس کر رہے تھے۔ وہ' توفیق پھرتی سے میرے قریب پہنچا اور بولا۔

"بیٹھ جاؤں چیف؟"۔

"بیٹھو"۔

"چیف ایک بات کہوں؟"۔

"ہاں کہو"۔

"ہم لکھ پتی بن گئے ہیں"۔

"ہاں۔۔۔"۔

"تو پھر پتی بھی بنا دیجئے"۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"کیا مطلب۔۔۔؟"۔
" آدمی جب لکھ پتی بن جائے تو اسے پتی بن جانا چاہئے"۔
"شادی کرنا چاہتے ہو"۔
"ہاں چیف میں یہ سوچ رہا ہوں، دیکھیے نا آپ نے جائز اخراجات کے لئے کہہ دیا ہے، آپ جانتے ہیں، میں پہلا کام کیا کروں گا۔۔۔؟"۔
"بتاؤ۔۔۔"۔
"شادی کے لئے اشتہار دوں گا، چھوٹا قد، موٹا جسم، اچھی آمدنی والے ایک خوبصورت نوجوان کو ایک خوبصورت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ یا چیف مضمون بدل دیا جائے گا"۔
"ابے ہٹ تو شادی کر کے کیا کرے گا، شادی تو میں کروں گا"۔ اعجاز نے کہا۔
"اب تم چاروں پاگل ہو گئے ہو، غیر سنجیدگی نہ اختیار کرو"۔
"اتنی بڑی رقم پا کر کون سنجیدہ رہ سکتا ہے چیف، مگر یہ آپ کو ہوا کیا۔۔۔؟"۔
"کچھ نہیں بس اسی طرح تمہیں آمدنی میں سے حصہ ملتا رہے گا لیکن ہوش و حواس قائم رکھو گے، جب بھی کبھی کوئی ایسی حرکت کی جو ناقابل برداشت ہوئی تو تم سمجھ لو نوکریاں ختم"۔
"لعنت ہے ہم پر ایک ہزار بار۔۔۔"۔
"نہیں ڈیڑھ ہزار بار"۔ اعجاز بولا۔
"میری طرف سے دو" کشوری نے کہا۔
"میں تو بالکل خاموش بیٹھا ہوا ہوں۔ میری زبان سے کسی نے کوئی لفظ سنا" جان کہنے لگا۔
"اچھا اب فضول باتیں ختم"۔
"چیف ہم جائیں"۔
"ایسے نہیں پہلے بینک سے فارم لے کر آؤ مجھ سے دستخط کراؤ، گارنٹی تو دینی پڑے گی"۔
"ابھی جاتے ہیں"۔ چاروں باہر نکل گئے۔
"یہ تمام دلچسپیاں زندگی کے ساتھ تھیں۔ گھر، دفتر، آفتاب کمال، مطمئن زندگی، ویسے یہ زندگی کا اطمینان کچھ بہتر نہیں لگتا تھا، دفتر روحانیات میں ابھی تک کوئی ایسا کیس نہیں آیا تھا جسے قابل ذکر کہا جا سکے۔ لیکن بہر طور ہمیں کوئی الجھن بھی نہیں تھی۔۔۔

پھر ایک دن شام کے ساڑھے پانچ بجے کا وقت تھا دفتر میں صرف اعجاز اور کشوری بیٹھے ہوئے تھے، میں اپنے کمرے میں بیٹھا غور و خوض میں ڈوبا ہوا تھا کہ کشوری نے دروازے پر دستک دی اور میں نے چونک کر اسے دیکھا۔
"ایک محترمہ آپ سے ملنا چاہتی ہیں"۔
"کون ہیں بلاؤ؟"
جو کوئی مجھ سے ملنا چاہتا تھا وہ دروازے پر ہی موجود تھا، دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا میں نے ایک دبلی پتلی دراز قامت لڑکی کو دیکھا، قبول صورت تھی لیکن چہرے پر ایک عجیب سی بے بسی چھائی ہوئی تھی۔ آنکھوں کے گرد حلقے پڑے ہوئے تھے، ہونٹ خشک تھے، لباس درمیانہ تھا، نہ بالکل گھٹیا، نہ عمدہ شکل و صورت سے باسلیقہ نظر آتی تھی، خود بخود دل میں احترام پیدا ہوتا تھا، میں نے خوش اخلاقی سے کہا۔
"آیئے"۔ وہ آہستہ آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی میرے پاس پہنچ گئی۔۔۔۔
"بیٹھ سکتی ہوں؟"۔
"ہاں ہاں تشریف رکھیے، کشوری تم جاؤ"۔ میں نے کہا اور کشوری دروازے سے باہر نکل گیا۔ لڑکی نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے ایک نظر چاروں طرف ڈالی پھر بولی۔
"دفتر روحانیت ہے یہ لیکن ایک بات کہوں آپ برا نہیں مانیں گے؟"۔
"نہیں مانوں گا"۔
"انسان کے اپنے خیالات کا اظہار کر دینا بری بات نہیں ہوتی"۔
"ہاں نہیں ہوتی"۔
"یہاں مجھے روحانیات کا کوئی عمل دخل نظر نہیں آتا"۔
"آپ کے خیال میں کسی دفتر روحانیات میں چند لمبی لمبی ڈاڑھی والے افراد بیٹھے ہوں تب ہی وہ دفتر روحانیات بنتا ہے؟"۔
"تصور یہی ہے"۔
"تو ہم لوگ ماڈرن درویش ہیں۔ آپ یہ سمجھ لیجئے یہاں روحانی علاج ہوتے ہیں لیکن ہم لوگوں نے وہ حلیے نہیں بنا رکھے جو ضرور ہوا کرتے ہیں"۔
"خیر جو کچھ بھی ہے، آپ کے اس دفتر کی عمارت کی

منزل میں ایک چھوٹی سی فرم ہے میں اس میں ٹائپسٹ ہوں۔ اکثر آتے جاتے آپ کے اس دفتر کا بورڈ دیکھتی رہتی ہوں"۔
"اچھا اچھا، کیا نام ہے آپ کا۔۔۔؟"۔
"فرزانہ" اس نے جواب دیا۔
"فرزانہ صاحبہ ایسے ہی پڑوسی ہونے کے خیال سے تشریف لے آئی ہیں یا کوئی کام ہے ہم سے؟"۔
"کام ہے آپ سے مجھے"۔
"تو پھر فرمایئے کیا خدمت کی جا سکتی ہے؟"۔
"ذہن میں وہی سوال پیدا ہو رہا ہے فرض کیجئے میں کسی مشکل کا شکار ہوں اور یہاں سے روحانی مدد چاہتی ہوں تو کیا مجھے یہ مدد مل سکے گی؟"۔
"مشکل کی نوعیت پر منحصر ہے"۔
"ایک ایسا تعویذ جو ایک بے گناہ شخص کو موت کی وادیوں سے واپس گھسیٹ لائے کیا ایسا تعویذ مجھے مل سکتا ہے؟"۔
"یقیناً مل سکتا ہے، لیکن اس کے لئے آپ کو مکمل تفصیلات بتانا ہوں گی"۔
"اس تعویذ کا ہدیہ کیا ہوتا ہے؟"۔
"میں نے عرض کیا ناں تفصیل بتانے پر منحصر ہے"۔
اس نے گردن جھکالی چند لمحات گہری گہری سانسیں لیتی رہی۔ پھر ادھر ادھر دیکھ کر بولی۔
"زحمت تو ہو گی ایک گلاس پانی منگوا دیجئے"۔ میں نے گھنٹی بجائی اور تھوڑی دیر کے بعد اعجاز پانی کا گلاس لے کر آ گیا، لڑکی نے ایک ہی سانس میں یہ گلاس خالی کر دیا پھر کہنے لگی۔
"اصل میں، میں بہت غریب ہوں جناب، یہاں فرم میں مجھے تیرہ سو روپے ماہوار تنخواہ ملتی ہے اور اس تنخواہ میں مجھے اپنا گزارا کرنا ہوتا ہے۔ والدہ ہیں ایک بھائی ہیں میں ہوں۔۔۔"۔
"کتنے عرصے سے آپ اس فرم میں کام کرتی ہیں؟"۔
"تقریباً چار ماہ ہو گئے"۔
"اس سے پہلے کیا کرتی تھیں۔۔۔؟"۔
"گھر میں رہتی تھی"۔
"کہیں ملازمت نہیں کی آپ نے پہلے؟"۔
"نہیں"۔
"تعلیم کتنی ہے آپ کی؟"۔

"انٹر ہوں صرف"۔
"اچھا اچھا ٹائپ کب سیکھی۔۔۔؟"۔
"بس ایک پرانی ٹائپ مشین گھر پر پڑی ہوئی تھی اسی پر مشق کرتی رہتی تھی اپنی دلچسپی کے لئے لیکن وہ میرے کام آ گئی۔ اسپیڈ زیادہ نہیں ہے لیکن فرم والے نیک دل لوگ ہیں انہوں نے مجھے گوارا کر لیا ہے کہتے ہیں اسپیڈ بڑھ جائے گی تو میری تنخواہ میں دو سو روپے ماہوار کا اضافہ ہو جائے گا"۔
"اب اس روحانی مشکل کے بارے میں تفصیلات بتایئے جس کا علاج آپ ہم سے چاہتی ہیں"
وہ جھجک رہی تھی میں نے اس کے چہرے پر ایک نظر ڈالی اور نجانے کیوں مجھے یہ احساس ہوا کہ لڑکی بے پناہ نروس ہے اور یقینی طور پر قابل رحم ہے اندازہ یہ ہوا کہ ہو سکتا ہے اس سے پہلے وہ اس کسمپرسی کا شکار نہ ہو، کوئی ایسا وقتی حادثہ جو اسے پیش آ گیا ہو اس بے بسی کا باعث بنا ہو انسان کے دل میں اگر ہمدردیوں کا عنصر نہ ہو تو پھر انسان اور جانور میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ لڑکی کے چہرے اور سراپے پر نظر ڈالنے کے بعد میرے دل میں انسانی ہمدردی کا طوفان امنڈ اٹھا تھا، میں جذباتی ہو کر اس کے لئے احترام کے الفاظ بھی استعمال کر سکتا تھا لیکن اس سے پہلے اس کی شخصیت کے بارے میں جان لینا ضروری تھا میں اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا پھر میں نے تسلی دینے والے انداز میں کہا۔
"سنیے بی بی، اول تو آپ ہماری پڑوسی ہیں پھر ایک خاتون ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انسان ہیں۔ اگر واقعی ہم سے آپ کی کوئی مدد ہو سکی تو ہم ضرور کریں گے"۔
"جناب میں، میں اصل میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یہ کیسا دفتر روحانیات ہے؟"۔
"اگر آپ یہ معلومات کرنا چاہتی ہیں تو پھر براہ کرم تفصیلی معلومات کرنے کے بعد ہی ہمارے پاس تشریف لایئے، ہاں اگر کوئی ایسی مشکل ہے جس کا تذکرہ آپ نے ابھی چند الفاظ میں کیا ہے تو پھر براہ کرم آپ اس کے بارے میں ہمیں مکمل طور پر بتایئے تاکہ آگے بات شروع کی جا سکے"۔
"میں معذرت خواہ ہوں واقعی میں آپ کا بہت وقت ضائع کر رہی ہوں، لیکن خدا کے لئے مجھے یہ وقت دے دیجئے آپ کا احسان میں زندگی بھر نہیں بھولوں گی، آپ

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میرا کام کیجئے یا نہ کیجئے لیکن میری بات سن لیجئے گا۔"۔

"میں اس کے لئے تیار ہوں بی بی' میں آپ سے کہہ چکا ہوں جو کچھ بھی آپ کے دل میں ہے مجھے صاف صاف بتا دیجئے' میں کوشش کروں گا کہ آپ کے کام آسکوں"۔

اس نے آنکھیں بند کرلیں پھر آہستہ سے کہا۔

"میرا بھائی' میرا بھائی پولیس کی تحویل میں ہے اور اس کی گلوخلاصی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے' مقدمہ چل رہا ہے اس پر' قتل کے الزام میں۔ جب کہ وہ قاتل نہیں ہے' ہمارے پاس کوئی ایسے ذرائع نہیں ہیں جنہیں استعمال کرکے ہم اس کی زندگی بچاسکیں' ہم اس کے مقدمے کی پیروی کے لئے وکیل تک کرنے سے قاصر رہے ہیں' سرکاری وکیل اس کی پیروی کررہا ہے لیکن وہ بھی کچھ نہیں کررہا کیونکہ جن لوگوں نے اسے قتل کے الزام میں پھنسایا ہے وہ بڑے باثر لوگ ہیں اور ہم کسی بھی طور ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے' دنیاوی کوششیں تقریباً ناکام ہو کر رہ گئی ہیں' ہر شخص نے منہ پھیر لیا ہے اب اب میں توہمات کا سہارا لے رہی ہوں' والدہ ہر وقت دعائیں کرتی رہتی ہیں' میں دفتر روحانیات کا یہ بورڈ دیکھ کر کئی بار یہ سوچ رہی تھی کہ یہاں آکر کس سے ملاقات کروں اور کہوں کہ میری روح کا بھی علاج کردیا جائے' ہم روحانی بیمار ہیں جناب' ہم زندگی کی بے بسی کا شکار ہیں جو ہم پر مسلط کردی گئی ہے' ہم خودکشی نہیں کرسکتے حالانکہ کرنا چاہتے ہیں اور اگر اگر ہماری داد رسی نہ ہوئی' ہمیں' ہمیں ساری دنیا نے بے یار و مددگار چھوڑ دیا تو آپ یقین کیجئے یہ ہمارا فیصلہ ہے کہ جس دن ہمارے بھائی کو پھانسی ہوئی اور اس کی لاش گھر پر پہنچی اس دن اہل محلہ کو تین لاشوں کی تدفین کرنا پڑے گی' اس میں ایک میری اور ایک میری ماں کی لاش ہوگی۔" لڑکی کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی یہ الفاظ بھلا دل پر کیسے اثر انداز نہ ہوتے؟ میں نے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔

"انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا آپ مجھے براہ کرم پوری تفصیل بتایئے۔"

"غیاث ہے میرے بھائی کا نام۔ مجھ سے تین سال بڑا ہے۔ اللہ اسے مشکل سے نکال لے۔" وہ اچانک بول پڑی۔ پھر چونک کر بولی "آپ سن رہے ہیں نا؟"

"ہاں بی بی پوری توجہ سے۔" میں نے ہمدردی سے کہا۔

"بی اے کیا ہے اس نے۔ ہمارے ابو ٹریفک کے حادثے میں مر گئے تھے۔ ایک پرائیویٹ فرم میں نوکری کرتے تھے۔ پورے اٹھارہ سال نوکری کی انہوں نے وہاں۔ ان کا کہنا تھا کہ پچیس سال پورے کرکے جب وہ ریٹائرڈ ہوں گے تو انہیں بڑی رقم ملے گی اور وہ سارے کام کرلیں گے۔"

"سارے کام؟"

"میری شادی۔۔" وہ بولی

"جی۔!"

"مگر وہ منی بس سے کچل گئے۔ تیز رفتار منی بس نے ہمیں یتیم اور ایک گھر کو ویران کردیا اور جانتے ہیں بعد میں کیا ہوا۔۔؟"

"نہیں"

"ابو مر گئے۔ کسی نے ہمیں ایک پیسہ بھی نہیں دیا۔"

"کیوں؟"

"بس نہیں دیا ان کی مرضی۔"

"آپ لوگوں نے کوشش کی؟"

"بہت۔ مگر وہاں پچیس سال پورے نہیں ہوئے تھے بہت دن چکر لگائے مگر شنوائی نہیں ہوئی۔"

"پھر؟"

"غیاث نے بی اے کرلیا۔ بڑی مشکل سے اس نے ایف اے کیا تھا۔ گھر میں کچھ نہیں تھا۔ ہم نے کام کرکے اسے بی اے پاس کرایا میں نے فوراً پڑھائی چھوڑ دی تھی۔ امی کا کہنا تھا کہ غیاث بی اے کرلے تو ساری مشکلات دور ہوجائیں گی۔"

"ہوں" میں نے آہستہ سے کہا۔

"پھر غیاث نوکری تلاش کرنے لگا۔ بہت دن تک نوکری تلاش کرتا رہا لیکن سر اسے نوکری نہیں ملی۔ وہ بہت اچھا انسان تھا سر' میں' میں تھا کہہ گئی۔ اللہ اسے طویل عمر دے۔ وہ بہت اچھا انسان ہے اس لئے نہیں کہہ رہی کہ میرا بھائی ہے بس وہ ہے ہی اچھا' نظر لگ گئی اسے۔" لڑکی نے سسکی لی۔

میں اس کی کیفیات محسوس کررہا تھا۔ آنسو نہیں تھے اس کی آنکھوں میں لیکن دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ مجھے لہو کے آنسو نظر آرہے تھے۔

"آگے کہو فرزانہ" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔ میرا ذہن بوجھل ہوگیا تھا۔

"سر بے روزگاری سے وہ بری طرح پریشان ہوگیا پریشان

... لے پڑے ہوئے تھے کرائے کے پیسے تک نہیں ہوتے تھے اس کے پاس۔ تب اس کی ملاقات کچھ لوگوں سے ہوئی۔ سر اوباش لڑکے تھے۔ ان میں سہیل شاہ نامی ایک نوجوان نے اسے کوئی کام دیا۔ سر میرا بھائی تھا اس نے مجھے تفصیل بتائی تھی اس نے سہیل شاہ کا کوئی کام کردیا اور سہیل شاہ نے اسے ہزار روپے دیئے۔ شراب کے نشے میں تھا وہ۔ اس نے خوش ہو کر کہا کہ وہ اس کے پاس آتا رہے۔ سر دوبارہ پھر اس نے غیاث کو کوئی کام سونپا اور غیاث نے یہ کام بھی کردیا تب سہیل نے اسے پیشکش کی کہ وہ اس کے ساتھ رہا کرے ابتدا میں غیاث نے سہیل کی بہت تعریفیں کیں سر اس نے بتایا کہ وہ بہت اچھا دوست ہے بڑا یار باش ہے سہیل غیاث کو کافی پیسے دیتا تھا گھر کا خرچ چلنے لگا تھا سر۔ سہیل نے غیاث کو ڈرائیونگ سکھا دی تھی۔ پھر آئندہ غیاث کچھ پریشان نظر آیا میں نے اس سے پریشانی کی وجہ پوچھی۔

"کوئی بات نہیں ہے فرزانہ۔"

"بھیا مجھے نہیں بتاؤ گے۔"

"کچھ ہو تو بتاؤں گا۔"

"اللہ تمہیں ہر بلا سے محفوظ رکھے غیاث بھیا ہمارا ہے ہی کون اس دنیا میں' ہم تین افراد ایک دوسرے کی زندگی کے ساتھ ہیں۔"

"لیکن سر ہمارا ستون ڈھے گیا ہے' سر غیاث کی جدائی کے بعد ہم اتنے زخمی ہوگئے ہیں کہ۔۔ کہ بیان نہیں کرسکتے" غالباً" اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے تھے میں سحرزدہ اسے دیکھ رہا تھا اس نے آنسوؤں کو خشک کرنے کی کوشش نہیں کی' شاید اس لئے کہ میں اس کے آنسوؤں سے آشنا نہ ہوجاؤں۔ اندر ہی اندر اس نے آنسو خشک کئے اور بولی۔

"تو سر غیاث بھیا نے مجھے بتایا کہ ہم ایک مصیبت میں گرفتار ہوگئے ہیں۔ میں ہم کا صیغہ اس لئے استعمال کررہی ہوں سر کہ ہم تین افراد ایک دوسرے سے منسلک تھے کہ اگر کسی کو ہلکی سی چوٹ لگے تو تینوں ہی اس کی تکلیف محسوس کریں غیاث نے بتایا کہ سر کہ سہیل ایک جرائم پیشہ نوجوان ہے وہ بری فطرتوں کا مالک ہے اور اس کی بنیاد بھی غلط ہے یعنی اس کا باپ فیروز شاہ ایک بہت بڑا سمگلر ہے اور اسے یہ فطرت باپ ہی سے ورثے میں منتقل ہوئی ہے۔ سر اصل کام تو فیروز شاہ ہی کرتا ہے لیکن سہیل نے اس کمائی پر پرورش پائی ہے چنانچہ اس کی فطرت میں بھی جرم اس طرح شامل ہے جس طرح اس کے باپ کی فطرت میں' سر' غیاث نے بتایا کہ سہیل اس طرح کے کام کرتا ہے جو پولیس کی دست اندازی کے قابل ہیں۔ لیکن اپنے باپ کے تعلقات کی بناء پر وہ بچتا رہتا ہے اور اس نے غیاث کو بھی باقاعدہ اپنے جرم کا شریک بنا لیا ہے۔ ابتدا میں غیاث اپنی نادانی کی وجہ سے یہ نہیں سمجھ پایا تھا کہ جو کام سہیل اس سے لیتا ہے اس کی نوعیت کیا ہے لیکن غور کرنے سے اسے یہ احساس ہوا کہ وہ خوفناک جرائم میں ملوث ہوگیا ہے' اور کوئی بھی لمحہ ایسا آسکتا ہے جب وہ پولیس کی گرفت میں آجائے۔ جب اس نے سہیل سے اسکا تذکرہ کیا تو سہیل نے لاپرواہی سے کہا کہ یہ تمام ذمہ داریاں وہ قبول کرتا ہے' جو کچھ بھی ہوگا اس میں وہ برابر کا حصہ دار ہے۔ بے فکر رہے لیکن کبھی غداری کا تصور بھی نہ کرے بس پریشانی کی وجہ یہ ہے۔ میرے مزید استفسار پر غیاث نے بتایا کہ ایک نوجوان پولیس انسپکٹر جو اس علاقے میں تعینات ہوا ہے جہاں فیروز شاہ کی کوٹھی ہے راستے میں غیاث کو روک کر تھانے لے گیا نوجوان پولیس انسپکٹر ایک پرجوش آدمی ہے اس نے غیاث سے کہا کہ فیروز شاہ جو کچھ کررہا ہے اور اس کا بیٹا سہیل جن جرائم میں ملوث ہے ان کا حصہ دار غیاث بھی ہے' غیاث گھبرا گیا۔ انسپکٹر نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ وہ حقیقتوں تک پہنچنے کی کوشش کررہا ہے اور یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ غیاث ایک سادہ دل نوجوان ہے اور سہیل جیسے شاطر کے چکر میں پھنس گیا ہے لیکن انسپکٹر نے غیاث کو یہ بھی پیشکش کی کہ غیاث انسپکٹر کی مدد کرے اور جن معاملات میں انسپکٹر اس سے تفصیلات معلوم کرے یا جس کام میں اسے ملوث کرے اس میں غیاث اس کی مدد کرے غیاث اب اس الجھن کا شکار ہے کہ کیا کیا جائے وہ یہ جانتا ہے کہ سہیل کے ہاتھ لمبے ہیں اور اس کا باپ اسے ہر مصیبت سے نکال سکتا ہے لیکن اگر خود غیاث کسی مصیبت میں پھنس گیا تو اسے اس مصیبت سے چھٹکارہ دلانے والا کوئی نہیں ہوگا۔" یہ ساری تفصیل بتانے کے بعد اس نے مجھ سے کہا۔

"سر میں کیا کروں۔ آپ خود سوچیے میں ایک گھریلو لڑکی ہوں میں دنیا کے ان تمام جھگڑوں سے ناواقف تھی

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں اسے کیا مشورہ دیتی۔ میں نے اسے یہی کہا کہ فوراً سہیل کا ساتھ چھوڑ دے۔ بہرحال میرا بھائی بری طرح پریشان رہا سر اور اس کے بعد وہ گھر میں چھپ گیا دو تین دن تک وہ گھر سے باہر نہیں نکلا' چوتھے دن دو افراد اسے پوچھتے ہوئے آئے اور میں نے منصوبے کے مطابق کہا کہ غیاث تین چار دن سے گھر نہیں آیا ہے۔۔ مجھے بالکل نہیں معلوم تھا سر کہ ان لوگوں نے میری بات پر یقین نہیں کیا ہے۔ وہ ہمارے گھر کی نگرانی کرتے رہے تقریباً ایک ہفتے کے بعد جب غیاث بری طرح اکتا گیا گھر میں گھسے گھسے تو وہ کسی کام سے باہر نکلا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا سر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ چار پانچ آدمیوں نے اسے پکڑ لیا اور ایک جیپ میں ڈال کر اسے لے گئے سر میں بدحواس ہو گئی تھی۔ ماں سے میں نے کچھ نہیں کہا جانتی تھی کہ ماں میں رکھا ہی کیا ہے' مسائل اور غموں کے پہاڑ اٹھاتے اٹھاتے ہماری جسمانی قوتیں ختم ہو چکی تھیں' ماں کو نہیں بتایا میں نے لیکن بری طرح پریشان ہو گئی۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کروں' بس کمرہ بند کر کے روتی رہی پتا نہیں میرے بھائی پر کیا گذری۔ پھر میں نے سوچا کہ اگر اس طرح بیٹھی رہی تو کہیں یوں نہ ہو کہ میرا بھائی موت کی آغوش میں چلا جائے' ہمت کر کے باہر نکلی اور اپنے علاقے کے پولیس اسٹیشن گئی۔ وہاں میں نے تمام تفصیلات درج کرائیں اور سہیل کے خلاف ایف آئی آر کٹوا دی۔ انسپکٹر نے مجھے اطمینان دلایا کہ میرے بھائی کی بازیابی کے لئے وہ پورے پورے اقدامات کرے گا۔ لیکن چار دن' چھ دن پھر آٹھ دن مزید گذر گئے اور انسپکٹر کی طرف سے مجھے کوئی جواب نہیں ملا۔ ماں کی حالت بہت زیادہ خراب ہو گئی تھی۔ میں دوبارہ تھانے پہنچی تو انسپکٹر نے مجھ سے انتہائی ترش روئی کا مظاہرہ کیا اور کہا کہ ایک شریف آدمی کے خلاف میں نے رپورٹ درج کرائی تھی وہ ختم کر دی گئی ہے غیاث اپنی مرضی سے کہیں چلا گیا ہے وہ ایک جرائم پیشہ آدمی ہے اور خود ہی واپس آجائے گا"۔ انسپکٹر نے مجھے بہت برا بھلا کہا اور میں اپنا سا منہ لے کر واپس آگئی۔ سر سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب میں کیا کروں۔

پھر کچھ دن کے بعد غیاث واپس آگیا۔ اچھی بہتر حالت میں تھا۔ بہت عمدہ لباس پہنے ہوئے تھا اس نے دس ہزار روپے ماں کے ہاتھ پر رکھے اور کہا کہ یہ رقم ہم لوگ اپنے استعمال میں لائیں۔ میں نے غیاث سے پوچھا کہ کیا ہوا تو غیاث نے سہیل کے آدمی اسے پکڑ کر لے گئے تھے۔ غیاث نے ویران نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر کہنے لگا۔

"مجھے جرم کی دنیا مکمل طور پر لے آیا گیا ہے۔ دو چیزیں ہیں یا تو میں اس جرم سے بچنے کے لئے ایک اور جرم کروں اور سہیل کو قتل کر دوں یا پھر اس کے ساتھ شامل ہو جاؤں سر میرے بھائی نے کہا کہ وہ جرم سے نفرت کرتا ہے اور جرائم کی دنیا میں نہیں آنا چاہتا لیکن وقت کھینچ کھینچ کر اسے اسی سمت لا رہا ہے میں بدحواس ہو گئی تھی اور میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں؟

غیاث دو دن تک گھر میں رہا پھر اس شام اس نے مجھ سے کہا۔

"فرزانہ کیا تم میرے پیچھے ماں کو سنبھال سکتی ہو؟ میں شہر ہی چھوڑ کر چلے جانا چاہتا ہوں' کچھ عرصے باہر رہوں کہیں نہ کہیں روپوش ہو جاؤں گا اور پھر جب صورتحال بہتر ہوئی تو یا تو تمہیں اپنے پاس بلا لوں گا یا پھر میں واپس آجاؤں گا۔ جیسا بھی ممکن ہوا اس دوران تمہیں ماں سنبھالنا ہو گا۔"

"میں نے اپنے بھائی کی زندگی بچانے کے لئے اس سے وعدہ کیا کہ ماں کو میں حالات سے واقف نہیں ہونے دوں گی اور جس طرح بھی بن پڑے اسے سنبھالے رہوں گی سہیل کے آدمیوں کے بارے میں میں نے سوال کیا تو غیاث نے کہا کہ ان سے یہی کہہ دیا جائے کہ میں غائب ہو گیا ہوں۔ زیادہ سے زیادہ وہ گھر کی تلاشی لیں گے۔ تم ان تمام واقعات کو برداشت کر جانا اس میں میری زندگی پوشیدہ ہے' ورنہ مصیبت میں پھنس جاؤں گا میں۔

میں نے سر اسے پورا پورا دلاسہ دیا اور اس کے بعد وہ چلا گیا پھر تقریباً" ایک مہینے تک اس کے بارے میں کوئی خبر نہیں ملی۔ میں مطمئن تھی کہ غیاث کہیں کسی دوسرے شہر میں اطمینان بخش زندگی گزار رہا ہو گا لیکن ایک شام سادہ لباس میں ملبوس ایک شخص ہمارے گھر کے دروازے پر پہنچا اور اس نے مجھ سے فرزانہ کے بارے میں پوچھا جب میں نے اسے بتایا کہ فرزانہ میں ہی ہوں تو اس نے کہا کہ اس کا نام الیاس خان ہے اور وہ غیاث کا پیغام لے کر آیا ہے۔ میں بے چین ہو گئی۔ بہت دن کے بعد مجھے اپنے بھائی کا نام سنائی دیا تھا۔ میں نے اس سے غیاث کے بارے میں پوچھا۔ تو وہ بولا کہ بیٹھ کر بات کرنا چاہتا ہے۔ میں اسے اندر لے آئی الیاس خان نے مجھے بتایا کہ غیاث جیل میں ہے۔

"کیا....." میں نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔" فرزانہ کی آواز آنسوؤں میں گندھی ہوئی تھی۔

"جیل میں...؟"

"ہاں سر۔"

"لیکن کیوں...؟"

"میں نے الیاس خان سے تفصیل معلوم کی اور اس کا لب لباب یہی ہے کہ سہیل کے آدمی غیاث کی طرف سے بے فکر نہیں ہوئے تھے بلکہ اس کی بھرپور نگرانی کی جا رہی تھی۔ اور جب انہوں نے دیکھا کہ غیاث ٹرین میں بیٹھ کر کہیں روانہ ہونے والا ہے تو انہوں نے اسے اپنے قبضے میں کر لیا اور پھر غیاث سے انتقام لینے کے لئے سہیل نے اسے ایک قتل کے الزام میں پھنسا دیا ایک شخص قتل کر دیا گیا تھا اور غیاث کو اس کے قاتل کی حیثیت سے معہ ثبوتوں کے پولیس کے حوالے کر دیا گیا تھا سر میرا بھائی ایک رحم دل انسان تھا وہ تو کسی معصوم اور بے زبان جانور کو بھی نہیں مار سکتا تھا اس پر ایک انسان کے قتل کا الزام لگا دیا گیا تھا میں جانتی تھی کہ یہ سب کچھ کیوں ہوا ہے دیوانی ہو گئی بچانے کے لئے کیسے کیسے جتن کر کے میں جیل پہنچی اور بمشکل تمام مجھے اپنے بھائی سے ملنا نصیب ہوا۔ غیاث بہت کمزور ہو گیا تھا سر میرا بھائی بے پناہ مصیبتوں کا شکار ہو گیا تھا غیاث نے مجھے وہی تفصیل بتائی جو میں آپ کو بتا چکی ہوں یعنی یہ کہ سہیل نے ایک ایسے شخص کے الزام میں اسے گرفتار کرایا ہے جس سے غیاث کی کوئی واقفیت تک نہ تھی لیکن پولیس کی مدد سے سہیل نے ایسے ثبوت حاصل کر لیے تھے جس سے قتل کا الزام میرے بھائی پر ہی عائد ہوتا تھا۔ غیاث نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا کہ ماں کو سنبھالے رکھو' ہمارے پاس بھلا کیا ہے جو ہم زندگی بچانے کی کوشش کریں۔ ہمارے پاس تو اتنے پیسے بھی نہیں ہیں کہ ہم کسی وکیل کا بندوبست کر سکیں سر آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ میری ذہنی کیفیت کیا ہو گی' بے بسی اور بے بسی ہمارے گھرانے کی تقدیر ہے' بس میں اس بے بسی کا شکار رہی۔ میں نے جس قدر ممکن ہو سکا تھا کوششیں کیں لیکن میری باتوں پر لوگوں نے افسوس ظاہر کرنے کے علاوہ کچھ نہ کیا کوئی کر بھی کیا سکتا ہے؟ اتنے بڑے جرم کا معاملہ تھا۔ میں تو سہیل کا پتا تک نہیں جانتی تھی کہ اس سے ملتی۔ غیاث کے لئے افسردگی سے آنسو بہاتی ہوئی واپس آگئی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ماں سے کیا کہوں... لیکن سر ماں کو ان تمام واقعات سے لاعلم رکھنا بھی مناسب نہیں تھا' چنانچہ میں نے دبے دبے لہجے میں ماں کو ساری تفصیل بتا دی ماں سسکتے میں رہ گئی تھی۔

ایک بھی آنسو نہ بہایا اس نے' خاموشی سے ٹھنڈی آہیں بھرتی رہی اور اس کے بعد سے اب تک وہ خاموش ہے اس نے کبھی ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا سر ہم بے بس اور بے آسرا لوگ ہیں بعد میں جب فاقہ کشی آخری حد تک پہنچ گئی تو مجھے گھر سے نکلنا پڑا۔ اور اس کے بعد مجھے یہ نوکری مل گئی۔ تیرہ سو روپے ماہوار ملتے ہیں مجھے اس کمپنی میں۔ خدا بھلا کرے ان لوگوں کا' اچھے لوگ ہیں میرا خیال رکھتے ہیں' مجھے کسی ذہنی اذیت کا سامنا نہیں کرنا پڑا اس ملازمت کے دوران سر بس یہ ہے میری کہانی ہمارے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں ہے' ساری دعائیں میں کر چکی ہوں' شاید ابھی قبولیت کا وقت نہیں آیا۔ ہر ایسے آسرے کو پکڑنے کی کوشش کرتی ہوں جہاں سے کچھ ہو سکے۔ دفتر روحانیت کا یہ بورڈ میں نے کئی بار دیکھا آج نجانے کیوں دل چاہا کہ یہاں آؤں اور آپ لوگوں سے کہوں کہ کوئی ایسا تعویذ دیجئے جس سے میرے بھائی کی بے گناہی ثابت ہو جائے"۔

میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ یہ دلدوز کہانی میرے ضمیر کو جھنجھوڑ رہی تھی۔ آنکھوں میں آج تک جتنی نیلاہٹیں ابھری تھیں' یہ نیلاہٹ ان سب سے گہری تھی اس سے پہلے صرف شیطانیت دامن گیر ہوتی تھی اور اس نیلاہٹ کے زیر اثر میں ایسے شیطانی عمل کرتا تھا جو غیر انسانی ہوا کرتے تھے لیکن آج جو نیلاہٹیں میرے ذہن میں ابھری تھیں ان میں ایک تعمیری جذبہ پنہاں تھا۔ اگر فرزانہ جیسی لڑکی بے بسی کا شکار رہے تو لعنت ہے میری اس زندگی پر جس پر میں فخر کرتا ہوں

صرف مجھے ایک بات بتا دیجئے آپ کا احسان ہو گا۔"

ہاں ہاں پوچھو۔"

"یہ دفتر روحانیت کس قسم کا ہے۔؟ نہ تو یہاں کوئی عامل ہے نہ کوئی ایسا بزرگ ہے جس کے بارے یہ اندازہ لگایا جا سکے کہ وہ تعویذ گنڈوں کا کاروبار کرتا ہو گا معاف کیجئے گا میں نے لفظ کاروبار استعمال کر لیا ہے۔"

مجھے ہنسی آگئی میں نے فرزانہ سے کہا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اصل میں روحانیت کے بارے میں ایک غلط تصور قائم کرلیا گیا ہے' روح کا تعلق تو ہر اچھے کام سے ہوتا ہے فرزانہ زندگی میں ایک بھی اگر اچھا کام کرلیا جائے تو روح ہیشہ تابندہ رہتی ہے روحانیت کے لئے تعویذ گنڈہ ہی ضروری نہیں ہیں اب تم دیکھو نا تمہاری روح زخمی ہے اگر اس زخمی روح کو لے کر تم میرے پاس پہنچی ہو تو میرا فرض ہے کہ میں تمہاری اس زخمی روح کا علاج کروں بے فکر رہو فرزانہ' سہیل جو کچھ بھی ہے. جس حیثیت کا مالک ہے... غیاث تمہارا ہے ہے نا...؟"

"جی سر..."

"ایک ہی بھائی ہے تمہارا...؟"

"جی سر میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ ہماری دنیا اس وقت صرف تین افراد پر مشتمل ہے. جن میں سے ہمارا ایک ستون گر گیا ہے۔"

"نہیں فرزانہ جذباتی بات نہیں کہتا آج سے تمہاری دنیا تین افراد تک محدود نہیں ہے بلکہ چار افراد پر مشتمل ہے تم آج تک غیاث کو صرف اپنا بھائی کہتی رہی ہو اس میں ایک بھائی کا اضافہ اور کرلو۔ اور اس کا نام ہے جہانگیر جمال شاہ..."

"ہاں وہ میں ہوں فرزانہ' وہ میں ہوں" اور اس بار فرزانہ اپنے آنسو نہیں روک سکی تھی اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دھارے بہنے لگیں اور پھر اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

میں اپنی جگہ سے اٹھا۔ پھر میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں فرزانہ... جب بھائی سامنے ہوں تو بہنوں کی آنکھوں میں آنسو نہیں ہونے چاہئیں تم اپنے یہ آنسو مجھے منتقل کردو۔ میں تمہارے ان آنسوؤں کی قیمت ادا کروں گا۔"

فرزانہ بلک بلک کر روتی رہی بہت دیر کے بعد جب اس کے دل کی بھڑاس نکل گئی تو اس نے کہا۔

"لیکن بھائی' بھائی کیا کریں گے غیاث کے سلسلے میں...؟"

"اپنی یہ تمام تکلیفیں اب میرے حساب میں لکھ دو میں نے اس کا رجسٹر کھول لیا ہے تم مطمئن ہو جاؤ۔ فرزانہ بہن بعض اوقات الفاظ اس قدر بے حیثیت نہیں ہوا کرتے۔ انہی لفظوں سے تو ہم خدا کا نام لے کر اسے تسلیم کرتے ہیں تم بی اسی الفاظ میں یہ سمجھ لو کہ اگر میں نے تمہیں اپنی بہن کہا ہے تو بھائی کے وہ تمام فرائض پورے کروں گا جو ایک بھائی پر عائد ہوتے ہیں۔"

"مجھے کیا معلوم تھا' مجھے کیا معلوم تھا کہ آج وہی واقعہ پھر دہرایا جائیگا کہ آگ لینے کو جائیں اور پیغمبری مل جائے۔ میں تو صرف ایک تعویذ لینے آئی تھی اپنے بھائی کی بقاء کے لئے۔ بھیا آپ نے مجھے اتنا بڑا سہارا دے دیا کیا ابھی اس دنیا میں ایسے سہارے باقی ہیں؟"

"بس فرزانہ جذباتی باتیں مت کرو۔ ہم عمل کی دنیا کے لوگ ہیں' تم بالکل بے فکر ہو جاؤ مجھے تم سے کچھ تفصیلات درکار ہوں گی اور سنو' تیرہ سو روپے ماہوار ملتے ہیں تمہیں اس دفتر میں...؟"

"جی..."

"اور یہاں تمہیں کوئی ذہنی اذیت تو نہیں اٹھانا پڑتی...؟"

"نہیں..."

"ٹھیک ہے میں ابھی تم سے یہ نہیں کہوں گا کہ یہاں آنا جانا چھوڑ دو کم از کم میرا تمہارا رابطہ ایک ایسی حیثیت سے رہے گا. جس پر لوگ شک نہیں کریں گے ٹھیک ہے فرزانہ! اچھا اب یہ بتاؤ گھر کے حالات کیا ہے...؟"

"جی بھیا...؟"

"میرا مطلب ہے کسی مالی مشکل کا شکار تو نہیں ہو...؟"

"نہیں بھیا تیرہ سو روپے ہمارے اخراجات کے لئے کافی ہوتے ہیں ہمیں ضرورت بھی کیا ہے پیسوں کی' ارے گھر میں خوشیاں ہیں ہی کب بس جسم ڈھکنے کے لئے کپڑا چاہیے ہوتا ہے اور کھانا اس طرح کھا لیتے ہیں جیسے جرم کررہے ہوں بھیا کے بغیر کھانا کھانے کا لطف نہیں آتا جب بھی موٹا جھوٹا ملتا تھا ہم تینوں مل کر کھا لیا کرتے تھے۔ لیکن اب' اب بس زندگی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے اور یہ بھی میں آپ کو بتادوں بھائی... آپ نے مجھے اپنا کیا نام بتایا...؟"

"جہانگیر جمال شاہ..."

"یہ بھی آپ کو بتادوں جہانگیر بھائی کہ اگر ہمارا بھائی ہمیں واپس نہ ملا تو پھر ہم جینے کا تصور چھوڑ دیں گے جس دن غیاث کو سزائے موت ہوگی اس دن آپ یہ سمجھ لیجئے جیسا کہ میں نے کہا اس گھر میں تین لاشیں اٹھیں گی ایک میری ایک میری ماں کی اور ایک میرے بھائی کی جسے ظاہر ہے موت کے بعد ہمارے حوالے کردیا جائے گا۔"

"نہیں فرزانہ تینوں میں سے کوئی نہیں مرے گا میرا وعدہ ہے تم سے۔" میں نے کہا۔

باہر سے توفیق کی آواز سنائی دی "چیف کوئی اہم مصروفیت ہے...؟" توفیق کی اس آواز سے ماحول میں تھوڑی سی تبدیلی رونما ہو گئی تھی۔

"آؤ اندر آجاؤ۔" میں نے اس سے کہا اور توفیق اندر آگیا۔

"کیا بات ہے...؟"

"نہیں چیف میں نے سوچا کہ میری کوئی ضرورت ہو تو... تو... تو..."

"نہیں کوئی ضرورت نہیں ہے تمہاری۔" میں نے کہا توفیق نے ایک نگاہ فرزانہ ڈالی اور اس کے بعد خاموشی سے باہر نکل گیا۔ فرزانہ گردن جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔

"سر تو مجھے کیا کرنا چاہیے...؟"

"فرزانہ اب گھر جاؤ۔ واپس جاؤ اور اگر ہو سکے تو ماں کو اس سلسلے میں مطمئن کرنے کی کوشش کرنا' میں تمہیں کل بتاؤں گا کہ میں اس سلسلے میں کیا اقدامات کررہا ہوں۔" وہ اپنا چھوٹا سا پرس اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔

"ٹھیک ہے آپ نے اور کچھ نہ سہی دل کو ایک ایسا دلاسہ دیا ہے کہ میں جب بھی دعائیں مانگوں گی ان میں آپ کا نام ضرور شامل رکھوں گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا فرزانہ کو چھوڑنے میں باہر آیا اور اس کے بعد وہ چلی گئی میں عجیب سے جذبات لئے ہوئے اندر واپس آگیا تھا دیر تک بیٹھا سوچتا رہا پھر ٹیلی فون پر آفتاب کمال کو رنگ کیا اور دوسری طرف سے آفتاب کمال نے ریسیور اٹھالیا۔

"یس چیف..."

"کیا مصروفیت ہے بھئی...؟"

"کوئی خاص نہیں..."

"آجاؤ میرے پاس..."

"حاضر ہوتا ہوں..."

تھوڑی دیر کے بعد آفتاب کمال میرے سامنے پہنچ گیا میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور کہا۔

"تم انسائیکلوپیڈیا ہو ناں...؟"

"جی چیف سمجھا نہیں..."

"تم شہری انسائیکلوپیڈیا بھی ثابت ہو سکتے ہو...؟"

"کوئی امتحان لینا چاہتے ہیں چیف...؟"

"ہاں..."

"تو پھر فرمایئے..."

"فیروز شاہ اسمگلر..."

"نیو سائٹ روڈ کوٹھی نمبر ایک سو اٹھارہ اس کے تین بیٹے ہیں جن میں سے دو ملک سے باہر ہیں ایک بیٹا سہیل شاہ ہے جو یہیں رہتا ہے۔"

میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اس میں کوئی شک نہیں کہ آفتاب کمال ایک انتہائی باکمال نوجوان تھا اور اس نے ہمیشہ ہی مجھے حیران کردیا تھا چند لمحات میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا' میرے بولنے سے پہلے آفتاب کمال خود ہی بول اٹھا

"کیوں چیف کوئی خاص بات...؟"

"ہاں بہت خاص بات ہے..."

"آفتاب کمال حاضر ہے..."

"فیروز شاہ کے بارے میں مجھے مکمل تفصیلات چاہئیں..."

"بس مختصر تفصیل تو یہ ہے لیکن مکمل تفصیلات کے لئے مجھے بتادیا جائے کہ کتنا وقت دیا جاسکتا ہے؟"

"کب تک مہیا کر سکو گے...؟"

"اگر کل دن ہو تو زیادہ بہتر ہے چیف بات اصل میں یہ ہے کہ جب جیب میں بہت زیادہ پیسے آجاتے ہیں تو انسان کاہل ہو جاتا ہے ان دنوں آپ کو پتا ہے میرے پاس دس لاکھ روپے محفوظ ہیں..." آفتاب کمال کے اس صاف جواب پر مجھے ہنسی آگئی میں نے کہا۔

"لیکن میں جانتا ہوں تم اس قسم کے آدمی نہیں ہو۔"

"چیف آپ کے اس احساس کو رد بھی نہیں کیا جاسکتا بہرحال اگر کل نہیں تو پھر آج ہی مگر ابھی نکلنا ہوگا۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"مگر صورت حال کیا ہے...؟"

جواب میں میں نے آفتاب کمال کو فرزانہ کے بارے میں پوری تفصیلات بتادیں اور آفتاب کمال کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے کہا۔

"ساری باتیں ممکن ہے دراصل ہم انٹرنل معاملات میں کبھی دلچسپی نہیں لیتے تھے چیف۔ ورنہ ہمارے اپنے ملک میں ہمارے اپنے شہر میں' لاکھوں ایسے درندے پڑے ہوئے ہیں جنہوں نے انسانی زندگی تلخ کرکے رکھ دی ہے'

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چیف میں تو کہتا ہوں کہ کبھی ان درندوں کے شکار پر نکلیے میں آپ کے ساتھ ہوں گا اور کچھ نہ سہی کم از کم اپنے وطن کے لوگ تو ان کی درندگی سے محفوظ رہ سکیں گے۔"

"نہیں آفتاب کمال یہ ہمارا کام نہیں ہے۔ بہر طور دنیا کا نظام انہی تمام باتوں پر مشتمل ہے اگر ہم نے یہ عمل کر ڈالا تو اول تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کون کس حیثیت کا حامل ہے دوسری بات یہ کہ اس سے ہمیں کوئی خاص فائدہ نہیں ہوگا ہاں ایک بات البتہ ذہن میں آتی ہے کہ وہ یہ کہ اگر کوئی ایسی شخصیت ہمارے سامنے آئے تو پھر ہم اس شخص کو آخری حد تک کیفر کردار تک پہنچائیں میں تمہیں غیاث کے بارے میں بتا چکا ہوں جیل میں اس سے ملاقات کا انتظام کرو' ہو سکتا ہے غیاث سے ہمیں کچھ ایسی تفصیلات معلوم ہو جائیں جو آئندہ چل کر ہمارے لئے کار آمد ثابت ہوں۔"

"جیل تو اپنا دوسرا گھر ہے چیف آپ کو اس کا اندازہ ہی ہے۔"

"ہاں خدا نے ہمیں یہ آسانیاں فراہم کر دی ہیں' بہر حال اس سلسلے میں کل کام کا آغاز کریں گے۔"

"بالکل کریں گے چیف یہ بھی ایک دلچسپ تجربہ ہوگا آخر دس' دس لاکھ کی یہ رقم ہمیں کافی عرصے تک سہارا دے گی اور چیف میں تو ایک بات کہوں آپ سے...؟"

"ہاں کیا...؟"

"فیروز شاہ ایک بڑا اسمگلر ہے میں جانتا ہوں کہ اس کے وسائل لامحدود ہیں ہمیں اس کے گرد اس طرح جال بننا پڑے گا کہ فوراً" ہی وہ اس میں پھنس کر مر نہ جائے۔ پہلے ہمیں اس کی جیبیں خالی کرانا ہوں گی چیف' آخر ہمارا کام بھی تو انہی لوگوں سے چلے گا اب اور کیا کیا جا سکتا ہے...؟"

"لائن پر آتے جا رہے ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور آفتاب کمال بھی ہنسنے لگا۔

فرزانہ نے ذہن پر کچھ ایسا اثر چھوڑا تھا کہ اس رات بھی میں اس کے تصور سے آزاد نہیں رہ سکا فریدہ چونکہ اب زندگی کے ہر سیاہ و سفید کی ساتھی تھی واقعہ ایسا تھا کہ میں اسے بتائے بغیر نہیں رہ سکا فریدہ بے حد متاثر ہوئی تھی اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کیا ارادہ ہے...؟"

"اتفاق سے شہباز احمد صاحب کی موت نے میرے راستے تبدیل کر دیئے ہیں فریدہ اور ان تبدیل شدہ راستوں سے تم بھی مطمئن ہو ہم جو کچھ کر رہے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ معاشرے میں اس کا کیا مقام ہے لیکن کم از کم ذہنی طور پر اطمینان حاصل ہو جاتا ہے' میرے خیال میں کہیں اس کام کو بھی اس انداز میں سرانجام دوں گا جس طرح اپنے دوسرے کام کرتا رہا ہوں اور آفتاب کمال بھی اب میرا ہمنوا ہو گیا ہے اس میں آمدنی کے ذرائع بھی تلاش کئے جا سکتے ہیں بلکہ سچی بات یہ ہے کہ آنے والا وقت میرے لئے ان راستوں کا تعین کر رہا ہے جو مستقبل میں میرے لئے معاون ہوں گے اس میں میری فطرت کو بھی جلا ملتی ہے یعنی جس انداز میں میں نے اپنی زندگی کا آغاز کیا ہے وہ انداز کچھ عرصے کے لئے کھو گیا تھا لیکن اب وہ واپس آتا جا رہا ہے معاشرے سے اپنا حق حاصل کیا جاتا ہے ہاتھ پھیلا کر مانگو گے کبھی کچھ نہیں ملے گا میں جرم کے اس انداز کا قائل نہیں ہوں کہ ڈاکہ زنی کی جائے یا ایسے کام کئے جائیں جو ملک و قوم کے مفاد کے خلاف ہوں لیکن اگر ڈاکوؤں سے ہی خراج وصول کیا جائے تو میرے خیال میں ایک اچھا اور دلچسپ انداز ہوگا۔"

"اپنے آپ کو محفوظ رکھیئے گا ہر شخص کے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں۔"

"مجھے بہت سی دعائیں حاصل ہیں جن میں تمہاری دعا بھی شامل ہے۔"

"تو پھر مجھے بھی ایک اجازت دیجئے۔"

"ہاں..."

"مجھے ان لوگوں کا پتا درکار ہے"

"کس کا...؟"

"فرزانہ کا..."

"کیوں...؟"

"میں ان لوگوں سے ملاقات کروں گی۔" میں نے فریدہ کی طرف دیکھا' میرا ذہن اس کے ذہن سے ہم آہنگ تھا' میں نے پھر مسکرا کر کہا۔

"ٹھیک ہے جو کچھ تم کرنا چاہتی ہو وہ میں سمجھ رہا ہوں۔"

"کوئی حرج تو نہیں ہے ناں؟"

"بالکل نہیں..." میں نے جواب دیا فریدہ کے اس جذبے سے میں متاثر ہوا تھا۔

دوسرے دن معمول کے مطابق میں چلا گیا' فریدہ نے جاتے ہوئے مجھ سے کہا اگر ممکن ہو سکے تو مجھے ان لوگوں کے گھر کا پتا فراہم کر دیا جائے۔

"اس کے لئے تمہیں کم از کم میری واپسی کا انتظار کرنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں ہے اس میں۔" فریدہ نے جواب دیا۔ میں دفتر پہنچ گیا ان دنوں کوئی ایسا کام ہمارے پاس نہیں تھا جسے سرانجام دینے کے لئے وقت درکار ہو' آفتاب کمال سیدھا میرے پاس پہنچا تھا میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کہو کیا ہو رہا ہے...؟"

"کچھ نہیں چیف"

"ویسے میرا خیال ہے آفتاب کمال تم نے جس پیشے کو اپنایا ہے اس کے تحت تمہیں کورٹ کے چکر بھی لگاتے رہنا چاہئیں۔"

"چیف اگر ضرورت ہوئی تو ضرور جاؤں گا اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔"

"ضرورت نکالی جا سکتی ہے ہو سکتا ہے وہاں تمہیں کچھ ایسے واقعات کا سامنا کرنا پڑے جو ہمارے لئے کار آمد ہوں..."

آفتاب کمال مسکرا کر مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"ویسے چیف میں نے رات بھر اس بارے میں خواب دیکھے ہیں۔"

"کس بارے میں...؟"

"میرا مطلب ہے یہی مسئلہ جو آپ نے میرے سپرد کیا ہے یعنی فیروز شاہ ایسے لوگ تو ہمارے لئے مستقل آمدنی کا ذریعہ بن گئے ہیں۔"

"ہاں آج تم اس سلسلے میں کیا کارروائی کر رہے ہو؟"

"فیروز شاہ کے بارے میں تمام تفصیلات مجھے ساڑھے بارہ بجے تک موصول ہو جائیں گی؟"

"شمس وغیرہ کو لگایا ہے اس سلسلے میں۔"

"جی چیف وہی کار آمد ہو سکتے ہیں۔"

"بہت اچھی بات ہے بہت سارے کام ان لوگوں کے ذریعے کئے جا سکتے ہیں۔"

میں نے آفتاب کمال سے اتفاق کیا تھا آفتاب کمال کچھ کے بعد بولا۔

"چیف ویسے ایک بات میں آپ سے عرض کروں وہ یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو بہت محدود سمجھتے ہیں اگر آپ میری بات کو غلط نہ سمجھیں تو میں پورے اعتماد سے کہتا ہوں کہ آپ کے اندر ایک ایسی ذہانت پوشیدہ ہے جو جب بھی کبھی منظر عام پر آتی ہے انوکھے گل کھلاتی ہے میں آپ کو خوش کرنے کے لئے یہ بات نہیں کہہ رہا اپنی دانست میں آپ نے مجھے بہت بڑا مقام دے رکھا ہے لیکن اگر میرے دل کی بات پوچھیں تو یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ کے ساتھ کام کرنے میں مجھے جو لطف آیا ہے اگر ان حالات میں کوئی ایسا مسئلہ پیش آ جاتا کہ مجھے آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع نہ ملتا تو شاید میں ان حالات سے اتفاق نہیں کر سکتا تھا۔" میں ہنسنے لگا میں نے کہا۔

"آفتاب کمال میں نہیں سمجھتا کہ وہ کونسا جذبہ تمہارے سینے میں بیدار ہو گیا ہے جس کی بناء پر تم مجھے خواہ مخواہ اہمیت دینے پر تل گئے ہو حالانکہ اپنا نظریہ یہ ہے کہ اگر تم اس حیثیت کو نہ سنبھال لیتے تو شاید میں شہباز احمد کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔"

"چلیے توازن برابر ہو گیا آپ نے میرے الفاظ کی ادائیگی کر دی' لیکن اپنی اپنی سوچ ہے چیف' اچھا خیر اب یہ بتائیے کہ فیروز شاہ صاحب کے بارے میں کیا منصوبہ بنائیں گے حالات کافی حد تک ہمارے علم میں تو ہیں کام کا طریقہ کار کیا ہوگا؟"

میں پر خیال انداز میں آفتاب احمد کو دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

"اصل میں آفتاب کمال ہم نے دفتر روحانیت کھولا تو اس لئے تھا کہ ہمارے سامنے چھوٹے چھوٹے مسائل آئیں گے اور ہم ان پر کام کر کے اپنا رزق اکٹھا کریں گے لیکن ڈیڈی نے ایک بار پھر غلط راستوں پر ڈال دیا جو چاٹ بہت پہلے منہ کو لگی ہوئی تھی دوبارہ اس طرح لگی کہ اب شاید یہی طریقہ کار اختیار کرنا پڑے گا ورنہ لطف نہیں آئے گا میں سوچتا ہوں کہ دفتر روحانیت میں' میں نے چار آدمی منتخب کر دیئے ہیں' چاروں گدھے اے کلاس ہیں اور یہاں کے معاملات آرام سے سنبھال سکتے ہیں' ہمارے پاس خیر روحانی علاج کے لئے تو کیا ہی آئیں گے البتہ یہ جگہ ایسے معاملات کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے ہمیں چھوٹے موٹے کاموں میں ہاتھ ڈالنے کے بجائے بڑی کام تلاش کرنے چاہئیں میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی ایسا کیس ہمارے پاس آ جائے جیسا اس وقت آیا ہے میری

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مراد غیاث کے کیس سے ہے بعض معاملات میں ہمیں بغیر پیسوں کے بھی کام کرنا ہوگا کیونکہ لوگ خاص طور سے ایسے لوگ کچھ نہیں دے پائیں گے لیکن ان کے پس پشت فیروز شاہ جیسا کوئی آدمی ہوا تو ہمارا معاملہ اس سے طے ہوگا میں یہ نہیں کہتا کہ کسی کو صرف نقصان ہی پہنچانا مقصود ہوگا بلکہ ہم قانون کے رکھوالوں کی مدد کریں گے لیکن ذرا مختلف انداز میں' مجرم کو بے شک کیفر کردار تک پہنچنا چاہیے لیکن اس سے پہلے اسے ہماری ادائیگی کرنا ہوگی' شاید میں اپنی بات کی وضاحت نہیں کرپارہا۔"

"نہیں بالکل نہیں چیف آپ کی بات کی مکمل وضاحت ہوچکی ہے۔ اصل میں' میں صورتحال کو سمجھ رہا ہوں آپ یہی کہنا چاہتے ہیں ناں کہ اصل مجرم قانون کی گرفت میں آنے سے پہلے ہماری گرفت میں آنا چاہیے تاکہ ہم اس کی کھال اتار سکیں اور پھر جتنا وہ باقی بچ جائے اسے قانون کے حوالے کردیں یہی مقصد ہے ناں آپ کا؟"

"گڈ! تم نے ٹھیک الفاظ استعمال کرلئے یہی میرا خیال ہے اور اس کے لئے یہ مناسب ہوگا کہ ہم بڑے بڑے کیسوں پر ہاتھ ڈالیں' میں سمجھتا ہوں آفتاب کمال کہ پس پردہ رہ کر میں کام کرتا رہوں' وکیل کی حیثیت سے تم منظر عام پر رہو اس میں مجھے لطف آئے گا۔"

آفتاب کمال پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر بولا۔

"چیف آپ کے پاس ایک فلیٹ ہے۔؟"

"ہاں۔"

"مگر وہ بہت شاندار ہے کیا یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ ہماری خفیہ ضرورتوں میں کام آجائے۔"

"کوئی حرج تو نہیں ہے کام آسکتا ہے ہماری ضرورتوں میں وہ۔"

"بس یونہی میں سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ کوئی چھوٹا موٹا فلیٹ خرید لیا جائے۔"

"ضرورت نہیں ہے اس فلیٹ کو ہم مختلف طریقوں سے استعمال کرسکتے ہیں بلکہ بہتر تو یہ ہوگا کہ ہم اسے اپنی ضروریات کے تحت آراستہ کرلیں۔"

آفتاب کمال سے بہت دیر تک تبادلہ خیالات ہوتے رہے پھر شمس' باقر' ناصری وغیرہ کی رپورٹیں موصول ہوگئیں۔ چاروں آفتاب کمال کے دفتر میں پہنچ گئے تھے میں بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر وہیں چلا گیا چاروں بدمعاش مجھے دیکھ کر مودب ہوگئے' ناصری کہنے لگا۔

"سر یوں لگتا ہے جیسے ہماری شمولیت ٹوائے فور میں منحوس ثابت ہوئی' ادارہ ہی ختم ہوگیا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے' تم لوگوں کو بہترین معاوضے مل گئے اور ملتے رہیں گے؟"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت دنیا کا سب سے مشکل مسئلہ یہی ہے اور ہم اس طرف سے مطمئن ہیں۔"

"چلو چھوڑو اب یہ بتاؤ فیروز شاہ کے بارے میں کیا تفصیلات ہیں؟"

چاروں نے اپنے اپنے کاغذات نکال لئے تمام نوٹس لے کر آئے تھے۔

"فیروز شاہ کی کوئی بیٹی نہیں ہے۔ بس تین بیٹے ہیں جن میں سے دو ملک سے باہر ہیں ایک یہاں موجود ہے نام ہے سہیل شاہ' اوباش طبع آدمی ہے دوستوں کا ایک گروہ رکھتا ہے اور چھوٹے موٹے جرائم بھی کرتا رہتا ہے فیروز شاہ نے بظاہر کچھ کارخانے بنا رکھے ہیں اور وہ صنعت کاروں میں شمار ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا اصل کام کچھ اور ہی ہے حکومت کے اعلیٰ عہدیداران سے اس کے روابط ہیں اکثر سرکاری اہلکاروں کی دعوتیں کرتا رہتا ہے کبھی اعلیٰ درجے کے ہوٹلوں میں اور کبھی اپنی کوٹھی پر۔ کوٹھی بے حد شاندار ہے خود بھی اچھی صحت کا مالک ہے بیگم صاحبہ انتہائی ماڈرن ہیں اور بلو اسٹار کلب میں ان کے نام کے ڈنکے بجتے ہیں' سہیل شاہ اعلیٰ درجے کے ہوٹلوں میں دیکھا جاتا ہے اور اس نے بڑے بڑے ہوٹلوں میں مستقل بنیاد پر کمرے حاصل کررکھے ہیں اصل میں فیروز شاہ اسمگلنگ کرتا ہے اور یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے بلکہ بہت سارے صاحب اقتدار جانتے ہیں کہ فیروز شاہ کا اصل کام کیا ہے لیکن پردہ پوشی کی جاتی ہے بہت سے خیراتی ادارے بھی چلاتا ہے اور اس لحاظ سے بہت سی مراعات بھی حاصل کرلیتا ہے غرض اس نے اپنے اطراف پوری طرح مضبوط کئے ہوئے ہیں بڑے بڑے لوگوں کی مدد کرتا رہتا ہے اور بعد میں وہ اس کی مدد کرتے ہیں۔"

میں نے آفتاب کمال کی طرف دیکھا تو آفتاب کمال نے کہا۔

"دلچسپ بات یہ ہے چیف کہ آپ کو آپ کے معیار کے لوگ ہی ملتے ہیں' میرا خیال ہے کہ جناب فیروز شاہ صاحب ہمارے لئے خاصا دلچسپ کیس ثابت ہوں گے۔"

"تین ہوٹلوں کے بارے میں تفصیلات معلوم ہوچکی ہیں چیف کمرہ نمبر وغیرہ بھی حاضر ہیں ویسے فیروز شاہ خاص طور سے نیو وے کلب میں پایا جاتا ہے بلو اسٹار کا وہ رخ نہیں کرتا کیونکہ وہاں اس کی ماں کی اجارہ داری ہے لیکن نیو وے کلب میں وہ فلیش کھیلتا ہوا نظر آتا ہے۔"

"فلیش کا رسیا ہے۔۔؟"

"ہاں چیف۔"

"ٹھیک! کیوں آفتاب کمال اور کوئی خاص بات۔۔؟"

"میرا خیال ہے اس سے زیادہ خاص بات اور کیا معلوم ہوسکتی ہے چیف۔۔۔؟"

"تو بس ٹھیک ہے ان لوگوں کا کام ختم۔"

بعد میں' میں نے آفتاب کمال سے کافی دیر تک گفتگو کی طے یہ پایا کہ اب ہم غیاث سے ملاقات کریں گے' آفتاب کمال کہنے لگا۔

"آج ہی چیف۔۔؟"

"تمہاری کیا رائے ہے۔۔؟"

"فرزانہ اپنی فرم میں ہوگی۔۔؟"

"ہاں۔"

"اگر ہم جیل جاتے ہوئے فرزانہ کو بھی اپنے ساتھ لے لیں تو کیا یہ مناسب نہیں ہوگا۔۔؟"

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا پھر آفتاب کمال سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں اس کی موجودگی میں ہمیں کم از کم غیاث کے بارے میں کوئی الجھن نہیں ہوگی۔ تھوڑا سا اطمینان ہی دلادیں گے اس بے چارے کو۔"

"تو پھر چیف یہ کام کل دن پر انحصار رکھیے۔"

"دن میں فرزانہ اپنی ڈیوٹی پر ہوگی۔"

"جیسا کہ آپ نے بتایا چیف بے چاری کو تیرہ سو روپے تو ملتے ہیں آپ چاہیں تو اپنے دفتر میں بٹھالیں اسے ورنہ میرے آفس میں بھیج دیں مجھے بھی ایک آفس سیکرٹری کی ضرورت ہے۔"

"اصل میں اس کیس سے نمٹے بغیر میں یہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا۔ ویسے بھی آفتاب مناسب نہیں ہوگا اس سے کہہ دیں گے کہ کل چھٹی کرلے میرا خیال ہے کرلے گی۔

میں ان تمام باتوں سے فراغت حاصل کرکے اپنے آفس میں واپس آگیا اعجاز سے میں نے کہا کہ کل جو لڑکی ہمارے پاس آئی تھی شام کو وہ اپنے دفتر سے نیچے اترے تو اسے میرے پاس لے آنا۔"

"پانچ بج کر دس منٹ پر فرزانہ نیچے اتری تو اعجاز نے اسے میرا پیغام دیا فرزانہ آگئی مجھے سلام کیا اور میرے سامنے بیٹھ کر بولی۔

"میں خود بھی آپ کے پاس حاضری دیئے بغیر نہ جاتی جہانگیر بھائی صاحب اور اب میں روزانہ آدھا پونا گھنٹہ آپ کے پاس بیٹھا کروں گی آپ یقین کیجئے پچھلی رات مجھے ایسی خوشگوار محسوس ہوئی کہ بہت عرصے سے میں نے ایسی کوئی خوشگوار رات نہیں گذاری تھی' پتا نہیں دل پر مرہم سا رکھا ہوا محسوس ہوا۔ ماں بے چاری کو میں ایسے واقعات سے آگاہ نہیں کرتی۔ بہت کمزور دل عورت ہے نہ خوشی برداشت کرپاتی ہے نہ غم' بہرحال آپ سنایئے کیا حال ہیں آپ کے۔؟"

"ٹھیک ہوں۔ آج میرے ساتھ چائے پیو فرزانہ۔؟"

میں نے کہا اور اس نے مسکرا کر گردن ہلادی۔

"جو حکم آپ دیں گے اس کی تعمیل میرا فرض بنتا ہے جہانگیر بھائی"

چائے کے دوران میں نے اس سے کہا "فرزانہ غیاث سے ملنا چاہتا ہوں میں"

اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور بولی "جیل جانا ہوگا۔"

"تم اس سے کتنے عرصے پہلے ملی تھیں؟"

"میری ہمت نہیں پڑتی آپ یقین کیجئے بچپن ہی سے پولیس کی وردی کو دیکھ کر ایک عجیب سے خوف کا شکار ہو جاتی تھی' خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ کبھی میرا براہ راست واسطہ پڑسکے گا پولیس سے' لیکن تقدیر کا لکھا کون ٹال سکتا ہے میرا دل چاہتا ہے کہ بار بار وہاں جاؤں لیکن اول تو ملاقات میں مشکل ہوتی ہے آسانی سے درخواست منظور نہیں ہوتی' دوئم مجھے ڈر بھی لگتا ہے۔ پھر یوں بھی ہوتا ہے کہ جب وہاں سے واپس آتی ہوں تو کئی کئی دن تک دل و دماغ نہیں سنبھال پاتی۔"

"کل ملنا ہے ویسے غیاث کی کیا کیفیت ہے؟"

"بہت بد دل ہے' اور یقین رکھتا ہے کہ اب موت ہی اسے ان حالات سے چھٹکارہ دلا سکتی ہے۔"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ہوں کل گیارہ بجے ہم وہاں چلیں گے۔"

"جیسا آپ پسند کریں۔"

"تمہیں چھٹی کرنا ہوگی۔۔؟"

"کرلوں گی کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔ یہاں آجاؤں گی۔"

"ہاں۔۔ میں ماں سے ملنے کے لئے چلتا۔۔ لیکن ایسے نہیں جاؤں گا فرزانہ اگر وہاں گیا تو کوئی خوشخبری ہی ساتھ لے کر جاؤں گا۔" فرزانہ نے ممنونیت سے گردن جھکا دی۔ پھر اس نے کہا۔

"میں ساڑھے دس بجے پہنچ جاؤں آپ کے پاس۔۔؟"

"ہاں۔۔"

دوسرے دن ساڑھے دس بجے فرزانہ میرے پاس پہنچ گئی۔ آفتاب کمال وکیل کی حیثیت سے موجود تھا۔ میں نے دفتر ہی سے جیل فون کیا اور ہمارے دوست جیلر نے ضروری گفتگو کرنے کے بعد مجھ سے کوئی خدمت پوچھی تو میں نے غیاث کے بارے میں تمام تفصیلات اسے بتادیں کہنے لگا۔

"آجایئے آپ لوگ! غیاث کو ملاقات کے کمرے میں پہنچا دیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے، بہت بہت شکریہ۔"

جیل میں ہمارا استقبال بہت اچھے طریقے سے کیا گیا میری حیثیت سے جیلر کو مکمل واقفیت تھی اور اس وقت خصوصاً وہ بہت متاثر ہو گیا تھا جب میجر سلطان مجھے پچھلی بار جیل سے رہا کرا کر لے گئے تھے ویسے بھی میرے بہت اچھے تعلقات تھے جیلر سے پہلے اس نے ہمیں چائے وغیرہ پلائی اور اس کے بعد عام جگہ سے ہٹ کر ایک الگ کمرے میں پہنچا دیا جہاں ہمارے پہنچنے کے چند لمحات کے بعد غیاث کو پہنچا دیا گیا تھا۔ خوبصورت خدوخال کا مالک، دبلا پتلا ایک نوجوان تھا جس کی آنکھوں میں گہری سرخی پائی جاتی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ ایک انوکھی چمک بھی۔ اندر داخل ہو کر اس نے ہمیں دیکھا پھر فرازنہ کو ہاتھ اٹھا کر سلام کیا اور اس کے بعد فرزانہ سے بولا۔

"امی کیسی ہیں۔۔؟"

"ٹھیک ہیں غیاث بھیا۔۔"

"تم کیسی ہو فرزانہ۔۔؟"

"میں بھی ٹھیک ہوں۔۔"

"نظر آرہی ہو۔" وہ پھیکی سی ہنسی کے ساتھ بولا، پھر ہماری طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔

"یہ کون لوگ ہیں ارے ہاں ایک بات تو بتاؤ یہ آج اس مخصوص کمرے میں ملاقات کی اجازت کیسے مل گئی کوئی خاص وجہ ہے؟۔"

"غیاث بھائی ان سے ملیے یہ جہانگیر جمال شاہ ہیں اور یہ آفتاب کمال بس زیادہ تفصیل تمہیں بتاؤں گی میں ان کے بارے میں یوں سمجھ لیجئے غیاث بھائی جب اللہ تعالیٰ کو کسی کے دن پھیرنے ہوتے ہیں اور کوئی دعا قبول ہو جاتی ہے تو وہ براہ راست آسمان سے اتر کر اپنے بندوں کی مدد نہیں کرتا بلکہ اس کے لئے کسی بندے ہی کو مخصوص کر دیتا ہے جہانگیر بھائی ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کا انعام ہیں اور آفتاب بھائی اب تمہیں ان سے تعاون کرنا ہے۔"

"احمق ہو گئی ہو تم فرزانہ، بالکل احمق ہو گئی ہو تم کیوں جھوٹے سہارے تلاش کرتی ہو جو حقیقتیں ہیں انہیں قبول کرلینا ہی دانشمندی ہے میری بہن، لوگ اس دنیا میں آتے ہیں ہزاروں مسائل ان کے ساتھ منسلک ہو جاتے ہیں پھر اچانک ہی سڑک پر چلتے چلتے وہ گرتے ہیں مرجاتے ہیں ایک شخص کو کینسر ہو جاتا ہے وہ اسپتالوں میں ایڑھیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑ دیتا ہے اس کے عزیز و اقارب آخری حد تک یہ کوشش کرتے ہیں کہ وہ زندگی پالے لیکن وہ نہیں جیتا کہا یہ جاتا ہے کہ کینسر لاعلاج تھا لیکن ان کے بارے میں کیا کہو گی جو قوی ہیکل اور توانا ہوتے ہیں گھر سے کسی بھی کام سے نکلتے ہیں اور پھر واپس نہیں آتے، ہمارے ابو کو کیا بیماری تھی فرزانہ جو تقدیر میں لکھ دیا جاتا ہے اس سے لڑنا ممکن نہیں ہوتا تم میری بہن پوری سچائی کے ساتھ یہ تسلیم کرلو کہ اللہ تعالیٰ کو میری زندگی اتنی ہی منظور تھی خوامخواہ پریشان ہونے سے کوئی فائدہ نہیں نجانے کہاں کہاں ماری پھر رہی ہو نجانے کس کس سے رجوع کر رہی ہو کچھ نہیں حاصل ہو گا اس سے میری بہن جس حد تک ممکن ہو سکے اپنے آپ کو ذہنی طور پر میرے بغیر جینے کے لئے تیار کرو میرے ساتھ جینا اب ممکن نہیں ہے خدا نے ماں کو جتنی زندگی دی ہے اس زندگی کو پار لگا دو فرزانہ جو کچھ کر رہی ہو جاری رکھو، میری بہن میں تمہارے سر پر شادی کی چادر نہیں سجا سکا تم بھی نہیں سجاپاؤ گی لیکن بعض لوگ فرض کی ادائیگی کے لئے اس کائنات میں آتے ہیں اور پھر واپس چلے جاتے ہیں تمہیں اسی کے لئے مخصوص کیا گیا ہے ہاں اگر کوئی ایسا مل جائے جو تمہاری بے کس ماں کی لاچاری کو

سہارا دے سکے اور تمہارا ہاتھ تھام سکے تو میری بہن میری طرف سے اس کی پوری پوری اجازت ہے یوں سمجھ لینا اس وقت تمہارے بھائی کی دعائیں تمہارے ساتھ ہوں گی۔ بھائی آپ نے پتا نہیں کس بنیاد پر فرزانہ کے سر پر ہاتھ رکھنا قبول کرلیا ہے اتنا تو میں بھی جانتا ہوں کہ یہ بیچاری وکیل صاحب کو کچھ نہ دے سکی ہوگی ہے ہی کیا ہمارے پاس، ہو سکتا ہے از راہ خدا ترسی آپ نے اس کی مدد کرنا قبول کرلیا ہو لیکن بھائی اصل میں جو لوگ مجھے موت کی سزا دلوانا چاہتے ہیں وہ یوں سمجھ لیجئے کہ فرشتہ موت ہی ہیں اور موت کے فرشتے سے لڑا نہیں جاسکتا آپ کیوں یہ کاوش کر رہے ہیں؟ بے مقصد ہوگی بے اثر ہوگی آپ کا وقت ضائع ہوگا آپ نے میری بہن کو ایک جذبہ بخشا اس کے لئے ہم جیسے غریب لوگوں کے پاس شکریہ کے الفاظ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا میں آپ کا شکر گزار ہوں دلی شکر گزار ہوں۔" اس کی آواز بھرا گئی اور اس نے اپنے آپ پر فوراً" قابو پالیا پھر وہ کہنے لگا۔

"ہاں ایک آرزو دل میں ہے۔"

"کیا۔۔؟"

"جرم کرنا چاہتا ہوں جو نہیں کیا وہ کرنا چاہتا ہوں دل کی بھڑاس تو نکلے، حماقتوں کا ازالہ تو ہو سکے۔"

"جو، جوان بہنوں کے بھائی ہوتے ہیں جو بوڑھی ماں کا سہارا ہوتے ہیں وہ ایسے نہیں سوچتے غیاث۔"

"کیا دیا ہے، بہن کو بوڑھی ماں کو؟"

"سب کچھ دو گے اس قدر پریشان کیوں ہو؟"

"عجیب باتیں کر رہے ہیں آپ کیا اب بھی کوئی امید باقی ہے؟"

"ہے! کیوں نہیں ہے اپنے ذہن کو خالی کر دو۔ مجھے ان واقعات کی پوری تفصیل بتاؤ مکمل تفصیل۔" میں نے کہا۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر اس نے کہا۔

"سہیل شاہ کا باپ فیروز شاہ بہت صاحب اختیار ہے وہ ہر کام آسانی سے کر سکتا ہے اسی کے بل پر سہیل شاہ بھی ہر کام کر لیتا ہے وہ ایک بد کردار انسان ہے ابتدا میں اسے نہ سمجھ سکا تھا لیکن۔"

"تم سے وہ کیا کام لیتا تھا۔"

"پہلے تو اس نے میرے ذریعہ کچھ پیکٹوں کا تبادلہ کیا۔ اور مجھے دوستی کے نام پر خرچ دیتا رہا پھر ڈرائیونگ سکھا کر مجھ سے اپنی کار چلوانے لگا اس کے پاس دولت کی کمی تو نہیں ہے لیکن مشغلے کے طور پر اس نے ڈاکہ زنی اور دہشت گردی کے شوق اپنا رکھے ہیں۔"

"اوہ۔۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"پہلی بار مجھے جب اس کے مشاغل کا پتا چلا تو میں خوفزدہ ہو گیا اور میں نے اس سے بچنا چاہا تو اس نے کہا کہ میرا خوف اس کی توہین ہے اس کے لئے کوئی خوف نہیں ہے اس کے دوستوں نے کہا کہ یہ حماقت نہ کروں میرا مستقبل بن جائے گا مگر میں اس طرح اپنا مستقبل نہیں بنانا چاہتا تھا مختلف مراحل سے گزرتے رہے ہم اور بالآخر نوبت یہاں تک پہنچ گئی جب میں نے اس سے گریز کیا تو اس نے یہ عمل کر دیا۔"

"اس کی تفصیل سننا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"وہ اوباش طبع ہے اور۔۔ اور۔۔" غیاث نے رک کر بہن کو دیکھا۔

"سمجھ گیا آگے کہو"

"معاملہ ایک لڑکی کا تھا۔"

"کیا۔۔؟"

"وہ اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔"

"پھر۔۔؟"

"بخت جلال کو اس نے لڑکی کے اغوا کرنے کے لئے مقرر کیا تھا لڑکی کو کالج کے سناپ سے اٹھانا تھا۔"

"بخت جلال کون ہے؟" میں نے اسے درمیان میں ٹوک دیا۔

"اس کا دوست۔۔ اور۔۔"

"اور۔۔؟" میں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"مقتول"

"وہ جس کے قتل کا الزام تم پر عائد ہے؟"

"ہاں۔۔"

"ٹھیک آگے کہو"

"ڈرائیونگ مجھے کرنی تھی یعنی اس وقت جب لڑکی کو اغوا کیا جانا تھا میری ذہنی کیفیت خراب تھی میں، میں نے بخت جلال کو اس کام سے باز رکھنا چاہا۔" میں نے کہا تھا "بخت جلال تم نے اس لڑکی کو دیکھا ہے۔؟"

"آفت ہے قیامت ہے"

"اور کچھ۔۔؟"

"جو کچھ بھی ہے یار ہمیں کیا۔"

"کیوں۔۔؟"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"سب ہمارے پاس کیا آئے گا یہ اس کی ملکیت ہوتی ہے" بخت جلال نے لاپرواہی سے کہا اس کم بخت کے ذہن میں نیکی اور شرافت کا کوئی تصور نہیں تھا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بیٹیاں اور بہنیں بھی ہوتی ہیں پتا نہیں اس کی زندگی میں بہن یا بیٹی تھی یا نہیں میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"بخت جلال وہ لڑکی بہت معصوم صورت ہے اسے دیکھ کر دل میں رحم کے جذبے بیدار ہوتے ہیں میرا دل دکھ رہا ہے سہیل اسے تباہ کردے گا ہو سکتا ہے وہ خودکشی کرلے ہو سکتا ہے اس کے ماں باپ اس کی بے عزتی کے صدمے سے جی نہ سکیں۔"

"تو پھر...؟" بخت جلال نے مجھے تیکھی نگاہوں سے دیکھا۔

"کوئی تدبیر نہیں کی جاسکتی...؟"

"کیسی تدبیر...؟"

"جس سے اس کی عزت بچ جائے"... بخت جلال تلخ انداز میں مسکرایا اور بولا۔

"یار شرافت کا بھوت کیوں سوار ہوگیا ہے دماغ پر؟"

"میں نے کبھی سہیل کے اقدامات سے اتفاق نہیں کیا۔"

"اس کی دی ہوئی رقوم سے تو اتفاق کیا ہے تم نے۔" بخت جلال طنزیہ لہجے میں بولا۔

"میں نے اندازہ لگا لیا کہ اس کے دل میں شرافت کا کوئی جذبہ باقی نہیں رہا ہے مگر میں شدید کش مکش کا شکار تھا ہم لوگ کالج کے گیٹ پر پہنچ گئے چھٹی ہونے میں کچھ دیر تھی میں نے اسی کشمکش سے چھٹکارہ حاصل کرلیا اور پھر بخت جلال سے کہا۔

"میں اس کام میں حصہ نہیں لے سکتا۔"

"کیا" بخت جلال چونک پڑا۔

"ہاں واپس چلو" میں نے کہا اور وہ سوچ میں ڈوب گیا۔

"ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی مگر سوچ لو سہیل شاہ سے کیا کہو گے؟"

"ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ لوں گا اس سے۔"

"تو واپس چلو۔"

سہیل شاہ کے پاس پہنچ کر میں نے اس کے پاؤں پکڑ لئے اور کہا اس کے علاوہ مجھ سے کوئی کام لے لو سہیل شاہ میں یہ کام نہیں کرسکتا کیونکہ میں بھی ایک بہن کا بھائی ہوں۔"

"وہ تو یہ بات ہے" سہیل شاہ کے بجائے بخت جلال بولا بات کیا ہے سہیل شاہ نے پوچھا اور بخت جلال نے اسے پوری کہانی سنادی۔

"تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟" غیاث نے ایسا سوچا تو ٹھیک ہے۔"

"میں سمجھ گیا سہیل شاہ" بخت جلال بولا۔

"کیا سمجھ گئے؟"

"لڑکی کے بدلے میں غیاث کو اپنی بہن کو لانا پڑے گا۔" بخت جلال نے کہا اور میں یہ جملہ برداشت نہیں کرسکا اور زوردار تھپڑ بخت جلال کے گال پر پڑا اور پھر میں نے اس کی اچھی خاصی مرمت کر ڈالی۔ سہیل شاہ خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا تھا اس نے بخت جلال کو کوئی مدد نہیں کی۔ جب بخت جلال نیچے گر پڑا تو اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم نے بہت برے الفاظ کہے تھے بخت جلال! اچھا ہوا تمہاری مرمت خود ہوگئی۔ ٹھیک ہے غیاث تم واپس جاؤ کوئی بات نہیں ہے آئندہ تم سے ایسا کوئی کام نہیں لیا جائے گا۔"

میں واپس چلا آیا لیکن جناب مجھے یہ اندازہ تھا کہ سہیل شاہ کا طریقہ کار کیا ہے وہ بظاہر ٹھنڈا بنا رہتا ہے اور احساس نہیں ہونے دیتا کہ اسے کس بات پر غصہ آیا ہے اور کس بات پر وہ نارمل ہے۔

"میں شدید پریشانی کا شکار تھا اور پھر اس شام بخت جلال نے مجھے اپنے گھر بلایا۔ اس نے کہا تھا جو کشیدگی میرے اور اس کے درمیان پیدا ہوگئی ہے وہ دور ہوجانی چاہیے میں جب اس کے گھر میں داخل ہوا تو مجھے اس کی دلخراش چیخ سنائی دی فطری امر تھا میں اس چیخ کا راز جاننے کے لئے دوڑ پڑا اور میں نے ایسا ہی کیا۔

بخت جلال کو قتل کردیا گیا تھا اور اس کا خون میں ڈوبا ہوا جسم زمین پر تڑپ رہا تھا جس علاقے میں وہ رہتا تھا وہ معمولی درجے کے لوگوں کا علاقہ تھا چھوٹے چھوٹے مکان ایک دوسرے سے جڑے ہوئے، بخت جلال کی چیخوں کی آواز باہر بھی سن لی گئی تھی اور لوگ استفسار حال کے لئے اندر گھس آئے تھے چنانچہ اس قتل کے الزام میں مجھے گرفتار کرلیا گیا اور اب صورت حال یہاں تک ہے۔

"سہیل شاہ کا کیا رویہ رہا اس کے بعد...؟"

"وہی مکاری وہی عیاری۔" اس نے افسوس کا اظہار کیا تھا اور کہا تھا کہ وہ کسی قاتل کی مدد نہیں کرسکتا بخت جلال کی طرف سے بیوی کرنے کے لئے اس نے اپنے وکیل کو اجازت دیدی تھی بعد میں ہمارے ایک مشترکہ دوست نے مجھے بتایا کہ سہیل شاہ حکم عدولی کرنے والوں کو اس انداز میں سزا دیتا ہے اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں جس پر حیرت ہو۔"

"سہیل شاہ نے میرے خلاف عدالت میں گواہی بھی دی اور یہ گواہی بڑی مستند سمجھی گئی کیونکہ ایک بہت بڑے آدمی کی تھی۔"

"بعد میں تو سہیل شاہ کی طرف سے کوئی پیشکش نہیں کی گئی تمہیں...؟"

"نہیں..."

"گویا وہ اب غیر متعلق ہوچکا ہے"

"تقریباً..."

میں نے آفتاب کمال کی طرف دیکھا اور آفتاب کمال نے کہا۔

"بس چیف اس کے بعد مزید کچھ پوچھنے کی گنجائش نہیں ہے۔"

تب میں نے غیاث احمد سے کہا "ہم تمہیں آسانی سے بچالیں گے غیاث احمد! مایوسی کا ایک ذرہ بھی اگر سینے میں رہ گیا ہو تو اسے باہر نکال پھینکو یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے اور سنو ان الفاظ کو حماقت یا دیوانگی مت سمجھنا جو کچھ کہا جارہا ہے تم سے اس کا وہی مطلب ہے بس تمہیں چوبیس گھنٹے کے اندر اندر جیل سے آزاد کرواسکتا ہوں لیکن اس طرح سہیل شاہ پر پوری گرفت قائم نہیں ہوسکے گی میں اس کا سارا کچا چٹھا کھولنا چاہتا ہوں میری بات پر یقین کرسکو گے؟"

غیاث نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ اس کے چہرے پر بے یقینی نظر آرہی تھی یہی کیفیت اس کی بہن فرزانہ کی بھی تھی میں نے مسکرا کر کہا۔

"تم دونوں بہن بھائی مجھے پاگل سمجھ رہے ہو تو جی چاہے سمجھتے رہو لیکن آنے والے وقت میں تمہیں اپنے اس انداز پر شرمندگی ہوگی فرزانہ کیا اب ہم چلیں...؟"

فرزانہ چونک پڑی اس نے مجھ سے کہا "نہیں جہانگیر بھائی خدا آپ کی زبان مبارک کرے میں تو اپنے اندر ایک ہیجان پارہی ہوں یہ تصور مجھ سے برداشت نہیں ہو پارہا کہ میرا بھائی آزاد ہوجائیگا"۔

"وہ آزاد ہے اور اب صرف اس لئے سلاخوں کے پیچھے ہے کہ کچھ مکروہ چہرے نمایاں کرسکے ان الفاظ کو یاد رکھنا فرزانہ تم بھی اور غیاث تم بھی"۔

ہم لوگ واپسی کے لئے اٹھ گئے باہر جیلر کے آدمی موجود تھے میں نے جیلر کا شکریہ ادا کیا اور اس کے بعد ہم کار میں بیٹھ کر واپس...

فرزانہ کو اس کے مکان پر اتار دیا، اس نے پیشکش کی تھی کہ ہم کچھ وقت اس کے ساتھ گزاریں، اس کی ماں سے ملیں میں نے کہا کہ میں غیاث کے ساتھ ہی اس کے گھر آؤں گا۔ یہ میرا فیصلہ ہے، فرزانہ اس بات پر آبدیدہ ہوگئی تھی بہرطور ہم ان جذباتی لمحات سے گزر کر آفس آگئے، آفتاب کمال کے ساتھ میں سر جوڑ کر بیٹھ گیا تھا، ہم ایک لائحہ عمل مرتب کرنا چاہتے تھے جس کے تحت سہیل شاہ کی جانب قدم بڑھا سکیں۔ کافی دیر خاموشی رہی پھر آفتاب کمال نے کہا۔

"چیف، فارمولا یہ بنتا ہے کہ سہیل شاہ، فیروز شاہ کا بیٹا ہے، عیاش طبع ہے ڈاکہ زنی تک کرلیتا ہے۔ ظاہر ہے اس سلسلے میں شوقیہ فنکار ہوگا ورنہ اس کے باپ کے پاس دولت کی کمی نہیں ہے اور ظاہر ہے دو بیٹوں کے ملک سے باہر ہونے کی وجہ سے اس کے لاڈ پیار کہیں زیادہ ہوں گے، ان حالات میں جرم کا کوئی ایسا پہلو سامنے نہیں آتا جس کے لئے وہ ضرورت مند ہو گویا اندازہ ہوا کہ وہ صرف "تفریحاً" جرم کرتا ہے، اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم کسی روایتی انداز میں سہیل شاہ پر ہاتھ ڈال دیں"

"روایتی انداز سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"وہی چیف جو آج تک کرتے چلے آئے ہیں، یعنی اس کے خلاف تحقیقات کریں، ثبوت حاصل کریں اور پھر اسے گرفتار کرلیں"

"تو تم اور کیا چاہتے ہو؟"

"کوئی لمبا کھیل چیف"

"وجہ؟"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ظاہر ہے ہماری آمدنی کا یہی ذریعہ رہ گیا ہے اب" مجھے پھر ہنسی آگئی میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بھئی آفتاب کمال تمہارے منہ تو خون ہی لگ گیا"

"نہیں چیف، اصل میں یوں سمجھئے کہ یہ بھی زندگی کا ایک پہلو ہے، جرم کس کس انداز میں ہو رہے ہیں اور مجرم اپنے آپ کو جب منظر عام پر پیش کرتے ہیں، تو قوم کا ہمدرد مخلص اور نجانے کیا کیا بنا کر، حالانکہ چیف قوم ان کے ہر عمل کو جانتی ہے، جب اپنے تمام برے عمل کے باوجود وہ اپنے آپ کو نیک اور پارسا بنا کر قوم کو بیوقوف بناتے ہیں تو چیف پھر کیا رہ جاتا ہے۔ میں تو یہ سوچتا ہوں کہ ہو سکتا ہے لوگ ذہنی طور پر ہی سہی ان کا احتساب کریں، یہ اندازہ لگالیں کہ جو لوگ ماضی میں اتنا کچھ کر چکے ہیں کہ انسانیت کرب سے چیخ اٹھتی تھی، اگر آج وہ یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ مخلص انسانیت ہیں تو کوئی نہ کوئی ہاتھ ان کی گرفت کرے، لیکن ہوتا یہ ہے کہ اس کے باوجود ان کے لاکھوں ہمنوا ہوتے ہیں مطلب یہ ہے چیف کہ دنیا کی ڈگر بدل چکی ہے بس کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ سوچنے کا انداز کیا ہو گیا ہے، صرف ایک ہی کام ذہن میں آتا ہے کہ دنیا ہی کی ڈگر پر چل پڑو، ہم کسی غریب آدمی کو تو نہیں ستا رہے، ہم کسی ایسے نیک شخص کی کمائی میں تو اپنا حصہ نہیں بٹا رہے جس نے صرف اپنی محنت و دیانت سے دولت اکھٹا کی ہے، ہم تو اس کالے دھن میں سے تھوڑا سا اپنا حصہ نکالنا چاہتے ہیں جو لاکھوں انسانوں کا خون چوس کر حاصل کیا گیا ہے۔ ملکی معیشت کو نقصان پہنچا کر لاکھوں افراد کو بیروزگار کر کے اور زندگی کی سہولتوں سے محروم کر کے حاصل کیا گیا ہے اگر اس میں سے تھوڑا سا حصہ ہمیں بھی مل جائے تو کیا حرج ہے چیف؟"

"شرط صرف ایک ہے آفتاب کمال"

"وہ کیا چیف؟"

"جو کالا دھن غریبوں مظلوموں کا پیٹ کاٹ کر تجوریوں تک پہنچا ہے، جب ان تجوریوں سے ہم تک منتقل ہو تو اس کا ایک حصہ واپس ان لوگوں کو مل جائے جن سے اسے حاصل کیا گیا ہے مطلب یہ کہ ہم مظلوم عوام اور ظالم سرمایہ کاروں اور سرمایہ داروں کے درمیان ہونے والی تجارت کے کمیشن ایجنٹ بن جائیں، یسا رہے گا؟"

"آپ یقین کیجئے اپنی اس تقریر کو ختم کرنے کے بعد دوسری تجویز میں یہی پیش کرتا، ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جس کے تحت خفیہ طور پر ہی سہی غریب اور نادار لوگوں کی امداد ہو سکے اور وہ کالا دھن اس امداد میں استعمال ہو"

"اچھا آئیڈیا ہے، بہت اچھا آئیڈیا ہے"

"تو پھر چیف ہو جائے اس آئیڈیے پر کام؟"

"بالکل ہو جانا چاہئے"

"تو اس کے لئے اپنا فیروز شاہ کیا برا ہے؟"

"ہوں سمجھ رہا ہوں، پروگرام کیا ہے؟"

"چیف، آپ سہیل سے دوستی کریں"

"دوستی؟"

"ہاں"

"میں سمجھا نہیں"

"دوستی کا مطلب دوستی ہی ہوتا ہے چیف"

"مجھے بھی پہیلیاں بجھا رہے ہو؟"

"بالکل نہیں چیف"

"تو پھر سمجھاؤ"

"چیف! سہیل کے خلاف تمام تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے ایک لمبا طریقہ کار اختیار کیجئے۔"

اس دلچسپ داستان کے بقیہ واقعات پانچویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں،

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem